

پنج گنج
پنج گنج
پنج گنج

تہذیب الدین لکھنؤ

جنت دہ

اقبال اکادمی پاکستان

تہذیب الدین لکھنؤ

جنت دہ

تہذیب الدین لکھنؤ

PIR
۹۲۴۱
/۵
۸۸
۱۰۰
۲۵

تذکره شاعران کهن

تذکرہ

شیخ عسکری کی تالیفات

(مجلد تذکرہ شعری کشمیر محمد صالح تہیزلو)

— گرد آورده —

سید حامد الدین ہاشمی

بخش دوم

(مضامین تا غیبی)

آبانہ ۱۳۴۶ خ

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶ - میکلوڈ روڈ - لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

لاہور :	دکتر محمد معزالدين
	دائر کتر اقبال اکادمی پاکستان
	۱۱۶ - میکلود روڈ ، لاہور
طابع :	محمد زرین خان
مطبع :	زرین آرٹ پریس ، ۶۱۲ ریلوے روڈ لاہور
تعداد :	۱۰۰۰
طبع اول :	۱۹۶۸ ع
طبع دوم :	۱۹۸۲ ع
قیمت :	۵۱ روپے

خسروا !

شما بی که ، خداوند در تو ، تعبیه کرد
خرد نیافت ، در آئینه خیال ، نظیر

بظاهر از شرم ، دهر را تو صاحب و شاه
بباطن از نگر ، خلق را تو مرشد و پیر

بکرم ، همه آفاق را ، ملاذ و معاد
بمعدلت ، همه اقبال را ، معین ظہیر

خدا ، ز انفس و آفاق ، برگزید ترا
که کس ، باین همه دولت ، نبود جز تو جدیر

اسم ، بقضیه قدر کمان ، قدرت حق
که با تو نیست ، کس از روزگار ، در یک تیر

بصورت ، ارچه مشابه بود ، ولی فرق است
ز غنچه گل صد برگ ، تا بعقدہ سیر

جهان مسخر ، و طالع سعید ، و عمر دراز
فلک مشاور ، و دولت جلیس ، و بخت مشیر

خزینہ وافر ، و لشکر لزون ، و ملک آباد
لضا مطیع ، قدر باور ، و خدای نصیر !

گشته-پیر !

- هوای او متنوع ، چو فکرت نقاش
زمین او متلون ، چو صفت تصویر
- بطرزهای گزین ، کارخانه ابداع
به نقشهای عجب ، کارنامه تقدیر
- غبار او ، بتوان خواند : چشم را دارو
گیاه او ، بتوان گفت : روح را اکسیر
- بتن موافقت آب او ، جو باده و گل
بجان مناسبت باد او ، چو شکر و شیر
- پیش فیض نسیمش ، دم مسیح ، سموم
بنزد آب روانش ، زلال خضر ، غدیر
- گرو بدیکده عشق ، خاتقاه ورع
بدل بنعره مستان ، صیحه تذکیر
- نسیم او ، ز سر آب ، تیز میگذرد
که باد را ، نتوان داشت ، پای در زنجیر
- بجلوه های لریب ، آهوان مشکینش
کشیده شیر دلان را ، بدام عشق اسیر
- ز بسکه ، مست کند ، نکبت رباعینش
کنند ، دست جمایل ، بگردن نخچیر
- زمین او ، چو دل بیغمان ، طرب خیزامت
سپهر کرده بگر خاک او ، بیاده خمیر

ملک الشعراء فیضی فیاضی

رجب ۱۳۹۷

فهرست مطالب

کتاب	مؤلف	موضوع	صفحه
۱۲۱- صافی	سید حسام الدین راشدی	گزارش	۵۱۷
۱۲۲- صالح	ابوالقاسم خان	دهاوی	۵۱۸
۱۲۳- صانع	محمد صالح	کشمیری	۵۱۸
۱۲۴- صائب	دوست محمد	سیالکوٹی	۵۱۸
۱۲۵- صبا	میرزا محمد علی	اصفہانی	۶۰۷
۱۲۶- صبحی	پندت کیلاش کول	کشمیری	۶۰۸
۱۲۷- صرفی	ملا	کشمیری	۶۱۱
۱۲۸- صرفی	ساؤچی	سلوچی	۶۱۷
۱۲۹- صفیاء	شیخ یعقوب	کشمیری	۶۵۳
۱۳۰- صہبا	صفی الدین	صفاهانی	۶۶۳
۱۳۱- صیدی	لطف اللہ بیگ	کشمیری	۶۶۳
۱۳۲- صہرفی	مولانا صیدی	کشمیری	۶۶۴
۱۳۳- ضمیر	مولانا میر علی	کشمیری	۶۶۵
۱۳۴- ضیاء	پندت نراین داس	دهاوی	۶۶۶
۱۳۵- طالب	خواجه ضیاء اللہ	کشمیری	۶۶۶
۱۳۶- طالب	بابا طالب	اصفہانی	۶۷۵
۱۳۷- طالع	پندت ویدھ لعل در	آملی	۷۲۹
۱۳۸- طاهرای	کشمیری	کشمیری	۷۲۹
۱۳۹- طاهر	میر طاهر علوی	کشمیری	۷۲۹
۱۴۰- طبعی	کشمیری	کشمیری	۷۳۰

۱۴۱-	طفرای ،	ملا طفرای مشهدی	کشمیری	(ف قبل - ۱۰۷۸)	۷۳۰
۱۴۲-	طالوعی ،	محمد ابراهیم	کشمیری	(ز - ۱۰۳۶)	۷۶۹
۱۴۳-	طیب ،	ملا	کشمیری	(ز - ۱۰۷۹)	۷۷۰
۱۴۴-	ظفر ،	لاله لیکارام	کشمیری	(ز قبل - ۱۲۴۰)	۷۷۴
۱۴۵-	عارف ،	قاضی محمد عارف	کشمیری	(ز - ۱۰۷۹)	۷۷۴
۱۴۶-	عاقل ،	سختور خان	کشمیری	(ز - ۱۱۶۳)	۷۷۵
۱۴۷-	عبداللهی ،	فطر الزمانی	قزوینی	(ف بعد ۱۰۴۱)	۷۷۵
۱۴۸-	میدالله نقشبندی ،	حضرت خواجه	کشمیری	(ف - ۱۱۴۹)	۷۸۳
۱۴۹-	عرفی ،	جمال الدین	شیرازی	(ف - ۹۹۹)	۷۸۵
۱۵۰-	عزت ،	شاه ابراهیم	کشمیری		۸۳۷
۱۵۱-	عزیز ،	خواجه عزیز الدین لکهنوی	کشمیری	(ف - ۱۲۳۳)	۸۳۸
۱۵۲-	فسکری ،	میر حسن	کاشانی	(ز - ۱۰۲۵)	۸۷۵
۱۵۳-	عشرت ،	جی کشن	کشمیری	(ز - ۱۱۶۰)	۸۷۷
۱۵۴-	عصری ،	غفور	دامغانی	(ز - ۱۰۲۵)	۸۷۹
۱۵۵-	علوی ،	جمیل بیگ	کشمیری	(ف - ۱۰۴۰)	۸۸۰
۱۵۶-	علی ،	خواجه علی اکبر خوانی	کشمیری	(ف - ۱۱۳۱)	۸۸۲
۱۵۷-	علی ،	میرزا علی اکبر	پدغشانی	(ف - ۱۰۲۵)	۸۸۳
۱۵۸-	علی ،	میرزا علی بیگ	کشمیری	(ز - ۱۱۳۹)	۸۸۳
۱۵۹-	علی ،	مولانا میر علی	کشمیری	(ز - ۹۷۸)	۸۸۴
۱۶۰-	علی ،	امیر کبیر مید علی	همدانی	(ف - ۷۸۶)	۸۸۴
۱۶۱-	علی ،	میرزا علی خان	کشمیری	(ف - ۹۹۶)	۹۲۰
۱۶۲-	علی ،	ناصر علی	سرهندی	(ف - ۱۱۰۸)	۹۲۰
۱۶۳-	مهدی ،	قاضی عبدالرزاق	خراسانی	(ز - عهد اکبری)	۹۶۱
۱۶۴-	میاش ،	پندت جیرام گهریانی	کشمیری		۹۶۲
۱۶۵-	مینى ،		کشمیری		۹۶۳
۱۶۶-	غازی ،	بابا نصیب الدین	کشمیری	(ف - ۱۰۴۷)	۹۶۴

۹۶۷	کشمیری	خواجہ عاقبت محمود	غازی ،	۱۶۷-
۹۶۷	کشمیری	حکیم عطا اللہ قریشی	غمین ،	۱۶۸-
۹۶۸	کشمیری	میرزا فیض الحق	غنائی ،	۱۶۹-
۹۶۸	کشمیری	ملا محمد طاهر	غنی ،	۱۷۰-
۱۰۰۱	اسدآبادی	غنی بیگ	غنی ،	۱۷۱-
۱۰۱۱	کشمیری		غنیمت ،	۱۷۲-
۱۰۱۷	کشمیری	محمد عاقل	غیرت ،	۱۷۳-
۱۰۱۳	کشمیری	پندت گوپال کول	غیوری ،	۱۷۴-

تیمالیفات

۱۰۱۷	اصفہانی	محمد علی	صائب ،	۱۷۴-
۱۰۲۱	شیرازی	جمال الدین	عرفی ،	۱۷۹-

مکس

علیگڑھ	دانشگاہ	مہر و خط صائب مکتوبہ ۱۰۸۳ھ	۱-
د	د	دیوان صائب مکتوبہ ۱۰۷۰ھ	۲-
د	د	دیوان صائب مکتوبہ عارف تہریزی	۳-
بمبئی	د	کلیات صائب مکتوبہ ۱۰۸۵ھ	۴-
کراچی	موزہ ملی	دیوان صائب	۵-
د	د	دیوان صائب	۶-
د	د	دیوان صائب	۷-
د	د	مہر و خط صائب	۸-
لندن	موزہ ملی بریطانیہ	خط صائب جنگ میرزا عبدالکریم	۹-
تہران	ملک آقای فخرالدین نصیری	دیوان صائب	۱۰-
د	کلیات صائب طبع دوم	دیوان صائب	۱۱-
د	انجمن آثار ملی	دیوان صائب	۱۲-

۱۳-	دیوان صائب	مکتوبه ۱۰۶۷	انجمن ترقی اردو	کراچی
۱۴-	ترقیمہ دیوان صائب	دو	دو	دو
۱۵-	مزار و باغ صائب		حسام الدین	اصفہان
۱۶-	مقبرہ صائب		دو	دو
۱۷-	مقبرہ صائب		دو	دو
۱۸-	مقبرہ صائب		آثار اصفہان	دو
۱۹-	سنگ مزار صائب		حسام الدین	دو
۲۰-	سنگ مزار صائب		دو	دو
۲۱-	آرامگاہ شیخ یعقوب صوفی		کشمیر صوفی	
۲۲-	دو دو	دو دو	فارسی گویان کشمیر	دکتر قییکو
۲۳-	نمونہ خط شیخ یعقوب صوفی		دو	دو
۲۴-	آرامگاہ ملا طیب		دو	دو
۲۵-	نمونہ خط ملا طیب		دو	دو
۲۶-	دور نمای خانقاہ شاہ ہمدان		Percy Brown	
۲۷-	خانقاہ شاہ ہمدان		Ram Chand Kak	
۲۸-	داخل خانقاہ شاہ ہمدان سرینگر		Percy Brown	
۲۹-	داخل خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان سرینگر		کشمیر صوفی	
۳۰-	خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان و انتہیور		کشمیر صوفی	
۳۱-	گنبد علویان ہمدان		D. Hill	
۳۲-	گنبد علویان		کشمیر صوفی	
۳۳-	آرامگاہ سید عل ہمدانی ختلان		دو	
۳۴-	آرامگاہ سید عل ہمدانی ختلان		دو	
۳۵-	سردر گنبد علویان ہمدان		دو	
۳۶-	قبر مولانا غنی زینہ کدل سرینگر		دو	
۳۷-	قبر مولانا غنی		فارسی گویان کشمیر	دکتر قییکو
۳۸-	اوطاق منسوب بملا غنی سرینگر		کشمیر صوفی	

گزارش

راقم الحروف کے مرتب کردہ۔ تذکرۂ شعراء کشمیر۔ کی یہ دوسری جلد ہے جو حرف (ص) سے حرف (غ) تک، تریپن (۱۲۱-۱۴۲) شعرا کے حالات اور کوائف پر مشتمل ہے۔

مواد اور ترتیب کے لحاظ سے اس جلد میں وہی مقصد اور نکتہ نگاہ پیش نظر رہا ہے، جو پہلی جلد میں اختیار کیا گیا تھا، اور جسکا اظہار صراحتاً اسی جلد کی گزارش میں کر دیا ہے۔ فراہمی مواد کے سلسلے میں، جلد حاضر کے اندر، حسب سابق، میں نے اپنے پورے وسائل استعمال کئے ہیں، اور کوشش کی ہے کہ کوئی ضروری اطلاع اور اہم سوانحی مواد سمیٹنے سے رہنے نہ پائے:

*

*

*

وہی تو ہر ایک سوانح کے تحت خاصا مواد اکٹھا ہو گیا ہے، لیکن بعض شعرا کے سلسلے میں بہت کچھ سمیٹ لیا گیا ہے۔ مثلاً:

صائب کے سلسلے میں نہ فقط سوانحی مواد فراہم کر دیا ہے، بلکہ اسکے دیوان کے (۳۷) ایسے خطی نسخوں کی نشاندہی کی ہے جو، یا تو خود شاعر کے اپنے خط میں ہیں، یا اسکے شاگرد عارف تبریزی کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں: یا پھر وہ نسخے ہیں، جو کتابت کے لحاظ سے یا تو معاصر ہیں یا قریب العهد ہیں: اسی ضمن میں بعض نادر نسخوں کے

عکس بھی شامل کردئے ہیں : راقم الحروف کے خیال میں ، صائب کا شاید ہی کوئی اہم دیوان اس فہرست میں شامل ہونے سے اب رہ گیا ہوگا ۔ صائب کے مزار کے متعدد فوٹو بھی دئے ہیں اور گورستان صائب کے سلسلہ میں تاریخی معلومات اور نازہ ترین کیفیت بھی دے دی گئی ہے ۔

شیخ یعقوب صرفی کشمیر کا بہت بڑا شاعر ہے ، اس کے حالات پہلی مرتبہ یہاں یکجا کئے گئے ہیں ، اور یہی صورت حال طالب آمل کے سلسلے میں قارئین کو نظر آئیگی ۔

طغرائی مشہدی ، تھا تو غیر کشمیری ، لیکن کشمیر کو اس نے اپنا وطن بنالیا تھا ، وہیں رہا وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا ۔ کشمیر کے سلسلے میں اس نے متعدد رسائل لکھے ہیں اور بہت کچھ نظم کیا ہے ۔ یہاں اس کے نہ فقط حالات یکجا کر دئے ہیں ، بلکہ اس کے چار رسالے :

(۱) تعداد النوادر

(۲) رسالہ فردوسیہ

(۳) رسالۃ تجایات

(۴) تذکرۃ الاتقیا

جو کشمیر سے متعلق ہیں ، شامل کردئے گئے ہیں :

عرفی شیرازی ، کشمیر پر جس کے لکھے ہوئے قصیدے کا یہ شعر :

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید

گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

ہمیشہ زبان زد رہیگا ، اس کے حالات کی جمع آوری میں بھی کوئی کسر چھوڑی نہیں گئی ہے ۔ بنیادی اور ضروری حالات فراہم کردئے ہیں ،

نیز اسکے دیوان پر عبدالباقی نہاوندی کا لکھا ہوا مقدمہ اور ابوالفضل کا ایک خط — جو عرفی کے نام ہے — دے دیا ہے . غالباً ابوالفضل کا یہ خط پہلی مرتبہ سوانح میں استعمال کیا جا رہا ہے . معلوم ہوتا ہے کہ ، حضرت مولانا شبلی علیہ رحمۃ کی نظر سے بھی نہیں گذرا ، ورنہ وہ عرفی اور فیضی کے تعلقات کے ضمن میں ضرور استعمال فرماتے .

خواجہ عزیز ، اس برصغیر میں غالب اور اقبال کے درمیانی دور کا اہم شاعر ہے . غالب کو دیکھا تھا ، اقبال سے مراسم تھے ، اور کشمیر انکا وطن تھا . اگرچہ وہ کشمیر سے نکلکر لکھنؤ میں جا کر بس رس گیا تھا ، لیکن تعلقات اور خونی رشتہ کی وجہ سے آیا جانا اور کشمیر سے ربط ضبط آخر دم تک قائم رکھا . کشمیر پر ایک قصیدہ اور ایک طویل مثنوی — ارمغان لاجواب — کے نام سے اور ایک مثنوی کشمیر کے تاریخ پر انکی تصنیف ہے . منشی محمد الدین فوق مرحوم کو ایک مثنوی کے چند اشعار میسر ہو سکے تھے ، جو انھوں نے — مشاہیر کشمیر — میں دئے ہیں . میں نے اس جلد میں خواجہ عزیز کے تحت ، انکی وہ دونوں مثنویاں اور قصیدہ ، پورے کا پورا چھاپ دیا ہے :

امیر کبیر سید علی ہمدانی کی شخصیت ، دینی خدمات اور روحانی نصرفات کے لحاظ سے ، کشمیر میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو اس برصغیر میں ، خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے . اس بزرگوار کے سلسلے میں نہ فقط ، جتنا اہم مواد مہیا ہو سکا وہ یکجا کر دیا ہے ، بلکہ انکا ایک رسالہ — منہاج العارفین — مکمل اور رسالہ — چہل اسرار — کا انتخاب دے دیا ہے . علاوہ ازیں انکے سلسلے کی کئی ایک اہم تصاویر بھی شامل کردی ہیں .

اس جلد میں دوسری اہم ترین کشمیری شخصیت ملا طاہر غنی کی آئی ہے۔ ملا موصوف ان دو چار کشمیری النسل فارسی گو شعرا میں سے ایک ہے، جو کشمیر کے فارسی شاعری کی تاریخ میں، بنیادی ستون کی حیثیت رکھنے میں۔ ان کے حالات کا یہاں تقریباً پورے طور سے احاطہ کر لیا گیا ہے۔

*

*

*

تیسری جلد، جو اسکے ساتھ ہی شایع ہو رہی ہے، (ف) سے لیکر (ی) تک کے شعرا پر مشتمل ہے، اور یہ اس سلسلہ کی آخری جلد ہے۔ اسی تیسری جلد میں تینوں جلدوں کا انڈکس، مصادر کی فہرست، شعرا کی جدول، اور پہلی اور تیسری جلد سے متعلق بقیہ عکس اور نقشے، شامل کردئے ہیں۔

فراہمی مواد کے سلسلہ میں بہت سے دوستوں نے میری امداد کی ہے، جنکا احسانمند اور سپاس گزار ہوں۔ خاص طور پر مشفق خواجہ صاحب (انجمن ترقی اردو)، ہدایت اللہ صاحب (نیشنل میوزم)، محمود بیگ صاحب (ناظر کتب خانہ آثار قدیمہ) اور جناب محمد صدیق صاحب (نیشنل آرکائیوز) کا بیحد ممنون ہوں۔ ان حضرات نے خطی کتابوں کی فراہمی میں میری مدد کی اور نصاب کے ضمن میں کئی ایک اہم تصویروں مہیا کر دیں:

*

*

*

میرا یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ جو شعرا ان جلدوں میں آگئے ہیں، ان کے حالات پر یہ کتاب — حرف آخر — کا حکم رکھتی ہے، لیکن اتنا عرض کرنے کی اجازت ضرور چاہتا ہوں کہ میں نے مستند اہم اور ضروری مواد زیادہ سے زیادہ یکجا کر دیا ہے، اور کام کرنے والوں کے لئے تحقیق

کی دشواریوں کو آسان اور سہل تر بنا دیا ہے۔ اور ویسے بھی انسانی
ہاتھوں سے کون سی اور کب کوئی ایسی چیز تشکیل پائی ہے جسے
— حرف آخر — کہا جا سکے ؟

میں اگر چاہتا تو کوٹاہ قلمی ، گریز ، اور چشم پوشی سے بہت کچھ
کام لیکر تذکرے کو مختصر بلکہ مختصر تر بنا سکتا تھا ، لیکن ایک تو
کشمیر ویسے بھی ہماری عزیز ترین متاع ہے ، اور دوسرا یہ کہ یہ موضوع
— جو ہمارے ماضی کی علمی وراثت اور روایت کی شاندار بلکہ ایک
غیر دریافت شدہ دنیا لٹے ہوئے ہے — ایک ایسی داستان کی حیثیت رکھتا
ہے ، جو لبوں تک تو بارہا آتا رہا ، لیکن کبھی سنایا نہیں گیا ہے اور
نہ کبھی سنا گیا ہے ۔ یہی وجہ ہوئی کہ مجھے اپنی کئی دوسری مصروفیات
اس عرصہ کے اندر ، یکسر ترک کر کے ، جو کچھ معلوم ہو سکا ، اسکو ایک
سانس میں کہہ ڈالا ہے ۔ اور پھر سچ تو یہ ہے کہ اس داستان شیریں
کے سنتے اور سناتے میں اپنے ذاتی — ذوق حضوری — کا بھی کچھ نہ کچھ
عمل دخل ہے :

بحرف میتوان گفتن ، تمنائی جہانی را

من از ذوق حضوری ، طول دادم داستانی را

*

*

*

داستان کے اس طوالت کی ذمہ داری ، علاوہ ازین ، میرے شفیق دوست جناب
ممتاز حسن صاحب اور میرے دوسرے کرم فرما جناب بشیر احمد صاحب ڈار کے
علمی ذوق اور تحقیقی شغف پر بھی عائد ہوتی ہے ۔ اگر یہ دونوں بزرگوار تائبہ
اور ہمت افزائی میں تھوڑی سی کوتاہی کرتے یا خفیف سی سرد مہری

برتنے ، تو یہ کام کبھی بھی موجودہ صورت میں سرانجام نہیں پا سکتا تھا۔ لہذا تحسین — جسکی جنس یہاں بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہے ، اور جسکا ظہور معجزے سے کم اہمیت نہیں رکھتا — اگر مل سکتی ہے تو اسکے حقیقی مستحق بھی دو حضرات ہیں : باقی رہا راقم الحروف ، سو وہ اپنے قارئین سے فقط اسکا متمنی اور متوقع ہے کہ جو کچھ کتاب کی غلطیاں اور میری کوتاہیاں انکی نگاہ جزر رس تک پہنچ سکیں ، اس کی اطلاع عنایت فرما دیں ، تاکہ کسی موقع پر — اگر ممکن ہو تو — اسکی تلافی کی جا سکے ۔

*

*

*

پہلی جلد کی طرح کتاب کا یہ حصہ بھی اعلیٰ حضرت مجدد رضا شاہ بہلوی شاہنشاہ آریا سہر اور علیا حضرت فرح بہلوی شہبازوی ایران کی تاجپوشی کے مبارک اژر تاریخی موقعہ کی یادگار میں شایع کیا جا رہا ہے !

بہر بلبل تحفہ دیگر ، بدست ما نبود

بوی گل ، در دامن باد صبا۔ پیچیدہ ایم

سید حسام الدین راشدی

کراچی

۱۔ فروری ۱۹۶۸ میلادی

تذکرہ شاعرانہ کتب

۱۲۱- صافی، ابوالقاسم خان

● گل رها: در شرح حال صوفی دارد: خلف رشید او (صوفی) ابوالقاسم خان، صافی تخلص میکند. صوفی صافی ترکیب تخلص پدر و پسر خوب واقع شده. صافی خیلی متواضع و خلیق است، گاهی فکر شعر میکند. ازوست:

سین از زلف دلدار است امشب بیا مطرب! شب تار است امشب
ابوالقاسم خان، همراه شاه درانی (۱) بسر میرد، و برادر خورد اعیانی او، نورالدین مجد خان (۲)، از جانب خان درانی بنیابت حکومت کشمیر پرداخت. (۸۷-۷۷)

● روز روشن: صافی ابوالقاسم خان خلف نواب ابوالبرکات خان صوفی دهلوی بود. (همین یک شعر دارد ۷۷-۷۷)

● نگارستان کشمیر: بعد از وفات ابوالبرکات خان، ابوالقاسم خان در کشمیر ماند و در سال (۱۱۶۵هـ) کشمیر را بقبضه خود آورد. کشمیر از مرکز دهلوی رابطه بلاذستی قطع کرده آزاد شد. و در همان سال احمد شاه ابدالی وقتیکه بلاهور رسید عبدالله خان ایشک اقامی را برای تسخیر کشمیر فرستاد و ابوالقاسم شکست خورد و گرفتار شده، عبدالله خان او را بحضور احمد

۱- احمد شاه درانی والی افغانستان (متوفی ۱۱۸۶هـ)

۲- غالباً مقصود از نورالدین خان بامیزی است که سه بار بحکومت کشمیر رسید و بار سوم در (۱۱۸۱هـ) آمد و در سال (۱۱۸۴هـ) در جمون جهان را پدرود گفت.

شاه فرستاد. او در کابل از حسن سيرت مقبول نظر احمد شاه پادشاه گرديد.
و همان جا بقيه زندگاني را بسر برد. اين رباعي ازوست :

بر دور عارضت خط ايمان نوشته اند يا بوستان بگره گلستان نوشته اند
ننوشته همچو من کسی اوصاف زلف تو جمله نوشته ليک پریشان نوشته اند

از سال (۱۱۶۶هـ) کشمير ضميمه سلطنت افغانان گشت . (ص ۲۲۰)

۱۲۲- صالح ، کشميری

● صنف ابراهيم : مجد صالح ، صالح تخلص کشميری . ظهورش اواسط
عهد عالمگیری است . صاحب ديوان مختصر است . (ص ۲۱۵ ب)

۱۲۳- صانع ، دوست محمد

● گل رعنا : مير دوست مجد ، پدر مير مجد علي رائج سيالکوٹی — که
ذکرش در حرف راء مهمله بقلم آمد — بجودت طبع مشهور بود . گاه گاه
فکر شعر میکرد : از منظومات اوست :

رنگ پيهوشی دل ، ريخته ، از دست کسی می بخون جگر آميخته ، از دست کسی
پای برق ، هم نتوان رسيدن ، در حریم او ره دور و دراز است ، ای کبوتر! بال و پر مشکن
(ص ۶۹۲)

● شمع انجمن : صانع ، مير دوست مجد از زمرة سخن سنجان زمان بود .
پدر رائج سيالکوٹی است . از وی آمد : پای برق الخ (ص ۲۶۰)

۱۲۴- صائب ، ميرزا محمد علي

● نصرآبادی : اسم شريف ايشان مجد علي است ، و والدش از
کدخدایان معتبر تجار تبارزه اصفهانست . از کمال علو فطرت و نهايت شهرت

محتاج بتعریف نیست. انوار خورشید فصاحتش چون خرد خورده بین عالمگیر، و مکارم اخلاقش چون معانی رنگین دلپذیر. خامه یگانه دو زبانش، بتحریک سه انگشت، بچهار رکن آفاق و شش جهت، پنج نوبت کوفته. و گنجینه غیبی را از گوهر معانی روفه. مراة ظاهر و باطن را، بصیقل همواری از زنگ کدورت زدوده، و باب قبول بروی خویش کشوده، در خاک ییزی بدن عنصری گوهر شریف انسانیت یافته.

در اوان شباب، بهند شتافته، از امرا خصوصاً ظفر خان مهربانی بسیار یافته، بجانب عراق مراجعت نموده. پادشاهان همگی او را معزز میداشته اند. الیوم در اصفهان توطن دارد، و عموم خلایق از صحبتش فیض وافر میبرند. از دریای خیال، بغواصی فکر و تامل، لالی یقیاس بدر آورده، آویزه گوش مستمعان میسازد. چنانچه کلیات وی قریب بصد و بیست هزار بیت است: این ابیات درین صحیفه مرقوم شد.

(۵۷ اشعار دارد - ۲۱۷ - ۲۲۰)

● کلمات الشعرا: در ملک اصفهان کوس رستمی مینواخت. در تمام عالم آوازه شهرت اشعار گوهر عیار خویش انداخته. از زمان که زبانی بسخن آشنا شد، چنین معنی یاب، خوش خیال، بلند فکر، بر روی عرصه نیامده:

در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود. خوندگار روم و غیره پادشاهان، در نامه های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند، و شاه برسم تحفه گی و هدایا میفرستاد.

در عهد شاهجهان بهند آمده بود، و بمنصب لائق و خطاب - مستعد خان - مفتخر و مباهمی گشته. با ظفر خان درکابل بود. همراه او تا دکن سیر کرد،

باز بولایت رفت: با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت. از ولایت این بیت بنواب نوشت:

دوردستان را، بهخشش یاد کردن، همت است رزله، هر نخل بهای خود، ثمر میانگند
نواب پنج هزار روپیه صله این بیت بزودی فرستاد.

قدرت سخن آفرینی و حدت طبع بحدی داشت که، روزی - پراقم -
تخلص که یکی از شاگردان او بود، مصرعی مهمل اینطور گفته آورد:

از شیشه هس می، می بی شیشه طلب کن

میرزا صائب بدیده پیش مصرع رساند:

حق را ز دل خدای از اندیشه طلب کن

وقتی که با یاران در راهی میگذشت، سگی نشسته دید. حالت سگ این
است که در وقت ایستادن سرنگون و گاه نشستن سر بلند میشد. مصرعی بدیده
بر زبان راند:

سگ نشسته، ز ایستاده سر فراز تر است

بعد ازان بی تأمل پیش مصرع رساند:

شود ز گوشه نشینی، فزون رعونت نفس

در پیش مصرع - فغانی - تصرفی بجا کرده:

بیروت صبحدم، نالان بگلگشت چمن رفتم نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم
باعتماد فقیر اکثر پیش مصرع همچو رسانده، که اگر دیگری ناسخ زند نتواند
رساند. چنانچه گفته:

لاله در کوه بدخشان گر نباشد، گو میاش شمع بر خاک شهیدان گر نباشد، گو مباح
شانه در خط معتبر، ای صنم! داخل مکن در خط استاد بی‌موجب قلم داخل مکن

همچنین کارستان در سخن بسیار کرده است. استاد البشر بود. . . . (۱)

میرزا صائب اشعار دلپذیر عالمگیر بسیار دارد و تاکی نوشته آید.

روزی در مجلس میر معز موسوی خان نشسته بودم، سوداگری از ولایت آمده، ظاهر ساخت که: میرزا صائب وفات یافت! میر معز و غیره اعزه که آنجا حاضر بودند، افسوسها خوردند. فقیر گفت:

صائب وفات یافت!

۸۱۰۸۱

تاریخ رحلتش بی کم و زیاده میشود. میر حساب کرد درست آمد. فرمود: مگر پیش از مرگش فکر کرده بودی! گفتم: دو سال پیش ازین، تاریخ فوت حکیم:

صاحب وفات یافت!

۸۱۰۸۹

یافته بودم. در یا تفاوت دو سال لحاظ نموده فی الفور گفتم! بهر دو تاریخ تحسینها کرد!

گویند: مرقدش در باغیچه پر از ریاحین بر کنار رود واقع است. صاحب سخنی دران جا رسیده این بیت نوشت:

ای صبا! آهسته پا بر برگهائی غنچه نه پاسباناند گلها، صائبا خوانیده است!
(۱۱۰-۱۱۲)

قافلان بیگ سپاهی... همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب و غیره شعرای آنجا صحبت داشته. یک بیت صائبا را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده، پیش مرزا محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر:

سجنون بر یگ پادیه، هسهای خود شمرد پساد زمانه که، غم دل حساب داشت

میرزا صائب ازین هم شعرهای خوب دارد ، اما او را همین خوش آمد :
(ص ۴۸)

عامل : از شاگردان میرزا صائب است : یک بیت او از میر معز شنیده شد . . .
(ص ۱۳۴)

غنی : میگویند صائب برین بیت او (غنی کشمیری) آنقدر رشک میبرد ، که گفت : ای کاش ! آنچه درین عمر گفته ام بآن کشمیری میدادند و این یک بیت بمن میدادند :

حسن سبزی بخت سبز را کرد اسیر دام هرنگ زمین بود ، گرفتار شدم
حکیم صائب از روی این شعر معنی پیدا کرد ، و فقیر نیز . هر دو نگاشته
میآید . صائب :

خط سبز ، آفت جان بود نمیدانستم دام در سپهر نهان بود نمیدانستم
سرخوش :

خوردم ز خط فریب جمال عذار او هرنگ سبزه بود لباس فکار او
(ص ۱۲۰)

قاسم مشهدی : از شاگردان رشید میرزا صائب است : (ص ۱۵۲)

معزموسوی : درین بیت قصیده میرزا صائب - که در تعریف عمارت - گفته :
چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل بر شکوه این عمارت پرنیان آسان
رو برو دخل کرد که ، دو پر در مصرعین خلاف محاوره است . صائب بعد
مباحثه بسیار معترف شد .

همین قسم روزی صائب این مصرع بر خواند (۱) :

عیبی بعیب خود نرسیدن نمیرسد

۱- در چاپ لاهور است : رو بروی او در پیش مصرعه دخل بجا کرد و نادرست وا نمود . صائب
بتمام بسیار بر قبح این بیت مطلع شد و قائل گشت . فقیر چنین درست کرده بر خواند !
فرمود که : حالا درست شد :

چون لباس غنچه نشکفته تنگی میکند بر شکوه این عمارت پر نهان آسان (ص ۹۸)

نجد سعید اشرف گفت : یک بای دیگر می‌خواهد ! یعنی : - عیسی با بعیب
نرسیدن نمیرسد ! -

صائب آن را بعد از رد و بدل بسیار قبول کرد .
(ص ۱۶۰)

● مرآة الغیال : میرزا صائب تبریزی ، سرآمد مستعدان و سر دفتر
رموز دانان عصر بوده . چنانچه بمدد فکر رسا و طبع وقاد و دل دانا و
خاطر ارجمند و نظر دقیق و کمالات دلپسند و مضامین تازه و معانی نازک و
اندازهای بلند و تلاشهای بجای و درستی الفاظ و استخوان بندی حروف ،
حسن سخن را بمدارج اعلی صعود بخشید و کوس بلند آوازی بر مسند نشینان
انجمن سخن سرای زد .

در عتفوان شباب برسم تجارت بهندوستان رسید ، و در شهر شاهجهان آباد
- که باغ بی خزان هند را بمثابة نشیمنی پادشاهانه است - بملازمت صاحبقران
ثانی سرفراز گشت ، و بمدد طالع در نظر ایستادهای پایة سریر خلافت
سرافرازی و اکرام یافت . هزاری منصب و خطاب - مستعد خان - تجویز شد .
ولیکن در گرفتاری حب الوطن بحب جاه نپرداخت ، و راحت بدن را
بر تعبهای ملازم پیشگی مرجع ساخت .

با ظفرخان سبزواری - که از امرای عمده بود - بنا بر اتحاد مذهب
صحبتش برار گردید . و از اتفاقات ، هم دران ایام ظفرخان بصوبداری
کشمیر مقرر شد . صائب نیز رفاقت اختیار نمود ، و از فیض هوایی آن گل زمین
نضارتها بهمن طبع رنگینش عارض گردید .

روزی در مجلس ظفرخان ، جوانی از اهل کشمیر ، که بعلت مشائخه اشتها
داشت ، حاضر بود . صائب اشعار میخواند و مردم از هر طرف درج دهان

بصله جواهر تحسین و آفرین کشاده بودند. درین اثنا بر زبان آن جوان گذشت که: قدما پیش ازین جمله مضامین عالی بسته اند! و شعرای زمان ما را، جز تغیر و تبدیل الفاظ، کار دیگری درسخنوری باقی نمانده! صائب تبسم کرده بدیهه این بیت بر روی وی بخواند:

اهل دانش، جمله مضمونهای رنگین بسته اند هست مضمون نیست، بند تنبان شما (۱)
ظفر خان بخندید و مباحی کلی انعام فرمود.

چون صائب از سیر کشمیر فارغ گردید، عازم ایران زمین شد. و در اصفهان بخطاب - ملک الشعرای - شاه عباس ثانی سرفراز یافت.
از واردانش هشتاد هزار بیت در یک جلد بنظر در آمده. و آنچه صورت ایراد میپذیرد، از گلهای چمن طبع او گونه، و از می دن اندیشه او، نمونه ایست! ...
(۷ بیت - ۸۸ - ۹۰)

● ریاض الشعرا: میرزا صائبا، اسم شریف ایشان میرزا محمد علی است. از شعراء عالی مقدار و فصحاء بلاغت شعار روزگار بوده، و در طرز خود امام فن و در روش خویش مقتداء زمن است. صبت سخنوری او از قاف تا قاف جهان رسیده، و خوان نعم کلامش از شرق تا غرب کشیده. متاخرین را باوی خیال همسری محال و دغدغه همسری را چه محال.

مشهور است که: میرزا مرحوم مزبور در ایام طفولیت روزی با اتفاق والد مرحوم خود، که اعظم اصفهان بوده، بدوکان یکی از اهل الله - که بامر صحافی اشتغال داشته - وارد میگردد. آن ولی کامل کاغذ ریزها که از دم مقراض بریده در دکان ریخته بوده است، در کاسه سریش مخلوط نموده، نزد میرزا صائب میگذارد و او را بخوردن

مییاید. و میرزا صائب نیز با اشاره والد شروع بخوردن نموده، دو ثلث آنرا میخورد. و آن شیخ کامل بوالد میرزا میفرماید که: اگر همه خورده بوده، کلامش تمام عالم را میرسید! و الحال دو ثلث جهان صیت بیانش فرو خواهد گرفت! و الحق آن دلچسپى که در کلام میرزا مرحوم است، بسبب سریشم اولیاست، و الا ظاهر احوال میرزا، مقتضى این نبود که اینهمه حقائق و معارف از وی صدور یابد.

خلاصه کلام آنکه میرزا صائب مرحوم تربیت ظاهر از حکیم رکنای مسیح کاشی مغفور یافته و صحبت حکیم شفائی زیور جمال شاهد کلامش بمدارج کمال عروج فرموده. در اوائل حال بهندوستان آمده، ظفرخان متوجه او شده، نهایت رعایت و دلجوی بوی نموده. و بملازمت شاهجهان پادشاه رسیده بمنصب هزارى بانعام بیست هزار روپیه سرفراز گردیده. در همان سال ترک نوکرى نمود و باصفهان رجعت کرده. این غزل را در ایام توقف بهندوستان گفته:

خوشا روزی که (صائب) کام مزد را صفهان سازم ز آب زنده رودش خامه را رطب اللسان سازم
بعد از مراجعت از هند، در ایران ترقى تمام در احوالش بهمرسیده. در زمان شاه عباس ثانی - ملک الشعرا - گردیده. در روز جلوس شاه سلیمان، که حسب فرمان قضا جریان مامور بخواندن شعر خود شده بود، این مطلع را خوانده:

احاطه کرد خط، آن آفتاب تابان* را گرفته خیل پری در میان، سلیمان را
چون آن پادشاه مغفور در عین شباب و در کمال حسن بوده، از استماع این مطلع بتغیر شده. دیگر هرگز مادام حیات تکلم با میرزا صائب نکرد و شعر از وی نشنید.

کلیات میرزا بصدد بیست و پنجمزار بیت میرسد. لیکن سواى غزل،

از اقسام دیگر شعر، چند قصیده در مدح شاه صفی و شاه عباس و شاه سلیمان و خلیفه سلطان و ظفرخان دارد، و دو سه رباعی، باقی تمام اشعارش غزلیات است. و اکثر افکار بلاغت آثارش منتخب و بلند، و بیشتر آن مرغوب و دلپسند است. تحریر بسیاری از آنها موجب اطناب کتاب میشد لهذا از آن جمله بقلیل اکتفا نمود. باین چند بیت بس کرده شد (۱)

● حسینی: ابر مطیر اوج گهر ریزی میرزا محمد علی تبریزی صائب، ایزد بخش لالی عدن معانیست و سواد بیاضش سرمه اصفهان‌یست.

نقلست: روزی مرزا در ایام طفولیت باتفاق پدر — که از اعظم تجار تبارزه اصفهان بوده، بدکان یکی از اهل الله — که بصحافی اشتغال داشته — وارد شد. آن ولی کامل کاغذ ریزهای که در دکان ریخته بود، در کاسه سریش مخلوط کرده بمیرزا گفت: بخور! میرزا باشارت والد ثلث آن خورد، و شیخ بوالد میرزا گفت: اگر تمام خوردی کلامش تمام عالم را فرا گرفتی. حالا به ثلث جهان خواهد رسید. کلیات میرزا متجاوز از یک بیت است.

در عهد شاهجهان پادشاه بهند آمده از پیشگاه خلافت به منصب شایسته و خطاب — مستعد خانی — عز امتیاز یافته. ظفرخان مالک این بیت: زهد عشقم، چنگ و نی را، در غروش آورده است قویه من، خون مینا را، بجوش آورده است و خواجه ابوالحسن تربتی مالک این بیت:

باده عمر خضر میبخشد، گل پیما را سرو مینا سبزوار و گلشن میخانه را همگی همت بقدردانی میرزا برگماشته اند، و دقیقه از دقائق مروت فرو

نگذاشته . چنانچه ازین ابیات میرزا استفاد میشود :

کلاه گوشه بخورشید و ساه میشکنم . . . الخ (۱)

در هنگامیکه خان موصوف را ضربه داری کابل و کشمیر مفوض شد ،

میرزا صائب را نیز با خود برداشت . . . (۲)

روزی ، در مجلس خلین معزالیه میرزا صائب و ابوطالب کلیم از اشعار

خود میخواندند ، که خان مومی الیه فرمود که : بیتی در صفت لبی که زخم دندان داشته باشد ، طرح باید نمود . اول کلیم این مطلع بر بدیهه گفت :

زخم دندان ، خوب تر کرد ، آن لب پر خنده را حجت آری عیش میباشد عقیق کننده را
اهل مجلس تحسین و آفرین کردند . باز میرزا صائب گوهر این شعر سفت :
باشد بلبش نشان دندان نقشی که بدعا نشیند

مجلسیان تحسین و آفرین بلیغ نمودند ، کلیم قاب نیاورده گفت :

پیش ازین جوهریانی که ، درین بازار اند قیمت رشته بردن بر بود از گهر ما
میرزا صائب برخود پیچید و این شعر بگفت :

نیره روزی بین که ، میخواهد (کلیم) بیزبان پیش شمع طود ، اظهار زبان دانی کند
کلیم دست بخنجر گذاشت میرزا نیز مستعد جنگ شد . خان موصوف گفت :
آخر این عرصه اشعار است نه میدان کارزار ! و باهم صلح داد .

نقلست : در آغاز طنطنه شاعری میرزا ، شاعری امتحاناً مصرعی متضمن
ترکیب با مربوط بسته آورد ، تا میرزا مصرعی دیگر برساند . مصرع خود
اینست :

شمع گر خاموش باشد ، آتش از مینا گرفت

۱- رک : تحت احسن ظفر خان - اینجا هفت بیت داده شده .

۲- اینجا نقل آن کشمیری ثبت است که بملت الشالغ مبتلا بود و بر میرزا اعتراض کرد .

میرزا بدیده مصرع ثانیث رسانید :

امشب از ساقی زبیس گرمست عفل ، میتوان مینا گرفت

روزی ، میرزا خاصع که این دو مصرع بگوشش افتاده بود :

از شیشه بی می ، می بی شیشه طلب کن !

دویدن ، رفتن ، امتحان ، نشستن ، خفتن و مردن !

پیش میرزا صائب برخواند . میرزا بدیده برای مصرع اول این مصرع رسانید :

حق را ز دل خالی از اندیشه طلب کن !

و به ثانی، این مصرع :

بقدر هر سکون راحت بود ، بنگر تفاوت را !

من دیوان حقایق پیانه : (۲۸ بیت دارد - ۱۸۸ - ۱۹۳)

● مجمع الثنائس : میرزا محمد علی صائب . والدش از کدخدایان معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان بود . قافله سالار اهل سخن و سرگروه احباب فن است . ذات ستوده صفات او ، در دارالملک معنی و شهرستان مثل بندی ، بفصاحت بیانی مستغنی عن الالفانی کوس انا لا غیر ی زده . تعداد ابیانش بقول نصرآبادی : یکصد و بیست هزار رسیده . و ملا محمد سعید اشرف در قطعه تاریخ وفات او ، که ماده اش این مصرعست :

بود بام مردن آقا رشید و صائبا

۸۱۰۸۱

از فرزندان شمس الحق گفته و ظاهرا مراد ازان جناب شمس الدین قبریزی

است . (قدس سره العزیز) و ملا سرخوش تاریخ وفات او :

صائب وفات یافت

۹۱۰۸۱

یافته . ازو است :

رتبه گفتار را حیرت نعلانی میکند چاره خاموشیت شعری را که ، از تحسین گذشت
و ابیاتی که می آید منتخب اشعار است که خود میرزا صائب انتخاب زده
در بیاض خود نوشته :

اگر از اهل ایبانی ، مهیا باشی آفت را
چه داند آن ستمگر ، قدر دلهای پریشان را
هر کس نمکدرد در گرو می کتاب را
چون نمی زمانه نیست تهی بند بند ما
بی قدر ساخت خود را نخوت فزوده مارا
باعث آزار شد ترک دل آزاری مرا
بچشم عاقبت بین هر که خود را دید در دنیا
سخت میخواهم که در آغوش تنگ آرم ترا

بگمان فقیر آرزو بجای : سخت میخواهم ، آرزو دارم ، بهتر است :
کی سبکباری ز همراهان کند غافل مرا
چون صبح ، زندگانی روشن دلان ، دمی است
شب که مجلس روشنی از طلعت جانانه داشت
دل شکسته بقرب خدای راهبر است
از شناسائی حق ، لاف زدن نادانی است
ترا ز جان غم مال ، ای غمخیز ! بیشتر است
از شش جہنم همچو شرر سنگ گرفته است
چه غم اگر تهی از باده ، جام و شیشه ماست
بامید چه از تن غافلان را جان برون آید
ساده لوحانی که رو در کنج عزلت کرده اند
بشهرت ناقص از کامل عیاران پیش میبالد
تبغ سیراب تو ، فیض دم عیسی دارد
صدف ، گرد یتیمی از رخ گوهر ، نمیشوید
عشاق را ، خرام تو ، از خویش میبرد

که دندان-میگزرد پیوسته انگشت شهادت را
که سازد طفل بازی گوش ، کاغذ باد قرآن را
نگرفته است از گل کاغذ گلاب را
آه از نفس زیاده کشف دروهند را
بر ما و خود ستم کرد ، هر کس ستوده ما را
تخته مشق حوادث ساخت همواری مرا
بمیزان قیامت خویش را سنجید در دنیا
هر قدر افشوده دل را ، بیفشارم ترا

بار هر کس بر زمین ماند ، بود بر دل مرا
اما دمی که ، باعث احیای عالمی است
شمع پیش چشم دست از شهپر پروانه داشت
که شیشه چون شکند در دکان شیشه گر است
قسمت نقش ز نقاش همه حیرانی است
علاقه تو بدستار بیشتر ز زراست
این بار جنون بر دل من ، تنگ گرفته است
که چشم بر فن ساقی هزار بهیفته ماست
بکشتن میرود ، چون خوئی از زندان برون آید
وعده گاه عالمی را نام خلوت کرده اند
کز انگشت شهادت ، ماه نو بر خویش میبالد
خون ، اگر بر سر این آب شود ، جا دارد
ز بیم خشم ، روی طفل خود مادر همشوید
سیل بهار ، هرچه کند ، پیش میبرد

هر بلبل که ، زمزمه بنیاد میکند
 سرشوریده من ، هر نفس صد آرزو دارد
 دودل شوم چو بزلش ، مرا نگاه افتد
 دیدنت ، باعث سرسبزی جان ، میگردد
 ز دست تنگ بر بی برگ دنیا تنگ میگردد
 ز شکوه ، گر لبم آن گلستار میندد
 در گلشنی که ، بند قبی تو وا شود
 از عزیزان ، هست مارا با تو پیوند دگر
 کریم ، سائل خود را غنی کند یکبار
 گل اندامی که ، من دارم ، نظر بر روی گلرنگش

اول مرا ببرگ گلی ، بنیاد میکند
 زهی ساقی که چندین رنگ می در یک سبودارد
 چو رهروی که ، رهش بر سر دو راه افتد
 پسر در سایه سرو تو ، جوان میگردد
 بزه بیمار کفش تنگ صحرا تنگ میگردد
 که ره پیگری بی اختیار میندد
 چندین هزار پیرهن گل ، قبا شود
 جای یوسف را نگیرد ، هیچ فرزند دگر
 دوباره لب نکشاید صدف ، بابر بهار
 ز رنگ آفتابی ، آفتابی میشود رنگش

غنی نماند که ، در صحت قافیه این بیت سخنست . زیرا که لفظ رنگ
 یک معنی مکرر آمده ، لطف آنکه جناب میرزا هائب از راه بی پروای ،
 این قسم جای دیگر نیز آورده ، و غیب دان و نکته دان را در مطلبی ، قافیه
 کرده . و حق پیش فقیر آنست که ، چون میرزا (علیه الرحمه) قادر سخنست ،
 لفظ گلرنگ و غیب دان جدا مقرر فرموده ، با کلمه رنگ و نکته دان قافیه
 کرده . و همه کس را این معنی سزاوار نیست :

ز دل برون فرود چشم آشنا رویش
 چشم کشایش از خلق ، نبود بهیچ بابم
 در هر که ترا دید بحسرت نگرانیم
 نوشها درجست در فیش عتاب آلودگان
 هر چه بشد عالم ناساز ، میگردد ز تو
 چون گنجه گاری که ، هر ساعت ازو عضوی برند
 دست و دلم ، ز دیدنت از کار رفته است
 دیده از خواب نبایده ، روان میگردد
 اگر تو ، دامن خود را ، بدست ما ندهی
 ز ناقصان بصیرت بلند پسروازی
 مرغ بی پال و پیری را میکند بی آشیان
 دست از جهان نه شسته مکن ، آرزوی عشق

سزی بدانم همچون نهاده آهوش
 در بزم بی سوادان ، لب بسته چون کتابم
 عمریست که ، ما زنده بجان دگرانهم
 فشه دارد حق بیداری بخواب آلودگان
 غیر عبرت ، هر چه گیری باز میگردد ز تو
 چرخ سنگین دل کند ، هر دم ز من بازی جدا
 بند قبا کشوده ، در آغوش من بیا
 گر بدانی ، چه قدرها نگرانیم ترا
 ز دست ما نگرفته است کس ، گریبان را
 سر از دریچه برون کردن است ، کوران را
 هر که می آرد برون از کنج تنهایی مرا
 کین نیست دامن که ، توان بی وضو گرفت

بی آرزو دل است ، اگر مرحمت کنند
 کفاره شراب خوریهای بیشمار
 شور مرغان سحر ، حوصله سوز است ، امشب
 در گوشه قفس ، مگر از دل پر آوزم
 هر که دیده است قرا ، قدر مرا میداند
 بوی خون می آید امروز از لب میگون یار
 بوی پیراهن ، ز مصر آمد بکتمان، سینه چساک
 غیر از خدا که هرگز در فکر او نبودی
 غیر ازین ، شکوه ازان دست گهر بدارم ، نیست
 قسمت آدم شد از روز ازل سر جوش فیض
 نمائد از سردمهریهای دوران ، در چگر آم
 قوتیا شد سنگ طفلان و جنون من بچاست
 نیست افسوس ، بچانازی پسر وانه مرا
 تار و بود موج این دریا ، بهم پیوست است
 مزن ای شانه! بهم ، زلف دل آویزش را
 سنگ باران کرد مالک را زلیخا از گهر
 آنکه ، در خانه اغیار کمر باز کند
 احوال من میرس که ، با صد هزار درد
 ازان آتش ، که زد در کوه و صحرا ، ناله میجنون
 امسال هم نداد بهم دست ، خط یار
 ز بس خاک ، خورد است خون عزیزان
 پیشانی ندارد جان بآن جان جهان دادن
 رنگ در آب و گلم ، گریه خونین نگذاشت
 بعد ما که آمیزش کدورت بار می آرد
 قباب صورتی آب و گل نمازی نیست
 هیچ کس منکر تحت الحنک واعظ نیست
 شد سخن ، در روزگار ما چنان کاسد ، که خلق
 با کمال سبکی ، بر دل خلق است گران
 کاروان ها داشتیم ، از جنس یوسف ، این زمان
 ای قاصد ! اگر نامه ز دلدار نیاری

چیزی که ، از قلمرو امکانم آرزو است
 هشیار در میانه مستان نشستن است
 گل پیدرد ، بروی که دگر خندیده است
 این خارها که ، در دلم از آشیانه است
 حسن سعی چمن آرا ، ز گلستان پیداست
 تا بیاد او که دندان بر جگر افشوده است
 عصمت یوسف ، حریت جذبه یعقوب نیست
 هر چیز کز تو گم شد وقت نماز پیداست
 که مرا ، کرد بدریوزه دامان محتاج
 جام اول را بخاک ، آن ساقی رعنا فشانده
 درختی را که ، سر ما سوخت ، دودش بر نمی آید
 در کدامین ساعت سنگین ، دلم دیوانه شد
 گریه ساخته شمع کبابم دارد
 میزند برم جهان را ، هر که یک دل بشکند
 که درین سلسله ، بسیار عزیزان هستند
 این سزای آنکه ، یوسف را بازار آورد
 از کمر ، تیغ بکاشانه ما ، بکشاید
 میسایدم بدرد دل دیگران رسید
 هنوز ، از روزن چشم غزالان ، دود میخیزد
 مشق جنون ما ، بهیمار دگر افتاد
 بهر جا که فاخته زنی ، خون بر آید
 یکی صد میشود آن زر که صرف کیمیا گردد
 لاله ، از تربت من ، زرد برون می آید
 عجب دارم که از پیوند طفل بارور گردد
 ازین لباس بر آید ، چون نماز کنید
 این قدر هست که ، چسبان تر ازین میبایست
 در شنیدن بر سخنور ، منت احسان نهند
 زاهد خشک بسا ، رقصان میبایند
 نیست یعقوب مرا غیر از غباری در نظر
 از بهر تلی ، ز زبانش سخنی ساز

چشم واکردن، بروی بی وفایان، مشکل است
 رفتم ما، ولی دل و جان ماند، پیش تو
 آه کان سرو گل اندام، ز رعنائیها
 پی سجده میکنند نسماز جنساز را
 گفتی: بمیر تا من از نو دم حیات
 عالم از دست حنا بسته نگارستانیست
 ناله مرغ گسرفتار، اثرها دارد
 از مروت نیست، کردن حق مارا، پائمال
 گر میزنم بهم کف افسوس، دور نیست
 پیش همت، از ادب دور است، تکرار سوال
 منت ابر بهار است مرا، بر خس و خوار
 نازی که داشتم بیدر، چون عزیز مصر
 مدتی آدم، گل نظارة فردوس، چسبید
 فشان ز داغ غریبی برشته تر گردد
 نه ذوق بودن و نی روی باز گردیدن
 ادب بود منظوره، نی تن پرستی
 ز صد هزار پسر، همچو ماه مصر، یکی
 گناه پادشاه پرستان، بشو به نزدیکست
 بوی گل از ادب، نکند پای خود دراز
 هرگز نبوده است ترا، خواب صبحگاه
 نمیدی قدح بی شمار، اگر ساقی
 در خلوتی که، آینه بیدار بوده است
 چه شیرینی است با لبهای آن شیرین پسر یارب
 عمر دوباره یافت، زلیخا و ماه مصر
 در سرانجام سفر باش، که از سنگ مزار
 بوسه دادی بلب جام، و بدستم دادی
 نظر بجانب من کن، که چند روز دگر
 آه ازان مفور بی پروا، که از اهل هوس
 مگر ذوق خود آرائی، بر اندازد نقابش را
 در آب چشم، میبینند مردم، صورت خود را

کاش! بودی در حریم بیضه، راهی از قفس
 از باز ماندگان، خبری میگرفته باش
 جامه را فاخته کرده که نشناستندش
 مگذار، پیش مرده دلان، روی خود بخاک
 ای روح بخش عالم، من مرده همین
 من درمانده، به پیش که برم، مشکل خویش
 خواهد افتاد بدام دگران صیادم
 ما بخون، دست ترا اول نگارین کرده ایم
 بال و پری نمافه، که بر یکدگر زخم
 هر دو عالم را ازو، یکبار میخواهد دلم
 تا درین دشت، من از آبله پایان شده ام
 در غربت، این زمان ز خریدار میکشم
 ای بهشت عاشقان، آخر نه ماه آدمیم
 علاقه ما بقیس، پیش از آشیان داریم
 چو غنچه بر لب ماتم رسیده، حیرانم
 اگر خار، راه تو، از پا کشیدم
 چنان بود که، چراغ پدر کند روشن
 خدا پناه دهد، از غرور هشیاران
 در سایه گل که، بود خوابگاه تو
 ما را بصد خیال فکنده است، خواب تو
 شمار قطره باران کن و پیاله بده
 هرگز ز شرم بند قبا وا نکرده
 که پیغام ربانی را کند مکتوب سر پسته
 اوقات به که، صرف عزیزان کند کسی
 خیمه بیرون زده خوش قافله سنگینی است
 عمر باد و مژه عمر ثراء، ای ساقی
 غبار خط، نگذارد که چشم باز کنی
 مجلس می، بر سر خاک شهیدان، چیده است
 وگرنه، عاشق مسکین چه دارد رونمای او
 درین ماتم سرا، آئینه دیگر نمیشد

مرا ، بخون جگر روزگار ، پیدا کرد
این زمین گرم ، یاد از دشت محشر میدهد
بی طاقتی ، مرا بدیدار دگر کشید
خواهی آمد ، عرق آلوده ، در آغوش مرا
کور از جستن در ، دست بدیوار کشید
استاده است شمع و همان گرم رفتن است
گر میروی از خود ، به ازین قافله نیست
وگر نه ، پست و بلند زمانه ، سوهانی است
آئینه است آب ، چو هموار میشود
مومیائی ، عرق خجلت سنگ است ، این جا
بی پرده کند نرسمی^۱ گفتار ، کسری را
نمیزند دری را که ، از درون بسته است
بر گریزان مکافاتت دندان ریختن
باشد ز پوچ گور بمراقب کشنده تر
زنجیر فیل مست مکافات قازه است
مگس شکار کند پارهای آسایش
آواز خنده ، شیون دلهای مرده است
وست دست و دل خلق بمنزلها رفت
کلید رزق گدا ، پای لنگ و دست شل است
نزدیک میکند بخدا ، دست رد مرا
بی بصیرت از دلیل خویش مجرم میشود
مرگ را داغ عزیزان بر من آسان کرده است
این مهلتی که ، عمر دراز است ، نام او
(ص ۲۰۷ الف ۲۰۹ الف)

غریب بود محبت ، درین جهان خراب
داغ را در سینه من ، چون سپند ، آرام نیست
در وصل ، ازو توقع مکتوب ، میکنم
گر بدانی ، چه قدر تشنه دیدار تو ام
نیست با دیر و حرم ، دیده حق بین را کار
روشن دلان ، همیشه سفر در وطن کنند
بوی گل و باد سحری ، بر سر راهند
نهاد سخت تو ، سوهان بخود نمیگیرد
روشن اگر وجود بود ، آرمیدگی
حاصل دلشکنی ، غیر پشیمانی نیست
بس جای که ، آهستگی آنجاست درشتی
خموش هر که شد از قیل و قال ، وارسته است
نیست آسان خون نعمت های الوان ریختن
خاموش بی کمال ، چو هاروت بی صدا است
بر نقش پای منور باآهستگی حرام
گذشت خواجه و چون مرده عنکبوت هنوز
روی شگفته ، شاهد جان فسرده است
از ره رسم تکلف ، خوشی از دلها رفت
بنا شکست کز آن کارها درست شود
غمگین نیم که خلق ، شمارند بد مرا
از مصای خود ، خطر دارند کوران ، وقت جنگ
نقش پای رفتگان هموار سازده راه را
طوبار درد و داغ عزیزان رفته است

● سرو آزاد : صائب ، میرزا محمد علی قبری اصفهانی . امام غزل طرازان
و علامه سخن پردازان است . ازان صبحی که آفتاب سخن ، در عالم شهود
پرتو فشانده ، معنی آفرینی باین اقتدار ، سپهر دوار بهم فرسانده . چنانچه خود
گوی دعوی در میدان می اندازد و می طرازد :

ز صد هزار سخنور ، که در جهان آید یکی ، چو (صائب) شوریده حال ، برخیزد

حامل لَوای فصاحت ، منشأ اعلاء کلمه بلاغت . نور نجابت از خاصیه کلامش پیدا ، و لمعه شرافت از سیمای بیانش هویدا . فوج فوج مضامین برجسته متقاد جنابش ، خیل خیل معانی بیگانه بنده حاضر جوابش . ذوق سلیم در حدیقه اشعارش بنو بر کردن مسرور ، ذهن صحیح در خزینه افکارش بدوات تازه اندوختن مغرور . فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین ، جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین . زلال تقریرش در کمال روانی ، لالی تعبیرش در نهایت غلطانی . پای وقت خیال باوج کمال رسانیده ، معجزه اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیده . و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت .

قصیده و مثنوی هم دارد ، اما مشاطه فکرش ، به تزئین عروس غزل بیشتر پرداخته . و این غزل رعنا را ، بطرز تازه و انداز خاص ، جلوه افروز ساخته . چنانچه خود میفرماید :

غزل گوئی به (صائب) ختم شد ، از نکته پردازان رباعی گر مسلم شد ز موزنان ، سحابی را و نیز میفرماید :

غزل نبود باین رتبه ، هیچگه (صائب) ! نوای عشق ، در ایام سن ، کمال گزفت و از جمله شرائف اوصاف میرزاست ، با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین هر کرا در اشعار خود یاد کرده ، بخوبی یاد کرده ، و تیغ زبان را با زخم هیچکس آشنا نساخته ، و خود میفرماید :

به مور ، وقت سخن ، دست طرح د (صائب) ! گرت هواس ، سلیمان این جهان باشی پدرش از کدخدایان معتبر تبارزه (۱) عباس آباد اصفهان است . میرزا در دارالسلطنت اصفهان نشوونما یافت . و به کمتر فرصت ، در شش جهت

۱- تبارزه ! آنها که از تبریز آمدند . نیز رک : حاشیه تحت مرآة آفتاب نما .

عالم کوس سخندانی زد. و در عین شباب، آخر عهد جهانگیری (۱)، متوجه هندوستان گردید. چون وارد دارالملک کابل گشت، ظفرخان — که به نیابت پدر خود، خواجه ابوالحسن تربتی — ناظم کابل بود، میرزا را به کمند حسن خلق صید کرده (۲). و لوازم قدر شناسی، نوعی که باید، بتقدیم رسانید. چنانچه شمه ازین آیات میرزا مستفاد میشود:

تو مشت مشت گهر، چون صدف، بمن دادی چو گل، تو زر بهر ریختی، بدا مانم (۳)
 چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت، و ظفرخان به ادراک عتبه خلافت شتافت، میرزا نیز به رفاقت ظفرخان به سیر هند خرامید.

چون رایات صاحبقران در سنec تسع و ثلاثین و الف (۱۰۳۹هـ) جانب دکن باهتزاز در آمد، میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی، سر بدیار دکن کشید.

ازانجا که شهر برهان پور گرد بسیار دارد، میرزا در حق این شهر میفرماید:

توتیا سازد، غبار آگره لاهور را چشم من، تا خاکمال گرد برهان پور خورد
 و چون، لشکر محمد عارف از مشاهیر اولیاء درین شهر آسوده اند، توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست:

فساد بسکه گذر لشکر محمد را غبار خیز بود کوچهای برهان پور

۱- در سال (۱۰۳۲هـ) از اصفهان بمزم سفر هند حرکت کرده و بهرات و کابل رسید و با میرزا ظفرخان احسن در آنجا ربط پیدا کرد.

۲- مآثر الامراء ۲: ۶۱.

۳- اینجا یازده بیت دارد. رک: تحت احسن در بخش اول ص ۵۷.

و در ایام اقامت برهان پور، پدر میرزا خود را از ایران بدیار هندوستان رسانید، تا او را بوطن مالوف برد. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد، و رخصت وطن التماس نمود. و درانجا میگوید:

شش سال پیش رفت (۱)

اتفاقاً موکب صاحبقران، عنقریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱هـ) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هیژدهم محرم سنه اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) ظفرخان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بر بست، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، عازم ایران دیار گشت. و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست، و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت.

وفاتش در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰هـ) اتفاق افتاد، و در اصفهان مدفون گردید. و غزل میرزا — که مطلعش این است:

در هیچ پسرده نیست نباشد نوای تو عالم پر است از تو و خالیت جای تو
بر طبق وصیت بر سنگ مزار او — که یک قطعه سنگ مرمر است — کنده شد. (۲)

راقم الحروف گوید:

مندیب نغمه پرداز فصاحت (صائب)	رفت ازین عالم بسوی روضه دارالسلام
خامه (آزاد) انشا کرد سال رحلتش	بلبل گلزار جنت، صائب عالی کلام

۱۰۸۰هـ

۱- هشت بیت دارد رک: تحت احسن بخش اول ص ۶۶.

۲- رک: تحت مقبره صائب.

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت ، بخط ولایت بنظر رسیده ، و میرزا سی و سه غزل متفرق ، بخط خاص ، بر حواشی آن نسخه قلمی فرموده . اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر . چند بیت بنا بر التزام پیرایه این مقام میشود . (۱)

(۹۸-۱۰۳)

● خزانه عاصره : صائب ، مرزا محمد علی اصفهانی . امیرالامرای کلام است ، و افرازنده رایات عالیات اقدام . امام ائمه معانی است و مجتهد علماء سخندانی . اگر او را ، رابع رسل ثلاثه شعراء گویند ، بجاست . پدرش از کدخدایان تبارزه عباس آباد اصفهان بود . میرزا در دارالسلطنه اصفهان نشو و نما یافت ، و بعد وصول سن تمیز ، احرام حرمین محترمین بر بست و شرف زیارت علیا اندوخت ، و بایران دیار برگشت . و با وصفی — که سنی المذهب بود — در میان ایران بکمال احتیاط عقاید دین و حفظ اسرار علم و یقین ، مقبول خواص و عام گردیده ، چنانکه باید و شاید ، زندگانی فرمود . و در حین عود حرمین مکرمین ، قصیده در منقبت شاه خراسان انشا نمود . چنانچه یکی از این ابیات این است :

لله الحمد که بعد از سفر حج (صائب) عهد خود تازه ز سلطان خراسان کردم

در عین شباب ، آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید . چون وارد کابل گشت ، ظفر خان — که نیابت پدر خود خواجه ابوالحسن تربتی — ناظم کابل بود ، میرزا را در دام حسن خلق خود کشیده ، لوازم قدردانی بر وجه شایسته بتقدیم رسانید . میرزا نیز بمداحی نام او را تا ابدالآباد زنده ساخت .

و چون حکومت کابل، در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت، و ظفرخان بادرک عتبه خلافت شتافت، میرزا نیز در رفاقت ظفرخان بسیر هند خرامید. و چون رایات صاحبقران در سته تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹هـ) جانب دکن باهراز آمد، میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی سری بدیار دکن کشید.

و در ایام اقامت برهانپور، پدر میرزا خود را از اصفهان بمهندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف باز گرداند. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده در مدح خواجه ابوالحسن و ظفرخان، مشتمل بر استدعاء رخصت، انشاء کرده گذراند. اتفاقاً موکب صاحبقرانی عنقریب در سته احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱هـ) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هیژدهم محرم سته اثین و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) ظفرخان را حکومت کشمیر — به نیابت خواجه ابوالحسن — مقرر گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بریست، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، هندوستان را وداع کرد و بدارالسلطنة اصفهان رفته، آرام گرفت.

و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه، در کمال تکریم و تبجیل زندگی کرد، و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت. تا آنکه در سته ثمانین و الف (۱۰۸۰هـ) جهان گذاشتی را گذاشت و در اصفهان مدفون گشت. مولف گوید:

عندلیب نغمه پرداز فصاحت (صائب) رفت زین عالم، بسوی روضه دارالسلام
خامه (آزاد) انشأ کرده سال رحلتش بلبل گلزار جنت صائب عالی مقام

مرزا در هند با نواب جعفر خان (۱) — که در اوائل جلوس خلد مکان وزیر اعظم شده بود — دوستی داشت . چون از هند بایران برگشت از اینجا این بیت باو نوشت :

دور دستان را، باحسان یاد کردن، هست است ورنه، هر نخل به پای خود، ثمر می انگند
جعفر خان پنجهاز رویه و بعضی گویند پنجهاز اشرفی باو ارسال نمود .
قدری اشعار میرزا که فقیر را خوش کرده در بیاضی نوشته بودم ، در اینجا ثبت می کنم (۲)

اهل کمال را لب اظهار خامشی است منت پذیر ماه تمام از هلال نیست
روزی ، در مجلس نواب نظام الدوله ناصر جنگ شهید مرحوم ، برین بیت هنگامه ها برپا شد ، و هرکس در حل معنی تقریری میکرد ، بجای نمیرسید . فقیر دم نمیزدم تا آنکه معنی بیت بخاطر رسید ، آن وقت بر نواب و همه یاران عرض کردم ، همه زبان بتحسین کشودند .

مغلطه این بیت لفظ — ماه تمام — است ، که بقرینه هلال دهن ، انتقال بیدر میکند و کتان فکر پاره میشود . و مراد از ماه در اینجا شهر است ، و از ماه تمام شهری روزه ، و هلال را لب اظهار مقرر میکند ، و میفرماید که : ماه سی روزه در اظهار کمال خود ، منت هلال نمیپذیرد ! که روز سلخ پیش از طلوع هلال ، معلوم میشود که امروز ماه بکمال رسید . بخلاف شهر است و نه روزه .

نقل است که ، میرزا هرگاه این مطلع فرمود :

سرو من ! طرح نو انداخته ، یعنی چه جامه را ، فاغشی ساخته ، یعنی چه
یکی از فضیلائی ایران اعتراض کرد که : یعنی چه ، بصیغه غائب نباید ! یعنی چه

۱- جعفر خان متوفی (۱۰۸۱ هـ) پسر صادق خان میر بخشی و همشیره زاد یمن الدوله آصف خان .
رک : مائرا ۱ : ۵۳۱ و نسب نور جهان در تاریخ منظر شاهجهانی .

۲- اینجا ۳۲ بیت دارد .

بصیغه مخاطب باید! زیرا که درین شعر خطاب معشوق است. میرزا متوجه جواب نشد.

درین مقام نقل دیگر بر سبیل طیبت بقلم می آید که، روزی در مجلسی فاضلی این شعر خواند:

گفتش بشین بچشم و گفت منشین رقیب
بر مراد من فرقت و قول بدگویم نکرد
و گفتم: وقوع یکی از نشستن و نا نشستن ضرور است، و املا ارتفاع
نقیضین لازم می آید، و آن جائز نیست. فقیر گفتم که: مراد عاشق دائمه
مطلقه موجه است، و مقصود رقیب دائمه مطلقه سالیه. و معشوق بر مطلقه
عامه، که نقیض دائمه مطلقه است، عمل نمود. یعنی گاهی نشست و گاهی نه
نشست. پس ارتفاع نقیضین لازم نیامد. غرض آنکه، چون سائل فاضل و
سوال مسئله منطقی بود، جواب هم بر طبق آن ادا کرده شد. این مطلع
میرزا مشهور است:

غیر حق را، میدی ره در حریم دل، چرا
میکنی، بر صفحه همتی خط باطل، چرا
مولف گوید که: هر دو مصراع خوب است، لکن استعاره مصراع اول
با استعاره مصراع ثانی مناسبت ندارد، و طریق مناسبت اینست که، برای
مصراع اول، مصراع ثانی مثلاً چنین گفته شود:

میکنی، بیگانه را مهبان این منزل، چرا
و برای مصراع ثانی پیش مصراع چنین رسانده شود:

میکنی، طول امل را نقش لوح دل، چرا

اما میرزا رفیع واعظ قزوینی این مضمون را بخوبی میپندد:

این قدر طول امل ره میدی در دل، چرا
مصحف خود را باین خط میکنی باطل، چرا

فقیر هم درین زمین غزلی دارد ازان است:

در صف پروانه بال افشان نه، ای دل چرا
سر نمیبازی بسنوک خسنجر قاتل چرا
قدسیان عالم قدس، انتظارت میکشند
مانده ای سرو والا قدر! پا در گل چرا

اصل مقصود توکشتن بود، آن خود دست داد
 زلف را پیچیده دو دستار پنهان کرده بود
 منع کردن شمع را از خاک این یسمل چرا
 رو بیلا کرد باز این آیت نازل چرا
 از مخالض مرزاست بعد تمهید بهار :

دهان غنچه ، هوا با گلاب شبنم ، شست
 که ، مدح خسرو آفاق را کند تکرار
 ایضاً بعد مذمت شراب در مدح امام رضا رضی الله عنه :

بگذر ز ناک بدگهر و آب او ، که هست
 هر دانه ، ریش خونی فرزند بو تراب
 اصل این تخلص مخترع نظیری نیشاپوری است که بعد تعریف شراب میگوید :

ازان شراب کنی در قلع ، که باد صبا
 هزار کوه هم ، از یکدگر فرو ریزد
 نه زان شراب ، که انگور او شهید کند
 ز فیض نکبت او ، روح داد صبی را
 دران مقام که ، ظاهر کند تجلی را
 شه سریر امامت علی موسی را

الهی ! خانه توارد خراب شود که چه آفتها بر سر معنی آفرینا می آرد . فقیر در ایام
 تحریر این صحیفه ، قصیده نظم کرده ، تشبیب آن ، خطاب به کعبه معظمه
 است ، و گریز بمنقبت امیرالمومنین علی (رضی الله عنه) . بعد نظم قصیده ، روزی
 بخاطر رسید که از قصائد میرزا صائب خالض بر آورده درین صحیفه ثبت
 باید کرد . چون دیوان میرزا را وا کردم ، میبینم که میرزا هم خطاب بکعبه و
 گریز بمنقبت امیر (رضی الله عنه) میکند . بیت تخلص میرزا این است :

هیچ تعریفی نرا ، زین به نمدانم ، که شد
 در تو پیدا ، گوهر پاک امیرالمومنین
 و بیت تخلص فقیر این است :

مطلع خورشید گر خوانم نرا ، الحق بجاست
 از تو سرزد آفتاب آسمان سروری
 آخر فقیر گریز را تبدیل کردم ، و هر قدر نسخها که بدست افتاد ، بیت سابق
 را محو کرده ، بیت لاحق ثبت نمودم .

الحال تشبیب کعبه از میرزا و قصیده خود تمام درین صحیفه رقم
 میزنم که ، تفاوت طبایع انسانی با وصف اتحاد ماهیت ، بر هوشمندان جلوه

نمایند . میرزا صاحب میفرماید :

ای سواد عنبرین قامت سدیدای زمین

مولف گوید :

مرسبای کعبه اشرف! چه والا گوهری
جلوه گاه حسن نورنگی ثعالی شانه
ساکنان شش جهت مجنون صحرا گرد نو
بنده ام احسان یاقوت سی مال ثرا
بوسه نوشین یاقوت تو بر ما منع نیست
میرسانی راحتی آغوش را ، از ملنزم
راز های عرش و کرسی در تو باشد رونما
حسن مطلق را ، بدام خود مقید ساختی
مشت خاک در نظر ، اما چه صاحب قدرتی
گرد تو سیارها کردند هردم هفت یار
زلگ از آئینه دلهای مردم ، میبری
میرسانی فیض های عیب او را ، پنج وقت
داده جا در پناه خویش وحش و طیر را
بر تو واجب شکر مولانی که دست قدرتش
شاه مردان صلدر یزدان که دست و تیغ او
نور سیمای هدی ! یعنی ، علی مرتضی
پیش آهنگی که اول چشم او بیدار شد
تا قیامت آبروی غازیان شمشیر اوست
حارسان نه حصار سبز ، کردند آفرین
فیضی در خاندان عالیش آمد قدیم
سر بزانوی علی بگذاشت سالار رسل
رتبه کسار را افزود دوش مصطفی
مرحمت فرمود خاتم سائل را در رکوع

مفر خاک از نکبت مشکین لباس نافه چین (۱)

قیمتی داری ، که قربان تو گردد مشتری
در بنای هالت هر سنگ مینای پری
ای سرت کردم! مگر لیلای مشکین چادری
میکنند با تشنه کامان سلسبیل کوثری
ختم شد بر حسن خلقت رسم عاشق پرووی
از تو آموزند خوبان راه و رسم دلبری
حیرت جام جسم و آئینه اسکندری
خوب صیادی ، و غیبل در فن خود ماهری
فیل را در زمره مور سیاهی نشمری
جوهر خاکی و از هفت آسمان بالاتری
زادک الرحمن تنویراً عجب روشن گری
هر که دارد حالت دوری بعدر بی زری
بسکه دارد طینت پاک تو شفقت گستری
بر زمین افکنند از بامت اله آذری
کرد حک از صفحه ایام نقش کافری
افتخار دوره آدم ز روشن گوهری
در سحر خیزان صبح صادق پیغمبری
ختم شد بر ذوالفقار حیدری خوش جوهری
چون بیازوی مبارک کی کند با چنبری
شیر یزدان را اسد بوده است چد مادری
در اسد تشریف فرمود آفتاب خاوری
کرد جا بر آسمان شیر عزین صفدری
کرد این احسان بالا دست را گرد آوری

طاعت مالی باو غم کرد جود حیدری
 مهره خورشید را در طاس چرخ چنبری
 چون گل خورشید گردد، آفتاب عشری
 حفظ والا چون کند کبک دوی را یآوری
 تا بر آیم از طفیل آن جناب از شدوری
 جانب درگاه اقدس کرد بختم زهبری
 چشم دارم این عنایت از قوئی انگشتی
 بر گل احمر مبارک باد زر جمفوری
 تا کنم حاصل مقام قنبری بل بودری
 میزنم (آزاد) زین ره از تلاش فیصری
 تا بر آید آفتاب از پرده نیلوفری
 باد شمع بزم احباب تو، روشن اختری

نیست غیر از طاعت جسمی وصل را نیاز
 غلط و با غلطی، بتحریک نگاهش رو نمود
 گرمی، هنگامه فردا، اگر برم زند
 باز اشپ فرش سازد، دیده راء، در راه او -
 بر در شهر نبی، رنگ اقامت ریختم
 شاه عالم پرورا! ظل عنایت گستر
 حلقه چشم حقیقت بین، کسرامت کن مرا
 عندلیم، نقد داغ دل مرا انعام کن
 منتظم گردان مرا، در مسلک خاصان حضور
 منت ایزد که در ذیل غلامان توام
 تا کند شب خاک را در طبلسان سوسنی
 باد داغ سینۀ اعدای تو، بخت سیاه

در مطلع قصیده از لفظ — والا گوهر — اشاره است بمضمون حدیثی که ، قاضی قطب الدین در — تاریخ مکه — از کعبه احبار روایت کرده . ترجمه حاصل حدیث این که : نازل کرد حق تعالی یاقوت مجوفی را از آسمان بآدم (علیه السلام) و ملائکه بنیاد کعبه را کنده، از سنگ بر آوردند ، و بالای او آن یاقوت مجوف را گذاشتند . و همیشه طواف میکردند، تا آنکه طوفان نوح (علیه السلام) آمد ، آنگاه حق تعالی آن یاقوت مجوف را بر آسمان برد . (ص ۲۸۷-۲۹۳)

● صف ابراهیم : اکمل الشعراء میرزا صائبا ، المسمی بمحمد علی و المتخلص بصائب . والد ماجدش میرزا عبدالرحیم یکی از تاجران معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان و از فرزندان شمس الحق شمس الدین (شیرین قلم) تبریز است .

میرزا مذکور ، از غایت اشتهار و جهانگیری گفتار، محتاج تعریف کسی

نیست. صفای نظمش، چهره شاهد کمالش را، آئینه ابست روشن. و سخنان معجز بیانش در اثبات علو قدرش حجتی است مبرهن. شیوهای متنوع که در قسم غزل مخفای سخنوران پیشین و پسین است، طبائع نکته سنجان را در پسند آن اختلاف. بحسن اطوار و بوقلمونی گفتار، مخصوص کلیات میرزا صالحا است، که هر کس موافق مذاق خود، صفحه صفحه از آن انتخاب تواند کرد.

گویند در آغاز حال، تعلیم از حکیم رکتا منبیح کاشی یافته، و از صحبت حکیم شفای نیز فیضها برداشته. بالجمله، سلاطین سلسله عالیه صفویه و اراکین دولت قرین آن از منه وافیه، به تخصیص، ماسس اساس دین نبوی، شاه عباس ثانی صفوی احترامش میفرمود. و عندالاستدعای سلاطین اطراف و خوانین اکناف، دیوانش برسم هدیه میفرستاد.

عدد اشعار ایشان بقول طاهر نصرآبادی: یکصد و بست هزار است. و مجموعه مدونه آن یزرگوار، از مدونات فصیحای این فن خوبتر، و از مصنفات بلغای عالی سخن، مرغوب تر است.

گویند: مرزا مرحوم اشعار خود را، که در صفت اعضای معشوق بود، به — مرات الجمال — و آنچه در آن مذکور آئینه و شانه بود به — مرات الخیال — موسوم نموده. و مطالع و سائر اشعار خود را انتخاب فرموده مسمی به — واجب الحفظ — ساخت. و خطبه دیوان و بعضی نثر رنگین نوشته بیادگار گذاشت.

و در زمان شاهجهان صاحبقران با استدعای ظفرخان احسن، بطریق سیاحت به هندوستان آمد، و با خان مذکور در کابل و کشمیر و بعضی ناحیه

دکن بعزم سیر بسر میبرد. در خلال این حال، از شهره فضل و کمال مرزا مذکور، صاحبقران منصب سه هزاری و خطاب - مستعد خانی - تفویض میفرمود، لیکن آن دانشمند صاحبدل و وارسته کامل دست در ذخارف تعلق نیالود، و تعینات مرقومه قبول ننمود.

چون والد ماجد او، از مصائب فراق و نوائب افتراق، تاب دوری و مصابرت بر مهجوری نیاورده، بعزیمت انصراف مرزا مرحوم از ایران، بسان سیل سرشک سراسیمه از دیده دمان، تا اکبرآباد آگره خود را رسانید. مرزا صابیا، بر عزیمت پدر گرامی قدر آگاهی یافته، در قصیده مدحیه خان ظفرخان، حقیقت حال بدیمتوال معروضداشت و همسنگ این قطعه رخصت ازان مظهر مکرمت خواست:

هفتاد ساله والد پیراست، بنده را کز قربیت بود بمنشن حق بیشمار (۱)
خان مذکور بالا که، دوری او ناگوار و حضوری او موجب جمعیت و قرار خود میدانست، لیکن بالتزام ابرام و سیاحت بسیار، ناچار رخصت داد. و با زاد و اسباب سفر و تحایف لایقه، بصوب اصفهانش فرستاد. مرزای عالیقدر با کبرآباد رسیده، شادمان بوصال پدر و مغموم بدرد هجران ظفرخان، باصفهان رفت. و در مدت العمر ازان بلده نیامد و پای سیاحت را در دامن عزلت شکست (۲). گویند مرزا نوبتی، بظفرخان احسن (۳) از ایران

۱- پنج شعر دارد. رک: تحت احسن ص ۶۱

۲- آقای امیری فیروز گویی در مقدمه دیوان صائب مرقوم فرموده اند که: بعد از بازگشت... دیگر سفرهای دور دراز نرفت، و فقط گاهی باطراف ایران، برای دیدن بزرگان علماء و شعراء و استفاضه و انتخاب شعر از دیوان آنان (چنانکه سفینه او حاکی است)، مسافرتهای میکرده که ازان جمله سفر، قم، قزوین، اردبیل، یزد، تبریز و امثالها... (ص ۲۵)

۳- جعفرخان را فرستاده بود. رک: تحت خزانه عاره.

نوشت :

دورستان را، به بخشش یاد کردن، همت است ورنه، هر نخل پیای خود، ثمر می افکند
خان والا شان در صله آن، پنج هزار روپیه رائج، ارسال فرمود.

از زبان، عمدة الفصحاء المتأخرین شیخ محمد علی حزین، حکایت میکنند
که : مرزا صائبا در سن صبا غبی الطبع بود و پدرش ازین تشویش نمی
آسود، تا اینکه بخدمت یکی از مجاذیب آنزمان — که در فیض باطن
هم سلک سالکان کامل بود — باخودش برد، و اظهار حالش نمود. آن صاحب
کمال، شیره منجمد در سریش، بخوردنش داد. مرزا بترغیب پدر خود، قدری
لیسید. و بفیض لیسیدن آن، طبعش روانی و نطقش طلاقت لسانی بهمرسانید.

عمرش شصت و پنج سال (۶۵) و ارتحالش هزار و هشتاد و یک (۸۱۰۸۱) هجریست.
ملا سعید اشرف قطعه در تاریخ فوتش یافته. مدفنش در
صفاهانست و به — نکیه مرزا صائبا — شهرت دارد. (۲۲۶-۲۲۵)

● مرآت آفتاب نما : صائب. اسمش میرزا محمد علی، اصلش از تبارزه
عباس آباد اصفهان. پدرش از تاجران معتمد اینجا بوده. بعضی تبریزی
مینگارند (۱). و در فصاحت و بلاغت یگانه زمان بوده. دیوان غزلیاتش
قریب لک و بیست هزار بیت رسیده. در عهد شاهجهان در هندوستان
بخطاب — مستعدخان — سرفراز گشته، و مدت چند سال اینجا بوده.

۱- میرزا عبدالرحیم از رؤسا صنف تاجر و از بازرگانان محترم و معتبر آن عصر بوده است....
خود و یا پدرش را شاه عباس کبیر، در عداد جمعی کثیر، از تجار و مردمان متعین، از تبریز
کوچانیده و در محل عباس آباد اصفهان سکونت داده پسوده است. که این جماعت را بنام
تبارزه اصفهان نامیدند (مقدمه صائب از امیری فیروز کوهی ص ۲۲).

هنگام مراجعت ایران ، بسیر کشمیر پرداخته و از ظفرخان احسن - ناظم آنجا - فیض‌ها برداشته . بملازمت شاه عباس ثانی ترقیات نموده — ملک‌الشعرا — گردیده .

و سرخوش در تذکره خود مینگارد که : در حین حیات ، دیوان و اشعارش زبان زد خاص و عام شدند . خوندگار روم و غیره ، در نامه های خود ، از والی ایران درخواست دیوان او میکردند ، و شاه به تحفگی میفرستاد (۲) . چون هنگام جلوس (۱۰۷۷ هـ) سلیمان شاه ، مامور بخواندن شعر شده ، مطلعی خواند :
 احاطه کرد ، خط آن آفتاب تابان را گرفت ، غیل پری ، درمیان سلیمان را
 از بسکه مناسب حال شاه بود ، حالش متغیر گشت ، و تا دم حیات باز از او متکلم نگردیده .

اواخر حیات ، مرزا تکیه مرتب کرده و ترک علائق نموده ، دران باستغای تمام بسر برده . و آنمکان در صفاهان — بتکیه صائبا — مشهور است . و بعد فوت هم دران جا مدفون گردید . شاگرد حکیم رکن‌الدین مسعود مسیح تخلص ، بوده و از صحبت حکیم شفائی نیز بهره یافته . خوش سخنان معاصر بخدمتش میرسیدند : ازوست :

پیشانی ' غرقرا ، پرچین نسازد ، جرم ما آینه کی برم خورد ، از زشتی ' تمثالها
 (۱۵۸ پ - ۱۸۶ الف)

● نتایج الکوار : شهریار اقالیم سخنبدانی ، میرزا محمد علی صائب اصفهانی . که پدرش از کدخدایان تبارزه عباس آباد اصفهان بوده . میرزا در دارالسلطنت اصفهان نشوونما حاصل ساخت ، و بعد فوز یسن رشد و تمیز

بأحراز سعادت زیارت حرمین شریفین شتافت. و پس از حصول این نعمت عظمی، باز بایران مراجعت نمود. و بذهن و ذکا، در کمتر مدتی بشهرستان سخن، کوس بلند نامی نواخت، و بمعرکه فصحا و بلغا سر اعتبار افراخت. و بفکر بلند و نازک خیالی، صدر آرای ایوان والا دست گاهی است. و بطبع ارجمند و خوش مقالی، آشنای بحر دقیقه سنجی و رموز آگاهی. در مراتب نظم بعلو مرتبت سر باوج اشتها رکشیده، و غلغله کلام فصاحت نظامش در چار سوی عالم فرا رسیده. بالفاظ متین و مضامین رنگین، قالب سخن را جانی از سر نو بخشیده. و بتلاشهای تازه و خیالات شگرف، سامعه افروز مستمعان گردیده.

خزینة افکارش، پر از جواهر زواهر معانی و لآلی. اشعار آبدارش، منسلک بسلك خوش بیانی. اگر او را، قطب فلک فصاحت خوانند، بجاست. و مرکز دائرة بلاغت دانند، سزا.

میرزا در اقسام نظم، بخوش کلامی ممتاز است. فاماء شهر فکر بی نظیرش، در میدان غزل تیز پرواز. سخن سنجان روزگار را، به تتبع کلامش، افتخار. و نکته فهمان عصر را، به تقلید طرز خاصه اش، سرمایه اعتبار.

بالجمله در عالم شباب، در اواخر عهد جهانگیری بسیاحت هند در افتاد. و چون بکابل بر خورد، بحسن اتفاق صحبتش با ظفر خان احسن — که به نیابت پدر خویش، خواجه ابوالحسن تربتی، ناظم کابل بوده — در گرفت. و مراتب قدر افزای بعنوان شایسته نسبت بحال خود یافت، و قصائد غرا در مدح او نگاشت. و چون در اوائل جلوس شاهجهان، ظفر خان بتقییل عتبة شاهی شتافت، میرزا نیز کمر بمرافقت بر بست. و هر گاه که ریایات

سلطانی متوجه ممالک دکن گشت، میرزا هم با ظفرخان در رکاب لشکر ظفر پیکر سلطانی بوده: و در هنگام اقامت برهانپور باستماع مقدم پدر - که بنا بر بردنش بوطن، از اصفهان سری بهند کشید - قصیده در مدح خواجه ابوالحسن و ظفر خان، محتوی بدرخواست رخصت، نگاشته گذرانید. اتفاقاً، دران ایام عنان عزیمت موکب شاهی، بجانب اکبرآباد معطوف گشت و رخصت میرزا در حیز تعویق در افتاد. و بعد یکسال که حکومت کشمیر به نیابت پدر، بظفرخان قرار یافت، میرزا نیز همسفر بوده و پس از گلگشت بهارستان کشمیر دلپذیر، نزهت کده هند را خیر باد گفته، رو بدارالسلطنته اصفهان نهاد. و همانجا رخت اقامت افکند، و مورد نوازشات شاه عباس ثانی گشته بخطاب - ملک الشعرای - چهره اعتبار بر افروخت. و ماسدام حیات از پیش گاه سلاطین صفویه سرمایه عزت و احترام اندوخت. در ثمانین و الف (۱۰۸۰ هـ) بدار آخرت خرامید و در اصفهان مدفون گردید. (ص ۲۰۸)

● شمع انجمن: صائب، میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی. امام غزل طرازان و علامه سخن پردازان. امیرالامراء کلام، و رافع رایات عالیة اقلام. امام ائمه معانی، و مجتهد علمای سخندانی است. آزاد در - خزانه عامره - گفته: اگر او را رابع رسل ثلاثة شعرا گویند، بجاست! و در - سرو آزاد - نوشته: ازان صبحی که آفتاب سخن، در عالم شهود پرتو افشاند، معنی آفرینی باین اقتدار، سپهر دوار بهم نرسانده! و خود میگوید:

ز صد هزار سنور، که در جهان آید یکی، چو (صائب) شوریده حال، برخیزد

حامل لوای فصاحت، منشاء اعلاء کلمه بلاغت. نورنجابت از ناصیه کلامش پیدا، لعمره شرافت از سیمای بیانش هویدا. فوج فوج مضامین برجسته متباد

جنابش، خیل خیل معانی* بیگانه بنده حاضر جوابش. ذوق سلیم در حدیقه اشعارش بنو بر کردن مسرور، و ذهن صحیح در خزینه افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور. فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین، جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین. زلال تقریرش در کمال روانی، لاکل تعبیرش در نهایت غلطانی. پایه دقت خیال باوج کمال رسانیده. مع هذا، اصلاً اثر تکلف گرد کلامش نگردیده. و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر، کمتر توان یافت: قصیده و مثنوی هم دارد، اما مشاطه فکرش، بترین عروس غزل، بیشتر پرداخته. و این غزال رعنا را، بطرز تازه و انداز خاص، جلوه افروز ساخته. و از جمله شرایف اوصاف او، یکی آنست که، با این جلالت شان و رفعت مکان، از شعراء همعصر و قداماء، هر کرا در اشعار خود یاد کرده، بخوبی یاد کرده، و تیغ زبان را با زخم هیچکس آشنا نساخته.

پدرش از کلدخدایان معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان است. میرزا در اصفهان نشو و نما یافت. و بعد وصول سن تمیز، احرام حریمین محترمین بر بست و شرف زیارت علیا اندوخت. و با آنکه سنی المذهب بود، در میان ایرانیان بکمال احتیاط عقاید دین و حفظ اسرار علم و یقین، مقبول خاص و عام گردیده. چنانکه باید و شاید، زندگانی فرمود. در حین عود از حریمین مکرمین، قصیده در منقبت شاه خراسان انشاء نمود. بیتی ازان اینست:

لله الحمد که، بعد از سفر حج (صائب) عهد خود، تازه بسلطان خراسان کردم

و در عین شباب، آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید. ظفر خان ناظم کابل، بکمند حسن خلق، صید کرد و لوازم قدر شناسی، نوعی که باید، بتقدیم رسانید. باز میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی، سری بدیار دکن کشید و از پیشگاه خلافت بمنصب شایسته و خطاب مستعد خان—

غر امتیاز یافت. در ایام اقامت برهانپور، پدر میرزا خود را از ایران دیار
بهندوستان رسانید، تا او را بوطن مالوف برد. میرزا پس از گلگشت کشمیر
جنت نظیر، عازم ایران دیار گشت. و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه
مکرم و معزز زیست، و در مدایح ایشان قصائد غرا پرداخت (۱). تا آنکه در
سنه (۱۰۸۰ هـ) جهان گذشتنی را بگذاشت و در اصفهان مدفون گشت.

دیوان میرزا قریت بهشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده (۲). و میرزا
سی و سه غزل متفرق، بخط خاص بر حواشی آن نسخه، قلمی فرموده. اشعارش
عالمگیر است و مستغنی از ضبط تحریر و ربط تعبیر. (۲۵۱-۲۵۲)

● دانشمندان آذربایجان: صائب، خلف میرزا عبدالرحیم و برادرزاده
شمس‌الدین ثانی معروف به — شیرین قلم — بوده. و بر حسب روایت ولی قلی
بیگ شاملو در — قصص الخاقانی —: در تبریز تولد یافته و بامر شاه عباس اول
(۹۸۵-۱۰۳۸ هـ) خانواده او از تبریز کوچیده در عباس آباد اصفهان متوطن شده.
و درانجا نشوونما کرده است. ابیات ذیل، از مقاطع غزلهای او، نیز از
دلائل تبریزی بودن اوست:

(صائب) از خاک پاک تهریز است	هست (سعدی) مگر از، گل شبراز
در بهار سرخروی، همچو جنت، غوطه داد	فکر رنگین تو (صائب)، خفته تبریز را
ز حسن طبع تو (صائب)، که در ترقی بادا	بلند نام شد، از جمله شهرها، تبریز

مولانا صائب در اوائل شباب، از اصفهان بزیارت بیت‌الله الحرام و مدینه
طیبه مشرف گردیده. و پس از سیر و سیاحت بعضی از ممالک عثمانی، مراجعت

۱- قصائد راجع به شاه عباس ثانی (۱۹) شاه صفی (۵) وزیر آصف ثانی (۲) رک: کلیات
صائب طبع تهران (۱۳۳۶ ش)

۲- این عبارت از آزاد گرفته است، صاحب شمع انجمن دیوان مذکور را خود ندیده است.

باصفهان نموده است. چون قبل از ورود، بعضی از ارباب غرض در نزد شاه عباس از وی سعایتها کرده بودند، مولانا صائب دلگیر گشته و بعزم سفر هند، در شهر سته (۱۰۳۴هـ) از شهر اصفهان حرکت کرده و رفته. و غزل ذیل را، که حاکی از احساسات او میباشد، بنظم آورده است:

طلای شد چمن ساقی! پیگردان جام زرین را بکش بر روی اوراق خزان، دست نگارین را
دلم، هر لحظه، از داغی بداغ دیگر، آویزد چو بیماری، که گرداند ز تاب درد، بالین را
بنجای لعل و گوهر از زمین اصفهان (صائب) بملک هند، خواهد برد این اشعار رنگین را

در هجدهم محرم سال (۱۰۴۲هـ) حکومت کشمیر بنیابت پدر، بظفرخان واگذار شد، صائب نیز همراه او رفت. و درانجا ظفرخان — اگرچه جدائی را بر خود شاق میدانست — طوعا و کرها بنا بر پاس خاطر او، مبلغی خطیر با سواری پالکی و دیگر امتعه و اقمشه همراه کرد.

میرزا در آگره ملازمت پدر را دریافته بوطن مراجعت فرمود (۱). در این خصوص غزلی گفته از انجاست:

خوش آن روزی که (صائب) من مکان در اصفهان سازم ز آب زنده رودش، خامه را رطب اللسان سازم

مولانا صائب، مدتی هم در مشهد و قم و قزوین و اردبیل و یزد و تبریز بسر برده است. گویا در سته (۱۰۵۰هـ) در تبریز تشریف داشته اند. زیرا که سیاح معروف عثمانی، اولیاء جلبی در آن تاریخ، که بسمت ماموریت مخصوصه، بایران و تبریز آمده، در سیاحت نامه خود، چنین نوشته است:

— هفتاد و هشت نفر از شعرای نصیح اللسان و بدیع البیان و صاحب

دیوان در تبریز وجود دارند: یآوری، صاحبی، ادهمی، چاکری، جانی،

راضی، واحدی، از جمله آنان محبوب میگردند (۲) —

۱- صائب از کشمیر به ایران رفت.

۲- رک: تحت دیباچه امیری فیروز کوهی که درین مسئله اختلاف دارند.

مولانا در عهد شاه عباس ثانی (۱۰۵۲-۱۰۷۷هـ) بلقب — ملک الشعرا — مفتخر آمده. و معار به وی با شاهجهان پادشاه هند و فتح قندهار را بنظم کشیده. و آن صد و سی و پنج هزار بیت است. و در آن موقع قصیده ای برای فتح و نصرت نیز ساخته، و این مصرع، از آن قصیده، تاریخ است:

از دل، زدود زنگ الم، فتح قندهار (۱)

(۱۰۵۹هـ)

در روز جلوس (۱۰۷۷هـ) شاه سلیمان، قصیده منظوم ساخته و مطلع آن این بود:

احاطه کرد خط، آن آفتاب تابان را گرفت، خیل پری، در میان سلیمان را
شاه سلیمان بجهت حسن صورتی — که در جوانی داشته — از استماع این
قصیده بغیظ آمده و تا آخر عمر با مولانا صائب تکلم نکرده است.

مولانا دواوین متعدده دارد. بنا بر روایت ولی قلی بیگ شاملو: عدد دیوانش هفت عقد، ابیات مدونش تقریباً (۲۰۰) هزار بیت. و بر حسب نگارش حسینی: متجاوز از یک بیت است. غزلیات ترکی نیز دارد. بعضی نثرهای بلیغ و خطبه دیوانی نیز نوشته است. کلیات آن بزرگوار مشتمل بر حکم و امثالی میباشد، که در ضمن غزل تلفیق شده، و هر شعرش مناسب مقال و موافق مقامی باشد. و اکثر ابیانش بمقام ضرب المثل رسیده و در السنه و افواه ساری و متداول است. ولی غالب مردم، من باب عدم اطلاع، بکلمه لا ادری

۱- نیز رب: قصیده باز گشت شاه از فتح قندهار به این مطلع و مقطع:

چه دولت بود، یا رب! اصفهان را، در کنار آمد
که از خاور زمین، صاحبقران کامگار آمد
پی تاریخ تشریف هجایون، زد رقم (صائب)
باصفاهان لرای شاه دین، از قندهار آمد

(۱۰۶۰هـ)

قائمه منسوب میدارند، و نمیدانند که اغلب آنها در دواوین صائب مندرج و موجود است

مولانا صائب غیر از مثنوی های — قندهار نامه — و — محمود و ایاز — (۱) و دواوین متعدده، سفینه و جنگی فیز، بعنوان — بیاض — تالیف فرموده اند، که قابل مطالعه است. و آن بیاض قریب به (۲۵) هزار بیت است، که مشتمل بر مطالع غزلیات و منتخبات اشعار خود او، و زبده سخنان سخنوران نامی، از متقدمین و متاخرین و معاصرین صائب بوده. دارای اسامی هشت صد (۸۰۰) نفر شاعر میباشد، که غالب معاصرینش را شخصا ملاقات کرده و با دواوین و سفائن آنان را مطالعه نموده، کلمات عالیه و نخبه اشعار و شاه فردهای آنان را، در آن بیاض مندرج ساخته است.

مولانا منتخبات مختلف المواضع خود را، که از دواوین خود انتخاب نموده، هر بخشی را بنامی موسوم کرده است: اشعاری را که در صفت اعضای معشوق سروده — مرآت الجمال — و آنچه مشتمل بر آئینه و شانه ساخته — آرائش نگار — لقب داده. و ابیات مربوط به می و میخانه را — میخانه — و نخبه مطالع غزلیات را — واجب المحفظ — نام نهاده است.

مولانا صائب پسندیده خصلت و نیک فطرت و مفلح و نکته سنج و مبتکر و باریک بین و بدیهه گو بوده. و بسیاری از غزلهای برجسته، شرای مشهور، مانند: مختاری و سنائی، عطار و انوار، مولوی و اوحدی، ظهیر و خواجو، سعدی و حافظ، خسرو و ملک، عنوان و نوعی، جامی و شفائی، مغربی و سحابی، عارفی و عرفی، فانی و فغانی، فاضل و فیضی، تنهه و

وحید ، فقیر و غنی ، ظهیری و نظیری ، میر فصیحی و میر شوقی ، میر حیدر و میر معصوم ، وحشی و انبسی ، اهل و الهی ، مثال و جلال ، مطیع و مسیح ، راقم و کلیم ، طالب و حاذق ، فرج و نصرت ، سنجر و شاپور ، شیدا و سعیدا ، احسن و ادهم ، غافل و ناصح ، نقد حیدر و سید یزدی ، و غیر آنان را نظیره گفته و استقبال کرده (۱). و شیوه جدیدی در غزل گوئی ابداع نموده که ، مجتهد غزل سرایانش باید شناخت . چنانکه خود گفته است :

درین ایام شد ختم سخن ، بر خانه (صائب) مسلم بود اگر زین پیش ، بر (سدی) شکر خای
غزل ، نبود باین رتبه ، هیچک (صائب) نوا " عشق ، در ایام من ، کمال گرفت

اگرچه تمام اشعار صائب - در عالم خود - برگزیده و منتخب است ، با این همه ، صاحبان تذکره و بیاض و سفائن و جنگها ، هر یک بمذاق خود ، قسمتی از کلیات وی ، نخبه کرده و نوشته اند . عاملای بلخی و امیر معزالدین موسوی - که از معاصرین وی بوده اند - هر یک منتخباتی از وی تالیف کرده اند . آقای کمالی و حافظ خلوصی نیز بعضی از شاه فردهای او را ، بعنوانین - منتخبات - و - مجوهرات - در طهران و استانبول چاپ کرده اند . نگارنده نسخ زیادی از دواوین او ، تا صد و بیست هزار بیت دیده ام : و از تاریخ (۱۲۶۲هـ) این طرف ، قریب به ۲۰ هزار بیت از اشعار وی ، در هندستان مکرر چاپ شده ، و در آنجا معروف و متداول است (۲) .

۱- رک : زیر عنوان ، استقبال کلام شعراء .

۲- کلیات در لکهنو در سال (۱۲۹۲/۱۸۷۵ع صفحه ۱۶) چاپ شده و انتخاب دیوان در لکهنو (۱۲۶۲/۱۸۴۷ع) و انتخاب دیوان از عاملای بلخی ، با شرح حال عاملای از عبدالرحمن بن محمد روشن خان ، در کانپور در سال (۱۲۸۸/۱۸۷۱ع صفحه ۱۵۲) و ترجمه چند غزل Tholuck در زبان آلمان و چند غزلیات با ترجمه منظوم در پنجابی سال (۱۳۱۷/۱۸۹۹ع) در پند دادن خان (پنجاب پاکستان غربی کنونی) .

بنا بروایت خوشگو : ظفر خان احسن تصاویر صائب و بعضی دیگر از سخنوران معاصرین خود ، از قدسی و کلیم و دانش و غنی و میر صیدی و غیر آن را — که با خود وی مربوط بوده اند — نقاشی گردانیده ، و منتخبانی از اشعار آنان را ، نیز بر پشت صحیفه نویسانیده ، تذکره و مرقعی ترتیب داده بوده است ، که نسخه از آن را خوشگو (۱) در نزد شاه عیان نام دیده است . و نیز بروایت او میرزا بیدل میفرموده اند :

— که من در طفولیت دیدار صائب را دیده ام مردی لاغر و کشیده قد و سیاه قام بوده —

و از قول خان صاحب آرزو نقل مینماید :

— تصریر ایشان مرطوب و سفید قام و پیر بوده است —

بالجملة ، مولانا میل زیادی بصرف تنباکو و کشیدن غلیان داشته و همیشه میفرموده است که : اگر تنباکو کشیدن نباشد کسی چرا سر از خواب بردارد ! و مقاله مفصلی هم ، در وصف تنباکو و غلیان بقلم آورده ، چند سطر ذیل از انجاست :

شستم لب پیاله ، ز آب شراب تلخ کردم بدود تلخ ، قناعت ز آب تلخ

روزهاست که ، این سودا زده آفرینش و این سیاهنامه قلمرو بینش ، گردن اطاعت از خط جسام و دامن رغبت از شراب مدام کشیده ، در حلقه سلسله مویان و دائره سوختگان تنباکو ، در آمده . مینای می را بطاق نسیان گذاشته و دیده ساغر را نمک فراموشی انباشته ، از آتش پی دود سی ، بدودی چشم سپاه ، اکتفا نموده . و از شعله آواز مطرب بغلغل غلیان قناعت کرده :

آوی! چو فرورود کسی را خورشید در پیش نهاد بجای خورشید چراغ

۱- رک تحت : احسن صفحه ۴۰ در بخش اول . این روایت از سرخوش است نه از خوشگو .

رک : کلمات طبع مدراس ص ۴۰

بی تکلف، اگر مهر گیاهش خواند، مزااست ! که سر پنجه نمرغش، ریشه در دل خاص و عام دوانیده. و بی خوش آمد، اگر زردین گیاهش خواند، رواست ! که شعله دلفریزش، زر طلبان دنیا پرست را، از فکر کیمیا رهانیده. نعم عبت دلنشین اش، سویدا وا سپند آتش حیرت ساخته. و زلف عنبرین دودش، کمند رغبت در گردن جان انداخته. هر نفسی که، فرو میسرود مد حیات ! و چون بر میآید، مفرح ذات ! . . . الخ.

وله (۱)

مولانا صائب در تاریخ (۱۰۸۱ هـ) در اصفهان رحلت فرموده در تکیه معروف بنام خود دفن شده است.

ملا محمد سعید متخلص به اشرف، خلف محمد صالح مازندرانی — که در سخنوری از تلامذه میرزا صائب و در خط نستعلیق شاگرد عبدالرشید دیلمی بوده است — بر حسب امر زیب النساء بیگم (وفات ۱۱۱۳ هـ) دختر عالمگیر پادشاه، قطعه مفصلی در فوت آن دو بزرگوار منظم ساخته. این چند بیت از انجاست :

کز وجود هر دو، کردی افتخار ایام ما
بود نام این، علی بیگ و تخلص صابها
این برادر زاده، شمس الحق شیرین ادا
کشور تبریز، بود از نسبت این، عرفی سا
هر دو بودندی بهم، چون لفظ و مضمون آشنا
رخت، بر بستند از پنجا، جانب دار البقا
چون ترا بودند ایشان اوستاد و پیشوا
بسرود بهم مردن آقا رشید و صابها

۱۰۸۱ هـ

کرده بود ایزد عنایت، خوشنویس و شاعری
بود اسم و رسم آن، عبدالرشید دیلمی
آن پسر، همشیره سید عساده خوشنویس
شهر قزوین است از اقبال آن، دارالکمال
هر دو بودندی بهم، چون صورت و معنی قرین
اتفاقاً، هر دو در یک سال با هم متفق
روی بامن کرد و گفت: اشرف بگو تاریخ آن
گفتم: از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن

سرخوش هم تاریخ رحلت او را

صائب وفات یافت

۸۱۰۸۱

(۲۳۶-۲۱۴)

یافته است . (۱)

● امیری فیروزکوهی : در دیباچه کلیات صائب نوشته اند :

مولد

میرزا محمد علی صائب تبریزی اصفهانی . مولد ایشان باتفاق ارباب تذکره شهر اصفهان است .

تنها ولی قلی بیگ شاملو ، در—قصص الخاقانی— بنا به نقل ، فاضل مرحوم میرزا محمد علی خان تربیت ، مولد وی را شهر تبریز دانسته . و این قول چون برخلاف اجمال تذکره نویسان و ناشی از تعصب است ، صحیح و قابل استناد نیست (۲)

۱- نیز رک : خیرالبیان ، قصص الخاقانی ، مرآة جهان نما ، تذکره خوشنویسان ، مجمع الفصحاء ، گنجینه فنون ، قاموس الاعلام ، خرابات ، و غیره .

۲- گرچه هنوز مسلم نشده است که ، در زمان صائب و خصوصاً پدر و جد او که ، باصفهان آمده اند ، در آذربایجان زبان آذری متروک و زبان ترکی آن قدر شایع و متداول شده باشد ، که مثل امروز ، زبان مادری محاوره مردم غیر ازان نبوده باشد . و شاید در آن موقع زبان ترکی در آن حدود زبان ثانوی مردم بشمار میرفته . و وجود چند غزل ترکی صائب و سلاطین صفوی و دیگران ، هم نمیتواند مفید قطع واقع گردد . معذالک تا شاعری از کودکی در مهد اهل زبان و سواد اعظم مملکتی پرورش نیافته باشد ، و برسرزد و دقائق لسان ملکه راسخه حاصل ننماید ، نمیتواند مانند صائب ، تا این حد احاطه و تسلط به ترکیات صحیح فارسی و اصطلاحات عصری ، پیدا کند .

و خود شعرهای صائب موید صحت قول تذکره نویسان است ، بر اینکه مولد او شهر اصفهان بوده ، و بهترین دلیل است بر رد قول شاملو .

خانواده

پدرش ميرزا عبدالرحيم ، از روساء صنف تاجر و از بازرگانان محترم و معتبر آن عصر بوده است که يا خود و يا پدرش را ، شاه عباس کبير در عداد جمعی کثیر از تجار و مردمان متعین از تبریز کوچانیده ، و در محله عباس آباد اصفهان (که بنام آن شاهنشاه بزرگ نامبردار شده بود) سکونت داده بوده است ، که این جماعت را بنام — تبارزه اصفهان — نامیدند .

صائب در اصفهان در حجر تربیت پدر و دودمانی اصیل و ثروتمند یافته . و از مواظبت و مراقبت پدر ، و سعی بلیغ وی در راه تربیت پسر ، و رسانیدن او بمدارج کمال — در طی ایاتی که بنام ظفرخان احسن سروده است — شخصا شکرگذاری کرده و میگوید :

هفتاد ساله والد ، پیری است ، پند را کز تربیت بود ، بمش حق بی شمار
عم او شمس الدین تبریزی (شیرین قلم) مشهور به شمس ثانی ، از اساتید خط و مشاهیر اهل صفا بوده ، و محترم و معزز میزیسته است . . .
(۲۲-۲۳)

تبریز

مرحوم تربیت مینویسد که : ظاهراً مولانا در سال (۸۱۰۵۰) در تبریز تشریف داشتند که ، سیاح معروف عثمانی (اولیا چلبی) در سیاحت نامه خود ، نوشته است که : هفتاد و هشت نفر از شعراء در تبریز وجود دارند که از انجمله اند : یآوری ، صائبی ، ادهمی ، چاکری ، جانبی و غیرهم .

اما این قول مسلماً صحت ندارد ، زیرا لوفرض ، که صائب در این اوان ، در تبریز بوده باشد ، قطعاً مدت آن این قدر طولانی نبوده که ، در

عداد ساکنین تبریز در آید . و دیگر اینکه — صائبی — حتما غیر از صائب است که ، شهرت او در ایام حیات و مدتها بعد ازان — صائبا — یا — میرزا صائب — بوده است . و نیز کسانی از قبیل یآوری و چاکری و ادهمی همگی از مجاهیل شعرا ایرانند ، که نگارنده تا حال باسامی ایشان در هیچ تذکره ای از تذاکر فارسی ، بر نخورده ام . و ممکن است اینان از شعرای محلی بوده باشند ، که منحصر ب زبان محلی و با ترکی شعر میساخته اند (ص ۲۵)

فتح قندهار

در سال (۱۰۵۹ هـ) که قندهار بدست لشکریان قزلباش مفتوح شد . صائب قصیده ای در این فتح ساخته و انتشار داد ، که مصراع شامل ماده تاریخ آن چنین است :

از دل ، زدود زنگ الم ، فتح قندهار

۱۰۵۹ هـ

ایاتی هم درین باب بمثنوی سروده که ، عدد آن را از سی و پنج هزار بیت تا صد و سی و پنج هزار بیت نوشته اند . نصرآبادی در ترجمه میر شرف نامی از معاصرین صائب مینویسد که :

— ظاهراً مصراع مزبور ، بر سبیل توارد بخاطر میر شرف نیز رسیده بود . و همین که ، قصیده صائب منتشر شد ، مشار الیه بی حوصلگی نمود ، و محضری بخط جمعی کثیر تمام کرد که : من این مصراع را پیش از صائب گفته ام ! و آن را برای امضاء نزد حقیر فرستاد ، و فقیر — باعتبار محبتی که بمیرزا صائب دارد — آن محضر را پاره نمود . غرض که بدخواستی مشار الیه ازین ظاهر میشود . و گر نه طبع بندگان میرزا صائبا ، ازان مستغنی قر است ، که باین چیزهای سهل دیده طمع دوزد — (۱)

قصه شاه سلیمان و صائب

پاره ای از ارباب تذاکر در کتب خود، و مرحوم تربیت در کتاب — دانشمندان آذربایجان — نوشته اند که: صائب، در روز جلوس شاه سلیمان بر تخت سلطنت، قصیده منظوم داشته بود، که مطلع آن این است:

احاطه کرد، خط آن آفتاب تابان را گرفت، خیل پیری، در میان سلیمان را

و شاه سلیمان نظر بحسن صورتی — که در جوانی داشته است — از استماع این قصیده بغیظ در آمده، و دیگر تا آخر عمر با مولانا تکلم نکرد.

این داستان مجعول، که ادب ذاتی و اکتسابی صائب و آداب سلوک و محاوره سلاطین، خود بخود مکذب آنست، اصلاً مورد ندارد. زیرا این بیت در — دیوان صائب — مطلع غزل است که، مجموع ابیات آن از هشت و نه بیت تجاوز نمیکند (۱). و ابداً عنوان قصیده و تاریخ جلوس ندارد.

اساتذہ

راجع باسائید صائب، در مراتب سخن، معدودی از تذکره نویسان نوشته اند که: تربیت از حکیم رکن الدین مسعود کاشانی متخلص بمسیح و حکیم شرف الدین حسن شفائی اصفهانی — که هر دو از افاضل حکماء و اطباء و شعرای عصر خود بوده اند — یافته، و در خدمت ایشان بکمال سخن رسیده است.

اگرچه در دیوان صائب، در چند موضع از مقاطع غزلها، نام این دو حکیم با احترام برده شده، و نیز معمول — آن عصر تا اواسط زمان قاجاریه و بلکه تا صدر مشروطیت — چنین بوده است که، هیچ شاعری ناگزیر از

۱- رک: کلیات صائب از امیری فیروز کوهی (ص ۲۴) این غزل ده بیت دارد.

استاد نبود . و هر چند که در علوم و فنون دیگر کامل و جامع میشد، باز هم ناچار بود که، در مراتب شعر و شاعری، خدمت استاد برسد، و تقریباً مانند فقهای تحصیل اجازه کند، و نقد سخن خود را بسکه صاحب عباری برساند . اما در اشعار صائب، چیزی که صریح در این معنی باشد، دیده نشده است . و ارباب تذکره در این نسبت اجماع نکرده اند، حتی نصرآبادی — که همه این بزرگان و صحبت شان را ادراک کرده است — بحثی در این باب نیاورده، و تنها گفته است که : ده دیوان از حکیم رکنا در خانه میرزا صائب دیده ام !

سنین پیری و تکیه

صائب در سنین پیری دیگر از اصفهان خارج نشد، و در باغ تکیه ای که برای خود ساخته اقامت گزید . و چون نامش در تمام ایران و هندوستان و ممالک عثمانی مشهور گردیده بود، همواره عده ای برای زیارت حضرتش می آمده، و از فیض صحبتش بهره مند میگردیدند .

و تذکره ها مکرر ذکر کرده اند که : فلان شاعر از فلان کشور، بذوق دیدار وی باصفهان آمده، و در خانه او منزل کرده است . و حتی نوشته اند که : بعضی از آرزومندان او، راه سفر طاقت فرسا را، بشوق ملاقات پیاده طی کرده اند :

عاملای بلخی و انتخاب اشعار صائب

عاملای بلخی — که خود مردی شاعر و عارف و صوفی بود — از بلخ باصفهان رفته . و یکسر به نزد صائب شتافت، تا بلوق خود از کلیات او

انتخابی کرده و با خود برد. و معروف است که، شرط کرده بود که، هیچ کس، حتی خود صائب هم بکار او، مداخله نکرده و بحال خودش را گذارند.

بعد از مدتی که از این کار گذشت، و او بتنهائی در محلی بالتقاط ایات مشغول بود، یک روز صائب یا دیگری از اهل خانه او، بدان محل رفته و در غیاب وی، آن اوراق را مشاهده کردند.

عاملاً بمحض بازگشت بدان مکان و اطلاع بر این خلاف شرط، بیخبر و ناگهان برخاسته و راه بلخ در پیش گرفت. (این منتخبات که شامل چند جزو مختصر است در هندوستان بسعی مشکور یکی از ادبای آنجا بطبع رسیده و در نزد نگارنده نسخه ای از آن موجود است (۱)). و چندانکه میرزا، با آن حسن خلق، از در معذرت درآمده و پوزش طلبید، فائده نبخشید.

میر معز و انتخاب اشعار

یکی دیگر از کسانی که در حیات صائب بذوق خود، از دیوان او ایاتی انتخاب کرده است، میر معزالدین مونسوی متخلص بفطرت است، که از طبقه علماء و مشاهیر رجال ایرانی هندوستان است. . . . (ص ۲۷)

اعداد اشعار و کلام صائب

عدد اشعار صائب را، از هشتاد هزار تا صد و بیست هزار، و جمعی از این هم بیشتر نوشته اند (۲). . . . استاد عالم فاضل و حکیم عارف جامع،

۱- رک : حاشیه صفحه ۵۵۵

۲- رک : تذکره حسینی که در حدود لک بیت نوشته است.

محقق جلال‌الدین همائی اصفهانی (ادام الله ظلاله و ضاعف مجده و جلاله) دیوان او را دو بیست هزار بیت کامل دانسته ، و نقل کردند که : این کلیات را که ، ابیات آن از روی شماره تعیین شده بود ، در سالهای پیش در اصفهان دیده اند : بدین کیفیت که ، مالک آن شبهای را که ، در خانه شعرای اصفهان انجمن ادبی تشکیل میشد ، دیوان مزبور را بدانجا میرده ، و شعرای انجمن از روی غزلهای آن ، غزلی طرح و باتفاق میساخته اند . و این ترتیب همین طور بر جا بود تا اینکه وقتی ، مالک آن ، بدست مرد محترم و دانشمندی — که عازم هندوستان بود — بمبلغ صد تومان فروخته ، و بوسیله آن مرد محترم ، به هندوستان برده شد ، که اکنون هم موجود و بوارث آن شخص ، که در هندوستان (حیدرآباد دکن) سکونت دائم دارند ، متعلق مییابد .

خود صائب گذشته از انتخابی که قبلا ذکر شد ، از بین اشعار خود ایاتی مختلف‌الموضوع را جمع و هر یک از آنها را با طبقه بندی مخصوص بنامی موسوم کرده است : اشعاری را که در وصف سرا پای معشوق است — مرآت‌الخیال — و ایاتی را که مربوط بآئینه و شانه است — آرائش نگار — و شعرهای راجع بمی و میخانه را — میخانه — و نخبه مطالع غزلیات را — واجب‌الحفظ — نام نهاده است .

دیگری بطرز دیگر ، منتخبانی رقم زده . و مثلا ابیات راجع به — یوسف و زلیخا — و — شمع و پروانه — و — آسیا و آسمان — و امثال اینها ، در پی هم جمع و مرتب کرده است .

نگارنده چندین مجلد از منتخباتی را — که ذکر آن گذشت ، و هر

یک حاوی هشت تا ده هزار بیت، و تقریباً همه آنها، مشابه یک دیگر، و غزلها و عده ایات شان یکیست — بمرور ایام خریداری کرده ام، که یکی از آنها، بخط عارف تبریزی است، با تصحیحات و اضافات صائب. در قلیلی از اشعار آن و ما بقی، بخط کتاب دیگر و تعلیق مقداری غزل در حواشی آنها بخط صائب.

عارف تبریزی

و این عارف تبریزی — که نامش گذشت — بتصریح نصرآبادی: در خانه صائب اقامت و بامور کتابت و کتابخانه او اشتغال داشته است. و غالب دواوین صائب — خصوصاً این نوع منتخبات — بخط اوست. عارف آنقدر از رسم الخط صائب تقلید میکرده و شبیه باو مینوشته است که، اغلب خط او را با خط صائب اشتباه میکند.

رسم الخط صائب و عارف

صائب همان طور که، در شعر خود اهل تقلید نبوده است، در خط هم رسم الخطی مخصوص بخود داشته. که آن نوعی از تعلیق تحریری و در کمال پختگی و یکدستی است. و حاکی از مهارت و ممارست زیاد او، در نستعلیق و کثرت کتابت میباشد. ولیکن خط عارف که، تقلید محض از خط صائب با جمیع خصوصیات آن است، نسبت بدان خام و نا پخته و در میزان تشخیص تمایز بین آن دو، واضح و آشکار است.

نسخه ای که متعلق به کتابخانه مجلس است — و مرحوم ملک الشعرا بهار، در پشت کتاب انتساب خط آن را بصائب تسجیل کرده — بخط همین

عارف تبریزی است ، نه بخط صائب .

آثار بخط صائب

از جمله آثار قلمی صائب — همان طور که در پیش هم نوشتیم — یکی کلیات شمس — است که تمامی آن ، در نسخ متعدد بخط وی مشاهده و بنظر جمعی از ادباء رسیده است .

بعضی از دواوین دیگر هم — به نقلی دوستان — از او ملاحظه شده ، که بنده تا حال شخصا آنها را ندیده . و همچنین پاره ای از کتب که بدست و نظر او مقابله و تصحیح گردیده است ، در ایران و هند موجود است (۱) .

ازان جمله است ، یک نسخه کهن سال از — خمسة نظامی — که با دقت بسیار آن را مقابله و تصحیح و در بسیاری از مواضع ایاتی ، از روی نسخ دیگر ، در حواشی اضافه کرده است . با توضیح بعضی مشکلات و معانی لغات .

یکی دیگر از آثار وی ، همان — سفینه — محمود است که ، میرساند صائب ، با استفاده از کتابخانه های معتبر سلاطین و امراء ، بنفائس و نوادری از کتب برخوردار است ، که دسترس بدانها برای همه کس میسر و مقبور نبوده است .

این — سفینه — که بروایت مرحوم تربیت ، شامل آثار هشتصد (۸۰۰) نفر از شعراء و قریب به بیست و پنج هزار بیت است ، معلوم نیست که فعلا در کجاست (۲) . و آیا مرحوم تربیت شخصا آن را دیده و یا نقلا در کتاب

۱- رک : در صفحات آینده تحت آثار خطی صائب .

۲- و رک : تحت آثار خطی صائب .

خود ذکرى ازان کرده است .

اما این بنده یک نسخه ازان را — که بخط عارف تبریزی است — و در آخر آن نوشته شده است که :

— در سال (۱۰۸۷ هـ) در عباس آباد اصفهان از روی نسخه بخط افسح الشکلمین مولانا میرزا صائب تحریر شده —

در نزد استاد سخن فقید فرید مرحوم وحید دستگردی اصفهانی (قدس سره العزیز) دیده و مدتی آن را برسم امانت در اختیار داشته ام .

صائب را آثار نثری فنراوان هم بوده است ، که ازانجمله است ، خطب بلیغ دیوانی ، و نثر در تمجید تماکو و قلیان ، و تقاضای نرگس از یکی از دوستان ، و تقاضای رفع منع از شرابخواری از درگاه سلطان . . . (۳۱ -)

حلیه و عکس صائب

..... خوشگو نوشته است که : — میرزا ییدل میفرمودند که : من در طفولیت دیدار صائب دیده ام ! مردی لاغر کشیده قد سیاه قام بود . و خان آرزو میفرمایند که : حقیر تصویر ایشان دیده ام ، مرطوب ، سفید قام پیر ، نوشته اند .

مرحوم تربیت بنقل از خوشگو نوشته است که : ظفرخان احسن تصویر صائب و بعض دیگر از سخنوران معاصر خود ، از قبیل قدسی و کلیم و دانش و غنی و میر صیدی و غیر آنان را که با خود وی مربوط بوده اند ، نقاشی گردانیده و منتخباتی از اشعار آنان را نیز بر پشت صحیفه

نویسانیده، تذکره و مرقعی ترتیب داده بوده است، که نسخه ازان را، خوشگو در نزد شاه عیان نام دیده است — نگارنده این قسمت از نوشته خوشگو را در سفینه او، ضمن شرح حال صائب، ندیده ام. (۱) مگر اینکه در شرح حال دیگری نوشته شده باشد.

(۲۹ -)

تاریخ وفات و مقدار عمر صائب

تاریخ تولد — نیز مانند تاریخ تولد کثیری از بزرگان دیگر — معلوم نیست. سن او را از شصت و پنج (۶۵) سال تا هفتاد و یک (۷۱) سال نوشته اند: و تاریخ وفات او باجماع صاحبان تذاکر (۱۰۸۱ هـ) و عبارت:

— صائب وفات یافت —

۱۰۸۱ هـ

یافته سرخوش و مصرع:

— بود بام مردن آقا رشید و صائب —

۱۰۸۱ هـ

ساخته ملا محمد سعید اشرف، ماده تاریخ وی میباشند.

اینکه بعضی از معاصرین بتوهم نوشته نصرآبادی، که در شرح حال صائب نوشته است: الیوم در اصفهان توطن دارد! و اینکه نصرآبادی تذکره خود را، در سنه (۱۰۸۳ هـ) برشته تحریر آورده، تاریخ وفات او را از (۱۰۸۳ هـ) به بعد دانسته اند، صحیح نیست. زیرا این سال — که نصرآبادی در مقدمه کتاب خود آورده است — سال اتمام تذکره است، نه تاریخ شروع. و چون این کتاب در طول سنین متمادی نوشته است، هیچ منافات ندارد که شرح

احوال صائب قبل از (۱۰۸۱هـ) بقلم آمده باشد. همچنانکه در آن کتاب بتاریخهای اشاره شده که پیش از (۱۰۸۳هـ) میباشد. و از انجمله است تاریخی که در صفحه (۱۷۳) در طی ترجمه ملا محمد شفیع قزوینی ذکر کرده، و میگوید: در همین سال که (۱۰۷۷هـ) است. . . الخ!

و همچنین بگمان تاریخی، که بر سنگ قبر صائب بدست محمد صالح خوشنویس رقم شده، و آن سال (۱۰۸۷هـ) است، نباید سال (۱۰۸۱هـ) را غلط پنداشت. زیرا بسا اتفاق افتاده — و می افتد — که تهیه و نصب سنگ قبر، سالها بطول انجامد. مضافا باینکه بر روی سنگ متعرض نگردیده اند، که سال مزبور سال وفات میباشد، و بلکه محمد صالح تاریخ نصب سنگ و تحریر خود را متعرض گردیده است. (ص ۲۱)

محل قبر و چگونگی پیدایش آن

محل قبر بی شبه همین مکان فعلی است، که در حیات او — بتکیه میرزا صائب — معروف بوده است. خوشگو نوشته: — در باغچه پر از گل و ریاحین واقع در اصفهان که موسوم است — بتکیه میرزا صائب — مدفون است.

اولین کسی که برین محل راه یافته و توانست که قبر صائب را — که در زیر توده های سنگ و خاک پنهان بوده است — بشناسد، استاد محترم جلال الدین همای (سلمه الله) بود که، اینک برای مزید اطلاع، مفهوم عباراتی، که سابقا در این خصوص برای این جانب، نقل کرده اند، مینویسم:

در سال (۱۳۲۰ قمری) که در اصفهان در صد تکمیل

— تذکرة القبر — مرحوم آخوند ملا عبدالکریم گزی (اعلی الله مقامه)

بر آمده و خواستم که، آنچه را که از قلم آن بزرگوار فوت شده است، بر آن

مزید گردانم . ناچار بجهتجوی قبور متبرکه پرداختم ، تا روزی بمحل که موسوم — بقبر آقا — و مورد توجه اهل محل بود ، مصادف شدم . در این محل درکنار جنوبی نهر موسوم — بجوی شاه — باغی بود ، ملکی آقای حاج سید جواد کسائی . (این باغ واقع در محله لنیان فعل است ، که جزوی از محله تبارزه عباس آباد اصفهان بوده است) در گوشه باغ سکونی بود که این قبر درانجا قرار داشت . اما اثری از سنگ ظاهر نبوده ، تا اینکه باکومک باغبان ، خاکهای روی قبر را به یکسو زده و سنگ قبر را مشاهده کردم .

بر روی سنگ نام صائب و تاریخ وفات ذکر نشده ، و فقط غزل از اشعار او بر آن نقر شده بود . و آنگاه بقبرینه ، قبور مجاور که — از خویشان نزدیک صائب معرفی شده ، و سنگ قبرشان خوانا بود — معلوم شد که این قسمت مقبره خانوادگی صائب ، و این قبر متعلق بخود اوست .

بعد از شناسائی ، موضوع را بدالشفته محترم جناب آقای الفت تداکار داده و صاحب باغ را هم بحقیقت امر واقف گردانیدم . و هرچند که از طرف هیچکس ، اقدام لازم در بنای مقبره بعمل نیامد ، اما این قدر شد که ، توجه مردم و اعتقاد آنان بصاحب قبر ، مانع شه که ، این قسمت از باغ هم بقسمتهای دیگر ملحق شود . و امروز بجای قبر صائب گارازی عریض و طویل بوجود آید .

نگارنده میگوید که : از توجه فعلی مردم مخصوصاً — بطوریکه شنیده شد — طبقه نسوان بدین مکان و اینکه آن را ، قبر آقا ، نامیده و شب های جمعه و لیالی متبرک بزیارت آن میرفته و شمع روشن میکرده اند : ظاهر میشود که ، اثر صائب از سالهای پیش مورد توجه مردم و زیارت گاه اهل معنی بوده است . و مؤید آنست که گفته بودیم : این مرد را گذشته از مراتب شعر و شاعری ، اهل حق و باطن ، میدانسته اند . و از همین جا است که ، مرقدروشدلان

را سینه پاکان شمرده، و آثارشان را از اولاد و احقاب شان، دانسته اند. کدام خانه ای از آب و گل است که، با نهانخانه دل مشتاقان برابری کند! و نهفته خود را چون نهفته دل از فنا و زوال برکران دارد. و چه خوب گفته است خود صائب:

جای من خالیست، در وحشت سرای، آب و گل بعد ازین (صائب) سراغ، از گوشه دل، کن مرا
بازی همینکه این شایعه قوت گرفت، و رفته رفته اهل ادب بشخصیت صاحب قبر آشنا شدند، اولین بار در سال (۱۳۱۷ ش) این موضوع از طرف ادباء محترم آقایان ادیب و خشوری اصفهانی و ابراهیم صفائی ملایری اعلام و ضمن مقاله ای که در مجله نفیس - ارمغان - مرحوم وحید به چاپ رسانیدند، بعموم اهل ذوق، اطلاع داده شد که: قبر صائب ظاهر گشت.

اشعاریکه بر روی سنگ قبر نقر شده اول این بیت:

محرک، از صفحه دلها شود، آثار من من همان ذوقم که، میبایند از گفتار من
و سپس این غزل است که در ذیل نقل میشود:

در هیچ پرده، نیست نباشد، نوای تو	عالم پر است از تو و خالیست جای تو
تاج و کمر چو موج و جابست ریخته	در هر کناره ز محیط سخای تو
هر چند کائنات، گدای در تو، اند	هیچ آفریده نیست، که داند سرای تو
در مشت خاک من، چه بود لائق تبار	م از تو جان ستانم و سازم فدای تو
غیر از نیاز و عجز، که در کشور تو نیست	این مشت خاک تیره، چه دارد سزای تو
(صائب) چه ذره است؟ و چه دارد فدا کند!	ای! صد هزار جان مقدس فدای تو

(۲۱-۲۳)

اولاد احقاب صائب

تا آن جا که، نگارنده تحقیق کرده است، صائب را پسری بنام میرزا رحیم صائب بوده، که در بعض از تذکره ها، فقط یکی دو بیت از او، نقل

کرده اند: حفید او میرزا محمد علی نامی است، که ظاهراً از زی میرزای خارج و در سلک علماء منسلک گردیده است: مردی هم بنام میرزا محمد محسنا در این خاندان شهرتی داشته، که معلوم نیست فرزند بلا فصل صائب است، یا فرزند محمد علی دوم: و قبر این مرد و نفر اخیر، نیز بر روی همان صغه ایست که قبر صائب در آنجا قرار دارد:

در سر چشمه طهران، مردی از اهل علم و خاندان قدیم وجود داشت که، بروایت فرزند (آقا محمد صائبی وکیل محترم داد گستری) از نواده صائب بود. و مدعی بودند که: جد ایشان از اصفهان بخونسار رفته و در عداد علما آنجا درآمده است. و میگفتند که: تا صائب چندان فاصله‌ای ندارند.

در هر حال، از وضع سنگ قبر میرزا محمد علی حفید صائب، استنباط میشود که: فرزندان وی به زی علماء و فقهاء عصر درآمده اند. با اینکه صائب در این باب نگران بوده و فرموده است:

تا سر انجام، چه از پرده درآید، کامروز دور پرواری عمامه و فطر شکم است و بد بختانه، این آقای محمد صائبی آن قدر سرگرم کارهای دنیا و مشاغل داد گستری است، که اصلاً داد و فریاد ما را نمیشنود، و هرچه تقاضای میکنیم که از آثار جد بزرگوار خود، چیزی بیا بیا یاند، مضایقه میکند... (ص ۴۲)

باغ و تکیه و قبر

باغ تکیه بسیار وسیع و گویا در حدود ده جریب بوده است، که بمروور ایام از بین رفته، و اکنون قریب پنج هزار متر آن — که دارای محصول (سر درختی) و در اجاره اشخاص است — باقی مانده است: و بنا بتحقیقات

آقای گلچين، باغ مزبور در خیابان صفا — که در امتداد مادی، نهر بزرگ (نیاصرم) قرار دارد — واقع و از لحاظ قریب جوار با مسجد لنبان، بصورت موقوفه (یعنی ملکیت نوعی معدودی از ابناء نوع) در آمده است، که یک قسمت از مجادلات و مناقشات ایشان، مربوط بهمین موضوع و امید انتزاع از آن ایادی بوده است.

آقای گلچين شرح مبسوطی از خصوصیات باغ و قبرها، و ماجرای مربوط بوقف آن، در یکی از شماره‌های سال (۱۳۳۸ هـ) - مجله طهران مصور - انتشار داده است، که ما قسمتی از آن را، تا آنجا که مخصوص بقبور و حاوی اطلاعات مفید است عیناً نظر خوانندگان میرسانیم.

باغ فککه، باغی است، بمساحت پنج هزار متر مربع مشحون از انواع درختهای میوه. و در موقعی که ما بدانجا رفتیم، سراپا غرق شگوفه بود، و زیبایی چهره، خیره کننده ای داشت.

در قسمت جنوبی این باغ، پای دیوار صفا ای قرار دارد، و بر روی آن، قبر صائب و اندکی بالاتر، قبر نوه او محمد علی فرزند میرزا رحیم صائب و قدری بالاتر، قبر میرزا محمد عسنا فرزند صائب واقع شده. هر سه سنگ در زیر گل و لای غرق شده بود. و ما پس از آن که، خار و خاشاک را رفتیم و گل و لای را شستیم، توانستیم خطوط هر سه سنگ را بخوبی بخوانیم.

سنگ قبر صائب، یک پارچه و میان قهپی است، ولی فعلاً بدو نیم شده. میان سنگ را بدین منظور قهپی ساخته اند که، در آن گل بگذارند. یک مطلع و یک غزل از صائب بخط محمد صالح (خوش نویس) مشهور آن عصر - که قسمی از کتیبه مدرسه چهار باغ بخط اوست - بر این سنگ منقور است. (در اینجا همان ابیاتی که قبلاً مذکور شده مندرجه است) و در پائین سنگ نوشته:

— تحریراً شهر جمادی الاولی سنه (۱۰۸۷ هـ) فقیر محمد صالح —

در بالای سنگ دوم چنین نوشته شده :

وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی ولد میرزا رحیم صائب ،

بتاریخ یوم یکشنبه هشتم شهر جمادی الثانی ۱۱۲۱ھ

و به چهار طرف سنگ این ابیات :

کرد رحلت ازین سرای فنا ناصر دین یگانه دوران

در صلاح و سخا یگانه عصر ممدن جود و غزن احسان

با اینکه شعر خوبی نیست، ولی از بیت اول و دوم چنین معلوم میشود که

میرزا محمد علی شخص محترمی بوده ، و مقامی روحانی داشته است .

بر سنگ سوم که یک قطعه مرمر کوچک است چنین نقر شده :

وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد (عسنا) ابن میرزا محمد علی صائب

فی هفتم شهر محرم الحرام ۱۱۲۹ھ . (۲۴-۲۵) (۱)

چهره و اندام صائب

امیری فیروز کوهی در مقدمه — دیوان صائب — اضافه فرموده اند :

صاحب سفینه خوشگو مینویسد : مرزا بیدل میفرمودند که، من در طفولیت

دیدار صائب دیده ام . مردی لاغر و کشیده قد و سیاه قام بود ! خان آرزو

سراج الدین علی خان . . . میگوید که : حقیر تصویر ایشان دیده ام، مرطوب،

سفید قام، پیر نوشته اند .

اما قول اول، یعنی گفته میرزا عبدالقادر بیدل، ظاهراً از نظر تاریخ درست

در نمی آید . از آنجهت که میرزا بیدل در (۱۰۵۴ھ) متولد شده است ، و

میدانیم که صائب در سال (۱۰۴۲ھ) از هند بایران آمده و دیگر بدانجا باز

۱- اقتباس از کلیات صائب تبریزی . مقدمه دانشمند گرامیقدر آقای امیری فیروز کوهی .

..... چاپ غیام تهران (۱۳۳۶ شمسی) . نیز رک : تحت گنجینه آثار اسفهان در صفحه
آینده (ص ۵۸۰) که از روی نوشته آقای دکتر هنرفر، عبارت گنجهها اختلاف الفاظ دارد .

نگشته است. مگر این احتمال پیش آید که، صائب در فتح قندهار حضور داشته، و مدتی در آنجا مانده باشد! و یا در یکی از سفرهای خود بخراسان، پس از بازگشت هند و از آنجا بهرات رفته، و در نتیجه — بیدل که در آن وقت کودکی بیش نبوده است — با ولی خود بدیدار صائب شتافته باشد! و در یکی از این دو مکان او را دیده باشد.

تاریخ تولد و ولادت و مقدار عمر صائب

سال تولد صائب، هم مانند اکثر از بزرگان، بطور قطع معلوم و مشخص نیست. و سالهای را که تخمین زده اند، بالنسبت به حدس در مقدار عمر و سال وفات اوست، نه بخصوص تاریخ تولد.

هرمان اته در — تاریخ ادبیات فارسی — خود تولد او را بسال (۱۰۱۲هـ) و بعض دیگر (۱۰۱۶هـ) (۱) مرتب کرده اند. ولی قلی بیگ شاملو در — قصص الخاقانی — نوشته است که: درین ولا که (۱۰۷۶هـ) است در عشرستین نمودی! و اما تاریخ وفات او را بمع الاقب سال (۱۰۸۱هـ) دانسته و ماده تاریخهای را که دو نفر از معاصران او، یافته اند، ملاک قرار داده اند. از قبیل عبارت سرخوش که گفت:

— صائب وفات یافت —

۱۰۸۱هـ

و یا مصراع ملا محمد سعید اشرف مازندرانی که عبارت است از:

— بود بام مردن آقا رشید و صائبا —

۱۰۸۱هـ

۱- رک: تولد ۱۰۱۲هـ - بومار ۱: ۲۹۳

: تولد ۱۰۱۶هـ - سپه سالار ۲: ۶۲۲

جمعی دیگر از صاحبان تذکره ، از جمله میر غلام علی آزاد بلگرامی در — سرو آزاد — سال وفات او را (۱۰۸۰هـ) شمرده اند . فاضل بلگرامی ماده تاریخی هم بدین سال طی یک رباعی سروده که ، بیت شامل تاریخ چنین است .

خامه (آزاد) انشا کرد بهر رحلتش بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام

۱۰۸۰هـ

صاحب - نتائج الافکار - هم همین تاریخ را ذکر کرده است . معدودی دیگر از جمله (ریو) این رباعی منسوب به شیخ جلیل زاهد عالم ملا محمد رفیع واعظ قزوینی ، صاحب کتاب مشهور - ابواب الجنان - را ، که میگوید :

شد صائب ازین جهان ویران ، صد حیف زان در ثمن بحر عرفان ، صد حیف
گفتند : بناله ، بلبلان تاریختش ؛ ای حیف ازان هزارستان ، صد حیف

۱۰۸۷هـ

و سال (۱۰۸۷هـ) (۱) ازان استخراج میشود ، ماخذ دانسته ، بآن تکیه کرده اند . حاج خلیفه نیز در - کشف الظنون - همین سال را تاریخ وفات صائب دانسته . و تاریخ منقور بر سنگ قبر او ، هم — که معلوم نیست سال وفات است یا سال نصب سنگ — همین سال (۱۰۸۷هـ) است .

میر افضل سرخوش که عبارت :

— صائب وفات یافت —

۱۰۸۱هـ

را یافته است ، در کیفیت این تاریخ میگوید که : روزی در مجلس میر معز

۱ - ازین مصرعه سال (۱۰۸۸هـ) بر میآید نه (۱۰۸۷هـ) . و همه فهرست نگاران اروپائی ازین مصرعه عدد (۱۰۸۸هـ) گرفته اند .

موسوی خان نشسته بودم : سوداگری از ولایت (ایران) آمد . ظاهر ساخت که میرزا وفات یافت . میر و دیگر اعزّه که آنرا بودند ، افسوسها خوردند . فقیر گفت تاریخ — صائب وفات یافت — بی کم و کاست شد .

مرحوم تربیت مینویسد که : ملا محمد سعید اشرف ماده تاریخ خود را بامر زیب النساء بیگم سروده است : نصر آبادی که از دوستان و معاشران صائب بوده و تذکره خود را در سال (۸۳ ۸۱) تحریر آورده است ، در شرح حال صائب مینویسد که : الیوم در اصفهان بوطن دارد ! ولی از آنجا که ، سال (۸۳ ۸۱) تاریخ اتمام تذکره نصر آبادی است نه تاریخ شروع آن . بعید نیست که صائب قبل ازان موقع ، از دنیا رفته باشد .

و هر چند که در بسیاری از ماده تاریخهای مشهور ، مسامحاتی از طرف گویندگان آنها ، بعمل آمده و غالباً باحتمال اینکه ، هیچکس از کثرت اعجاب بشر بحاسبه نخواهد پرداخت ، مرتکب اغلاطی در حساب گردید اند .

اما اخیراً آقای گلچین معانی ، طی مقاله ای که — خطاب بانجمن آثار ملی نوشته و عین آن را در — مجله یغما — (۱) بچاپ رسانیده است — نظری ابراز داشته ، که باعتقاد من ، هم مفتاح صحت هر دو ماده تاریخ مزبور و هم مفید قطع در تاریخ رحلت صائب است . آقای گلچین دران مقاله — که قسمتی منقول از نوشته جناب پرفسور محمد شفیع (۲) است و قسمت دیگر منقول از — قصص الخاقانی — و سینه های که دستخط صائب در آنها بتاریخهای موخر بر (۸۱ ۸۱) موجود است (۳) — یکجا تحقیق و جای دیگر تتبع نموده . و از منظومه — مسرا السالکین — میر نجات اصفهانی (که دو بیت ازان سابق نقل شد) ایبائی باستشهاد آورده ، و مدعی است که : چون میر نجات در این منظومه

۱- رک : یغما ۶ : ۳۸ (۱۳۲۴ ش) ص ۲۹۲ .

۲- رک : ص ۵۸۲ تحت علیگه .

۳- رک : تحت آثار خطی صائب ص ۵۸۲ .

که، آن را بسال (۱۰۸۵هـ) با ذکر تاریخ سروده است، بنام و نشان صائب در اصفهان تصریح کرده، مسلم است که، وی تا آن تاریخ در قید حیات بوده است. که درین صورت اولاً باید صحت صدور و تاریخ و انتساب خود این منظومه متحقق، و ثانیاً بدان استفاد و استشهداد شود. ولیکن آنچه که خود آقای گلچین دریافته و حساب کرده است این است که: از جمله — صائب وفات یافت — و از مصراع — بود باهم مردن آقا رشید و صائب — یک حرف — (ها) — در کتابت و نقل اسقاط گردیده، و صحیح آنها چنین است که — بوده باهم مردن آقا رشید و صائب — و — صائب وفات یافته — که با این دریافت، صحیح تاریخ مستخرج از هر که عبارت سال (۱۰۸۶هـ) خواهد بود. که همان تاریخ درست و قاطع هرگونه تردید و تأمل است.

با این احتمال که چون ممکن است تاریخ ماه رحلت از ماههای آخر سال (۱۰۸۶هـ) و مطلع سال (۱۰۸۷هـ) یا چند روزی فاصله بوده باشد. کسانی هم که سال اخیر را سال وفات دانسته و ماده تاریخ ساخته اند، مسامحه ای قابل گشت کرده اند (۱).

۱- در سال وفات اختلاف به اینقرار است :

- (۱) سرو آزاد، نتائج الافکار، شمع النجم، خلاصة الافکار، عبدالغنی ۱۰۸۰هـ
- (۲) سرخوش، اشرف، صف ابراهیم، اسپر نگر ۱۰۸۱هـ
- (۳) تاریخ عذی (حاشیه پد بیضا ورق ۱۲۸- الف بانکیپور ۳ : ۱۲۸) ۱۰۸۵هـ
- (۴) آقای گلچین معانی باضافه (۵) ۱۰۸۶هـ
- (۵) کتیبۀ قبر و حاجی خلیفه ۱۰۸۷هـ
- (۶) همه فهرست نگاران اروپائی از روی کتیبه واعظ ۱۰۸۸هـ
- (۷) مرآة العالم (ریو- بانکیپور ۳ : ۱۲۸) ۱۰۸۹هـ
- بظاهر قریبۀ آقای گلچین معانی صحیح معلوم میشود. (رک : بومار ۱ : ۲۹۳ - بانکیپور ۳ : ۱۲۸ - اتمی ۱ : ۸۸۱ - ریو ۲ : ۶۹۳) .

رسم الخط صائب

صائب همان طور که، در شعر اهل ابداع و ابتکار بود، در خط نیز رومی مشخص و مخصوص بخود داشت. که چنان شیوه ای با تفحص، در مرقعات و سفائن عصر صفوی، از دیگری ملاحظه نشد. البته نوع خط (شکسته شفیعا) است. اما با ریزه سازه‌ها و نازکی‌های مخصوص بخود و با پختگی و جا افتادگی دست، — که حاکی از کثرت تعلم او در خط و ممارست و مداومت درانست — این جانب احتمال میدهم که، تعلم خط را از عم خود شمس‌الدین (شیرین قلم) فرا گرفته باشد. بهر حال خط او در کمال پختگی و اصالت سبکی علحده و مشخص دارد.

عارف تبریزی

عارف تبریزی که همان رسم الخط را تقلید میکرده، دواوین بسیاری با همین رسم الخط از صائب کتابت کرده است، که در ایران فراوان یافت میشود، که ازان جمله است، نسخه مجلس شورای ملی، و نسخه متعلق بمرحوم ارگانی، و چندین نسخه که در ملکیت مستعار این بنده است. و همین تقلید و مشابهت، سبب شده است که، اکثر اهل فن متن همه این نسخ را، از صائب میدانند.

باضافه اینکه، ظاهرا چند نفر دیگر هم از نویسندگان دیوان صائب در حیات او، کانه از رسم الخط او تبعیت میکرده اند. دیگر اینکه لقب عم صائب (شمس ثانی) نه به نسبت شمس تبریزی معروف است، بلکه با نسبت به شاگردی اوست. در خدمت شمس‌الدین مجد تبریزی (معروف به شیرین قلم) از خطاطان و خوشنویسان مشهور (متوفی بسال ۸۹۲) که پس را مرگ استاد، لقب و شهرت وی از آن آوان، و نیز احتمال استاد این دو شمس‌الدین، که یکی از مشاهیر متعرفه و

دیگری را از معاریف قاریان قرآن معرفی کرده اند ، و نیز اولیای را از اولاد انبی فرج زنجانی صوفی معروف دانسته اند . می رود ، که در این صورت باید گفت که ، بین دو برادر یعنی پدر صائب و شمس الدین ، نود سال فاصله بوده است . و صائب نیز این عم را ندیده و از او تعلیم نگرفته است . (ص ۹۰) (۱)

● گنجینه آثار تاریخی اصفهان : آرام گاه صائب : در باغی بنام (باغ نکبه) مشرف به نهر — نیاصرم — واقع شده . و هم اکنون خجایان رویروی آن نیز بنام (صائب) نامگذاری شده پس از وفات در باغ شخصی او — که باغ وسیعی بوده است — بخاک سپرده شده و مدفن او آرام گاه اختصاصی خانواده وی شده است .

کتیبه سنگ آرام گاه صائب بخط محمد صالح اصفهانی

سنگ آرام گاه صائب از نوع سنگ پارسی است که در اطراف و قسمت بالای آن اشعاری ، از خود صائب با سلیقه مخصوصی حجاری شده . اشعار مزبور که بخط نستعلیق برجسته و بتمام محمد صالح اصفهانی است ، بشرح زیر می باشد :

در هیچ پرده ، نیست نباشد ، نوای تو	عالم پر است از تو و خالیست جای تو
هر چند کائنات ، گدای در تواند	یک آفریده نیست ، که داند سرای تو
در مشت خاک من ، چه بود لائق تبار	هم از تو جهان ستانم و سازم فدای تو
غیر از نیاز و عزیز ، که در کشور تو نیست	این مشت خاک تیره ، چه دارد سزای تو
(صائب) چه ذره است ؟ و چه دارد فدا کند !	ای ! صد هزار جان مقدس فدای تو (۲)

یک فرد شعر نیز ، در بالای سنگ آرام گاه صائب بشرح زیر ، حجاری شده :

عزیز ، از صفحه دلها شود ، آثار من من همان ذوقم که ، میباید از گفتار من

۱- مقدمه دیوان صائب چاپ مجلس آثار ملی تهران ۱۳۴۵ ه .

۲- رک : ص ۵۷۱ اضافه یک شعر دارد .

و در قسمت پائین سنگ آرام گاه ، نام نویسنده و سال و تحریر آن
بشرح زیر آمده است :

— تحریراً شهر جمیدی الاول سنه (۱۰۸۷) فقیر محمد صالح —

در آرام گاه صائب که باغ مصفای اطراف آن — حالت شاعرانه ای بآن
داده است — سنگ قبرهای دیگری از خانواده صائب موجود است ، که کتیبه‌های
بشرح زیر ، بر آنها منقور است :

(۱) — وفات مرحوم میرزا ابوالقاسم ولد مرحمت و غفران پناه میرزا محمدعلی

صائب بتاریخ ۱۳ شهر ذی قعدة الحرام سنه ۱۱۴۰ هـ —

(۲) — وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد محسن ابن میرزا محمد علی صائب فی

۷ شهر محرم الحرام سنه ۱۱۴۹ هـ —

(۳) — وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی ولد میرزا رحیم صائب بتاریخ

یوم یکشنبه هشتم شهر جمادی الثانی سنه ۱۱۴۱ هـ —

بر این قبر اشعاری نیز بشرح زیر منقور است :

کرد رحلت ، از این سرای فنا	ناصر دین یگانه دوران
در صلاح و سخا ، یگانه عصر	ممدن جود و مخزن احسان
همچو نیکان ، بگلشن رضوان	مرغ روحش مدام در طیران
چو شود جیم — اضافه — تاریخ	میشود فاش قوت او بجهان
سال تاریخ او خرد گشتا :	کرد منزل بهشت جاویدان

(۱۱۴۱ هـ)

کتیبه مربوط بساختن یک سد از دوره شاه سلیمان صفوی

نهر — نیاصرم — که از مادیهای بزرگ اصفهان است ، و از — زاینده
رود — منشعب میشود ، باغات و مزارع و املاک زیادتی را مشروب میکند .
قدری بالاتر از باغ آرام گاه صائب ، در کنار این نهر ، سنگ نوشته ای از

دوره شاه سلیمان صفوی مورخ بسال (۱۱۰۰هـ) قرار داشته است، که هنگام کشودن خیابان صائب آن را از جای اصلی خود حرکت داده و بر یکی از دیوارهای کنار جاده نصب کرده اند. مدت‌ها در زیر قشری از اندود کاهگل از انظار مخفی بود. اکنون که این صفحه کتاب در دست طبع است، لوح سنگی مزبور بباغ صائب انتقال داده شده، و قرار است در محل مناسبی نگهداری شود. مضمون سنگ نوشته مشعر بر آن است که: بفرمان شاه سلیمان صفوی، یکی از بندگان آستان او، بنام قاسم و معماری لائق بنام مهدی حسینی، مامور ساختن سدی برای مشروب کردن آراضی رود شتین (مقصود رود شت علیا و سفلی است، که انتهای آن در ۱۵۰ کیلومتری جنوب شرقی اصفهان واقع شده، و رودخانه پس از مشروب نمودن آراضی این دو قسمت، به باتلاق گلو خونی فرو میرود) شده اند. کتیبه این سنگ نوشته بخط نستعلیق برجسته مشتمل بر اشعاری است. بشرح زیر:

الملک لله تعالی

بسم الله الرحمن الرحیم

که تعمیر خرابیها، بنام او مقدر شد	بحکم شاه دین پرور، سلیمان شاه کهوان قدر
که توانست نهری را ازان یک قطره لب تر شد	شهی کز حکم جاری کرد منع آب از جریان
وزیر چارده مصرم آن کز ذره کمتر شد	بسمی کمترین بندگان آستان، قاسم
که شکل چرخ دویم در زمین از وی مصور شد	بمعماری مهدی حسینی نادرالدهری
بهنگام وفور آب از نر چون مقرر شد	بعرض فرصتی کم آخرین سد رویدشتین
ز اقبال سلیمان باز نو سد سکنه در شد	بتاریخش، رقم زد خامه من، مصرع دیگر

(۱۰۹۰هـ)

(۶۳۴-۶۳۸)

راقمه محمد صالح غفر له

● آثار خطی میرزا صائب: نسخهای دیوان و کلیات، و دیگر آثار از صائب، بخط خود صائب یا بخط عارف تبریزی، یا نسخهای دستنویس

معاصر یا قریب العهد یا قدیم، که از آنها، نگارنده اطلاعی دارد، بقرار ذیل میباشند :

۱- کتابخانه دانشگاه

علیگره

۱- دیوان صائب : بخط صائب در یک دائرة منقوش نوشته شده است :

زبدة الافکار صائب

تمام بخط صائب

و بر همان صفحه عبارات ذیل دار :

۱- دیوان صائب بخط شفیعی، گذرانیده فواب مجدالدله بهادر (۱).

۲- دوازدهم شعبان سنه ۲۰ داخل کتابخانه سرکار والا کرده شد .

۳- یک جلد :

۴- دوازدهم ربیع الثانی سنه ۲۵ عرض دیده شد .

۵- ۲۴ رمضان سنه ۲۸ .

بر صفحه دیگر، شعر بخط صائب نوشته شده است :

من همان ذوقم که میباید از افکار من . . . الخ

در متن بر حواشی اضافهای غزلیات بخط صائب دارد . و در آخر کتاب این ترقیمه است .

بمنايت الهی در تاریخ روز شنبه ۳ شوال المکرم (۱۰۸۳هـ) در

دارالسلطنه اصفهان با تمام رسید . العاقبة بالخیر . (۱)

این دیوان دارای (۱۸۲) اوراق است .

۱- این همان ثواب عبدالمجید خان مجد الدوله هست که ذکرش در جاهای مختلف در این تذکره ثبت است .

۱- ازین ظاهر است که صائب تا سال ۱۰۸۳ هـ زنده بود .

۲- دیوان صائب : بخط عارف تبریزی : مکتوبه (۱۰۸۵هـ) . این نسخه را صائب نیز دیده است . و بر حواشی اضافه غزلیات کرده است و در پایان هر غزل (لراقمه) ثبت دارد . بر پیشانی ورق اول نوشته است :

یا معین من لا معین له

و زیر آن بخط خود این بیت نوشته است :

عوی گردد الخ

بر صفحه (۲۹۶) بخط صائب دارد :

بلغ سماً . صائب

این دیوان در کتابخانهای شاهي هم بوده است . یک جا دیده میشود :

مرشدیده ست ۱۱۳۶هـ .

۳- دیوان صائب : خط نستعلیق — اوراق ۲۵۰ بر حواشی بخط صائب

اضافه دارد و بر صفحه (۴۱۰) عبارت از کاتب است :

حسب الارشاد ، زائر بیت الحرام حاجی محمد صادق در غره شهر جمادی الثانی
نوشته شد . امید که به اصلاح صاحبان حظ رسیده مستفیض شوند .

سال کتابت ندارد . ولی بخط صائب بر حاشیه صفحه (۴۱۰) سیال

(۱۰۷۰هـ) دیده میشود . عبارت اینست :

حسب الاستعاضای دوست موافق حاجی محمد صادق ، این غزلهای تازه را ، برین
حواشی مسوده نموده . . . قبول روشندان بهره مند باد . (۱۰۷۰هـ)

این نسخه نیز مانند نسخه شماره دوم در مختلف کتابخانهای شاهي بوده .

یکجا در عرض دیده تاریخ ۳ جمادی الاول (۱۰۸۳هـ) دیده میشود .

در متن ، صائب ، غزلهای تازه اضافه کرده است و در متن نیز

تصحیح الفاظ و لغات کرده است : و ازین پیدا است که هر غزل از نظر صائب گذشته است (۱) .

۲- کتابخانه دانشگاه

امبشی

۲- کلیات صائب : ۲۵۱ ورق ۱۷ سطر دارد . در سال ۱۰۸۵ هـ استنساخ شده است . پنج غزل بر حاشیه بخط صائب دارد .
بر حاشیه ورق (۳۷۳ ب) این سه غزل :

- ۱- داغ عشق ، از سینۀ روشن ، بدست آمد مرا
دامن غوربید ، ازین روزن بدست آمد مرا
- ۲- تند خوی با خلاق ، مهر را کین کردنت
آفرین را در دهان خلق ، نفرین کردنت
- ۳- نعمت الوان دنیا ، سایه درد سر است
خون فاسد ، در بدن آهن و بای نشتر است

بر حاشیه ورق (۳۷۲) دو غزل دارد :

- ۴- بقدر درد ، اگر میساختم دل ، از فغان خالی
چگرگاه زمین ، میشد ز خواب آلودگان خالی
- ۵- خوش آنکسی که ، ز خود باخبر نمی باشد
که آه بی اثران ، بی اثر نمی باشد

بر ورق (۳۷۵ الف) باین عبارت مهر دارد :

قادر یارخان ، لدوری پادشاه همد شاه غازی .

(۱۱۴۱ هـ)

همین مهر بر ورق (۳۸۶ و ۲۴۵) نیز ثبت است . در ترقیمه عبارتست :
بتاریخ پنجم شهر ذی حجه الحرام سنه ثمانون و خمس بعد الف (۲) نوشته
شد . حرره المبه هـ ربیع ابن حاجی برخوردار اصفهانی . (۲)

۱- رک : فهرست نمایشگاه مخطوطات و نوادر ، کتب خانۀ مسلم یونیورسیتی علیگره هـ ۴ تا هـ ۵ .

۲- ۱۰۸۵ هـ

۳- رک : برای تفصیل فهرست پروفیسور عبدالقادر سرفراز هـ ۱۲۲ طبع بمبئی ۱۹۳۵ ع .

۳- کتابخانه خدا بخش

بانکپور

۵- کلیات صائب : شماره ۳۴۱ - اوراق ۴۸۶ - سطر ۲۷ - خط نستعلیق - چهار کالم - $10 \times 5\frac{1}{2} - 12\frac{1}{2} \times 8$ - تاریخ جمادی الثانی (۱۰۷۰هـ) .

این کلیات دارای - واجب الحفظ - و - مرآة الخیال (۱) - و قصائد ، و - مثنوی فتح قندهار - و غزلیات و مطالع و فرد ، و چند غزل ترکی و غزلیات غیر کامل است .

عبارتی در ترقیمه دارد :

قد فرغ من کتابه هذالدیوان ، بتوفیق احد الملک المنان . بتاریخ اوائل عشر الآخر من آخر الجمیدین سنه سبعین بعد الالف من الهجرة الشریفة النبویة المصطفویة علیه وآله افضل الصلوة واکمل التحية - محمد رضا .

۶- کلیات صائب : شماره ۳۴۲ - اوراق ۴۲۹ - سطر ۳۰ - چهار کالم - $11 \times 6 - 12\frac{1}{2} \times 7\frac{1}{2}$ - تاریخ (۱۰۸۰هـ) بخط عارف تبریزی ، عبارت ترقیمه بقرار ذیل است :

بمنایت الهی بتاریخ شهر جمادی الثانی در دارالسلطنه اصفهان ، در منزل قایل این افکار ابکار ، در سنه هزار و هشتاد بانجام پیوست مرقوم شکسته عارف تبریزی .

بر ورق (۴۲۹) این عبارت دارد .

بمون ملک الوهاب کلیات میرزا صائب تبریزی از مطلع تا مقطع بمطالعه راسخ المقیده بنده سید شیر زمان خان رفوی ، نبیره نواب مجدالدوله عبدالاحد خان (۱) ، صوبه دار کشمیر و وزیر اعظم دستور معظم شاه عالم پادشاه غازی ، بتوجه خاص شاهزاده

۱- رک : ریوسه ۱۹۴ . این دیوان هند شماره ۱۶۱۸ - استوروت ص ۷۰ و اسپرنگر .

۱- عبدالاحد برادر عبدالحمید خان مجدالدوله بوده .

نادر جنگ در آمده سنه ۱۲۷۹ هجری مقدمه (۱)

م- کتب بخانه آصفیه

حیدرآباد دکن

ک- سفینه صائب : شماره ۳۴۳ - خوشخط نستعلیق - اوراق ۱۲۹ - سطر ۲۲ - دو کالم - تعداد اشعار (۱۶۹۱۴) تعداد اسامی شعرای که اشعار آنها انتخاب شده (۷۴۹) میباشد . تعداد شعرا که انتخاب اشعار ایشان زائد از پنج بیت نیست (۲۲۰) اسامی هستند . فهرست نگار نوشته است که :

عمده اشعار شعرای متقدمین و معاصرین خود صائب انتخاب نمود . ویکی از شاگردان میرزای موسوف ، مسمی زین المابدین بهبهانی التخلیص به مجنون ، آن اشعار منتخبه را - که متفرق بودند - یکجا مرتب کرده و قلمی نموده و بقلم خود تحریر ساخته .

نسخه موجوده کتب خانه آصفیه که بر شماره (۴۴۴) در قسمت دواوین است ، همان نسخه ست که زین المابدین موسوف ، بعد ترقیب بقلم خود نوشته بود . مکتوبه (۸۱۰۹۹) است و ابتدا از این شعر میشود :

ای خداوندان مال ، الاعتبار الاعتبار

ای خداوندان جاه ، الاعتبار الاعتبار (۲)

این همان نسخه ایست که مولانا شبلی نعمانی ، در حیدرآباد دیده بود ، و در - شعر المعجم - از آن یاد آوری کرده نوشته است که : یک نسخه - سفینه - در ذخیره شخصی خود نیز دارند (۳) . این نسخه ، نگارنده گمان میکند

۱- این کتب خانه دارای دیگر نسخهای نیز هست : کلیات شماره ۴۴۳ از قلم محمد نبی الخراسانی (۸۱۱۱۲) ، شماره ۳۴۳ - شماره ۲۴۵ - سه نسخه دیوان دارد . شماره ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - رک : فهرست ادب فارسی ۳ : ۱۴۶ - ۱۵۹ .

۲- رک : فهرست کتب خانه آصفیه مطبوعه (۸۱۳۵۷) ۱ : ۶۰۷ .

۳- رک : شعر المعجم ۳ : ۱۸۱ چاپ لاهور (۸۱۹۲۴) .

که ، در کتابخانه دارالمصنفین اعظم گره باشد . زیرا که ذخیره شخصی مولانا شبلی آنجا محفوظ است . خان آرزو و والہ داغستانی نیز نسخها از این — سفینه — داشتند و استفاده بسیار کرده اند .

۵- بوهار کلکسیون

کلکته

۸- دیوان صائب : شماره ۲۰۲ - اوراق ۵۸۹ - سطر ۳۱ - $6\frac{1}{8} \times 11\frac{1}{4}$ - $14 \times 8\frac{3}{4}$ این دیوان دازای غزلیات و کاملاً بخط صائب است ، بر ورق اول بخط صائب شعر دارد :

بحوکی از صفحه . . . الخ

راقمه صائب

بعد ازین مهر صائب دارد که دارای نام هست :

مهد علی صائب

در پهلوی شعر مذکور ، عبارتی بخط مجد باقر الموسوی نیشاپوری سیادت خان دارد :

این دیوان ، صائب خود برای ظفرخان احسن در کابل نوشته بود (۱) . و بعد

در ملک نعمت الله خان بوده ، که او خود بنویسنده در سال (۱۱۳۸هـ) تقدیم کرد .

بر همین صفحه سالهای (۱۱۹۲هـ و ۱۲۰۶هـ) ثبت دارد .

۱- در کتبخانه مرکزی دانشگاه تهران (۱۲ : ۳۶۰۶) یک نسخه دیوان میرزا صائب (شماره

۳۶۶) هست که دارای مهر رشید قلی نویسنده هست . و در ملک شاهزاده عباس میرزا ملک آرا بوده است . فهرست نگار بر گفته آقای باستانی راد نوشته است که : این همان نسخه است که برای ظفر خان احسن در هند نوشته شده است . و این دیوان مانند چاپ هند و نسخهای متداول نیست - ولی نسخه که در بوهار کلکسیون هست همانست که برای ظفرخان نوشته شده بود . از اشعار میرزا ظاهر میشود که اولین دیوان بر فرمایش ظفرخان ترتیب داده بود :

چو زلف سنبل ، آیات من پریشان بود نداشت طرۃ شیرازه روی دیوانم

نرسنجه ساختی ، اوراق باد برده من و گر نه ، غار فی مانند از گلستانم

۹- دیوان صائب : شماره ۴۰۳ - ورق ۶۰۲ - متن سطر ۱۵ و بر حاشیه ۲۸ -
 10×5 - $11\frac{1}{2} \times 6$. بر فرمایش مجد عارف قاضی نوشته شده، بدست
 کاتب حاتم در سال (۱۱۱۴هـ) . بر ورق اول مهر دارد به این عبارت:

دلاور علی مالگیری

۱۰۹۷

ظاهر است، که این مهر بعد از سال استنساخ که سال (۱۱۱۴هـ) است
 ثبت کرده شده است. (۱)

۶- کتابخانه دولتی

کپور تله

۱۰- دیوان صائب : شماره ۱۶۰ - عبارت ترقیمه بدین قرار است :

تمام شد دیوان صائب بتاریخ ۷ شعبان المعظم سنه (۱۰۸۰هـ) در دولت محانه
 صاحب قبله حقیقی میرزا شهابا (سله تعالی).

راقبه اقل عباد الله - لطف الله

۱۱- دیوان صائب : شماره ۱۶۱ - این نسخه بتاریخ غره شهر ربیع الثانی
 (۱۰۸۱هـ) کتابت شده است و نام کاتب ثبت است :

بقلم خطا رقم فتح خان ، ساکن بلده اصفهان . (۲)

۷- موزه ملی

کراچی

۱۲- دیوان صائب : شماره ۱۹۹۸-۲۶۶/۱ - N.M. - اوراق ۴۹ - بستر ۱۷ و ۱۶.

۱- رک : فهرست کتابخانه بهار مجلس آسماں بنگال از عبدالقادر خان چاپ کلکتہ (۱۹۲۱ع).

۲۹۳:۱ - ۲۹۴. این ذخیره یک نسخه دیگر بشماره ۴۰۴ دارد که دارای اهمیت نیست .

۲- رک : مقاله خزائن مخطوطات کتابخانه ریاست کپور تله - نوشته دانشمند فقید مولانا محمد شفیع -

اورنیل کالج میگزین اگست (۱۹۲۷ع) .

سائیز $4\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{2}$ - دارای غزلیات (تا ورق ۲۲۱ الف) مطالع (تا ورق ۲۳۲ ب) متفرقات (از ورق ۲۳۳ الف تا آخر) این دیوان تمام بخط خود صائب است و بر اختتام نوشته است :

صائب

بر حواشی غزلیات تازه را اضافه کرده است که بر اوراق ذیل دیده میشود : ۲ - ۹ - ۱۲ - ۱۹ - ۲۸ - ۳۷ - ۴۲ - ۴۵ - ۴۸ - ۵۲ - ۵۶ - ۵۸ - ۶۲ - ۶۸ - ۷۲ - ۷۹ - ۸۲ - ۹۵ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۲۵ - ۱۳۰ - ۱۳۲ - ۱۳۹ - ۱۴۶ - ۱۵۱ - ۱۵۵ - ۱۶۰ - ۱۶۶ - ۱۷۱ - ۱۷۷ - ۱۸۲ - ۱۸۸ - ۱۹۳ - ۲۰۰ - ۲۰۶ - ۲۱۱ - ۲۱۶ - ۲۲۲ - ۲۲۷ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۴۶ - ۲۵۵ - ۲۵۸ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۸ - ۲۸۰ - ۲۸۲ - ۲۸۹ - ۲۹۶ - ۳۱۰ - ۳۲۳ - ۳۳۳ - ۳۴۰ - ۳۶۱ - ۳۷۰ - ۳۷۲ - ۳۸۲ - ۳۸۹ - ۳۹۷ - ۴۰۲ - ۴۰۸ - ۴۱۵ - ۴۱۹ .

اختتام بر غزل :

(صائب) فرود داغ کلفت از رخ زردش
تا ماه کند نور ز خورشید گدای

ابتدا مطالع :

نیست سوی حق، بجز تسلیم، راهی بنده را
جستجوی این گهر کم میکند جوینده را

ابتدا متفرقات :

ای خسار و غم بحر، ثنای تو سخنها
گنجینه گوهر ز مدیح تو دهنها

در آخر سه ورق مثنوی از میر مجد مومن استرآبادی مرقوم دارد .

۱۳- دیوان صائب : شماره N.M. 1958-226/2 - اوراق ۳۵۵ - سائیز $5\frac{1}{2} \times 9\frac{1}{2}$

سطر ۱۷ - بخط عارف تبریزی است . و بر حواشی بخط صائب اضافه غزلیات تازه دارد . این نسخه در ترتیب مانند دیوان مذکوره بالا نیست ابتدا :

اگر نه . . . الخ .

ابتدا مطالع : (۳۴ ب)

نیست سوی حق بجز تسلیم راهی بنده را . . . الخ .

آخر :

در نظر هر که داد عشق تو اش سروری
ملک صلیبان بود ، حلقه انگشتری

چند جا بر خاتمه غزل ، صائب مهر ثبت کرده است : مثلاً در حواشی
بر اختتام غزلهای زیر :

- ۱- مشمر ز عمر خود نفس نسا شمرده را
دفنم ساز این ورق بساده برده را
- ۲- خوش آن آزاده کز مردم نهان دارد فقیری را
سازد گوشت چشم توقع گوشت گیری را
- ۳- فرقه آزادگان ، چشم از جهان پوشیده نیست
کسوت این قوم از دستار سر پیچیدنست
- ۴- مکن ز باده لعل لبی چو مرجان سرخ
ز پخت دست ندامت ساز داندان سرخ

۱۴- دیوان صائب : شماره N.M. ۱۹۶۱/۱۳۱۹ - سال استنساخ سنه (۱۱۱۱ هـ)

با مهر منیرالملک .

۱۵- دیوان صائب : شماره ۱۹۶۱/۱۲۸۲ N.M. - سال (۱۱۱۸هـ) بخط مولوی غلام مصطفی عبداللہ بن سید کرم اللہ بلگرامی .

۸- موزہ ملی بریطانیہ

لندن

۱۶- دیوان صائب : شماره O.R. 1223 . در زندگانی شاعر استنساخ شده است : کاتب آن نحیفی شاعر معاصر است . در آخر دیوان عبارتی دارد کہ ازان ظاہر میشود کہ این در سال (۱۰۶۶هـ) باختم رسانیدہ شد . و سال از این عبارت بر میآید :

نوشتہ نامہ دیوان صائب (۱)

۱۰۶۶ھ

۱۷- جنگ میرزا عبدالکریم : شماره Supp. 400 . این جنگ گرد آورده حاجی میرزا عبدالکریم بن یحیی خان القزوینی است . و در قسمت آخر این جنگ، یک قسمتی است کہ بخط شعراء اشعار خود ایشان را یکجا کرده است . صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۳ غزلیات صائب بخط صائب دارد ، و این همان نسخه است کہ عکس یک صفحہ ازان دانشمند فقید برائون در تاریخ ادبیات خود چاپ کرده است (۲) . (۲۶۶ : ۴)

۱۸- دیوان صائب : شماره Add. 25,828 - تاریخ کتابت (۱۱۱۹هـ) (۳) .

۱- دیور ۶۹۴-۶۹۵ : ۲

۲- دیور سہلنت ۲۵۴ .

۳- موزہ بریطانیہ چند نسخه دیگر م دارد کہ هیچ یک از آنها دارای اہمیت نیست

ملا Add, 7803—Add, 7804—(۱۱۱۶هـ) Add, 7806—OR-292

Add, 24,001 (۱۱۱۶هـ) Add, 7805 --- Add, 7807 (مراۃالجمال) .

۹- ديوان هند

لندن

۱۹- ديوان صائب : شماره ۵۶۰-۱۶۰۶- اوراق ۴۸۸- چهار کالم- سطر ۳۷-
باریک نستعلیق - $8\frac{1}{2} \times 13\frac{1}{8}$ - این نسخه بنظر صائب رسیده است . عبارتی
دارد :

ديوان صائب از اول تا آخر

بنظر و صلاح صائب رسیده

۲۰- انتخاب صائب : شماره ۸۹۱-۱۶۲۱- ورق ۲۹۳ . دارای غزل، قطعات،
رباعیات . کتابت ۱۹ صفر (۱۰۹۵هـ) - در بهار برای شیخ عنایت الله
نائب شاهزاده شاه عالم (بهادرشاه) استنساخ شده است .

۲۱- انتخاب ديوان صائب : شماره ۱۹۱۱-۱۶۲۳- (از ورق ۲۱ تا ۳۶) . ايتهي
نوشته است که: این همان اشعار است که طاهر نصرآبادی شخصاً انتخاب
کرده بود . و این نسخه در بندر سورت (نزد بمبئی) بتاریخ ۱۹ ربیع الاول
(۱۰۹۵هـ) نوشته شده است . بخط ابو محمد طاهر القطبی (۱) .

۱- کتابخانه ملی

برلن

۲۲- کلیات صائب : بخط عارف تبریزی ، در اوائل سال (۱۰۹۶هـ) در منزل
صائب نوشته شد (۲) .

۱- کتابخانه ديوان هند نسخهای دیگر هم دارد که هیچ از آنها دارای اهمیت نیست . شماره
۱۶۰۷ (۱۱۲۸هـ) شامل ابیات ۳۲۰۰۰-۱۶۰۸ (۱۱۹۳هـ) - ۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-
۱۶۱۳-۱۶۱۴ (۱۱۳۸هـ) - ۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷ (واجب الحفظ) - ۱۶۱۸-
۱۶۱۹-۱۶۲۰ (انتخاب) ۱۶۲۲- رک : ايتهي ۱ : ۸۸۰ تا ۸۸۸ .

۲- رک : فهرست بانکپور ۳ : ۲۵۳- بحواله W.PERTSCH, BERLIN CAT: 930.
ازین طاهر است که عارف تبریزی بعد از مرگ صائب هم در منزل ایشان مقیم بوده . گویا
با باقیماندهگان صائب نیز رابطه قوی داشت .

۱۱- کتابخانه دانشگاه

کیمبرج

۲۳- دیوان صائب : شماره Add, 805 بخط ملا بهرام تبریزی کتابت اوائل محرم (۱۰۸۲هـ).

۲۴- دیوان صائب : شماره Add, 777. در جهانگیرنگر (داکا کنونی) بتاريخ ۶ جمادی الآخر ۳۳ جلوس سال (۱۱۰۱هـ) بخط عبدالرحمان بیگ هروی نوشته شد. در عمل نواب مستطاب معلى القاب عمدة الملک نواب ابراهیم خان (۱).

۲۵- دیوان صائب : شماره OR, 589 - ذوالقعدة سال (۱۰۷۲هـ).

۲۶- دیوان صائب : شماره CORPUS, 75 - اوراق ۴۱ (د تا ی) سال (۱۰۷۱هـ) (۲).

۱۲- ذخیره مرحوم براؤن

کیمبرج

۲۷- دیوان صائب : شماره (11) V. 15 - اوراق ۵۹۸ - سطر ۱۷ - تاریخ ۱۰ شوال (۱۰۴۴هـ).

این نسخه به این سبب دارای اهمیت میباشد که دو سال بعد از بازگشت هند استنساخ شده است (۳).

۱- سه نسخه دیگر دارد. شماره ۸۳۹ (۵ ذی الحج ۱۱۲۷هـ) برای لاله شنو ناتھ نوشته شد.

خط شیخ بدهن بن شیخ حمید - Add 109 - Add 231

رک: فهرست از براؤن (۱۸۹۶ع) ص ۳۸۰ تا ۳۸۳.

۲- فهرست ضمیمه کیمبرج از براؤن (۱۹۲۲ع) صفحه ۹۲.

۳- یک نسخه دیگر نیز هست که دارای اهمیت نیست. شماره (10) V. 52 - اوراق ۳۴۹.

هندی تسلیق. تاریخ ندارد.

رک: فهرست ذخیره براؤن از نکلسون ص ۱۹۳۲ (ع) صفحه ۲۲۶.

۱۳- کتابخانه انستیتوت شرقی

مسکو

۲۸- دیوان صائب : شماره ۱۵۴۵ - (۲۵۶) B. ۲۲۲ - در سال (۱۰۵۹ هـ)
کتابت شده است .

۲۹- دیوان صائب : شماره ۱۵۴۷ - B. ۱۱۶۵ - در سال (۱۰۸۰ هـ) کتابت
شده است .

۳۰- دیوان صائب : شماره ۱۵۴۸ - B. ۴۲۵۷ - کتابت در سال (۱۰۹۳ هـ) (۱)

۱۴- کتابخانه انستیتوت شرقی

تاشکند

۳۱- دیوان صائب : شماره ۲۲۷۲/۱۴۳۳ - اوراق ۴۱۰ - کتابت در سال
(۱۰۹۲ هـ) (۲) .

۱۵- نسخهای در ایران

نسخهای^۱ که در ایران در ملک شخصی دانشمندان یا در کتابخانهها وجود
دارند، در اوراق گذشته تحت — دانشمندان آذر بایجان — و در — مقدمات
استاد امیری فیروز کوهی — از آنها ذکر گذشت . یک دیوان در کتابخانه
سپه سالار بشماره ۵۴۲ دیده میشود . خط آن شبیه خط صائب نگارش یافته
است و در زیر بعض غزلها در حاشیه — لراقمه صائب — ثبت دارد . و صاحب
فهرست یقین دارند که، دیوان بخط عارف تبریزی هست، و اضافها بدست

۱- فهرست ۱ : ۳۱۶ - مسکو ۱۹۶۴ ع .

۲- چند نسخه دیگر دارد شماره ۱۴۳۲ - ۱۴۳۵ - ۱۴۳۶ - ۱۴۳۷ . رک : فهرست ۲ : ۲۶۹
تاشکند ۱۹۵۲ ع .

صائب میباشند. (۱)

تازگی در ایران دو مجموعه اشعار صائب بقرار ذیل چاپ شده است که ذکر آنها به این صورت لازم میدانیم که آنها از روی 'نسخهای' خطی بخط صائب و عارف هستند.

۱- کلیات صائب تبریزی : صفحه ۹۰۷ - سال چاپ دوم ۱۳۳۶ ش تهران - کتابخانه خیام - مرتبه آقای 'بیژن ترقی و با مقدمه امیری فیروز کوهی'. این نسخه انحصار دارد بر نسخهای 'خطی' که یکی از آنها در کتابخانه ملک ملی است، که حواشی تماماً بخط صائب است. و دیگر نسخه مجلس، که آن هم - بقول امیری فیروز کوهی - مرغوب و مصحح هست. و در آخر کتاب چاپی، قصائد را ضمیمه کرده است، که آن از نسخه شخصی آقای 'حاج حسین نخجوانی تبریزی گرفته شده.

و این کلیات چاپی دو گراور از نمونه خط صائب دارد. یکی از نسخه کتابخانه شخصی آقای 'فخرالدین نصیری راجع به و دیگری نوشته نه شده که از کدام نسخه، عکس برداری شده است.

۲- دیوان صائب : این نسخه بسیار نفیس بخط صائب، عکسی از طرف مجلس آثار ملی با مقدمه امیری فیروز کوهی در سال ۱۳۴۵ ش چاپ شده است. و این انحصار به آن نسخه دارد که در ملک حاج محمد علی ترقی میباشد و آقای 'ترقی چند سال شد که، از شخصی که ساکن شمال ایران بوده، خریداری کرده است. و دارای صفحه (۹۶۶) هست.

آقای فیروز کوهی در مقدمه راجع به مشخصات این نسخه، فرمود اند:

— اولاً، باید دانست که: هیچ یک — از این دواوین موجود — کلیات صائب نیست، بلکه همه آنها — که من فیز بسا گنجوری چند نسخه از آنها مفتخرم — متخضاتی است، که صائب بتفاوتی ایام و بر حسب درخواست این و آن، مینویسانیده و غزلهای تازه ساخته خود را، در حواشی آنها بخط خویش اضافه میکرده است. ولیکن این نسخه، نسبت باغلب نسخی که من دیده ام، دارای غزلهای بیشتر و در حدود دو برابر آنها است.

و ثانیاً، خط من اگرچه باز هم تقلیدی ماهرانه از خط صائب و بسیار شبیه به حواشی است، اما آن طور که پنداشته از خط عارف نیست، بلکه از خط عارف (که در نزد من موجود است) بسیار پخته تر و تعلیق تحریری محکم و یکدست شیرین قلم است. خط عارف اگرچه تقلیدی محض از همین شیوه در رسم الخط صائب است، لکن آن پختگی و استحکام را ندارد. دیگر از اختصاصات این نسخه بغیر از حواشی اسقاط و اضافه و تبدیلی است، که صائب بخط خود، در بعضی از صفحات بعمل آورده. و این تغیرات و قلم خورد گیها را طوری ماهرانه و با دقت انجام داده است، که بزیبائی خط و صفحه بندی کتاب، کوچک ترین خدشه ای وارد نیامده. و کاملاً یکدست و یک تحریر و منظم و خوش ترکیب صورت گرفته است. و همچنین کلیته دیوان مقابله شده و تصحیح و کاملاً بدون عیب و منقح است.

(۱۸۰ - ۱۱۹) (۱)

● استقبال کلام شعرا: در مقاطع ذیل، صائب از شعرای متقدم و معاصر

نامبرده است و غزلها در استقبال غزلهای ایشان گفته است:

جواب آن غزل (مولوی) است، این (صائب) که چشم بند کند سحرهاش بینا را
بر فلک هر شب رسانم برق آه خویش را
جواب آن غزل، (صائب) که (اهل) گفته است:

۱- دیوان صائب چاپ انجمن آثار ملی تهران، با مقدمه امیری فیروز کوهی. (سال ۱۳۲۵)

تا نفس باشد، کسی بی همفلس باشد چرا
 که ساقی هر چه دریابد تمام آورد مستان را
 بعد ازین از خاک، معشوقانه خیزد گرد ما
 خواب چون گردد گران، بیدار میسازد مرا
 گر تو، چون ما طالبی، مطلوب بی همتا طلب
 ز عمر یکشبه کم گیر و زنده دار محسب
 عشق بازی دگر و نفس پرستی دگر است
 یاد ایامیکه، دیگ شوق ما، سرپوش داشت
 که جای (طالب آمل) در اصفهان پیدا است
 گر منش دامن نگیرم خون من خود مرده نیست
 کنون که نبض شناس سخن (شفای) نیست
 چه گوهری تو که، کس را بکف بهای تو نیست
 مخفی اندر پیر و پیدا در جوان پیدا است کیست
 جان بلب دارم، ز بانم گرم گفت و گوی کیست
 مصحف سفید گفت، فشان قیامت است
 هر چه جانگاه است در این راه، دلخواه منست
 اهل دل را، بسرا پرده جان، باید جست
 شد جهان پر شور و شور آن نمکدان کم نشد
 چند نشینی که خواجه کی بدر آید
 مژده ای دل که، سیحان نفی می آید
 امسال بلبلان چه خبرها می دهند
 از فراموشان مباد آنکس که ما را یاد کرد
 که گران میرود، آن کس که، توکل دارد
 تیغ دائم، آب در جو دارد، و خون میخورد
 پای ملخی پیش سلیمان چه ناپند
 که در هوای دلیست آفتاب چرخ کبود
 بید چمن ما، گل خورشید ثمر داد
 ندانم، آن گل رنغا، چه رنگ و بو دارد
 عید بگذشت، و همه خلق پی کار شدند
 خوابان عمل فتنه، ز دیوان تو یابند

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (حکیم):
 بقول عارف (رومی) سخن را ختم کن (صائب):
 این جواب آن غزل (صائب) که (طالب) گفته است:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (اسیر):
 این جواب آن غزل (صائب) که (شیدا) گفته است:
 جواب آن غزل (مولوی) ست این (صائب):
 (صائب) این آن غزل حضرت (سعدی) است که گفت:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (غنی):
 بطرز تازه، قسم یاد میکنم (صائب)
 این جواب آن غزل (صائب) که او هم گفته است:
 در اصفهان که بدرد سخن رسد (صائب)
 جواب این غزلست آنکه، گفت (مرشد روم):
 این جواب آنکه شیخ (مغربی) فرموده است:
 این جواب آن غزل (صائب) که (غافل) گفته است:
 (صائب) جواب آن غزل است این که، گفته اند:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (کلیف):
 (صائب) این آن غزل (سید یزد) است، که گفته:
 این جواب آن غزل (صائب) که (نصرت) گفته است:
 نفسم (حافظ) شور ز خامه (صائب):
 (صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخنست:
 این آن غزل که (مولوی روم) گفته است:
 این جواب آن غزل (صائب) که (فتحی) گفته است:
 (صائب) این تازه غزل آن غزل (شاپور) است:
 این جواب آن غزل (صائب) که (راقم) گفته است:
 این آن غزل (حضرت رکن) ست که فرمود:
 جواب آن غزل (مولوی) ست این (صائب):
 این آن غزل (میر فصیحی) است، که فرمود:
 جواب آن غزلست آنکه (عارفی) میگفت:
 (صائب) این غزل (مرشد روم) است که گفت:
 این آن غزل (خسرو) معنیست که فرمود:

(صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخنست :
 جواب آن غزل (حافظ) است این (صائب) :
 خواهد رسید رتبه (صائب) بمولوی :
 چنان گفت این غزل در جواب (مولوی، صائب) :
 این آن غزل که، گفته است وقتی (کلیم) غزنین :
 (صائب) جواب آن غزل (سید) است این :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (حکیم) :
 بر نیامد شور (صائب) از شکر زار سخن :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (مسیح) :
 این جواب آن غزل (صائب) که (ناصر) گفته است :
 این آن غزل (خواجه نصیر) است ، که فرمود :
 (صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است :
 (صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است :
 این آن غزل که (مولوی روم) گفته است :
 این جواب مصرع (نوعی) که ، خاکش سبز باد :
 این جواب آن غزل (صائب) که (ملا) گفته است :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (مثال) :
 این آن غزل (اوحیدی) است ، که فرمود :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (ملک) :
 (صائب) این غزل (حافظ) شیرین سخن است :
 این آن غزل (خواجه نصیر) است ، که فرمود :
 این آن غزل که (حافظ) شیراز گفته است :
 این جواب آن غزل (صائب) که ، یاران گفته اند :
 این جواب آن غزل (خواجه کمال) است ، که گفت :
 این جواب آنکه ، میگوید (حکیم غزنوی) :
 (صائب) جواب آن غزل هست این که ، گفت :
 جواب آن غزل (حافظ) است این (صائب) :
 (صائب) این آن غزل (صاحب روم) است که گفت :
 جواب آن غزل است اینکه (میرشوقی) گفت :
 جواب آن غزل است اینکه گفته است (مطیع) :

کلک ما ، نیز زبانی و بیانی دارد
 که مستحق کرامت گناهگزاراند
 گسر مولوی برتبه (عطار) میرسد
 که روح شمس تبریزی ز شادی در سجود آمد
 ای یار بی تکلف ! ما را نبید باید
 کین نقش ، بین که بر ورق جان ، کشیده اند
 بر پناگوشت مشال کفر و دین بنمود اند
 تا زبان طوطی خوش حرف (آمل) بسته اند
 یاد روی او کنم ، تا خانه ام روشن شود
 تالاب ساغر بخون مسن گواهی میدهد
 اشکم ز تماشای چمن رنگ بر آورد
 مطرب عشق ، عجب سازد نسوی دارد
 که درین خیل ، حصاری بسواری گیرند
 این نفس ناطقه ، پی گفتار میرود
 سایه ابر بهاری ، کشت را سیراب کرد
 اینک آن روی ، که ماه و مهر را ، افشان کند
 عالمی را ، یک نگاه گرم ، کافر میکند
 ای بی نظران ، این چه بهار است ببینید
 نور در ظلمت سفیدی در سیاهی میپد
 کای صبا ! نکستی از خاک ره یار یار
 ای مطرب جانسوز دلم ، راه دگر گیر
 زان بحر ، قطره ای بمن خاکسار بخش
 سخت کمیاب است آن گهر ، که من میجویمش
 سرو دیوانه شده ، از هوس بالایش
 ای سنائی ! خواجه جانی ، غلام تن مباش
 بلبل ز جام باده ننوشد شراب گل
 که کس مباد ، ز گفتار ناصواب خجل
 چه غم از زر نبود ، چون مدد از کان داریم
 چو شیر ، از دو طرف میکشند ، زنجیرم
 کلید ، کعبه و بت خانه ، در قفل دارم

جواب آن غزل (حاذق) است این (صائب):
 این آن غزل (واللهی) ماست، که فرمود:
 شد تزه زخم غیرت (عرفی)، بزیر خاک:
 این آن غزل که حضرت (عطار) گفته است:
 این آن غزل که (فیضی) شیرین کلام گفت:
 این آن غزل که (اوحدی) خوش کلام گفت:
 این جواب آن غزل (صائب) که (ملا) گفته است:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (ملک):
 این جواب مصرع (اوجی) که وقتی گفته است:
 (طائب آمل) گذشت و طبعها افسرده شد:

بیمار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم
 رو، داغ بحالی نه و خون در جگری کن
 تا زلف شانه زد قلم مشکبوی من
 از آتش سماع دل بیستمرار کسو
 در دیده ام خساییده و در دل نشسته
 ای روشن از رخ تو زمین و زمان همه
 ای سری و سرورپسا خاک پای بیخودی
 چشم بینش، باز کن، قا هرچه خواهی بشکری
 پادشاهی عالم طفل است یسا دیوانگی
 گرچه رو، آن آتشین گفتار، در عالم نماند

● اشعار صائب واجع به هند و ایران : صائب اشعار ذیل در یاد میهن

خود و در باره هند سروده است :

(صائب) گل نچسید ز شکر لبان هند
 (صائب) پرو بالی بکشا موسم هند است
 (صائب) از عمر همین کام تنها دارد
 (صائب) از کلفت سرای هند بیرون میرویم
 (صائب) از هند جگرخوار، برون می آیم
 غبار آلود اشکی در خمار و سرمه کی یابی
 ای زمین هند آئین برومندی برویند
 خوشا روزی که منزل در سواد اصفهان سازم
 بر سینه سنگ، سرمه زند اصفهان، و من
 سرمه، دیده غمناک کنم، خاکش را
 گلت پسا در رکاب جلوه باد خزان دارد
 چند بی سرمه مشکین سواد باشم
 خار خار وطنم، نعل در آتش دارد
 (صائب) از سوختگی، گربست دودی هست
 پوشیده چشم، میگذرد از در بهشت
 (صائب) از هند مجو عشرت اصفهان را
 (صائب) از خاک سیاه هند، کی بیرون رود

روز بدی قدم بدیار وفا گذاشت
 دل را بتاشای صفاهان توان بست
 که ز هند آید و در خاک نجف وا افتد
 تا یکی حسرت توان بر باده انگور خورد
 دستگیر من اگر، شاه نجف خواهد شد
 بگیر از گوشه چشم و بخاک اصفهان بگذار
 از صفاهان دیده چون زنده رود آورده ایم
 ز وصف زنده رودش خامه را رطب اللسان سازم
 بی پر سواد هند جگر خوار بسته ام
 گر میسر شوم روی صفاهان دیدن
 جوغم، زور آورد بر خاطرت، یاد صفاهان کن
 میبرد چشم من، ای خاک صفاهان مددی
 چشم دارد که، کند شاه غریبان مددی
 مشت خاک سیه هند به ایران ندهی
 (صائب) فتاده است بفکر دیار خویش
 فیض صبح وطن، از شام غریبان مطلب
 بشکند کی مور لنگی، این طلسم قیر را

از زلف دل گرفتن، بازیچه می‌شمارد
این غزل قافیه هندی دارد :

از قید هند (صائب) خود را اگر بر آرد

بهم بگل فرو شده از برشگل هند
شد سرمه استخوان من از خاکمال هند
روزی که دود کرد بمغزم خیال هند
چشم طمع، سیاه نمازم بهمال هند
با صد هزار چشم بگریه بحال هند
امروز کیست طوطی شکر مقال هند
سرشک بر صف مزگان خونچکان بزند
سراسری دو بهسازار اصفهان بزند
سیر ملک هند (صائب) را بلند آواز کرد
که بجان، تشنه دیدار صفاهان گردد
که روز ملک خراسان به اصفهان دارد
(صائب) آن نیست ز کشمیر به کابل گذارد

چشم طمع ندوخته حرصم بهمال هند
ای خاک سرمه! خیز بفریاد من، برس
بری ستاره سوختگی بر شام غورد
سرمایه قناعت من، لغت دل بس است
روزی که، من برون روم از بند برشگل
(صائب) بغیر خاصه شکر فشان تو
چو حلقه بر در دل شوق اصفهان بزند
چه نعمت است که (صائب) ز هند برگردد
پیش ازین هر چند شهرت داشت در ملک عراق
حکمت این بود درین سیر و سفر (صائب) را
چگونه دیده (صائب) گهر فشان نشود
اگر از عمر گرانبایه بیاید مهلت

● انتخاب اشعار صائب :

در قدح چون خضر اگر آب بقا باشد مرا
که عندلیب درین گلستان شود پیدا
این دانه را ز کاه جدا می کنیم ما
وهر بینا چو خواهی « دیده بینا طلب
هر روز یک دو نفسمه صائب شنید نیست
در بند این مباحث، که مضمون نمانده است
(صائب) بصد هزار گلستان برابر است
قدم شمرده نهادن، دلیل هشیاریست
بجنون میزنم امروز، که بازاری هست
میتوان، در پیشگاه خاطر گل، بار یافت
سوختن، از مرض مطلب، پیش ما آسانتر است
ابرو کشاده باش، چو دست کشاده نیست
کی شود هرگز ترا روشن، که دنیا آتش است

تا ننواشانم نگرود در مذاقم خوشگوار
بچهره سازی گل، مطلب بهسار اینست
دلرا ز قید جسم رها می کنیم ما
چشم چون بینا شود، خضر است، نقش هر قدم
هر چند، درس عشق، ز تعلیم فارغ ست
یک عمر، میتوان سخن از زلف یار، گفت
روی کشاده، که دل وا شود، ازو
در آن رمی که، هستی توان سلامت رفت
صبح آدینه و طفلان همه، یک جا جمعت
گرمیک سازی چو شبنم از علائق، خویش را
در طلب، ما بی زبانان، امت پروانه ایم
چون و انیکنی گرمی، خود گره مباحث
تا نه بینی چهره تاریک دنیا دار را

ز روزگار جوانی، خبر چه می پرسی
 از پیر گوشه گیری و سیر از جوان خوش است
 هر چند که، از حمل لیلی خبری نیست
 خبر ز قلمی، آب بقا، کسی دارد
 عندلیبی که، بهر غنچه دلش می لرزد
 رای روشن، ز بزرگان کهن سال، طلب
 هر کرا تیغ زبان، نیست بفرمان (صائب)
 آدمی پیر چه شود، حرص جوان می گردد
 شکست شیشه دلرا، مگو، صدائی نیست
 مرا بزور قیامت، غمی که هست، این است
 (صائب) خجالت سائل بزمیتم در کرد
 از مردم افتاده، مددجوی، که این قوم
 ز اوقات گرامی، آنچه صرف عشق، می گردد
 تار و پود عالم امکان، بهم پیوسته است
 از بس رسیده است، ز هم صحبتان دلم
 پیمانه ام، ز رعشه پیری، بخاک ریخت
 دهن خویش، بدشنام میلا، زنبار
 بردار کلاه نمدی، از سر پی مغز
 از قلمی، سوال، کریمی که آگهست
 فرصتی ناهست، دلرا کن تبی، از اشک و آه
 بزرگ اوست که، بر خاک همچو سایه ابر
 مشو، از صحبت بی برگ و نوایان، غافل
 بیگانه ای، کم گناهی نیست، در دیوان عشق.
 در تنوری، چه قدر جلوه نماید طوفان
 جمیع که، در مقام رضا آوریده اند
 یافت در پی بصری، گم شده خود، یعقوب
 پی سخن، غنچه لبان مست مدام کردند
 بادب با همه سرکن که، دل شاه و گدا
 نهی دستی، سغفر رنگ دیگر میدهد، (صائب)
 کسیکه، دست بزللف دراز او، دارد

چو برق آمد و چون ابر نو بهار گذشت
 از تیر راستی و کجی از کبان خوش است
 صد بادیه پر شور ز بانگ جرس اوست
 که همچو خضر، گرفتار عمر جاوید است
 بهتر آنست که، در صحن گلستان نسجد
 آبها صاف، در ایام خزان می گردد
 عاقبت، کشته شمیر زبان، می گردد
 خواب، در وقت سحرگاه، گران می گردد
 که این صدا بقیامت بلند خواهد شد
 که روی مردم دنیا، دوباره باید دید
 بی زری کرد بمن، آنچه به قارون زر کرد
 با بی پرو و بالی، پسر و پالی دگرانند
 بدیوان قیامت، در حساب زندگی، باشد
 عالمی را شاد کرد، آنکس که، یکدل شاد کرد
 بیرون روم ز خود، چو شد آواز پا، بلند
 بعد از هزار دور که نوبت، بما رسیده
 کاین زر قلب، بهر کس که دهی، باز دهد
 کاین خوان تهی، حاجت سرپوش ندارد
 فرصت بلب کشودن سائل نمیده
 وقت چون گردید فوت، از گریه و زاری چه سود
 چنان رود که، دل مسور را نیاز دارد
 که شب قدر، نهان در رمضان میباشد
 یوسف از دامان پاک خود، بزدان میشود
 شور دیوانه، باندازه صحرا باشد
 خمیازه را، بلوق می ناب می کشند
 دیده، از هر که گرفتند، بصیرت دادند
 بساده از شیشه سر بسته، بجالم کردند
 در ترازوی مکافات برابر باشد
 فیرزد ناله جانسوز، بی چون پرشکر باشد
 چرا، بدان این عمر مختصر، چسب

مرا ز یاد تو، برد و ترا، ز دیده من
 رزق آنچنان غوشت که، کم کم رسد بدست
 چو بخنود کرد، رام خود غزالان را، یقیم شد
 بقدر جوهر خود، هر که باشد، فخر میجوید
 کم است مستی، غفلت ترا، که چون طفلان
 بکعبه رقم و کافر ز کعبه برگشتم
 دل، بدشمن چون ملاهم شد، مصفا میشود
 بمیوه، کام جهان، گر نمسی کنسی شیرین
 غنای طبع، بود کوسمبای، روحانی
 فرمی ز حد میر، که چو دندان مار ریخت
 در نوش و نیش، کن بحر یفان موافقت
 کدام جامه، به از پرده پوشی خلق است
 درون خافه خود، هر گدا، شهنشاهست
 نهفته چون گنه، از خلق دار، طاعت خویش
 تیغ را جوهر بود به از نیام زرنگار
 صحبت فاجنس، آتش را بفریاد آورد
 طفل میگرید، چو راه خانه را، گم میکند
 مرد مصاف، در همه جا، یافت میشود
 با هر که شکوه از دل افگار میبرم
 هر چند نیست، قافله درکار، عشق را
 از دودمان شعله، بگیریم هنتی
 بیرون زینم خیمه، ز دارالغور مصر
 (صائب) بهیچ خویش فداه است کار ما
 ز حال عنبرین، افزون ز زلف یار، میترسم
 بلالی مرغ ز پرک، دام زیر خاک میباشد
 پدازنیکان و نیکی از بدان، پس دیده ام (صائب)
 مدتی چون غنچه، در خون جگر، بیچیده ام
 از سر هر خار، صد زخم نمایان، خورده ام
 بر خاک تشنه، جمره فشانی عبادتست
 بر آستان خسراست، چون نباشم فرش

ستم، زمانه ازین بیشتر، چه خواهد کرد
 زهر است، روزی که، به یکبار میرسد
 که اقبال جنون، در هیچ کاری، در نمی ماند
 چمن گل، نی شکر، صائب غزل، دریا گهر دارد
 فسانه دگر، از بهر خواب منی باید
 ازین کرشمه، غرض عاشق آزمائی بود
 سنگ، با آتش چو فرمی کرد، مینا میشود
 چو سرو وید، بنهر حال، سایه گستر باش
 چو مال نیست میسر، بدل توانگر باش
 هر طفل نی سوار، کند تازیانه اش
 با هر که، همپایه شدی، همخمار باش
 بپوش چشم خود از عیب خلق، و عریان باش
 قدم، برون مته از حد خویش، و سلطان باش
 با اطلاع خدا صلح کن ز شهرت خویش
 گر ز ارباب کمالی، بسته زیور میباش
 آب، در روغن چو باشد، میکند شیون چراغ
 چون نه گریه من که، صاحب خانه را گم کرده ام
 در هیچ عرصه، مرد تحمل ندیده ام
 مجروح را، به سیر نمک زار میبرم
 هوئی کشیم، و پی خبران را خبر کنیم
 پرواز، تا بسارج فنا، میکنیم ما
 چون بوئی پیرهن، سوئی کنتان، سفر کنیم
 ز آنرو، زبان ز نیک و بد خلق، بسته ایم
 همه از مار، و من از مهره این مار، میترسم
 ز تار سبزه، بیش از رشقه زفار میترسم
 ز خار بی گل، افزون از گل بی خار، میترسم
 تا درین گلزار، چون گل، یکزمان خندیده ام
 تا چوشیم، روشناس این چمن، گردیده ام
 ما بساده را بگوشه محراب می کشیم
 که بوئی زنده دلان، زین تراب می آید

تفاوتت میان شنیدن من و تو
 چه حرفهای خنک (صائب) از سیاه دلان
 چنین آفتاب، گر چه نداریم لشکری
 نو رسید نیشیم، ز احسان نویهار
 چراغ طور نسوزد، اگر کلیم شوم
 پروانه نیستم که بیک بال سوختن
 بر دوستان رفته، چه افسوس می خوریم
 از عزیزان، هیچکس خوابی برای من، ندید
 چونکه در دنیا، مرا بی اختیار آورده اند
 عالم بی خبری، طرفه بهشتی بوده است
 نیست جان سوخته، تا دل ما، صید کف
 دانه سوخته، خجالت کشد از روی بهار
 از ما، خبر کمیة مقصود می رسد
 دستی ست کهکشان، که بهمان نشانده ایم
 هر تلخی، که قسمت ما کرده است، چرخ
 زان آستین که بر رخ عالم نشانده ایم
 بوی گل و نسیم صبا، میتوان شدن
 شبنم، بافتاب رسیده، از فتادگ
 جدا شو از دو عالم، تا توانی با خدا بودن
 نیست معشوقی، همین زلف چلیپا داشتن
 حسن عالم سوزیوسف، چون بر آید از نقاب
 هر آن نفس که، ز دل بر نیاید از سردرد
 نیست مفلس را ز قرب اغیا، جز پیچ و تاب
 طامع شور شوی، گرچه سلیمان شده
 در پیش هر که، غیر خدا، بسته کمر
 بهشت، اگرچه مقامات دلنشین، دارد
 فغان که، خار علائق، ز تیز دستی ها
 اگر نه عاشقی؟ این چهره خزان، چیست
 چو شمع کشته، زبان آوران خموش شوند

توسستن در و من فستیح بساب می شوم
 برای خیاطر آن آفتاب می شوم
 تسخیر عالم، از نظر پاک، کرده ایم
 هر چند تخم سوخته در خاک کرده ایم
 شگفتگی نکنند گل، اگر نسیم شود
 معشوقه را حواله باد سحر کنم
 ما خود مگر قرار اقامت نهاده ایم
 گرچه عمری شده که، چون یوسف بزندان مانده ایم
 منتقل از خویش چون ناخوانده بهمان مانده ایم
 حیف و صد حیف که، ما دیر خبردار شدیم
 به که پنهان چو شرر، در جگر سنگ شویم
 ما نه آنیم که، شاد از می گلرنگ شویم
 ما بسی خبران قافله رینگ روانیم
 غورشید افسری ست، که از سر فگنده ایم
 می نام کرده ایم و بساغر فگنده ایم
 دیمیم نفوت از سر قیصر فگنده ایم
 گریبگذری ز خویش، چها میتوان شدن
 پنگر که، از کجا بسکجا میتوان شدن
 که، دارد درد سر بسیار، با خلق آشنا بودن
 درد سر بسیار دارد، پاس دلها داشتن
 نیست ممکن پاس عصمت، از ولیغا داشتن
 ز زندگانی خود، آن نفس حساب مکن
 رشته، از گوهر ندارد بهره، جز لاغر شدن
 زال میگردی اگر، رستم دشمن شده
 زنهار پاره ساز که زنهار بسته
 نمیرسد، بمقام رضای درویشی (۱)
 امان فدای که، سازیم جمع دامن را
 اگر نه ماتی؟ این بخت آسانی چیست
 اگر بلند بگوریم که تر زبانی چیست

دل رمیده صا را ، بچشم خود ، سپاس
مدتی شد ، کز حدیث اهل دل ، گوشت نهیست
از دل بیدار ، و آه آتشین ، و اشک گرم
باز ، از معموره دلبا ، فغان برخاستست
از سبک روحان ، اثر در خاکدان دهر نیست
هست گر آسائشی ، زیر فلک ، در غفلتست
فارغ از اقبال و آسودست زیر آسمان
در حریم وصل او ، (صائب) خموشی پیشه کن
رنگی روان ، وادی سر گشتگی شود
هر که آمد ، در غم آباد جوان ، چون گرد باد
(صائب) آمد ، در حریمت ، با دل امیدوار
نه از خدا و نه از خلق ، شرم خواهی داشت
دیوانه که ، مهرمد از سنگ کودکان
از دل برون نبرد ، امید بخت سبز
با زاهدان خشک مکن ، گفتگوی عشق
(صائب) به نیم گردش چشم ، آن ستیزه خور
قنبا نه اشک راز مرا ، جسته جسته گفت
رازی که بود ، پرده نشین ، همچو اشک من
(صائب) تمام شعر تو یکدست و تازه است
این آهوی رمیده ، ز مردم نگاه کیست
شور قیامت ، از دل مرغان ، بلند شد
گردون ، بگرد دیده ما ، میکند طواف
معمور شد ز لطف تو ، هر ملک دل که بود
زمن ، مهرس که چون بر تو ، ماه و سال گذشت
درین ریاض ، من آن حنابلب دلگیرم
نه تخت جم ، نه ملک سلیمانم آرزوست
تا چند ، در سفینه توان بود تخته بند
قانع ، بریزه چینی ، انجم ، نیم چوماه
تازین جهان مرده ، رمای دهد مرا
(صائب) دلم سیاه شد از تنگنای شهر

سیاه مست ، چه داند نگاهبانی چیست
چون صدف زین گوهر شہوار آغوشم نهیست
دستگاه زندگی ، چون شمع خاموشم نهیست
چشم مخموری که ، از خواب گران برخاستست
کاروان شبنم ، از ریگ روان برخاستست
وای بر آنکس کزین ، خواب گران برخاستست
هر که (صائب) از سر سود و زیان برخاستست
مجلس حالت این جا ، جای قیل و قال نیست
هر نقطه ای که ، در غم پرکار عشق نیست
روزگاری ، خاک خورد ، آخر بیم پیچید و رفت
شد بصد دل از امید خویشتن فوید و رفت
ترا که در گنه ، از خویش انفعالی نیست
بیرون کنیش ز شهر ، که کامل حیار نیست
هر چند ، تخم سوخته را ، نو بهار نیست
شمشیر چوب را ، جگر کارزار نیست
بی اختیار ، اگر کندت ، اختیار آرزوست
غماز رنگ ، هم بزبان شکسته گفت
مژگان شوخ چشم بمردم نشسته گفت
این قسم شعر ما نتوان جسته جسته گفت
این فتنه ، پیش خدمت چشم سیاه کیست
تا شاخ گل نمونۀ طرف کلاه کیست
تا این سیاه خانه ، شبتان ماه کیست
(صائب) خواب کرده چشم سیاه کیست
که روز من بشتاب شب وصال گذشت
که نو بهار و خزانم ، بزیربال گذشت
راهی بخلوت دل جفاانام آرزوست
چون موج ، یک سراسر همانم آرزوست
از خوان آفتاب به لب قائم آرزوست
یک زنده دل ، ز جمله یارانم آرزوست
پیشانی کشاده بیابانم آرزوست

گل، اگر پرده نشین است، چه جای گله است
 هر که گردید سبک روح، نماند بزمین
 همتی در کار ما، ای عاشقان و صارفان
 هر شرابی نیست (صائب) با دماغ سازگار
 مرا ناله، از پرده دل بر آید
 درین باغ چون سرو، آزادگان را
 خوشا کمبخت دل، که در آستانش
 ز آگاهی خویش، در زیسر تیغ
 نه زور و سیم و نه لعل و نه گهر، خواهد ماند
 این جهان، آئینه هستی ما، نقش و نگار
 (صائب) کسی که از سخن تازه، یافت جان
 تیر مژگان تو، در کارش دل، بی پروا است
 خاکساران محبت را، بچشم کم، بین
 خوش آن صدف که، گراز تشنگی کباب شود
 دو عالم را، بیک پیمانه میبخشد، مخموران
 ز عشق پاکدامن، مدعا این است عاشق را
 من بزور عشق پیچیدم، عنان مرگ مرا
 هر که (صائب) از قنات کرد و حفظ آبرو
 چنانکه، ناز ترا، دور میکند از من
 چه فارغند ز اندیشه شراب و کباب
 سیکروان، نفسی بهر راه، تازه کنند
 زان روز که، افتاد بپالای تو، چشم
 جمعی که، بار درد تو، بر دل نهاده اند
 در دامن مراد، دو عالم نیز نهند
 این خواب راحتی، که بدرویش داده اند
 (صائب) اسیر کشمکش عقل، گشته اند
 وقت خوشی که، دست دهد، منتهم شمار
 بنور عقل درین انجم، کسی بیناست
 مگر بهشوق، دل خویش، خوش کنم (صائب)

غار این بادیه، در پرده صد آبله است
 بوی گل را، نفس باد صبا راحله است
 بر در دل، حلقه شوق سیر کابل میزند
 عشق کو، تاجر صه ای، از خون منصور آورد
 بنازی، که لیلو بمحمل بر آید
 بجای ثمر، عقده دل بر آید
 بیک آه، صد کار مشکل بر آید
 خوشا حال صیدی که، غافل بر آید
 در بساط تو، همین گرد سفر، خواهد ماند
 نقش در آئینه، آخر چه قدر، خواهد ماند
 آب حیات را بخضر باز میدهد
 نیشتر، از رگ بیمار، چه پروا دارد
 بادشاهان گنج ها را خاک بر سر کرده اند
 دهان خویش، با بر بهار نکشاید
 اگر قارون، نشیند با می آشامان، گدا خیزد
 که از بزم تو یکره بادل بی مدعا خیزد
 ورنه چندین شمع را، بر خاک این صرصر، کشید
 و همین جا آب از سر چشمه کوثر کشید
 مرا بسوی تو، عجز و نیاز می آرد
 جماعتی که، بدلبهای خونچکان سازند
 اگر دو روز باین تیره خاکدان سازند
 هر موی سنائی شد و از خود بدرم کرد
 چون راه، سر بدامن منزل نهاده اند
 دستی که، عاشقان تو، بر دل نهاده اند
 با تاج و تخت شاه، مقابل نهاده اند
 آنها، که پا برون سلاسل نهاده اند
 دایم نسیم مصر، بکنعان نمیرسد
 که کرد، دولت بیدار را، بخواب عوض
 و گرنه، عمر ندارد بهیچ باب عوض

از آستان عشق غبارست نو بهار سرسبز آنکه ، رفت درین آستان بھاک
آزادگان ، ز آب حیاتبد ، بسی نیاز هر سرو ، کرده است دوصد باغبان ، بھاک (۱)

۱۲۵- صبا ، پندت کیلاش کول

● بهارگشن کشمیر : صبا ، پندت کیلاش کول . در سال (۱۸۱۲ع) بوجود آمد ، در عربی و فارسی کاملاً درک داشت ، و شعر فارسی میگفت و در اشعار خود تراکیب و الفاظ کشمیری و استعارات و تلمیحات محلی بکار میرد . در سال (۱۸۸۸ع) جهان را وداع کرد . دیوان مرتب نیست :

دلا ! پرمییز از سحر نگاه دلربای او که آموگشت سودای ز چشم سرمه سای او
خیال جلوه افش ، از سر نمی گردد برون هرگز که طرح سرنوشتم ریختند از نقش پای او
کی بستی ، این رشته زنار ، به گردن از سرکشی آن زلف ، چو کافر نه شدی گر
چنان شعله ، در سینه زد ، سوز عشقش که شد ، رشته شمع ، تار گریبان
بهار است ، از سوز گلہای حسش بسیاری جنون سازگار گریبان
رشک ، بسی اختیار را ، چه کنم طفل دیوانه وار را چه کنم

۱- رک : مقالہای زیر راجع به صائب :

- (۱) صائب تبریزی - ہد علی - گنجینہ معارف ۱ : ۵
- (۲) زندگانی پر ماجرای صائب - شاه حسین فاضل الدین - گنجینہ معارف ۵ : ۳
- (۳) صائب تبریزی - حیدر علی کمالی - آیندہ ۹ : ۳۱ <
- (۴) آثار صائب - سرو گویا اعتمادی - آریانا ۸ : ۷ <
- (۵) سخنی درباره صائب - مجتہدی مہدی - مہر ۸ : ۲۲۲
- (۶) صائب و برخی اشعارش بخامہ خود او - ابرہیم خلیل - آریانا ۱۵ : ۱۲
- (۷) آثار نثری از نتائج افکار صائب - حسین نخجوانی - ادبیات تبریز ۶ : ۲۹۹
- (۸) تذکرہ از صائب تبریزی و اشعار اخلاقی او - حسین نخجوانی - جهان اخلاق ۲ : ۵۲
- (۹) منازعہ صائب تبریزی با کلیم ہمدانی - حسین نخجوانی - ادبیات تبریز ۷ : ۲۴
- (۱۰) وفات صائب - ہد نخجوانی - یادگار ۳ : ۸
- (۱۱) آرامگاہ صائب - گلچین معانی - مجلہ سپاہان
- (۱۲) سہ صدمین سال وفات صائب - گلچین معانی - اورنگان ۱۸ : ۲۹۲

میگرفتیم قرار، اندر صبح
کرد می درد دل، به سینه نهان
لاله از اشک، آن رخ گلگون
به بین، در زیر ابرو چشم مست یار، ای زاهد!
بهار آمد، جنون سر زد، خرد بردار دست از من
در بحر عشق، آب ز چشم پر آب ما
از دل خیال شعر تو، هرگز نمیرود
شد گره ناله، در دل، از خونم
در خیال رخ تسو، گل بدچمن
ترک بوس و کنار، گل رویان
آن شعله خور، به صحن چمن شد، مگر (صبا)

زین دل بیقرار را چه کنم
دیده اشکمستار را چه کنم
از عیدم داغدار می آید
بزیر طاق خرابی، نشسته باده پیمای
که چون مجنون، نهم پای ز صحرای بهمرای
گرداب موج میزند از پیچ و تاب ما
روز ازل، مگر شده شاعر خطاب ما
شیشه چون پر شود، صدا نه کند
چه کند جامه، گر قبا نه کند
من اگر میکنم (صبا) نه کند
شبنم به گل ز دور نماید شراره ام
(۲ : ۹۵۱)

۱۲۶- صبوحی، ملا

● مرأة الغمال : اصلش از کشمیر است . بکمال فضل و نهایت خوشگویی
موصوف بود . از خادمان سلطان شجاع (۱) است . معزز و مکرم بود .
مدة العمر بر همسران چیره دستی نموده ، نوبت سخن سرائی بدیگران حواله
نمود . ازوست :

چه از طوفان اشک ما ، رود سیلاب در دریا
بکام فتنه دوران ، مدد از آسمان جستن
ندام از کدامین باده ، سرخوش شد حجاب آخر
معلم انگشت اوراق اسطراب ، در دریا (۲)
بدان ماند ، که گیری دامن گرداب در دریا (۳)
که با این شرور نکشوده است چشم از خواب در دریا (۴)

۱- پسر شاهجهان از (۸۱۰۶۸) تا (۸۱۰۷۰) در پنگال حکومت کرد .

۲- تذکره شرای متقدمین و گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۳- همیشه بهار و تذکره شرای متقدمین و گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۴- تذکره شرای متقدمین و گل رعنا دارد .

ز یس کاهیده ام از تشنگی بی او، عجب نبود
 اگر چون عکس، خود را افکنم بپتاب در دریا (۱)
 سر زلف درازی، سایه افکنده است، در چشمم
 بانداژی که صیاد افکنده قلاب در دریا (۲)
 (۱۶۲-۱۶۴)

● همیشه بهار: صبحی کشمیری، از مداحان سلطان شجاع بود. این
 دو شعر از افکار اوست:

سرافرازی اگر داری، هوس کسب تواضع کن
 بابر و بین که، جابر چشم دارد از خیدنها (۳)
 (یک بیت دیگر دارد خطی)

● تذکره شعرای متقدمین: ملا صبحی، اصلش از کشمیر است. از
 مداحان سلطان محمد شجاع است. و مدت العمر بر همسران چهره دستی نمود:
 چه پنهان گفت، پیغام تو در گوش شنیدنها
 که در پای شنیدنها نقد از شوق دیدنها
 نه تنها در فغانم، چون خم خالی، ز هیر می
 که دارد تاک هم اشکی، ز درد نا رسیدنها
 (شش بیت دیگر دارد ۲۰-۲۱)

● گل رعنا: صبحی کشمیری، از مداحان شاهزاده محمد شجاع بود، و
 گوی معنی بابی از اقران خود میر بود. از انقباس صبحی است:

دامن کشان گذشت شبی، بسوی زلف یار
 صنبل همیشه میدهد از دود آتش
 چه رنگین گریبا از سیر دل آورده ام (صبحی)
 کنون از چشم تر دارم تمنای چکیدنها (۳)
 (پنج بیت دیگر دارد ۶۹۲-۶۹۳)

-
- ۱- تذکره شعرای متقدمین دارد.
 - ۲- تذکره شعرای متقدمین، نتایج الافکار و صبح گلشن دارد.
 - ۳- تذکره شعرای متقدمین، گل رعنا، نتایج الافکار، صبح گلشن و صنف ابراهیم دارد.

● صبح ابراهیم : ملا صبحی کشمیری ، از مداحان سلطان شاه شجاع بود . ازوست :
(یک بیت دارد ۲۱۶)

● تذکره نتائج الافکار : صبحی ، سخن سنج بی نظیر ، ملا صبحی ساکن کشمیر ، که از مداحین سلطان شجاع بن شاهجهان بود . بطبع بلند ، بکه تاز میدان سخنوری . و بفکر ارجمند ، گرم ساز بازار نظم گسری . بفضایل و کمالات مقبول قلوب ، و بحسن گفتار عزیز دلها بود . اواخر ماه حادی عشر صبح اجلش بسر رسید . از افکار اوست :

چو رخ نیم بسم ، اضطراب دل تماشا کن که گوش همنشینان بست آواز طیدنها (۱)
چه رنگین گریه ها ، از خون دل آورده ام (صبحی) کنون از چشم تر دارم تمنای طیدنها
(دو بیت دیگر دارد ۲۲۱)

● نگارستان سخن : صبحی ، ملائی از قاضیان کشمیر بود و بصباحیت بیان بر معاصران می افزود :

ضعف غالب شده ، از فاله ، فرو ماند دلم دگر از حال من ، او را ، که غیر خواهد کرد
زیر لب دشنام ، ای نا مهربان ! دادی مرا کشته بودی از تغافل ، باز جان دادی مرا
(۵۲)

● صبح گلشن : صبحی کشمیری ، از مداحان شاه شجاع ، برادر عالمگیر پادشاه ست . سواد و بیاض دیوانش برنگ سیاهی سویدا ، و سپیده صبح دلنشین و خاطر خواه . اواخر ماه حادی عشر صبح حیاتش بشام ممات مبدل گردید . از کلامش این چند اشعار بگوش رسید .

(شش شعر دارد ۲۳۷)

● ریحانة الاداب : صبحی تخلص ، شعری دو تن از شعرای هند میباشد .
که یکی از اهالی کشمیر بوده ، و در خدمت شاه شجاع برادر عالمگیر
میزیسته ، و در اواخر قرن یازدهم در گذشت .

و دیگری در اصل همدانی بوده و در انسانی سیاحت به هندوستان رفته ،
و داخل در خدمت شاه جهان بوده ، و در یکی از جنگها مقتول . و از
اوست :

هر طرف ، منگرم ، شعله عالم سوز است آنکه دل را نکند داغ ، کدام است اینجا
(۲ : ۲۵۶)

۱۲۷- صرفی ، ساوجی

● بدایونی : چند گاهی در گجرات با خواجه نظام الدین احمد (۱)
همراه بوده . در لاهور آمده بوضع درویشانه میبود . و زمانیکه شیخ فیضی
بدکن نامزد شد ، همراه رفت و از اینجا سفر آخرت اختیار نمود . صاحب
دیوانست و در قصیده و غزل صاحب طرز است . ازوست :

ز راه کعبه ، ممنوعم و گرنه ، میفرستادم کف پای ، بزحمت چینی خسار مفیلات (۲)
گل فروش من ، که خواهد گل ، بیازار آورد باید اول ، تساب غوغای خریدار آورد (۲)
گرم خواهی یسری ، آتش رخسار روشن کن که از خاکستر من ، تا قیامت نور برغیزد

● مجمع الخواص : مولانا صرفی ساوجی . گویا با مولانا جعفری قرابت
دارد . نسب هر دو با افصح المتکلمین خواجه سلمان میرسد .

۱- نظام الدین احمد (متوفی ۵۱۰۰۳) مؤلف طلیقات اکبری . از سال (۵۹۹۱ تا ۵۹۹۶) در
گجرات بخشی بود .

۲- شع انجمن دارد .

شاعر خوبی است . فقیر باوی ملاقات نکرده ام ، ولی این ابیاتش را شنیده ام :

بسر زمانه دائم ، چو منت غریب دارد
بگذر ز چاره من ، بگذار تا بپیرم
اگر نصیب از آن لب ، نرسد رنج (صرغی)
غمی ، کز مرگ دشمن دارم ، این است
کشتند و سوختند مرا ، ای همتا ! بسوز
گویا که ، میکشند مرا هرگز این چنین
خدا یا این قدر ، در حق آن بیساک میگویم
خبرم ، ز رفتن خود ، بگه سفر ، نکردی
چو ز رفتن تو مردم ، تو نشاط کن که ، هرگز
تو تمام خشم و فازی ، منت از کدام گویم
سر آن دیار گروم ، که تو اش غریب باشی
من ناتوان که باشم ، که تو ام طیب باشی
گهی کسی چه باشد ، چو تو بی نصیب باشی
که ترسم در غم او ، مرده باشد
کز قسمت تو هیچ در این استخوان نبود
خوای عام ، بر در زندان من نبود
که گر نامهربانش آفریدی ، مهربانش کن
چه صلاح دیده بودی ، که مرا خبر نکردی
برادر خاطر خود ، به ازین سفر نکردی (۱)
چه روزگار (صرغی) تو ستیزه گر نکردی
(ص ۲۲۲)

● مائوریمی : مولانا صرفی ساوجی ، آدمی زادگان ساوه عراق است . مقتدای موزونان سخندان ، و عارفان حقیقت بیان بوده . و در طرز تصوف و تزکیه نفس بغایت کوشیده . درویش نهاد و فانی مشرب بوده . و — بصرفی زولیده مو — اشتهار داشته . و از اقران مولانا عهده و مقصدی و ظریفی ساوجی است .

و گویند که : چون قدم در وادی شاعری نهاد ، از ساوه بدارالمومنین کاشان شتافت . و بخدمت حسان العجم مولانا محتشم رسید (۲) . و مدت ده سال

۱- آتشکده دارد .

۲- متوفی سنه (۹۹۶ هـ) . در کاشان مدفون و مقبره اش زیارتگاه اهل دل میباشد . نگارنده نیز در ستامبر ۱۹۶۵ ع از زیارت مفتخر شده است .

با شعرای کاشان، مثل حاتم (۱) و فہمی (۲) و رضای و شجاع (۳) — کہ دران زمان لوای شاعری برافراشته بودند — شاعریہا کرد. و مولانا وحشی بافقی (۴) و غیری شیرازی (۵) نیز در آن زمان درانجا بودند. ایشان نیز از مومی الیہ اعتبار تمام گرفتند. و غزلیات عاشقانہ بنظم آورد کہ ازو پسندیدند. و بر امثال و اقوان او ترجیح نہادند.

و مولانا محتشم را کمال توجہ نسبت باو بودہ : و در اصلاح شعراء میکوشید. و او نیز خود را از جملہ شاگردان او دانستہ ، منظومات خود را مادام کہ، بشرف اصلاح ایشان نمیرسانید ، بر دیگران نمیخواند. و این معنی را باعث افتخار و مباهات میدانستہ .

و در ایام توقف کاشان، اکثر اوقات در صحبت سیدالسادات و النقباء امیر خیدر معمای کاشی — کہ از جملہ اکابر و اعیان آن ملک است ، و مولانا وحشی و غیری باو میبودہ اند — بسر میکردند. چون جملہ شعرای قرار دادہ گشت ، و اشعارش در میان مستعدان مشہور شد، و آوازہ تقرب و رعایت مولانا شکیبی اصفہانی و مولانا نظیری نیشاپوری و مولانا عرفی شیرازی و سائر مستعدان، در خدمت این سخن شناس سخندان (خان خانان) بایران رسید، ارادہ سفر ہندوستان را، پیش نہاد ضمیر خود ساختم، بہ ہندوستان آمد. و بخدمت بعضی اکابر ہندوستان مشرف گشتہ. بوی آشنای در ہیچ وادی بمشامش نرسید،

-
- ۱- ہدایت اللہ حاتم کاشی متوفی ۵۹۹۷.
 - ۲- مولانا موحّد الدین فہمی کاشانی قرق دم.
 - ۳- شجاع کاشانی ملقب بہ کور متوفی ۵۹۸۱.
 - ۴- مولانا کمال الدین وحشی بافقی متوفی ۵۹۹۱.
 - ۵- ملا غیرتی تیر انداز قرن دم.

آخر الامر در احمد آباد گجرات، در هنگامی که، این مملکت ستان (خان خانان) مظفر و منصور فتح آن ولایت نموده بود (۱)، بمطلب و مدعای اصلی خود رسیده، خود را در سلک مداحانش در آورد. و شاهد این معنی اشعار اوست که درین خلاصه ثبت است. و بقدر حالت و استعداد خود، و فراخور حجت این غریب نواز، رعایت یافت. و آنچه شنیده و با آوازه آن آمده بوده، برابر آن مشاهده نمود. و مدتها در رکاب عالی ایشان بسر برده.

و در ایامی که نواب میرزا عزیز کوکه — که مشهور بخان اعظم بود — متوجه سفر حجاز بودند، التماس زیارت بیت الحرام و مرقد خیرالانام (علیه التحية والسلام) نمود. بسرانجام ما بحتاج و ضروریات او حکم رفت. بقدر احتیاج او را مستغنی ساختند. و بهمراهی خان مشار الیه، بآن سعادت مشرف گردید.

و از مولانا درویش سبزواری — که از راست گویان و درست سخنان است، و در آن سفر رفیق مولانای مشار الیه بوده — شنیده شد که: دعای این خیر محضر را، در آن اماکن شریفه بر خود لازم ساخته بود، و بشکر گذاری خود میپرداخت. و میگفت که: از بقیه انعام و احسان ایشان باین سعادت مشرف گشته ام، و تازنده خواهم بود، بر خوان احسان ایشان نان میخورم.

القصة، با دران سفر خیر اثر و یا بعد از مراجعت در هندوستان،

۱- در فتح گجرات این چهار تاریخ بچهار زبان یافته اند:

(۱) یوم احد ثانی ربیع الاول (۵۹۸۰)

(۲) بر شنبای یکی ربیع الاول (ترکی؟)

(۳) روز یکشنبه دوم ربیع الاول (۵۹۸۰)

(۴) اتوار ربیع اول که دوشنبی (۵۹۸۰)

و دبعت حیات بقابض ارواح سپرد .

از شیرین گویان و نادر سخنان عهد و زمان خود بود . بعد از خواجه سلمان از ساوه ، از مشار الیه بهتری بر نخاسته . و بکمال زهد و فقر و مسکنت و درویشی آراسته و پیراسته بوده . و نزاکت و دقت طبیعتش از بن دو سه بیت او — که در قصیده که در شکوه هندستان قبل از وصول بملازمت ایشان گفته — معلوم میشود :

از عدم با خود، نه جان ناتوان آورده ام روح مجنون را، بسیر این جهان آورده ام
پنبه ام، بر شعله میقلطه که، آتیش نیاد زیور مهتاب را جنس کتان آورده ام
همم، از چشمه سازهند، حلقی قر نکرده از لب جبر، شکوه آب روان آورده ام
و بطرز استاد خود، مولانا محشم حرف میزند ، و کلامش بر یک و تیره
است ، و طبعش خالی از متانتی نیست . و در ایام بودن هندوستان ، طرز
خود را، بطرز مولانا عرفی و یاران هندستان، آشنا ساخته .

و در زمانی که ، ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضی ، از جانب پادشاه
ظل الله محمد اکبر شاه، بحجابت بطرف احمد نگر و بیجاپور میرفت (۱)، در ملازمت
آن ملک الشعرا سیر دکن نیز نمود . و حین تحریر این اوراق، این اشعار بخط
آن جناب ، در کتابخانه عالی دیده شد ، که ثبت رفت :

رفتم ، بزرگان ادب، راه حرم را چون دیده در آینه گرفتیم قدم را
زان راه روانیم، که در وادی همت از گرد توکل نفسانند قدم را
آهسته ترای پیک وجود، این چه شتاب است از پیوه خبردار مکن گوش عدم را
همت طلب از اهل توکل، که بهر گام صرف ره و رفتار تو، سازند هم را
قانع نوازین باش، بجز گریه، چه اندوخت آدم که بدر پیوزه فرستاد شکم را
بس کن که، ببنگ آمدم از شکوه نویسی بر خیز و قلم کن بر انگشت و قلم را
آتش نفسانی که، نظر کرده عشق اند بی سکه تر از زیگ شمارند درم را

(۱۹۵ بیت دارد ص ۳ : ۶۹۷-۷۰۱)

● آتشکده : صرفی ، اسمش صلاح الدین . گویند نسبتی بخواجه سلمان داشته . الحق شعرش خالی از امتیازی نیست ، و از تلامذه مولانا محتشم کاشی علیه الرحمه .

با تو ز شکم کشد و بی تو جدائی چکنم میکشم این همه ، از دیدن و نا دیدن تو (۱)
(صرفی) ز عشق دوست ، بنوعی نموده کز دشمنان ؛ بزرگ تو خرم شود ، کسی
(۲۲۶)

● شمع انجمن : صرفی ، صلاح الدین ساوجی چند گاهی در گجرات بود ، بعده در لاهور آمده ، بوضع درویشان بسر میبرد . در (سنه ۸۹۹۹) همراه فیضی بدکن شتافت و از انجا سفر آخرت اختیار نمود . صاحب دیوان است . ازوست :

● روز روشن : صرفی ، ملا صلاح الدین ساوجی . سیر هندوستان هم نموده بود :

عشق آمد و راه دل دیوانه میندید بر صاحب این خانه ، در خانه میندید
(۲۹۳)

● رباعانۃ الادب : صرفی ، صلاح الدین ساوجی ، شاعری است ایرانی از اهل ساوه ، و از شاگردان محتشم کاشانی (متوفی سنه ۹۹۶) و از او است :

و سال وفات و مشخص دیگری بدست نیامد :

(یک شعر داده ۲ : ۲۷۵)

۱۲۸- صرفی، شیخ یعقوب کشمیری

● منتخب التواریخ: صرفی تخلص. مجمع فضائل و کمالات بود. خلیفه مخدومی اعظم شیخ حسین خوارزمی است. (قدس الله سره) بزیارت حرمین الشرفین مشرف شده و سند حدیث از شیخ ابن حجر داشته. در لباس مشیخت سفر بسیار کرده، و اکثری از عظمای مشائخ عرب و عجم را، ملازمت نموده و فوائد اندوخته و رخصت ارشاد و هدایت یافته. و مرید بسیار چه در هند چه در کشمیر و خائگاه دارد.

و صاحب تصانیف علیه رائقه است. حمسه تمام کرده، و رسائل متعدد در معما نوشته و رباعیات مع شرح در تصوف دارد، غیر آنکه احصا توان کرد و آنچه بایستی اندکی از حالت صوفیه و ذوق ایشان بود، و گرنه قطع نظر از آن، در جمیع علوم عربیت از تفسیر و حدیث و تصوف، مشار الیه و معتمد علیه و سند امام است. و درین ایام که نزدیک بود تفسیر مینوشت، که آینی است از کمالات او. و هم پادشاه مغفرت پناه و هم شاهنشاهی را نسبت بوی اعتقاد غریب بود. بشرف صحبت اختصاص داشته و منظور نظر شفقت اثر گشته، معزز و مکرم و محترم بود. و بذلی و ایثاری داشت که، در اقران فوق آن متصور نبود. اگرچه بمقتضای:

ولولا الشمر بالعلماء یذری

شعر دون مرتبه او بود، اما هیچ گاه ازین وادی خلو ذهن نداشت. این چند بیت ازوست:

در صد هزار آئینه، یک اوست جلوه گر
وین طرفه ترکه، دوست بهر سوست جلوه گر

در هرچه بینم آن رخ نیکوست، جلوه گر
خلقی بهر طرف شده، سرگشته بهر دوست

حالت از فکر، بران گوشه ابرو بنشست
 مشکن ای غم دل مارا، و مبین کان دل کیست
 هر کجا گوشه نشینی است، درو فکری هست
 گر بگویش گذری، پای ز سر باید کرد
 دل ما هست ولی، بین که درو منزل کیست
 قصه کوتاه، ز سر خویش گذر باید کرد

و این معما باسم شبدا ازوست :

ماه من از رخ نقاب انداخته وه که عمدا روز را شب ساخته
 در زمانیکه، از لاهور رخصت انصراف بجانب وطن مالوف یافته، از آن

طرف آب راوی، رقعہ بفقر نوشت. و تمینا بجنس نقل مینماید :

مددی قادری ! دعا و نیاز اخلاص طراز بتقدیم رسانیده، مشهود ضمیر
 خورشید نظیر میگرداند که : باعث ترک سنت سنیه از عجب غلص حقیقی
 غالباً آن خواهد بود که، چون طریقه مرضیه راه عند السفر از شرائط مشایمه
 است، و بالفعل درین زمانه قدرت بر آن نبود، و بالضرور ترک آن سنت
 بایستی نمود، امید که از حاشیه خاطر فیض مآثر نسیا منسیا نخواهند ساخت،
 و بمراعات شیشه کریمه حفظ الغیب خواهند پرداخت. و اگر حاجت بکاغذ
 کشمیری برای مسودات باشد، اعلام نمایند تا بنده از کشمیر مسوده تفسیر خود
 فرستد، که نقوش آن از کاغذ، بشتن چنان می رود که، هیچ اثری از سیاهی
 نماند. چنانچه تجربه کرده باشند. و السلام علیکم و الاکرام لایکم.

و چون بکشمیر رفت، رقعہ دیگر از انجا فرستاده که ختمی بود، و نقل
 مسوده آن این است :

خدام کرام ! من هو مستغن عن المدايح والمناقب والمفاخر، اعنی مولانا و
 بالفعل اولانا الشیخ عبدالقادر. فتح نماید. قطعه :

از دوانی (۱) بدوانی بیشک در فنون فضیلت است فزون
 پس دلیل زیادت معنیش که بنایش بصورت است فزون
 نیاز نامهای که فرستاده میشود، هر چند که در جواب آن، بنا بر عدم

لیاقت، جواب خدمت بدائع نگر را تصدیق نمیدهد، اما بهر حال قلم اخلاص
عبرض بندگی، بسی اختیار جاری میگردد. امید که هر گاه که در خصخانه
نواب فیاضی، در نیمروز تموز بر فرش حصیر، سرد تر از هوای کشمیر، بتجرع
برف آب گزم میبوده باشند، و استماع نکات شریفه، و مقالات لطیفه
میشوده باشند، یاد اسیر محنت حرمان خواهند کرد. بیت :

ای بیزم وصل حاضر! غائبان را دستگیری

زانکه دست حاضران، از غائبان کوتاه نیست

عن الخلف الاعز الارشد الاحمد، الشیخ محی الدین محمد، فیازمندی قبول فرمایند.

وفقه آله سبحانه و تعالی، لتحصیل العلوم الصوریه و انه معنویه بحرمة من صبی

بلقبه الشریف، قدس سره اللطیف.

و غالباً بنابر رعایت حق الجوار، سخن سیادت مآبی میران سید قطب الدین

در نانوشتن جواب نیازنامه فقیر، مسموع میدارند. اما میباید که، نظر برحق

نفس الامری کنند، که ظاهراً این حق بران حق راجع باشد، و ایضا اعتبار سر

اظهار محبت جناب میران نکنند، که آن آخر ثباتی ندارد. و الله تعالی اعلم.

ای بیت اظهار مضموری که بر طرز جدید آصف خانی، بنده کمینه آنجا گفته،

مسوده آن از فقیر گم شده، غالباً ملازمان ازان مسوده نقلی گرفته بودند،

الهام آنکه نقل از نسخه خود فرستند.

جواب این رقعۀ اخیر :

هو

لمولف :

یا من بخیال وجه اینسانی شوقی لا یحمل فی القرباس

کالشمخ لا یوزن بالقسطاس و اللجة لا یقاس بالمقیاس

از ثنا چه نویسد که، درج آن در حوصله عبارت تنگ، و ظرف حروف

قاصر - عبدالقادر - حکم بحر و کوزه دارد :

و ان قمیصاً حیك من نسج تسعة و عشرين حرفاً من معانیه قاصر

و از دعا چه گوید :

بسوی سدره، ز من، مرغ طاعتی نه پرد که فامه نه برد از دعای، در متقار

و از شوق چه باز نباید :

یا من بپایدی یدہ طوقنی من صعبۃ الزمان قد عوقنی
لا اقدر ان اکتب شوقی لکم ما اشوقنی الیک ما اشوقنی
ازان مدتی ، که توجه عالی بآن صوب صواب فرموده اند ، در ترجمان
اسرار الهی ، که اصل اصول آگاهی عبارت ازان تواند بود ، چه قبل از
نوروز چه بعد ازان بچند روز ، از دست ما صدق این بیت که ، از مقوله
عشره میسر است :

مردی دراز نیکو در شهر خویش امروز یا غواص نهشته از بخت خویش فیروز
متواتر و متوالی رسیده ، باعث خوش وقتی گردید .
مرقوم خامه مسکین نواز مشکین طراز بود که :

از دوانی بدوانی بیشک !

تا آخر در جواب آن ، عرضه میدارد ، مثنوی لمولفه :

ای زبانت ، کلید نامه غیب	دل پاکت نتیجه لاریب
داده اعجاز کلک تو بیرون	گنجهای نهان کن فیکون
گفتی از منطق گهر پرور	کز دوانی ، بدوانی خوشتر
گر دوانی و گر بداونیست	همه از گنج فضل تو ، شنید
دلم ، آئینه جمال تو ، شد	مظهر فیض لایزال تو ، شد
چه عجب ، گر ز روی حق بینی	خویشتن را درو همی بینی

اگر خود نهائیت همین قدر پس است ، و اگر نه ، من که فضول ، جواب
نوشتن چه ! باز بشعر از تقصیر در نوشتن عرایض اخلاص ، که منافی رسم و
مادت عوام نه خواص اهل اختصاص است ، کمالا پختی زبان اعتذار و
استغفار کشاده ، استغما مینماید . و این رقه را ، کفارت آن جریمه دانسته ،
فضای مافات میسرود . و آنچه از هوای خستخانه و برف آب که یادگار از :

عمر برف است و آفتاب تسموز

و نشان ده از : — یا معشر المسلمین ارحموا علی من رأس ماله یدوب —
است ، نوشته اند ، چند روزیست که ازین آب و هوا باز مانده :

گرگ دهن آلوده و یوسف ندریده

میگردد :

فمن شاء فلینظر الی فمظری نذیر الی من ظن ان السهوی سهل
چون بتدگان حضرت ، قریب شرف آفتاب بتقریبی قام کمیته را ، خود
بدولت ، بنهایت کسی بر زبان مبارک رانده ، حرف تولیت خطه عالیہ اجمیر .
شعر :

دنت عن فظاری تلک الخیام عسل سکانها منی سلام
فرمود اند ، و هنوز تسلیم نشده ، آرزو دارد که ، اثر این سعادت زود تر
از قوه بفعل در آید ، و دل را از آب گردش روزگار و هوای ناسازگار هر
دیوار ، فارغ ساخته برد البقیی حاصل شود ، که خسفاۃ گیتی ، چون غص
و برف آب ، زمانه چون سراب نباید . و بخت شوریده هر ساعت و هر زمان
با این ترانه در فغان است :

ای عجب دلستان نبرگرفت و نشد جانتان ملول

زین هواهای عفن ، زین آبیهای فاگوار

همت عالی و توجه داعی ، درین باب گماشته ، در امداد صوری و معنوی
کوشند . تا انشاء الله تعالی ! رفته اجمیر را قافیه کشمیر دانسته ، بملت
اینکه ، هر دو مکان طیب ، مرکز دایرة در قطب جنوبی و شمالی است ،
و جهة جامعہ — بلدة طيبة و رب غفور — دارد . آب چشمه چهاره را ،
چنانچه ایشان درانجا آب بر رفتن نوش جان میفرمایند ، فوشیده زیان را بزال
شکر و ثنای منعم حقیقی و مجازی تر دارد . شعر :

هینا لا رباب النعیم نعیمهم و للمساكين المسکین ما یتجبرع
و تمثیل حال کشف مکشوف اهل کشف است .

بنده زاده به بداون رفته بدعا مشغولست ، ظل عالی لا یزال باد . تحریر
فی شهر رمضان المبارک عمت سنة ثلث و الف (۱۰۰۳) .

و این غزل نیز از خامهٔ دربار گوهر نثار ایشان است که، در بعضی اسفار، به فقیر نوشته بودند:

در دمی، کین نامه میگردم رقم	کان یجری الدمع مزوجسا بدم
هر رقم کز خامه ام ظاهر شدی	کاد یسحر معنی ذاک الرقم
محر حرف اشتیاق از لاج دل	ایس فی وسعی وقد جف القلم
در بلای هجر، حکمتها بود	لینتی کوشفت عن تلک الحکم
(صرفی) از دریای اشکم نه محیط	لیس الا مثل رشف من دیم

الحاصل، اوصاف تعریف و کمالات جناب شیخ، چه حد من عاجز بی زبان است! و آثار جمیل او که، دامان بر میان قیامت بسته است، شاهد حال او بس است.

در تاریخ دوازدهم ذی قعده سته ثلث و الف (۱۰۰۳هـ) از حبس عالم قید رسته، طایر روح قدسی آشیان او، بعالم اطلاق پرواز فرمود. و — شیخ امم بود — (۱۰۰۳هـ) تاریخ یافته شد. شعر:

سلام علی الدنيا و طیب نعیجها	کان لم یکن یعقوب فیها بجالس
درین خرابه محوره بسوی گنج مراد	که جای محنت ورنج است این خراب آباد
قضا نهاده، بهر گامش از بلا، دامی	که، پانهاد درین دامگاه، که سر قنهاد
سواد رفته گل نیست غیر حرف رجا	ولی چه سود که، بی بهره ایم ما ز سراد
زمان عمر، بی اندکست، غره مباشر	که تا نفس زده، عمر داده بر باد

(۳: ۱۲۲-۱۲۸)

صرفی، همان شیخ یعقوب کشمیری است، که شمه از اوصاف کمالش مرقوم خامه شکسته گردید. چون جامع جمیع مراتب حیثیات است، اگر تعریف او که، تکرار ملیح است، مکرر مذکور شود، چه قصور دارد.

با وجود تصانیف معتبر در تصوف و سائر علوم و فنون ، طبعش بنظم اشعار بلاغت آثار، مناسب و ملائم افتاده . و نبذی، از نتایج افکار سحر آثار او، این ابیات است :

بر رخ فگنده چاشتگه ، آن مه نقاب را پیش از زوال ، شام رسید آفتاب را
از نمولیا، مپرس ، و زان خاک در پیرس خاصیتش ، ز مردم صاحب نظر ، پیرس
تفسیری ، در آخر عمر ، چون — تفسیر کبیر — میخواست که بنویسد ، و
پاره مسوده کرده . ناگاه سرنوشت ازل پیش او آمد ، و امر ناگزیر خلاق
اورا ، در وطن مانوس و مالوف دریافت . چنانچه گذشت و در گذشت .
(۲۶۰ : ۳)

صرفی . درین سال (۱۰۰۳ هـ) شیخ یعقوب کشمیری صرفی تخلص ،
که از درگار بوطن مالوف مرخص شده ، برحمت حق واصل شد .
(انا لله انا الیه راجعون)

یاران همه رفتند و ره کعبه گرفتند ماست قدم ، بر درخمار بماندیم
از نکته مقصود ، نشد فهم حدیثی لا دین و لا دنیا، بیکار بماندیم
(۲۰۳ : ۲)

در هفدهم ماه ربیع الاول این سال (۱۰۰۰ هـ) بعد از گذشتن هفت ساعت
از روز، تولد خجسته شاهزاده سلطان سلیم ، بمنزل شیخ سلیم چشتی در فتح پور،
واقع شد :

گوی بسزمین ستاره آمد یوسف بجهان دوباره آمد
و شاهنشاهی دران زمان ، بایلغار آمدن از آگره ، از نهایت سرور حکم به
تخلیص جمیع زندانیان فرموده تا هفت روز جشن عالی ترتیب دادند . و شعرا
قصاید تمهیت گذرانیدند . از انجمله خواجه حسین مروی، قصیده گفت که از
هر مصراع اول تاریخ جلوس شاهنشاهی، و از هر مصرع ثانی تاریخ ولادت

با سعادت شاهزاده جهان پناه حاصل میشود. و دو لک تنکۀ نقد صلۀ یافت.
و آن قصیده این است که :

لله الحمد! از پی جاه جلال شهریار گوهر مجد از محیط عدل آمد برکنار
..... الخ (۱)

و شیخ امم شیخ یعقوب صرفی کشمیری، نیز قصیده بهمین اسلوب گفت.
اما چه سود که صله را دیگری ربود. (۲ : ۱۲۳)

● هفت الیم : شیخ یعقوب، در تصوف مشارالیه میزیسته، و شعر را
خوب میگفته. این چند بیت اوراست :

بر سردار بر آورده، بین لرگی را کز مروان چمن، فقره و زر دزدیده (۲)
خالت از فکر بر آن گوشه ابرو بنشت هرکجا گوشه نشینی است، در او فکری هست
برای عاشق زاری، که در کوی پتان افتد بلایی، گر نباشد بر زمین، از آسان افتد (۳)
(۱۱۲ -)

● تاریخ اعظمی : صرفی حضرت شیخ یعقوب. خلف شیخ حسن
گنائی (۲) — که از اکابر کشمیر بود — در نهمصد و بیست و هشت هجری
(۸۹۲۸) بوجود مسعود آمده. از صغر سن آثار فطانت و نیز فهمی و بزرگی
ظاهر داشت. در سن هفت سالگی حفظ قرآن کرده، از خدمت مولانا مجد
آنی — که شاگرد حضرت مولانا جامی بود — استفاده علوم نمود، و

۱- رک : بدایونی ۲ : ۱۲۱ - سی و یک شعر دارد.

۲- تذکره حسینی و گل رعنا و شمع انجمن دارد.

۳- گل رعنا دارد.

۴- از شاهان شهمیر — شیخ الامم — خطاب یافته بود. گنائی در زبان کشمیری محرر،
منشی و دبیر را میگویند و ازین سبب نام خانوادگی گنائی مشهور شد.

۵- از کلمه — شیخ جی — تاریخ برمیآید.

از ایشان مخاطب به — جامی ثانی — شد . پس در جناب مولانا التحریر ، حضرت اخوند ملا بصیر ، که از عرفا و علمای زمان بودند و ذکرش گذشت ، کسب علوم فرمود . بجاذبه الهی — که روح مبارک حضرت علی مکرر جلوه گر شد — ذوق خدا پرستی بهم رسانیده ، از آنحضرت در خانقاه معلی بشارت و امر ، دریافت خدمت حضرت مخدوم اعلم شیخ حسین خوارزمی ، یافته ، عازم ولایت شد . و ممانعت والدین و استاد — که بمبالغه بود — سودی نه کرد ، بلکه آنها هم در واقع ، از جناب علی ثانی مامور شدند .

از راه بانهال ، با چهار رفیق روانه گشتند . در راه عجائب و غرائب بسیار از آن جناب ، مشهود رفا شد . چون بسمرقند — که وطن حضرت مخدوم بود — رسید ، بیرون دروازه آنجناب نشست ، و سعادت درون رفتن نکرد . آنحضرت ازان طرف ایشان را طلبیده ، و نوازشها فرمود . خلفای هفتگانه ، که بهفت در متعین بودند ، بنابر معتاد — که تفویض طالبان پیکی از آنها میشد — حاضر آمدند . حضرت مخدوم فرمودند که : کار این جوان علجده است ، ما خود تربیتش میکنم . بعد تعلیم باطنی ، میفرمودند که : از جنگل هیزم آورده باشد ! در همان اثنا ، روداد خلوت اربعین ، در ایام شدت سرما شده . بپاک کردن متوضای چله کشان شد . چند گاه در خدمت مانده ، داد مجاهده و خدمت داده .

نظری بر مراعات ظهور فرقت والدین ، بعد اجازت ارشاد ، مرخص بکشمیر شد . مجرد رسیدن بوطن ، ابواب ارشاد و تصرف خداداد ، بر آن جناب وا شد . فوج فوج سالکین ، و جوق جوق طالبین ، باستفاده رجوع نموده . عالمی مستفید

خدمت و صحبت بجذبیه و سلوک شد .

حضرت ایشان را بعد مدتی ، باز سودای ادراک خدمت مرشد آفاق ، غلبه نموده . عازم احرام حریم ملازمت گردید . باستماع خبر توجه حضرت مخدوم بحرین ، حرکت را غنیمت دانسته ، براه خراسان متوجه دریافت زیارت هر دو کعبه شدند .

در راه فتوحات بسیار ، بصحبت ابرار روزگار حاصل نموده . ازانجمله مصافحه شیخ ابوسعید معمر حبشی ، بوساطت شیخ سلطان علی او بهی — که بدو واسطه به شیخ ابوسعید میرسد — و زیارت مشهد مقدس رضویه ، و رفع سب و علت قتل سنیه ، که رفضه ایران میکردند ، بتاثیر نصیحت که ، بشاه طهماسب صفوی در اثنای ملاقات او فرمود .

و ظمور کرامات دیگر و تحصیل سند احادیث بروایات مختلفه ، از خدمت زبدة المحدثین شیخ ابن حجر و غیره در حرین ، و یافتن جبه مبارک آنحضرت امام الامت ابوحنیفه کوفی در بغداد ، و صحبت شیخ المشائخ شیخ سلیم چشتی و اجازت طریقه ایشان ، و عطیات دیگر ، که تفصیل آن در — ثمرات الاشجار — است ، بهزاران هزار مرحمت و مکرمات الهی ، به کشمیر رسیده .

دران وقت بسبب شورش والیان اینجا — که بفساد مذهب ، ملک و دولت را بر باد کرده بودند و کشمیر محل حوادث و آفات شده بود — حضرت ایشان متوجه شده ، بظاهر و باطن سعی و مدد نموده ، ملک را بمردم اکبر پادشاه تفویض فرمود . و یعقوب خان چک — که از راه شقاوت ذاتی ، مصدر امور نا مشروع شده بود — بسزا رسید .

حضرت ایشان بعد اطمینان اصلاح شهر، برای حفظ دل خود، باز سفر حرمین اختیار فرمودند. در اندک زمانی معاودت فرموده، کتب تفسیر و حدیث و فقه — که درین شهر نبود — آوردند. مردم را مستفیض ساخته، شب پنجشنبه بعد عشای اخیر دوازدهم ذی‌عده سنه هزار و سه (۱۰۰۳ هـ) رحلت فرمودند. — شیخ امم بود (۱) — تاریخش میشود — فخر الانام — شیخ الباطن — شیخ بکمال — نیز تاریخ است.

تصانیف آنحضرت در همه علوم بسیار است. از انجمله:

۱- تفسیر قرآن (که در غایت بحر و بسط و دقت است) اما بآخر نرسید.

۲- مسلک الاخیار.

۳- وامق و عذرا.

۴- لیلی و مجنون.

۵- مغاری النبوت.

۶- مقامات مرشد. (هر پنج نسخه مقابل خمس حضرت مولانا عبدالرحمن جامی است)

۷- مناسک حج.

۸- شرح صحیح بخاری.

۹- حاشیه توضیح و تلویح.

۱۰- تفسیر دو پاره آخر قرآن.

۱۱- روائح.

۱۲- شرح رباعیات .

۱۳- رساله اذکار .

خاندانی حضرت ایشان بسیارند بمحل خود مذکور میشود .

(۱۱۱-۱۱۰)

حضرت شیخ یعقوب در تاریخ او (ملا فیروز مفتی) فرموده . تاریخ :

از پی تاریخ، آن در دین وحید گفت : شد از بهر دین، ملا شهید

(۱۰۳)

۸۹۷۳

● تذکره حسینی : صرفی ، یوسف کنعان خوش حرفی ، شیخ یعقوب

(یک شعر داره ۱۸۶)

صرفی . از اهل کشمیر بود .

● گل رعنا : مولانا صرفی ، تخلص شیخ یعقوب کشمیری است . چون

در علم صرف علم یکتای می افراشت ، صرفی تخلص اختیار کرد . مجمع فضل

و کمال و خلیفه شیخ حسین خوارزمی بود .

بشرف زیارت حرمین شریفین رسیده . و سفر بسیاری در لباس مشیخت

نموده ، بصحبت علمای عرب و عجم فائز گردیده . فراوان فوائد اندوخت ،

و رخصت ارشاد و هدایت یافت .

صاحب تصانیف عالیه است . رسائل متعدد در معما ، و تصوف ، و سائر

علوم تصنیف کرده . همایون پادشاه و اکبر پادشاه را در خدمت او اعتقاد

درستی بود . بذل و ایثار بسیار مینمود . شیخ عبدالقادر ، صاحب تاریخ بدایونی

(منتخب التواریخ) احوالش در جرگه فضلا و هم در شعرا ، بخوبی مینویسد ، و

میگوید : ... بتاریخ دوازدهم ذی القعدة سنه ثلث و الف (۸۱۰۰۳) از حبس عالم فنا

رها شد ، و - شیخ امم بود - تاریخ یافتم (انتهای) . شیخ با وصف علم و فضل

فکر سخن میکرد. ازوست :

بر رخ فگند چاشت ، که آن مه نقاب را
از تو تمها پیرس و زان خاکه در پیرس
خالت ، از فکر بران گوشه ابرو بنشدت
مشکن ای شم ! دل ماز و مبین ، کان دل کیست
گر بکوش گذری ، پای ز سر باید کرد
در هرچه بینم ، آن رخ نیکوست ، جلوه گر
خلقی بهر طرف شده ، سرگشته بهر دوست
پیش از زوال ، شام رسیده آفتاب را
خاصیتش ، بمردم صاحب نظر. پیرس
هرکجا گوشه نشینی است ، درونگری هست
دل ما هست ، ولدین که ، درو منزل کیست
قصه کوتاه ، ز سر خویش گذر باید کرد
در صد هزار آئینه ، یک روست جلوه گر
وین طرفه تر ، که دوست بهر سوست جلوه گر (۱)
(۶۵۲-۶۵۴)

شیخ یعقوب صرفی در حق او (قادری شیخ عبدالقادر بداؤنی) گوید :

از دوانسی بدوانسی بسی شک
در فنون فضیلت است فنون
بسن دلیل زیادت معنی
که بنایش بصورت است فنون
(۹۳۹)

● **صحنه ابراهیم :** شیخ یعقوب صرفی کشمیری ، از مشائخ صوفیه ، و
افاضل علوم رسمیه . در علم حدیث شاگرد شیخ ابن حجر ، و در فن شعر
استاد شیخ محسن فانی بود . مثنوی خمسه و رسائل متعدده در معما دارد . و
در علوم شعر ، از معاصران پای کمی نمیدارد .
و در کشمیر با دستگاه بسیار خانقاه عالی بنا نهاده و اندوخته خود
را ، بصرف جود و ایثار داد .

همایون پادشاه در خدمت او اعتقاد بسیاری داشت . سال هزار و سیوم
(۱۰۰۳هـ) جهان گذران را گذاشت . ازوست :
ز صفت تن ، عجب حال است ، بیهار محبت را
که نتواند کشید از نیا توانی بار صحبت را
(۲۲۵ الف)

شیخ یعقوب از خطه کشمیر بود دیگر احوالش بر اقم نرسیده .
(۳۸۰ ب)

● شمع انجمن : صرفی شیخ یعقوب کشمیری ، یوسف کنعان خوش حرفی است . عالم کامل و صوفی مشرب بود . اکثر مشائخ عرب و عجم را در یافته ، و بزیارت حرمین شریفین سعادت اندوخته . سند حدیث از شیخ ابن حجر مکی مفتی مکه حاصل کرده . و بدرگاه اکبری مقبول و محترم زیسته . در (۱۱۰۳هـ) بجانب کشمیر رفت ، همانجا مرحله آخرت پیمود . در آخر عمر ، تالیف تفسیری شروع کرده ، لیکن اتمامش ننموده . شاعری دون رتبه اوست .
(در شعر دارد ۲۵۵)

● تاریخ نظم و نثر زبان فارسی : شیخ یعقوب صرفی کشمیری ، از مشائخ معروف صوفیه هندوستان ، و خلیفه شیخ حسین خوارزمی — پیشوای معروف طریقه نقشبندی — بوده . سفر بسیار کرده ، و بسیاری از مشائخ آن زمان را ، دیده بود . و ازیشان رخصت هدایت گرفته . و مریدان بسیار در همه جا ، و مخصوصاً در کشمیر داشت . و دو آگره (؟) خانقاه او ، در زمان جلال الدین محمد اکبر ، رونق بسیار داشت ، و همایون پادشاه و اکبر بوی بسیار احترام میکردند .

و سر انجام در ۱۲ ذی القعدة (۱۱۰۳هـ) در گذشت و تاریخ رحلت وی را — شیخ امم بود — یافته اند .

وی از دانشمندان نامی زمان خود بوده ، و در شعر مهارت کامل داشته ، و خمسه ای ساخته ، و رسائل چند در معما نوشته . و رباعیات و شرح رباعیات در تصوف دارد ، و نیز تفسیری بزبان فارسی نوشته است ، در غزل هم دست داشته است .
(۲۴۰ . ۱)

شیخ یعقوب بن خواجه حسن گنائی عاصمی کشمیری، متخلص بصرفی، از مشاهیر صوفیه حنفی قرن دهم بود. و در نهمصد و هشت (۸۹۰۸) ولادت یافت، و در هرات از شاگردان ملا محمد - شاگرد عبدالرحمن جامی - بود، و او بوی - جامی ثانی - لقب داد.

و پس از آن، بعبادت و ریاضت پرداخت، و نخست بامیر سید علی همدانی ارادت میورزید، و سپس در حلقه اصحاب شیخ کمال الدین حسین خوارزمی درآمد. و برای درک خدمت او، از کشمیر بسمرقند رفت. و بیرون دروازه شهر، در خانقاه او اقامت کرد. و پس از چندی - که در خدمت او بود - اجازه ارشاد و خلعت بوی داد، و او را مامور کشمیر کرد.

و پس از چندی، که مردم را ارشاد میکرد، دوباره بدیدار مرشد خود بسمرقند و از آنجا با او بحج رفت. و در بازگشت از آن سفر، در مشهد بدیدار شاه اسمعیل رسید - که در آن موقع در کشتن اهل سنت مبالغه میکرد - و در برابر خوارق عادت، که شاه ازو دید، بدو معتقد شد و او ویرا از کشتن مردم منع کرد.

و از آنجا ببغداد رفت. و ابن حجر، جبه ابو حنیفه کوفی را، باو داد. و در آن جا با شیخ سلیم فتح پوری چشتی دیدار کرد و وارد طریقه چشتی شد. و پس از سفرهای چند بکشمیر بازگشت. و در واقع فتح کشمیر بدست جلال الدین اکبر، بیاری آن پادشاه برخاست، چون یعقوب خان چک حکمران کشمیر، شیعه متعصب بود. بار دیگر عازم حج شد، و پس از یکسال بازگشت.

و سر انجام در شب پنجشنبه ، ۱۲ ذی القعدة (۱۰۰۳ هـ) پس از نماز عشا در گذشت .

يعقوب صرفی در نظم و نثر فارسی ، از بزرگترین صوفیه هندوستان بوده ، در شعر گذشته از — دیوان غزلیات — و — مجموعه رباعیات — و — وامق و عذرا — و — لیلی و مجنون — تتبع خمسة نظامی کرده . و منظومه ای شامل فتوحات رسول ، بنام — مغازی النبی — سروده ، و در نثر — شرحی بر صحیح بخاری — و کتابی در — تفسیر — و — مسالک الاخیار — و — مقامات مرشد — و کتابی در — مناسک حج — و — حاشیه بر توضیح و تلویح — و تفسیر دو جزء آخر قرآن — و — روایح شرع — و — رساله اذکار — از او مانده است .

(۱ : ۲۷۲)

يعقوب صرفی کشمیری ، در (۹۶۲) با شیخ سلیم ، پیشوای چشتیان هندوستان ، بحج رفته . و درین سفر از ابن حجر مکی ، مفتی مکه ، اجازه روایت حدیث گرفته است . خمسة او بنام — پنج گنج — شامل مثنویهای — مقامات پیر — و — وامق و عذرا — و — لیلی و مجنون — و — مغازی النبی — و — مسالک الاخیار — در برابر معزن الاسرار ست . و دیوان اشعار خود را نیز فراهم کرده است .

(۲ : ۸۲۹)

● تذکره علمای هند : شیخ یعقوب صرفی نخلص کشمیری خلف شیخ حسن گنائی عاصمی ، از اکابر کشمیر بود . در ۷۰۰ هجری و هفتاد و هشت (۱۱۹۷) هجری ولادت یافته .

در حوادث سن آثار فطانت و نیز فهمی و بزرگی از پیشانی او ظاهر بود .
در هفت سالگی فضیلت حفظ قرآن مجید دریافته . علوم متعارفه بخدمت مولانا
محمد شاه آنی — تلمیذ مولانا عبدالرحمن جامی — و نیز بخدمت ملا نصیر اکتساب
نموده ، و زیارت حرمین شریفین شرف اندوز شده . از شیخ حسین خوارزمی
تعلیم باطن و سند حدیث از شیخ ابن حجر مکی گرفته . و در لباس مشیخت
سفرها کرده ، و اکثر از عظمای مشائخ غرب و عجم را ملازمت نموده ، فوائد
کثیر اندوخته ، رخصت ارشاد و هدایت یافت . مریدان وی بسیار بودند .

شب پنجشنبه دوازدهم ذی قعدة سال یکهزار و سه هجری (۱۰۰۳هـ)
رحلت فرمود . تصانیفه :

- ۱- تفسیر قرآن مجید نا تمام .
- ۲- مسلک الاخیار .
- ۳- مثنوی وامق و عذرا .
- ۴- مثنوی لیلی محنون .
- ۵- مثنوی مغازی النبوی .
- ۶- مقامات مرشد . (این هر پنج کتب مقابل خمسة مولانا جامی گفته)
- ۷- مناسک حج .
- ۸- شرح صحیح بخاری .
- ۹- حاشیه توضیح تلویح .
- ۱۰- حاشیه رویح .
- ۱۱- حاشیه رباعیات .
- ۱۲- رساله اذکار و غیرها .

● پارسی گویان کشمیر: صرفی یعقوب، فرزند میر حسن گنائی. بسال (۱۵۲۱ میلادی) در شهر سرینگر چشم بجهان کشود. خانواده گنائی خاندان فضلا و علما بشمار می آمد. از کودکی آثار متانت و تیز بینی و ادراک و بزرگی در یعقوب هویدا بود، و در هفت سالگی قرآن مجید را حفظ داشت. در شعر بشاگردی ملا محمد آبی ختلافی، شاگرد مولانا جامی، در آمد. و تخلص صرفی را از وی گرفت. استادش وی را — جامی ثانی — خطاب میکرد.

در سن نوزده سالگی از کشمیر بسوی خراسان عزیمت نمود، شیخ حسین خوارزمی ویرا به مریدی پذیرفت. پس از مسافرت های طولانی در هند و ایران، به کشمیر باز گشت و بتدریس پرداخت.

بسال (۱۵۹۵ میلادی) در سن هفتاد و پنج سالگی (۷۵) جهان را بدرود گفت. مقبره او تا کنون در — زبته کدل — موجود است.

صرفی، از نظر شعر فارسی، در کشمیر مقام — نظامی — را دارد. وی اولین شاعر پارسی گوی کشمیری است، که خمسة به مقابل — خمسة نظامی — گفته است. مثنویهای او عبارت اند از:

- ۱- مسلک الاختیار.
- ۲- و املق و عذرا.
- ۳- مغازه النبى.
- ۴- مقامات مرشد.
- ۵- لیلی مجنون.

بعلاوه، یک دیوان مشتمل بر غزلیات و رباعیات از وی برای ما باقی

مانده است . شرعی متأخر کشمیر ، که اغلب صوفی بودند ، از صرفی تقلید کرده اند .

صرفی چندین کتاب نثر برشته تحریر کشیده ، از آن جمله اثری است ، بنام — روائح — که در مقابل کتاب — لوائح — جامی نوشته شده ، و یک نسخه آن نزد متولی خانقاه وی موجود است ، و طبق روایتی که در محل بگوش میرسد ، بخط خود استاد می باشد .
(۸ - ۹)

● رشحات کلام صرفی : اطلاعات ذیل را از — کتاب رشحات کلام صرفی — اقتباس کرده ، داده میشود :

ولادت و خانواده و نسب

در سال (۹۲۹ هـ) بدنیا آمد . از کلمه — شیخ جیو — سال بر می آید . پدرش حضرت شیخ میر حسن گنائی بود . و در دوره سلطنت شهمیری ، منصب امرائی داشت و بلقب — شیخ الامم — معروف بود .

نام خانوادگی — گنائی — به این جهت بود که ، در لغت کشمیر گنائی دبیر و محرر و عالم را میگویند . و اکثر افراد این خاندان علما بودند و بدارالانشاء دولتی نیز متعلق میبوده اند . و این خانواده را عاصمی نیز گفته میشود ، زیرا که نسب ایشان بحضرت عاصم بن امیرالمومنین سیدنا عمر ابن الخطاب (رضی الله عنه) میرسد .

حضرت شیخ بابا داؤد خاکی (۱) خلیفه سلطان العارفین شیخ حمزه

۱- بابا داؤد خاکی (۹۲۸-۹۹۴ هـ) مرید و خلیفه سلطان العارفین شیخ حمزه کشمیری مصنف — ورد المریدین — و — شرح دستور السالکین — و — شرح قصیده لایه — رک : خاکی (ص ۲۲۰)

مخلوم ، برادر خاله زاد شیخ یعقوب صرفی بوده .

مورث اعلی این خانواده ، امیر مجد در عهد شهمیریان بکشمیر وارد شد و نفوذ بسیار پیدا کرد . فرزند او میر با یزید پسری داشت میر مجد علی گنائی ، و او دو پسر پیدا کرد ، میر مجد حسن و میر مجد حسین .

میر مجد حسن هفت پسر داشت بنام ، میر کمال ، میر یعقوب ، میر مجد شریف ، میر نوروز ، میر مجد ، میر ابراهیم ، میر حیدر . مولانا صرفی پسر دویم بود . مولانا صرفی درباره خانوادگی خویش در — مغازی النبی — اشعار سروده است :

پدر و برادران

بگویم دلا ! بعضی از حال خویش	ز حالی که ، بر من گذشت است پیش
پدر ، کز منش باد ، خوشنود روح	بروحش ز حق ، صد هزاران فتوح
حسن نام او همه چو اخلاق او	کف واصفان کویه از طاق او
بکار جهان پیوده است از ملوک	براه خدایش قدم در سلوک
بمعنی و صورت فضیلت شمار	دلش گنج اسرار پروردگار
علوم که ، کسی است ، آموخته	کلمات و هبی ، هم اندوخته
همه هفت تن بوده او را پسر	چو ، هفت اختر آسمان ، جلوه گر
را زان میان بود ، حد وسط	کلاتر ز من بود یک کس فقط
کمالش بهر فن و نامش کمال	کلماتش افزون ز حد مقال
ز من خورد تر آن بفطرت لطیف	که نام وی آمد مجد شریف
ازو خورد تر شاه نوروز نام	بسکب کلمات عالی مقام
پس از وی مجد ، که آمد بمن	از انجمله هم صحبت و هم سخن
بصورت ، مرا او برادر ، و لیک	بمعنی مرا اوست ، فرزند نیک
پس از من ، بجای من ، او هست پس	نبرد این سعادت ، جز او ، هیچکس
ابراهیم ، ازو خورد تر آمده	ز اسرار دین با شیر آمده
ازو خورد تر ، حیدر نیک خور	فرشته خصال و ملک خوی او

راجع به شاعری

چسو در سال هشتم نهادم قدم ز طبعم روان گشت شعر مجسم
پدر کردی اصلاح اشعار من دران کار بودی، مددگار من

درس و استادش مولانا محمد آبی

سپرد است انگه مرا بپایگی که بود است از اولیا بی شک
محمد و را تمام آنسی لیسب ز جاسی گرفته فنون ادب
فن تمییه، بردم از وی، بکار بنوعی که گشتم دران نامدار
همما که فکریست نزد خرد بدیبه همین گفتنی بی عذر
بسن صغیرم نکرده نظیر مرا در تصوف شده راهبر
شدم در علوم دگر بپرگیر ز ملا وضعی و حافظ بهصیر (۱)
من و والد من مریای او بجان بنده خاص و مولای او
ازو، علم صوفیه، آموختم دقیقات عقلیه، اندوختم
فن منطق و اصطلاح و کلام بدیع و بیان و معانی تمام
وضع، آن بسی شان و فضلش شگرف مرا فقه آموخت هم نحو و صرف

سفر سمرقند و حضرت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی

صرفی از کشمیر رخت سفر بربست و بعزم سمرقند راه گرفت. از
همراهیان او برادرش میر نوروز، یوسف برادر رضاعی، پوته صوفی، و شیخ
بهرام بودند. در سیالکوت با مولانا محمد و در لاهور با ملا قاضی صدرالدین و
در کابل با ملا محمد امین لاری، صحبتها کرد. و از راه بدخشان بلخ و غور
در سمرقند رسید، و آنجا بدست حضرت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی بیعت
کرد و تمام مقامات روحانی آنجا طی کرد و بمقامی رسید که خود میگوید:

تعجب مکن، گر مرا نیز، پیر در اندک زمان ساخت، روشن ضمیر
چه روشن ضمیری، که روی زمین شد از پرتوم، روشنای گزین

۱- در سگاش در محله خنده بون نوا کدل سرپنجر بوده. بابا داؤد خاککی و ملا شمس الدین
و غیره از همان در سگاه بودند.

سلسله طریقت کمال الدین حسین

سید الانبیا حضرت محمد مصطفی (صلی الله علیه وسلم) ، امیرالمؤمنین حضرت علی المرتضی (کرم الله وجهه) ، حضرت شیخ حسن بصری ، حضرت خواجه حبیب اعجمی ، حضرت شیخ داؤد طائی ، حضرت شیخ معروف کرخی ، حضرت شیخ سری سقطی ، حضرت شیخ جنید بغدادی ، حضرت ابوعلی رودباری ، شیخ ابوعلی کاتب مصری ، شیخ ابو عثمان مغربی ، شیخ ابوالقاسم گرگانی ، شیخ ابوبکر نساج ، شیخ احمد غزالی ، شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سهروردی الکبری ، شیخ عمار یاسر ، شیخ ابوالجناب احمد بن عمر الخیوفی المشهر به ولی تراش ، شیخ نجم الدین ، شیخ رضی الدین علی ابن لالا غزنوی ، شیخ جمال الدین احمد ذاکر جورفانی ، شیخ عبدالرحمن اسفرائی ، شیخ ابوالمکارم شیخ رکن الدین علاء الدوله سمنانی ، شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی ، حضرت امیر کبیر سید علی ابن شهاب الدین الهمدانی ، حضرت خواجه اسحق ختلانی ، امیر عبدالله برزش آبادی ، شیخ رشیدالدین بیداوازی ، شیخ حاجی محمد خبوشانی ، شیخ کمال الدین حسین خوارزمی .

شیخ یعقوب صرفی ، خواجه حبیب الله نوشهری ، شاه قاسم حقانی ، خواجه یعقوب دارولی ، خواجه حبیب الله عطار ، شیخ اکمل الدین میرزا محمد کامل بیگ خان بدخشی ، شیخ نعمت الله ، شیخ حاجی عبدالسلام قلندر ، شیخ فخر الدین عبدالوهاب نوری (۱) ، شاه فضل الله نوری ، شاه اسدالله نوری ، شاه عظیم الدین نوری ، شاه محی الدین نوری ، شاه محمد علی نوری ، پیر محی الدین نوری (سجادہ نشین فعلی)

۱- از خانداده صرفی نبیره برادرش میر محمد اسمعیل ابن میر محمد اسحاق را مرشدش لقب نورالله داده بود ، و ازین جهت به نوری موسوم میباشد .

علمای مکه ، سند علوم و تبرکات

صرفی وقتیکه بمدینه و مکه رفت ، از علمائی آنجا نیز استفاده کرده است . از استادان وی اند ، علامه ابن حجر مکی ، مولانا شیخ عبدالعزیز ، شیخ حسن مکی ، و شیخ فتح الله مدنی که در زمان خود در فقه و حدیث و تفسیر نظیری نداشت . و در همین سفر تبرکات بقرار ذیل حاصل کرد :

از بغداد : کلاه حضرت با یزید بسطامی

از مشهد : عصای حضرت امام رضا

از گجرات : جبه امام ابو حنیفه

ملاقات با علماء و صوفیاء وقت

در همین سفر، صرفی را با علما و صوفیا ملاقات و صحبت بدین قرار دست داد .

در کابل : میر محمد عرب ، سید میر عبدالله ، قاضی ابوالمعالی ، مولوی خورد ، علامه محمد امین لاری .

در بدخشان : شیخ محمد علی ، درویش محمد امین قندوزی ، شیخ شمس الدین دشتکی .

در رستاق : شاه یوسف مجدوت .

در بلخ : شیخ محمد زاهد بلخی ، حاجی دوست محمد خان .

کولاب ختلان : بر مزار حضرت امیر کبیر سید میر علی همدانی سه ماه معتکف بوده ، و میگوید :

شرف شده این فقیر حقیر بطوف مزار امیر کبیر

و آنجا از خواجه مکننگى و مجد پنبه دوز بخارائى اجازه سلسله
نقشبنديه حاصل کرد .

نار نول : شيخ نظام الدين نارنولى ، قاضى مجد صالح ، علامه شاه ابوالخير
و شيخ سلطان او بهسى .

لتح بود : شيخ سليم چشتى .

سرهند : امام احمد ربانى مجدد الف ثانى (۱) .

وفات

مولانا صرفى بناربخ ۱۲ ذى قعدة ۸۱۰۰۳ ازین جهان فانى بسرائى
جاودانى شتافت ، و در خانقاهى كه براى خود ساخته بود و نزد زينه كدل
است ، دفن شد . و این محله بنام — محله ایشان صاحب — معروف است .
خواجه حبيب الله نوشهروى كه مرید و خلیفه خاص ایشان بود تاریخ گفت :
بهر تاریخ نقل رهبر دین اول و آخر چراغ بین

۸۱۰۰۳

لیس كمنله شیء (۲) — فخرالانام — شيخ امم بود — شيخ الباطن — نیز
كلمات تاریخ است .

تالیفات در شرح حال

دو كتاب در شرح حال مولانا صرفى نوشته شده :

(۱) فتحيات كبرويه : از شيخ عبدالوهاب نورى

(۲) سياحت صرفى منظوم : از خواجه حبيب الله نوشهروى

روضه الابرار ، ثمرات الاشجار ، وجيز التواريخ ، نیز شرح حال مولانا
صرفى دارد .

تصانیف

تصانیف مولانا صرفی بقرار ذیل دیده میشود . در نثر :

- ۱- مطلب الطالبین : تفسیر در عربی دو پاره آخر کلام مجید .
- ۲- شرح بخاری : تفسیر و تشریح احادیث بخاری .
- ۳- مناسک الحج : مسائل حج از روی قرآن و حدیث .
- ۴- حاشیه توضیح و تلویح : (علامه تفتازانی) مفصل و استادانه .
- ۵- اربعین : احادیث در اوصاف اهل بیت و خلقای راشدین .
- ۶- کثر الجواهر : در فن تعمیه .
- ۷- ید بیضا : معنیات خویش و شرح آنها .
- ۸- ثلاثیات بخاری : شرح .
- ۹- تقریظ بی نقط بر سوا طع الالهام فیضی فیاضی (عربی) .
- ۱۰- روائح : جواب لوائح جامسی . (مطبوعه در سال (۱۳۲۳هـ) نولکشور لاهور)

تصنیفات در نظم بدین قرار دارد :

خمسه

- ۱) مغازی النبی : بجواب سکندرنامه نظامی و خردنامه اسکندری جامی و هفت پیکر خسرو . اشعار (۳۳۸۰) ، سال تصنیف سنه (۱۰۰۰هـ) .

چو کردم طلب سال ختم الکتاب مرا گفت پیر خرد در جواب
 طلبگر تو خرواهان این مطلبی ز حرف دوم از مغازی النبی
 از حرف دوم (غ) عدد یکهزار بر میآید .

(۲) مسلک الخیار: بجواب مخزن الاسرار نظامی: تحفة الاحرار جامی و مطلع الانوار خسرو.

در این مثنوی، صرفی بیست مجالس با مرشد، در بیان اسرار و رموز تصوف نوشته است. تعداد اشعار (۲۰۵۳) سال تصنیف از نام مثنوی — مسلک الاخیار — برمیآید.

۸۹۹۳

مسلک الاخیار چو کردم رقم نام رساله شد و تاریخ م

۸۹۹۳

(۳) وامق و عذرا: بجواب شیرین و خسرو نظامی، یوسف زلیخا جامی. تعداد اشعار (۳۶۰۴). سال تصنیف (۸۹۹۳).

بختم ناه صرفی دید لایق که تاریخش بود مشوق و عاشق

۸۹۹۳

در سال (۱۳۱۸هـ) در مطبع نولکشور لاهور چاپ شده است.

(۴) لیلیا و مجنون: تعداد شعر (۲۶۰۴) - سال تصنیف (۸۹۹۸)

در خاتمه سخن طرازی تاریخ تو، شرح مقبازی

۸۹۹۸

(۵) مقامات مرشد: در ضرورت مرشد و در مسائل تصوف و اسرار روحانی.

تعداد اشعار (۳۵۰۰) - سال (۱۰۰۰هـ) :

سال تاریخ ختم این نامه خواستم تا نویسدش خامه
گفت باینده، طبع نادره گو: از، مقامات راه پیر، بجو

۱۰۰۰هـ

منظومات

(۱) قصائد : صرفی در مدح حضرت امیر کبیر سید علی همدانی و حضرت

شیخ کمال الدین حسین خوارزمی و در مدح اولیای دیگر
قصائد غرا سروده است ، که تعداد آنها پنج صد گفته
میشود .

۲) دیوان : دیوان ایشان دارای (۸۵۰) غزل هست . که تا حال بچاپ
نرسیده و نسخ خطی آن در سرپنجر یافته میشود ، مثلاً :
کتابخانه اداره تحقیقات علمی سرپنجر دارای دو نسخه
است . پیر محی الدین نوری سجاده نشین یک نسخه دارد .
حبیب الله کامل یک نسخه دارد .

محمد طیب صدیقی مؤلف — رشحات کلام صرفی — یک
نسخه دارد .

● انتخاب کلام صرفی : (۱)

این مقامی است که ، فی صبح و نه شام است اینجا
کفر و دین را ، نرسد دست به طاق در دیر
عشق برتر بود ، از پختگی و خامی عقل
یار آگه ز مجبان ، که ره دل بدل است
جای که ، نهان خانه ما گم شدگان است
(صرفی) دل ما ، زنده جاوید ، بر عشق است
روزی که ، کرده ایم ستم هاش را ، حساب
چو جان ماست ، در هر جا که سازد جلوه گاه ، آنجا
چرا گشتی جدا ، چون دیده و دل ، هردو جای تست
من غم دیده را ، در بزم عیش گلرخان ، ره نیست
بکسوی دوست ، خون هاشقان بیگانه ریزند
جان در تنم ز کوی تو ، ای سیمین جدا
(صرفی) ! تو خود جدا نشوی زان صنم ، ولی
غیر از جگر چه میخورم ، اکنون که کرد عشق
چون بر زمین نیافتست ، ساختم روان
ز ضعف تن ، عجب حالی است بیمار محبت را

روز و شب روشنی از ، هر تو جام است اینجا
چه حد بتکده و کعبه کدام است اینجا
خام چون پخته شود پخته چو خام است اینجا
نه ره قاصد و نی راه پیام است اینجا
آنجا نبود ، نام و نشان نام و نشان را
از زندگی ، ما ، چه خبر ، مرده دلان را
دانسته ایم محضت روز حساب را
بدن را اعتباری نیست ، خواه اینجا و خواه آنجا
پیا بشین ز راه لطف ، گه اینجا و گه آنجا
ولی شادم که ، باری ناله من درد راه آنجا
مگر جز بیگناهی نیست ای (صرفی) گناه اینجا
همچون مسافری ، که بود ، از وطن جدا
سازد بصد بهانه ات ، از خویشتن جدا
از خوران غم حواله به من ، این نوا را
در جستجوی تو ، به فلک آه و ناله را
که نتواند کشید از ناتوانی بار صحبت را

میرس از اهل تقوی لذت جسام مثنی عشقش
ای بگوش تو، حدیث بسی غمان، بجا ساخته
گر نگهدارم دل خود را، ز چشم مست تو
نظاره تو، رهبر من شد بکسوی عشق
از بسکه خون ز دیده غمدیده ریختم
آرزو داری که، بوسی (صرفیاً) خاک درش
بهر جای که بپیم قامتش را جلوه گر آنجا
چو سوس جلوه گهی او روم، حالی عجب دارم
بکویش رفت دل، جان نیز خواهد رفت دنبالش
محبان را نه دل میباند و نی جان و خان و مان
راجع بگجرات گوید :

به صحرای عدم، افتاده ام، در منزل اول
اگر گجرات و منزلهاش میبینی، نمیخواهی
غلام هندوی خالت شونده، ای شیخ گجراتی
به شهر احمد آباد است، در هر کوچه بازاری
برو در احمد آباد و بهر جانب تماشا کن
تماشای، بتان احمد آبادم، تمنا بود

درافشان چشمش ای (صرفی) است حاجت نیست چون (حافظ)

که بر نظم تسو افشاند فلسک عقد ثریسا را

ازین لبها چه حاصل، گر نگیرم کام ازان لبها
که نام بر زبان میرانی و میسوزد لبها
ساقیا بر غیز در ده جام را
خاک بر سر کن غم ایام را
کس نداند (صرفیاً) انسجام را
آفرید، آن فستق ایام را
نیست آرامی درو آرام را
وگرنه، آرزوی آمدن نبود مرا
وگرنه (صرفی) ازین زیستن چه سود مرا
قرار و صبر نبود، طریقه ایوب
ولی، منم به تسو در عالم وفا منسوب
اگر مدد نه رسیدی، ز جانب محبوب
ازین سیل فنا ویران شود کاخ جهان یارب

نه مقصودم لب جامی و نی مقصد لب جوی
چه تاثیر است سوز سینه ام را، بنگرای هلم
از کشاکش های دهر، افسرده ایم
خساک راه عشق گسرد، شاد باش
ردن است، آغاز کار عاشقی
خواست چون ایزد، بدلای عمام را
بسکه دل، در اضطراب افتاده است
هوايت، از عدم آورد در وجود مرا
غرض ز زیستن مردن است، در غم او
اگر به محنت عشق تو، مبتلا بودی
اگرچه، کار تو نمیت بمن ستمگاری، است
چگونه، طاقت بار محبتت، بودی
بنای غم، ز اشکم گرنه ویران، در جهان گردد

جانم از گرمی شوق تو، خراب است و خراب
 شیوه تو ز سر ناز، عتاب است و عتاب
 از تو یک غمزه خونریز جواب است و جواب
 گر بجانان بدهی جان، عوض جان مطلب
 حسن را بین و ازین طائفه احسان مطلب
 این متاعیست گرانمایه، تو ازان مطلب
 یارب که نیا بند رقیبان خبر امشب
 بر آور (صرفیا) دستی که هنگام مناجات است
 چون این، هم ازوی است به سودا چه حاجت است
 چنان پر است که گنجایش تنها نیست
 که حاجتش به خریداری زیخا نیست
 دولت جاوید را انجام نیست
 کمتر از صبح سعادت شام نیست
 در خور عشقهای ما این دام نیست
 در ره این کعبه جسای گم نیست
 بسی نشانان رخت را تمام نیست
 یک دل بیستم، درین ایام نیست
 مرشد من غیسر پییر جام نیست
 ورنه بی وجهی مرا زین گونه پیچ و تاب نیست
 بدین بهانه ترا آزمودنم هوس است
 حکایتی ز لب او شنودنم هوس است
 که باسگان تو، خود را نمودنم هوس است
 ولی هزار دگر هم فزودنم هوس است
 در اصل راه قیس و ره کوهکن یکی است
 آواز چغد و نفسه مرغ چمن یکی است
 سره و خاک ره تو، بنظر هردو یکی است
 در ره عاشقیم نفع و ضرر هر دو یکی است
 خاک آن رهگذر و افسر و سر هره یکی است
 آباد کشوری که درو، پادشه یکی است
 اهل گننه بیرون ز شمار و گنه یکی است
 رهرو اگر هزار هزار است ره یکی است

دلیم از آتش عشق تو، کباب است و کباب
 پیشه ما ز ره عجز، نیاز است و نیاز
 یک نگاهم ز دو چشم تو، سوال است و سوال
 نیست سوداگری، آئین محبت، یعنی
 گر ترا میل تابشای رخ خوبان است
 نقد جان داده، غم عشق بتان، میطلبی
 (صرفی) و سرش در قدم یار شب وصل
 سحرگاه است و می آید نسیم گلشن کویش
 خواهیم جان فروخت بیک غمزه اش. ولیک
 دلیم که، جز الم عشق را درو جان نیست
 به حسن گرمی بازار یوسف است چنان
 نیست درد عاشقی در میان پذیر
 تیره روزان جهان عشق را
 وصل جانان بر تر است از سعی ما
 کس بزور پا بکویش ره نبرد
 قیس را مجنون شد از لیلی لقب
 در غمش تنها دل من، خون نشد
 جام می صرفی ز دل، زنجیر زدود
 رشته جان مرا با تار زلفش صد گره
 نیاز میکشد اما بزمزه میگوید:
 حدیث شهد و شکر چند گوئی، ای طوطی
 فگنده طوق وفایت بگردن، آمده ایم
 هزار غم بدل من ازوست ای (صرفی)
 فرق است در مشارب اهل جنون، ولی
 (صرفی) غمش نشین که بویرانه جهان
 ای که، خاک ره تو، سره اهل نظر است
 ضرر جان من از غمزه تو، نفع من است
 (صرفی) افتاده سر تاجوران در ره دوست
 ملک دل از، دو چشم سیه پیشه ات، خراب
 جز عاشقی گننه محبان نیامده
 ره نیست سوی کعبه جان، جز طریق عشق

روی دل من است ، بسوی خبیث من
 دلم یکی وز یانم یکی و کار یکی است
 بباغ دلبری ، از قنات سببی قدان
 چگونه شرح بلاهای خود ، توانم کرد
 گریه شادی شب دیدار جانان ، داشت شمع
 آرزومندی که وصلت چاره ساز او نشد
 روز من ساخت تیره ، آن خورشید
 دندان تو سین آمده و زلف تو لام است
 گر خون جگر میخورم از هجر ، حلال است
 امروز ، غلام خودم آن شاه بتان ، خواند
 زین گونه که بخت سیئت تیری آورد
 آن گل نورس که (صرفی) بلبل شیدای اوست
 ای خوش آن روزی که خواهی کرد قصد قتل من
 صرفی از چشم ترم برخاست طوفان بلا
 دل جمع شد ، آن مه چو قدم ماند بدیم
 گویند ، چرا این همه غمگین و حزینی
 به عشق کوش ، گر آزادگی هوس داری
 شوخ چشمی آمد و صد فتنه برپا کرد و رفت
 آمد از بهر شکست رونق خوبان شهر
 غمزه اش هم جانستان و ناز او هم دلستان
 سرو ناز ما ، بلای جان ما گشت و گذشت
 بکویت روز و شب افتاده بودن ، آرزو دارم
 نشانی گر نباشد از رخ خوبت در آئینه
 اگرچه آهوی چشم بتان ، شیر افکن است ، اما
 اگر فرسنگها بیرون کنی زان کوی (صرفی) را
 توشه حسنی ز خوبان بنده ات
 زاهد از (صرفی) نواز خود مضواه
 شب فراق توام مونس و یاری نیست
 اگر نه عشق تو وزم ، دگر چه کارکنم
 چو مبتلای بلای شب سیاه غمت
 بکنج هجر ، تنم بیقرار چون نبود

(صرفی) مرا بهر دو جهان ، قبله گه یکی است
 زبان من سخن از دل کند که یار یکی است
 نهالهاست ولی سرو گلغزار یکی است
 اگر هزار بلا گویم از هزار یکی است
 ورنه ، پیش روی تو بی موی ، چون میگریست
 آخر از بیچارگی با درد هجران خو گرفت
 کار بخت سیاه کسرد و گذشت
 در کشور خوبی ز خدا بر تو سلام است
 ور یاده کشم بی لب لعل تو ، حرام است
 خاقان جهانم بچنین روز غلام است
 (صرفی) عجبی نیست اگر ، صبح تو شام است
 یارب ! از باغ که خواهد بود ، از گلزار کیست
 قاتل من ! روز بسمل ، عید قربان من است
 صد چو نوح و کشتیش حیران طوفان من است
 شک نیست که جمعیت دل ، در قدم اوست
 یاران ! غم بسیار من از ، لطف کم اوست
 غلام خسرو عشق از در کسوف آزادست
 عالمی را چون منی دیوانه شیدا کرد و رفت
 نیکوان شهر ما را خوار و رسوا کرد و رفت
 دلبر من آمد و تاراج جانها کرد و رفت
 باز چون شد جلوه گر ، صد فتنه پیدا کرد و رفت
 ولی اندیشه است از نازی و تندی خویت
 چه یاری برابر بودن او را با مه رویت
 بیک تیر نگاه تیز تو ، شد صید آهویت
 کمند جذب ، گفته رفته جانش ، کشد مویت
 هر غلام تو ایمازی دیگر است
 عشقبازان را نسمازی دیگر است
 بچانم ، از غم هجران و غمگساری نیست
 که در جهان به ازین کار هیچ کاری نیست
 ز بخت تیره خود هیچ رستگاری نیست
 که جان غمزه را ، در تنم قرار نیست

جدا ز روی تو خلقی است دردناک، ولی
 اگر چه بار غم اوست در دلت (صرفی)
 میخواستم که روزی، باشی دوی دردم
 گر رغبت تو باشد ور خاطرت نرنجد
 من ز جان دلگیر و سمی تو به فیض جان من
 پادۀ صافت، صفای دل دهد، ای شیخ شهر
 فرقم مقصود اغیار و مرادم وصل دوست
 نوزائی ساخت دلگیرم ز شهر و اهل شهر
 سر نهادن در ره تسلیم، کار عاشقی است
 گر بخواهی نمرۀ مستانه، از (صرفی) شنو
 گله دارانی که در شهر اند، میدانم همه
 ز تیفش سیه ام چاک و جگر خون و دل افکار است
 من دیوانه در عالم بنوعی گشته ام رسوا
 به اندوه و بلا عشقت خریدار است جانم را
 در ایام جمالت، میکند کار اجل، چشمت
 چو یاد اوست بدل، خون بریز ز دیده، نه اشک
 ببین که کاسۀ چشمم همیشه پر خون است
 بکنج انزوا و گوشۀ بدنامی افتادیم
 احمد آباد است، و هر سو نازنینان فوج فوج
 خاکساران در ره خوبان فتاده خیل خیل
 گر درین شهرم نماند دل بجا، عیبم نکن
 شوخ چشم من فرستاده، پی غارتگری
 تا بت من رهزن دین مسلمانان شده
 خیل دلها را، تعاقب کرده چشمش، بسته بود
 شهبازان را به چوگان تکبر همچو گوی
 دل یکی بود و کبابش کردم از بهر غمی
 از ملائک نیست (صرفی) را بکوی دوست راه
 دردمندان ترا، درد تو آمد، قوت جان
 غلام همت آن رند میکشم، ساقی
 تیغ تو به قتل تسا شده نیز
 مجردان، برمی عاشقی، چو گام نهند

چو من، ز درد فراق تو، دلفگاری نیست
 چه غم چو بردل کس از تو هیچ باری نیست
 شکر خدا که دیدم امروز همچنانست
 جور و جفای هجران یک یک کنم بیانت
 ای اجل! تعجیل کن بهر خدا تاخیر چیست
 جام می در دست گیر! این سببه ترویر چیست
 عاقبت (صرفی) نمیدانیم تا تقدیر چیست
 همچو مجنون خوی با آهوی صحرای خوش است
 در طریق عشق بازی ترک خود رای خوش است
 نغمۀ نسی را شنودن از دم نائی خوش است
 ران گل اندام سبی بسالا، نمیدانم که کیست
 ولی میگویدم با تو، هنوزم کار بسیار است
 که رسوایان عالم را بسی چون از منی هار است
 متاعی بس فقیر است این عجب کان را خریدار است
 اجل را میتوان گفتن که، در عهد تو بیکار است
 به آب، پرورش نخل باغ من، غلط است
 تپسی چو ساغر نرگس ایساغ من، غلط است
 نه مارا با کسی و فی کس را هست با ما بحث
 بیدلان افتاده در دنبال ایشان فوج فوج
 خوبرویان داده رخس ناز جولان فوج فوج
 دلربایان بین، بهر جانب خرامان فوج فوج
 خیل ناز و غمزۀ را در کشور جان فوج فوج
 رو سوی بتخانه آورده مسلمان فوج فوج
 چون شدند از رزم گاه او گریزان فوج فوج
 رانده رانده، راند ترک من بمیدان فوج فوج
 چون کنم کامد مرا زین گونه مهان فوج فوج
 بسکه گرد آن شب و روزند گردان فوج فوج
 در دیار عاشقی نبوده، مداوا را رواج
 که، نقد هر در جهان داد، در بهای قلع
 جائیکه اجل حوزان نگنجند
 نخست، بر سر خود پا، درین مقام نهند

قصه کوتاه، ز سر خویش گذر باید کرد
اول از هر دو جهان قطع نظر باید کرد
نیستی آرزوی عیش نه فکر دوا کنند
بر زخم یک خدنگ تو، صد جان فدا کنند
از جان خود نشانه تیر بلا کنند
تن بکاهد دل رباید غارت جانم کنند
قوتی بخشد غمش کون مشکل آسانم کنند
ازین سو می رود غمگین ازان سو شاد می آید
که پیر می فروشت، از پی ارشاد می آید
دلست بایستد که، بیماری نه بیند
کلید میبکشد گم گشته بود پیدا شد (۱)
که روز وصل، دو چندانم این تمنا شد
بلای گر نباشد بر زمین، از آسمان افتد
کسی حالی مرا داند که، کار او بجان افتد
سرمه چشم من از، خاک کف پای تو بود
سرو بستان دلم قدر دل آرای تو بود
عطر پرور ز سر زلف من سای تو بود
بر سرم، سایه اقبال ز بسالای تو بود
دردمند تو که، عمری به تمنای تو بود
(صرفی) دل شده گستاخ تقاضای تو بود
پس چو عرض حال خود کردیم، نشنیدن چه بود
جرم این بیچاره، غیر از عشق ورزیدن چه بود
نمیدانم که میبیند بسویم یا نمیبیند
دلپس غمگسار می آید
که کثون، نو بهار می آید
که بسی مشکبار می آید
مگر آن شهسوار می آید
توتیای دیده ام، خاک سر کوی تو بود
قبله ام روی تو و محرابم ابروی تو بود
سایه رحمت ز سرو قد دلجوی تو بود

گر بکوی گذری، پای ز سر بایستد کرد
آخر کار توان دید رخ یسار، ولی
آنانکه، لذت غم درد تو یافتند
گر عیش کشتگان تو داند، زندگان
(صرفی) بلا کشان طریق محبتش
تا غمش سازد خلاص از عالم کثرت مرا
من ضعیف و ناتوان، بار محبت پس گران
دل، در کوی او رفته بشادی میخورد، غم را
مکن روی ارادت، سوی شیخ خانقه (صرفی)
مثال ای (صرفی) از بیماری تن
هلال عید، مگر بر فلک، هویدا شد
مرا که بنود تمنای وصلش، این عجب است
ز بهر عاشق زاری که، در کوی بستان افتد
بجانان کارم افتاد است و شد حالم بسی مشکل
یاد آن روز که، بر دیده من جای تو بود
یاد آن روز که، منزل به دلم داشته
یاد روزی که، دماغ و دل ارباب وفا
یاد آن روز که، بودم به رخت خاک صفت
یاد آن روز که، درمان خود از وصل تو یافت
یاد آن روز که، چون وعده نگاهی نکردی
بعد عمری دیشب، آن احوال پرسیدن چه بود
چون گنهگران، ز کوی خویشتن، راندی مرا
اگر گاهی بسوی بیدلان جانانم میبیند
مژده ای دل که، یار می آید
شاد زی! بلبل خزان دیده
بسی زلفش مگر صبا آورد
در نظرم میبایسم گسردی
یاد ایامی که، چشم روشن از روی تو بود
یاد ایامی که، بودم در سجود عاشقی
یاد ایامی که، بر سر خاکساران ترا

یاد ایامی که، مقصود دل و مطلوب جان
یاد ایامی که، فارغ بودم از مشک و جبر
یاد ایامی که، بود آئینه رویت، به پیش
گر چه روزی چند دور افتاد (صرفی) از درت
بیک خرگاه جمعی از بجان لاله رخسارند
چنان کیز باد، باهم شاخهای گل، در آویزند
همه از باده ناز و شراب حسن مدهوش اند
اگرچه مست جام باده ناز اند پیوسته
غم، درین شهر از برای جستجوی من، رسید
هر کجا گرد آید از جانها و دلها لشکری
گر خرابست از جنون حال دل سودا زده
بزم میخواران بدور لعل او، گرم است لیک
بر گلوی خشک من، بنهاد تیغ آبدار
به دلم گرفته منزل، غم او که، جان ستاند
جفايش، لشکر درد و بلا بر من کشید، اما
بیاد، او چنان خود را فراموش کرده ام (صرفی)
ای خوش آنانکه ز کوفین، کناری گیرند
جمعی که بی نصیب ز دیدار مانده اند
بخدا، از تو رسیدم نه ز جای دیگر
احمد آباد بهسر گوشه نگاری دیگر
سینه چاک است بهر گونه بصد داغ بلا
کار این خلق، همه عاشقی و معشوقی است
هیچکس نیست خزانی که مدام است این جا
اهل این شهر، همه مست می لعل بتان
زنده لعل بتان اند، همه احیایش
کشته خنجر عشق اند، همه امواتش
گرچه این شهر پر از ماهوشان است، ولی
گرچه فارغ بود از یاریم، آن بی پروا
بی زخمی گر به گل و لاله کشایم دیده
همه را سینه ز تیر غمش افکار ولی
صبح وصل، آمد بجای شام هجران، غم مخور

حاصلم از حسن روی و خوبی و خوی تو بود
در دماغم نکبت زلف سمن بسوی تو بود
سوی من روی تو بود و روی من سوی تو بود
هر کجا باشد بجان و دل دعا گوی تو بود
بجان برگهای گل، که در یک غنچه جا دارند
ز مستی، یک دگر را در کنار خود، همی آرند
همه بند قبا وا کرده و آشفته دستار اند
ولیکن در طریق فتنه و آشوب هشیار اند
جسته جسته، آخر از هر سو بسوی من رسید
با سپاه غمزه، ترک رزم جوی من رسید
مژده ای دیوانه، کان زنجیر موی من رسید
زان میان سنگ ملامت بر سبوی من رسید
باز آب رفته، ای (صرفی) بجوی من رسید
اگر این هوس ندارد، بدلم چه کار دارد
وفای من سپاه صبرم اورا روبرو دارد
که یاد خود اگر خواهم، نمی آید بیاد خود
که بتوانند نگاری پنگاری گیرند
در جستجو کمر به میان پر نه بسته اند
بخدای که جز او نیست خدای دیگر
نستوان یافت بدین حسن دیاری دیگر
هر طرف جلوه کثان لاله عذاری دیگر
کس درین شهر، ندیدیم بکاری دیگر
هر دم از لاله رخان تازه بهساری دیگر
جز بدین می، نبود باده گساری دیگر
زندگان را بجز این نیست قراری دیگر
پر ازان است بهره گوشه مزای دیگر
جز ابوالفتح نخواهیم ننگساری دیگر
حاش لله که، شوم مائل یاری دیگر
یاد بر دیده من هر مژه خاری دیگر
مثل (صرفی) نبود سینه فکاری دیگر
خواهست روزی سپردن جان بجانان غم مخور

جان حزین، دل هم حزین، در سینه تنگ است لیک
 نیست از راه ادب سوت، به این پا آمدن
 روزگارم تیره از سودای روی تست و بس
 گرچه از غیر دل ما نیست مقصودی ترا
 عقل رفت و عشق تو، در کشور دل، جا گرفت
 جدا ز روی تو، چون دوزخ است (صرفی) را
 نه گنبد فلک، ز فغانم پیر از صد است
 به گذشت عمر ما به تمنای مقدمت
 روز حسپات غمزدگانش، شب رسید
 چو عید آمدنی امسال و باز، به گذشتی
 کیست جز آیم که روز غم بوده، همدم را
 در بزم طرب، باده ز خون جگرم بس
 من ندانم چون کنم (صرفی) به شیبای فراق
 گردم غبار و همدم باده صیبا شوم
 چون برگهای لاله و گل، در هوای تو
 بفردای قیامت وعده دیدار خویشم داد
 ای اسیر غم عشقت، چه عوام و چه خواص
 بهر مرغ غمت از رشته جانم دامی است
 بعد (خسرو) بود (جامی) بلبل باغ سخن
 ای که میگوئی که حال خویش کن با یار عرض
 نمی چنان یاری که فکر حال زار من کند
 بر دل، از کوه غمش صد بار دارم، بلکه بیش
 ای که میپرستی از آن نسبت که من دارم به او
 جگر را پاره و دل را فگار و سینه را پر خون
 بهما دوست شبی نشسته بودم
 جام بخودی و شراب هستی
 آئینار رقصم خامه صنایع
 پرواز گشتن بهمال هست
 فارغ ز دو کون همچو (صرفی)
 یاد باد آنکه، چو بر رهگذرت بود سرم
 یاد باد آنکه، چو در راه تو میماندم سر

کلبه احزان، شود روزی گلستان، غم مخور
 از سر خود ساختم در راه تو، پای دیگر
 غیر ازینم نیست در سر هیچ سودای دیگر
 لیک باشد دلبر خود رای را رای دیگر
 آمد اکنون پادشاهی کشور آرای دیگر
 اگرچه رشک بهشت است گلشن کشمیر
 افغان که، نیست ماه و شان را خبر هنوز
 خاک رخت شدم و نکردی گذر هنوز
 پیدا نه گشت شام غمت را سحر هنوز
 ولی عجب که، چو امصال دیگر آئی باز
 لیک آن هم، کی تواند بود بیش از یک نفس
 سرمایه عشرت، ز قضا این قدرم بس
 کامده، بدتر ز صد روز قیامت، یک شبش
 باشد بدین بهانه در آیم، بخانه اش
 بر باده داده ام جگر لخت لخت خویش
 چو امروزش ندیدم کی توانم دید فردایش
 غم تو عوام، ولی دولت خوبی به تو خاص
 که ازین دام نخواهد شدن آن مرغ خلاص
 کیست جز (صرفی) کنون آن مرغ خوش خوان راعوش
 سینه پر خون کنم یا دیده خونبار عرض
 ذی مرا یار، که حال خود کنم با یار عرض
 نیست یارا تا به او این غم کنم یکبار عرض
 هست چون پروانه جانم روی جانانم چو شمع
 بهر نوعی که، مطلوب غمت بود، آن چنان کردم
 وز زحمات غیر رسته بودم
 این ریخته آن شکنجه بودم
 از لوح وجود شسته بودم
 زین دام فریب چیده بودم
 در کسب عدم نشسته بودم
 سر عزت بفلک بود از آن رهگذر
 میمادی قدمی بر سرم از راه کرم

هرگز به شب عیش، شب غم نفروشم
 این یک دل نمکین که پر از درد تو، دارم
 صد ملک نیاز من و یک فاز تو گفتم
 جامی که، بدریوزه دهد پیر مغانم
 گر ترا گویند: بی او زنده ام، باور مکن
 تن بجان دارد حیات اما حیات جان تن است
 کشتگان تو، حیات جاودانی یافته
 در ره فقر، از سر همت قدم مردانه نه
 دولت دنیا و اقبالش چو سویت رو کند
 سوز و درد (خسرو) از شعرتو خواهم (صرفی)
 سخن از وصل، دلا! چند که، بی بنیاد است
 منسی، سرگاه گفت: این ترانه
 صباح است ساقی، صبوحی کرم کن
 نسیم! رو به سوی گلستان آهسته آهسته
 اگر یابی بگویش، رفته رفته قاصدا! راهی
 در شرح شوقم، عیسر درازت
 از کفر و ایمان وا رستم ای دل
 نهاده (صرفی) در نیستی پا
 آمدی در کلبه تاریک، روشن ساختی
 ز جور یار میندیش، وصل اگر خواهی
 اگر ز جان و دل خویش، نگذری (صرفی)
 گاه حور و مسلکی گاه پیری و بشری
 همه جا جلوه که تست، چه پست و چه بلند
 دامن پاک ز آرایش امکان و حدوث
 (صرفی) از کعبه توحید نشان کی یابی
 بنده وار، استاده بر پا سرو، پیش قد تو
 حسن مه رویان دیگر چند روزی پیش نیست
 (صرفی) فرخندگی جز بندگی در عشق نیست
 یار ما، با درمندان یار بودی، کاشکی
 تا بچند از نامرادی درد محرومی کشم
 حیف از آن گردی که، از خاک رهش بریاد رفت

جور تو، به لطف همه عالم نفروشم
 باشد که بعد خاطر خسرم نفروشم
 گفتا چو نفیس است متاعم نفروشم
 (صرفی) بهمه سلطنت جم نفروشم
 بر اسیر محنت هجراست، بهتان زیستن
 پس تو خود فرما! که دارد بی تو، امکان زیستن
 آب نیت بر شهیدان کرد آسان زیستن
 تخت و تاج پادشاهی را همه پامال کن
 پشت همت، جانب آن دولت و اقبال کن
 من نمیگویم چو (جامی) وصف خدا و خال کن
 سخنی را که بگوئی تو، به بنیاد بگو
 که بی یاده خوش نیست چنگ و چغانه
 که دارم غم و شراب شبانه
 به گل کن شرح حال بلبلان آهسته آهسته
 بشرح حال ما بکشا زبان آهسته آهسته
 ای خضر! بشا شد بسیار کوناه
 احکام دینی دانستم آنگاه
 از سر همتی، کی گردد آگساز
 محنت آباد مرا، خوشتر ز گلشن ساختی
 اگر ز خار بترسی، بگلستان نرسی
 از و بنکام دل و مدعای جان نرسی
 گاه بر اوج فلک گاه بزمین جلوه گری
 هر کجا مینگریم، ای تو! مرا در نظری
 هر چه گویم: که ازان پائی، ازان پاک تری
 تافته از بادیه هستی خود در گذری
 دولت آزادگی دریافته زین بندی
 قنات حسن تو دارد، خلعت پایندی
 نیک بختا بنده کو، دارد این فرخندگی
 مرهم ریش دل افکار بودی کاشکی
 بر مرادم دولست دیدار بودی کاشکی
 سرمه این دیده خونبار بودی کاشکی

ای صبا ! مشک فشان غالیه ما می آئی
بوی جان از نفست، خسته دلان میشوند
وہ چسان شکر قدم تو کنند اہل صفا
بارک الله ! ز تو، دل غرم و جان خوشنود است
راحت سینہ پر محنت عشاق، ز تبت
غالباً میرسی از روضہ فردوس پرین
سرمہ دیدہ (صرفی) بکن از گرد ریش
جامہ گلگون ! ز پی کشتن ما می آئی
خلعت ناز ببر دامن نازک بیمان
این زمان کار دل و جان و خرد، دشوار است
گر نذاری سر آزار محبان ز چہ رو
از پی کشتن ما، آمدن تست، ولی
غارت صد دل و جان میکنی، ای تنگ قبا
بر سر خود ز خدا، تیغ تو (صرفی) میخواست
وصال او، کہ از نقد دو عالم قیمتش، بیش است
نشان ما چہ میجویی ز نام ما چہ میپرسی
نشان تیر مرگ، آخر شوی (صرفی) و رین عالم
سر زلفت سیه از سر شکستی
نمودی قناعت و سرو سہی را
شکستی سر، شہسان کج کلہ را
چرا بسمل نہ کردی، مرغ دل را
کشیدہ تیغ مژگان و ز دلہا
سپاہ حسن را، چون جملہ دادی
چون صنوبر، کاشکی صد دل، بدست آوردی
نیستم، عمر عزیز من ! دمی بی یاد تو
گر از تیغ محبت نیست زخمی، در دل و جان
چو خاری در دل، از خار خار عشق فخلیدہ
چو آگہ نیستی، از فتنہ های آن پری پیکر
ملاف ای مدعی، چون رہ بخلوت گاہ عشقت نیست
ز عیل پیدانست کس چہر من نیست

جان من باد فدایت ! ز کجا می آئی
چون مسیحا، بدم روح فترا می آئی
کہ ز آئینہ دل، زنگ زدا می آئی
خور مقدم ز رہ مہر و وفا می آئی
شادمان ساز دل غمیزدہ ہا می آئی
یا ز سر منزل آن حور لقا می آئی
اگر از کوی وی ای ہما صبا می آئی
ورنہ خود گو، تو بدین رنگ چرا می آئی
ہہ کجا میگذری و ز کجا می آئی
کہ بصد فتنہ و آشوب و بلا می آئی
گرہ افکنندہ در ابروی دو تہا می آئی
خاطرم خوش کہ، سوی اہل وفا می آئی
ہمہ را بستہ بیک بند قہامی آئی
تیغ در کف توہم از بہر خدا می آئی
بجان دادن، اگر گردد میر، رائگان یابی
کہ از گم گشتگان او نہ نام و فی نشان یابی
اگر منزل کنی در ملک عشق، از مرگ امان یابی
سراسر قدر مشک تر شکستی
ز پا انداختی و سر شکستی
ز سر، طرف کلہ چہون، پر شکستی
چرا بر بستہ بال و پر شکستی
بدین یک تیغ صد لشکر شکستی
سپاہ خسرو خار و خار شکستی
تا بصد دل آرزوی آن سہی قد کردی
آری از عمر عزیز آمد غنیمت ہر دمی
غم این جان افکار و دل پر خون چہ میدانی
لطفاتہای آن رخسارہ گلگون چہ میدانی
صلاح کار در حال من مفتون چہ میدانی
کہ اسرار درونی را، تو از بیرون چہ میدانی
تو ہم خود انتہایی کردہ باشی

نسیم صبح ! عجب مشکبار میگذری
ز زلف اوست بهر تار، صد هزار گره
چو زلف خویش، میداد که بپنجه شوی
کسی نه کشته تیغ تو، خون چه میبارد
چو نو بهار، اگر میرسی پس ز ساز
ز پرتو دل من، خانه ام شود روشن
ز ضعف جان، نتواند نفس زدن بفش
ز خاک رمگذرت، خار غم دمد (صرفی)

مگر ز طره مشکین یار میگذری
صبا ! چگونه از آن تار تار میگذری
گر دمی بدل بپقرار میگذری
نخورده بده. چرا مست وار میگذری
شباب، همچو نسیم بهار میگذری
بخطرم چو تو، شب های تار میگذری
چگونه ناله ازین حال زار میگذری
بهر زمین که، چنین اشکبار میگذری
(انتخاب از رشحات صرفی)

۱۲۹ - صفیا، صفی الدین صفاهدانی

● هفت الیم : صفیا، بلطف طبع و حدت ذهن موصوف بوده . بسیار
مهربان و بدل نزدیک و گرم خون است . و در یاری پا بر جای چون بیستون .
بیت :

ز خوی نیک و بخلق کریم و خوش منشو
این ابیات از وی می آید :

اشکی که درو گم است ، جیغون دارم
اینها همه ، از طالع واژون دارم (۱)
با خود ز جفای ما بکین نیست دلت
پر بیمهری اگر چنین نیست دلت
تیره روجم که روجم واژگون بی
ز دست دل، که یارب! غرق خون بی
پیش از آن کت در میخانه به بندند بمرگ
افتد آنکس ، که بامداد کسی پر خیزد (۲)
(۲ : ۲۲۲)

در هجر بتی ، دیده پر خون دارم
آهی که ، بسوزد دل گردون . دارم
از دوری ما ، هیچ غمین نیست دلت
ز آزدن ما ، یقین پشیمان شده
شوره بختم ، که بختم سرنگون بی
شدم خواری کش ، کوئی محبت
در میخانه کشادند ، بسو پر می کن
دست بگرفته مخلوق ، بجای نرسد

۱- نقی کاشی دارد .

۲- صبح گلشن دارد .

● میخانه: طوطی، شکرستان معانی آقا صفی صفاهائی (۱) یکی از آدم زادهای صفاهاان است. آن قدر فضل، که او دارد، در سلسله ایشان کسی نداشته است. در اول جوانی و نوبهار زندگانی، در مقام انتظام نظم شده، و بسیاحت مشغول گردیده است. و در عین سیاری به دارالامان هندستان آمده (۲)، بخدمت میرزا جعفر آصف خان رسیده. و مدتی نوکری آن خان عالیشان کرده، و همراه ایشان بدارالعیش کشمیر رفته، و سیر آن ملک نموده است.

بعد از چندی، در لباس قلندران درآمده، تمام بلاد هند و سند را در آن لباس دیده است. چون دران کسوت بدارالخلافت آگره رسید، خان عالیشان مهابت خان، او را ازان کسوت برآورده، معزز و مقرب خود ساخت. و فوجداری، اکثر پرگنات خود را بدو مفوض گردانید. (۳) آن صاحب فطرت، در سپاهی گری آن قدر دست و پا زد، و تردد نمود، که خداوندش بر سر انصاف آمده، سالیانه اش را، به سی و پنج هزار مقرر فرمود، و حل و عقد معاملات خود بدو وا گذاشت.

۱- نام او صفی الدین و تخلص صفی بود. رک: به همیشه بهار (سپهرنگر ۱۳۵).

۲- بقول صاحب غزن الغرائب: صفی در عهد اکبر پادشاه بهند آمده بود و در عهد جهانگیر پادشاه ترقی نمایان کرده. صاحب هفت اقلیم او را بدین الفاظ ستوده است: صفیا یلطف طبع و جدت ذهن موصوف بود، طبیعت او بسیار گرم خون است و در یاری پا برجا تر چون بیستون. سندیلوی در حق او میگوید: در سخاوت و فتوت یگانه زمانه خود بوده، و باوجود دولت و مکنث، نشست و برخاست یا درویشان کردی، و خود هم نهایت گداز بوده. گاهی بصفتای ذهن بگفتن شعر مبادرت نمودی. غالباً همین صفیا اصفهانی ست که بقول طاهر نصرآبادی (سپهرنگر ص ۹۵) با حکیم شقائق مراسم دوستی داشت.

۳- صفی از جانب مهابت خان در جلیسر (از مضامین آگره) حاکم آنجا بود و شاعری بنام انور لاهوری آنجا بخدمتش آمد و باو چندی ماند. (رک: میخانه ص ۸۷۹)

الحال که سته ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸هـ) است در خدمت آن خان عالیشان در صوبه کابل است.

مسود این اوراق، در سته سته عشرين و الف (۱۰۲۶هـ) در ماندو بخدمت آن عزیز رسید. در آن ایام سنش نزدیک بشصت (۱) رسیده بود. اشعار خوب و ابیات مرغوب دارد، و مثنوی قریب به هزار بیت در بحر — خسرو شیرین — منظوم گردانید. این بیت اول از مثنوی اوست:

خداوندا! به عشقم رهبری کن خدای کسره، پهنبری کن
و عدد ابیاتش همگی، از قصیده و غیره به دو هزار (۲۰۰۰) بیت رسیده بود. — ساقی نامه — نا تمامی، قریب به چهل بیت داشت، باین ضعیف داد. آن اشعار در بلده پته با خانه مولف سوخت. این دو بیت از آن ابیات است:

شهی، کو بخشندش بگیتی خراج	بساقی کشاید کف احتیاج
مرا ناله نی، به از صد چله	درائی بمنزل برد قافله

این قطعه نیز از ایشان است:

خارد از پشت مرا، انگشت من	غم شود از بار منت، پشت من
همتی کو تا نهارم پشت خویش	وا دم از منت انگشت خویش (۲)

(چاپ لاهور ۵۴۸-۵۵۰)

● مآثر رحیمی: آقا صفی مشهور به صفیا. آقا صفی از آدمی زادگان دارالسلطنه اصفهان است. و پدر بزرگوارش خواجه محمد قاسم مدتها استیفای

۱- در چاپ آقای معانی - بشصت و یک - ثبت است (۴۲۹). ازین برمیآید که در حدود (۶۶۵-۹۶۶هـ) بوجود آمده باشد.

۲- چاپ آقای معانی در عبارت تغیر دارد و ساقی نامه نیز دارد که آن در این تذکره بر صفحه ۶۵۹ ثبت کرده ایم.

دارالسلطنه اصفهان کرده ، و دران کار استقلال تمام داشته . وی بکمال حیثیت و استعداد آراسته و پیراسته است . و علم سیاق و حساب و دفتر ، گویا وضع کرده اوست . چرا که از واضع بهتر میداند ، و شکسته را نیکو مینویسد .

و گاهی متوجه نظم غزل و رباعی عارفانه عاشقانه میشود . و تتبع اشعار قدما نمود . شعر فهم و سخن شناسی است .

و در هر کاری سلیقه درست دارد . و بسببی — که بر راقم ظاهر نیست — بوسعت آباد هندوستان آمده ، مدتی مدید از حواشی نشینان بزم فیاض این سپه سالار (خان خانان) بوده . و در برهان پور خاندیس در ملک ملازمان و چاکران ایشان ، منتظم بوده . آخر الامر چون طبعش بسیر و سیاحت مایل بود ، فقر و درویشی و مسکنت را بر مهم منصب دنیوی ترجیح نموده ، و در معموره هندوستان سیار شد . و مدتی درین وادی با درویشان و فقرا بسر برد . و صحبت داشت . و اکثری از درویشان ، مرید و معتقد او شدند . تا آنکه نواب عضدالدوله و رکن السلطنه مهابت خان از حقیقت حال او آگاهی یافته ، از پلاس فقر ، بلباس مستعار منصب و مهم دنیوی ، در آورد . و رتق و فتق مهمات و معاملات رعیت و سپاهی سرکار خود را ، بمهده آن کاردان مهم گذار و عمل پیشه منصب شعار ، گذاشت .

والحق ، او نیز چنانچه باید و شاید ، آن امر خطیر را سرکرده ، کاردانی خود را بر عالمیان ظاهر ساخت ، و رعیت و سپاهی و صاحب خود را از خود راضی و شاکر داشت . و امروز از عمال مشهور معتبر کاردان هندوستان است . و در وادی دنیوی و جمعیت و اسباب از مشاهیر است . و عنقریب ترقی کلی کلی خواهد کرد .

و این ابیات که درین خلاصه ثبت میشود ، مسوده آن را حضرت آقائی آقا محمد شیرازی — میر بخشی این سپه سالار — باین خاکسار سپردند ، که زاده طبع خدام صفی الانام است ، و در مدح این ممدوح عالمیان (خان خانان) در برهانپور خاندیس — در ایامیکه در ملازمت ایشان بود — گفته ، و بر این سپه سالار گذرانیده و بتحسین و توصیف و تعریف و جائزه سرافراز گشته . این کمترین نیز جرات نمود ثبت نموده . العهده علی الراوی :

مرغی آمد بگلشن ، از کوی	نا برد ، از گل چمن بسوی
باغ و بستان ندید ، خللی دید	نقد دید ، آنچه را به لبه شنید
وطن خود گرفت گلشن را	آشتی داد پسا و دامن را
خواست در ظل لا یزال گل	خواند اوراد ، بی زوالی گل
نغمه پرداز آن حریم شود	خاک رویی کند نسیم شود
شوکت بارگاه گل ، چون دید	حرز را — ان یکاد — خواند و دمید
گفت با خود : کزین شکوه و جلال	پر عجب دارم ار نگردم لال
خوش بختید ، بر رخ او ، گل	خسته گل ، بلا ست بر بلبل
کرد خوگر ، بخلق خوش ، او را	لیک ، ادب داشتی غمش او را
از ادب ماند در حجاب آن مرغ	شد صبا آتش و کباب آن مرغ
گل نپرسید دیگر ، از حالش	بر نیامد سر از ته بالش
شد غجل ، آن غریب در گلشن	از غجالت بسکس ، نگفت سخن
منم آن مرغ منتقل مانده	از تمنای خود ، غجل مانده
راه دور و دراز ، طی کرده	رو باین آستانه آورده
در گلستان ز بخت افسرده	سر بجیب قفس فرو برده
گشته باده زبان ، چو زاغ وزغن	غجل از روی بلبلان چمن
لیک امیدم ، بصدق و اخلاص است	غخلص خاص ، هر که شد خاص است

(۱۶۵۵-۱۶۵۲:۲)

● نصرآبادی : صفیا اصفهانی ، در عمل رمل آگاهی داشت ، طبعش

خالی از لطفی نیست . با حکیم شفائی معارضه داشت . شعرش اینست :

مکن ناکشته از خاطر فراموشان فراموشم که چون از خاطرت رفتم ز خاطرها فراموشم
ببازار محبت ، از پشی سودای دل ، رفتم دچارم شده خریداری و شد سودا فراموشم
سیمرغم و بنال مگهی میطلبم آزادم و کنج قفسی میطلبم
فریاد که ! فریاد رسم ، خاموش است خاموشم و فریاد رسی میطلبم

● صبح گشن : صفیا اصفهانی ، در مجامع اصفیاء سخن ، گردن می افراشت ،
و در علم رمل مهارتی داشت . (یک شعر دارد - ۲۵۴)

● روز روشن : صفیا اصفهانی . فقیر طبیعت و درویش رویت بود . در
عهد اکبر پادشاه بهمند رسید و بسطنت جهانگیر پادشاه ، کارش بالا
گرفت . رباعی :

پرسید از من ، ز روی پرکاری ، دوست کنز بهر چه ، مار افکند دائم پوست
گفتم : چو بزل تو کشتهش نسبت در پوست نمیگنجد و حق م با اوست (۱)
(یک بیت دیگر دارد ۳۹۰)

● وفات و سالی نامه : متن میخانه که بعد از تصحیح و تحشیه آقای
گلچین معانی چاپ کرده اند ، در متن اضافه ذیل دارد ، و این عبارت در
نسخه مولانا محمد شفیع نیست :

..... و در بحر مثنوی مولوی معنوی جلال الدین محمد رومی (قدس سره)
نیز پاره اشعار گفته . این دو بیت از ان مثنوی اوست که در مدح حضرت
مولوی گفته :

مثنوی مولوی معنوی مرده صد ساله را بخشد نوی
این قدر دائم که ، آن عالیشان نیست پیغمبر ، ولی دارد کتاب

ساقی نامه خود را ، هنگام ملاقات باین ضعیف داد ، و از ان سر زمین

در خدمت صاحب خویش به کابل رفت . و بتحقیق پوست که در سنه ثمان و عشرين و الف (۸۱۰۲۸) در شهر مذکور از ساغر مزگ ، بنی شعور گردید .

شرح حال به این عبارت ختم شده است ، و بعد ازان — ساقی نامه — بقرار ذیل است ، که متن مولوی شفیع دارای آن نیست .

ساقی نامه

الا ای خرد پرور کاجوی
ازان ، غم برون کن زانبارها
مکن تکیه برهستی بی ثبات
ز هستی مزین دم که ، مستی بود
مر این بند و زنجیر را جز بمی
علاج غم آن ، به که از می کنی
بمی ، رونق عقل و دانش بده
مکش عقل را ، کارفرما بود
حکیمانه ، گر باده ریزی بهجام
وگر ساغر از می لپالب کنی
وگر کم خوری زین کلید هنر
بمیخساند درد نواشان در آ
که بینی گروهی منزله زلات
بی شسته از دل همه بنفس و کین
ز خود پنج روز جهان بی خبر
جهان زیر فرمان و گردن بیند
ازیشان مدد جوی و همت یخواه
اگر من زساق شدم کاجوی
بیا ساق ، از احتیاجم برآر
شهی کو ستانه زگردون خراج
بهندم رسان خوش دران مرزوبوم
بلک عراقم چون گنجی بخاک

همی باده مگذار و روی نکوی
وزین ، شادی آور بخوارها
غنیمت شمر چند روزه حیات
ترا بند و زنجیر هستی بسود
ندانند شکستن فلاطون و کی
کنون گر نکردی ، دگر کی کنی
که بهروز بینی نهانش بده
پرش چهل را رونق افزا بود
فلاطون و لقمان در آری بدام
دل روشن از تیرگی شب کنی
کشانی در گنج لعل و گهر
زمانی تو در غرقه پوشان درآ
پروندهای شوخ و درونهای صاف
سلیان در آورده زیر نگین
مبارز خوف و ببری از خطر
کمند افگنانه و خود در کمند
کز ابرست ، سر سبزی هر گیاه
مکن عیبم ، ای یارا فرخنده خوی
وزین کشور بی رواجم برآر
بساق کشاید کف احتیاج
بویرا نه ، قاق نشیم چو بوم
و یا موم در آتش تابناک

بده تا برآیم ازین توره حال
 که از بخت بده بر سر آتشم
 خلیلم در آتش کلیمم در آب
 بد انسان که گردون خاند بن
 ز رشکی که دارد کبود آمدست
 هسی جان دهد از غم بی قبان
 بکوری این چرخ اهریمنی
 در غمری و فرح باز کن
 درایی، بمنزل برد قافله
 که گلشن شوم بر خلیل وجود
 پسرانه سر خرد سالی کم
 برآی از خود و جمله تن ساز شو
 همه حور و غلمان ز جنت بهار
 ازان پیش، کز ما برآید دمار
 کلید لبان سفید بیجوشی
 کزو شیشه شد لعل و ساغر عقیق
 که در ده بزرگست، سالار ده
 جگر گوشت تاک انگور را
 نهد خوان رنج و بلا پیش من
 کریمت منم نه کم مدهده
 درین آسیا، سنگ زیرین من
 نخورده غمی، پیشم آید غمی
 بن بخش، آن شاهد بکبر را
 کسلا نه را، کیانی کم
 فدای قدت جمله کالای من
 بخاک رخت سازم ایان نثار
 منت جان فشانم ز راه نیاز
 بصورت حریر و بهیرت قصب
 صراحی و ساغر بفرسان نت
 که هر مستی، دارد از پی خمار
 که آنست در گردن ناکست

بیا ساق، آن آب آتش خصال
 مدد کن بیک جره، بی غم
 ز روی و کف ساق کامیاب
 بده ساق، آن رشک کان یمن
 که گردون دون پس حسود آمدست
 نیارد که بهیند دل شادمان
 بده ساق، آن ساغر یکمنی
 مستی تو هم نفه ساز کن
 مرا ناله فی، به از صد چله
 بده ساق، آن سلسیل وجود
 دل از هر بد و نیک خامی کم
 منی یکی نفه پرداز شو
 یکی نفه بی مزد و منت بهار
 رمی زن، که بر خود بگیریم زار
 بده ساق، آن مایه دلخوشی
 بده ساق آن کیمیا رحیق
 بهیئت بیاشام و عزت بده
 بده ساق، آن عود مستور را
 مرا، میزبانیت هم کیش من
 بن، هر زمان درد و غم، مدهد
 جفای فلک را چو روین تم
 نیاسایم از جور گردون دی
 بیا ساق، آن دشمن فکر را
 که با او، دی شادمانی کم
 ایا شاهد سرو بالای من
 برقص اندر آیم، کم جان نثار
 تو دامن فشانی چو از روی ناز
 بده ساق آن تلخ شیرین نسب
 بده ساق اکنون که دوران تست
 نکوئی کن و روز، فرصت شمار
 صراحی! من از رشک مردم هست

موس آن لب و بلفصولی مکن
 که هر لحظه آن لعل، آلایدی
 ابا ساز، دستی در آغوش کن
 بعرض مهین وارث، مسلک کن
 شهنشاه شاهان با تاج و تخت
 امیدم چنانست از کردگار
 دل خصم او ننگ و تاریک باد
 ظفر پیش و نصرت ز دنبال باد
 بفرق عدو خاک ادبار باد
 ز فیروزی بخت در هر دیار
 که جاده چو شد، ره شود شاهراه
 به اقبال شاه جهان، گفته ام
 جهان داور و نقد شیر خدای
 که نگذاشت نقدی بکان کرم
 ببخشید آنگه بنفش نگین
 خرابی، چو عنقا ازین دهر شد
 کزو روشنی یافته شمع دین
 زمین و زمان هم بفرمان تست
 بگوش اندرش حلقه بندگیست
 بهم در نوردی زمان و زمین
 سر خصم، چون گوی بازی کند
 چه شد خصم گر آهین جوشت
 بزنبهار، انگشت بینی ز خصم
 که دستار، از فرق کیوان شده
 سر دشمنانست بسغم کمند
 که از تست، روشن چراغ جهان
 چنین پاک گوهر فزاید ز خاک
 جهان را باین شاه عاقل سپار
 که تو کامبخشی و او کامگار
 چو بخت خود شاه فرخنده دار
 نراء، باده عیش در جام باد
 دعاگوی عمر تو و جاه تست

پایه! تو هم نا قبولی مکن
 سقائین لبی را کجا شاییدی
 مغنی تو هم جرعه نوش کن
 رسان این دعا را بسآراز نی
 بگو ای خداوند اقبال و بخت
 اگر دورم از درگاه شهریار
 که شه را بمن لطف نزدیک باد
 بفتراک شه دست اقبال باد
 بهر نیک و بد ایزدش یار باد
 تو حاجت روا گشتی، ای شهریار
 که از عمر ایشان فزاید بشاه
 نه این در، بکلک و زبان سفته ام
 خدیو عدو بند کشور کشای
 سپهر مروت جهان کرم
 بشمشیر بگرفت روی زمین
 ز عدلش، جهان جمله یک شهر شد
 شهنشاه شاهان روی زمین
 جهاندار شاه، جهان زان تست
 فلک را بهیشت سرافکند گیت
 چو رخش عزیزت در آری بزین
 چو تیغ تو دشمن نوازی کند
 ز تیغ تو فتح و ظفر روشنست
 چو روز آوری، پشت بینی ز خصم
 مگر تیغ قهر تو، هریان شده
 بسکام دلت باد، چرخ بلند
 بشادی بزنی، ای مجسم ز جان
 ز نور آفریدت خداوند پاک
 جهان داور! کام دلها برآر
 دلش را بهر کام، منصور دار
 چراغ دلش را، فروزنده دار
 شما! تا فلک ساقی کام باد
 (صفی) از غلامان درگاه تست

این قطعه و این یک بیت نیز از واردات اوست :

قطعه

خاردار پشت مرا ، انگشت من خم شود از بار منت پشت من
همی کو تا نغارم پشت خویش را رهم از منت انگشت خویش

بیت

الهی ! قفل غفلت را کلیدی یزید نفس مارا بسایزیدی

(۲۳۱ - ۲۳۵)

● انتخاب اشعار از عرفات : آقای گلچین اشعار زیر را از عرفات تقی

در چاپ خود آورده ، و قول تقی است که : اشعار صفی قریب به چهار
هزار بیت است :

ز دل مپرس که ، با دیده هم سخن دارم
درون کعبه ، یکی کهنه برهن دارم
بندست ثیفی و دست دگر کفن دارم
گردد سر عتاب تو گردم ، چنین مباحث
پر در پی رضای دل آن و این مباحث
آئینه ندارد خبر ، از روشنی خویش
که چون از خاطرت رفتم ، ز خاطرها فراموشم
دچارم شد خریداری ، که شد سودا فراموشم
چون نیکی ، از نهاد مردم دنیا فراموشم
ز بس که ، بیهوده گفتم ، ز من سخن بگریخت
چو دید روی تو ، از شرم در چمن بگریخت
هزار رنج ، بیک بوی پیرهن بگریخت
بشگم چو رسید ، بسایزیدم
من باده ام ز جام و سبوی تو میروم
پیش از آن که ، در ویرانه بیندند بمرگ
اشکی که درو گشت ، جیخون دارم
ایشها همه ، از طالع واژون دارم
آزادم و کسنج قفسی میطلبم

نصیب کس نشود این دلی ، که من دارم
هزاریت بشکستم برغم نفس ، و هنوز
گناهگار تو ام ! گر کشی و گر بخشی
با غیر هم زبان ، دگر ای فازنین ! مباحث
بی مهر و بی محبت و بی انتقادات شو
مردان خدا را خبر ، از حالت خود نیست
مکن نا گفته از خاطر فراموشا ! فراموشم
ببازار محبت ، از پی " سودای دل " رفتم
(صفی) چندان بدم ، کز لوح محفوظ خمیر او
منم که ، جان و دل از تنگ من ، ز تن بگریخت
بجلوه بود ، ببازار خود فروشی ، گل
هلاک فیض محبت شوم که ، از یعقوب
در وقت خمار ، چو ن یزیدم
رفتم چو آب و سبیل میندار رفتم
در میخانه کشادند ، سیو پسر می کن
در حجر بیتی ، دیده پر خون دارم
آهی که ، بسوزد دل گردون ، دارم
سیرغم و بال مگس میطلبم

فریاد که، فریاد رسم خاموشیت خاموشم و فریاد رسمی میطلبم
 پرسید ز من، ز روی پرکاری، دوست گز بهر چه مار، بنگند دائم پوست
 گفتم: چو بزلت تو، کندهش نسبت در پوست نمونجد و حق هم با اوست

۱۳۰- صبا، لطف الله بیگ کشمیری

● ادبی دنیا: لطف الله بیگ صبا، از شاگردان مجد رضا مشتاق بوده.

۱۳۱- صیدی، مولانا صیدی کشمیری

● مآثر رحیمی: مولانا صیدی، چون وطن و حسب و نسبش معلوم نبود و شعرش نیز لیاقت آن نداشت، که درین نسخه ثبت افتد، قلم از تحریر آن سر باز میزد. حکایت: بر پیمان خریداری نمودن یوسف، بخاطر رسید که، باوجود کاسد قماشها از خریداران یوسفش شمردند، و کسی منعی از آن مقدمه ننمود. و سالهاست که اسمش باین سبب در عالم، مذکور میشود، این بیچاره چرا محروم باشد. و در خزانه لعل و رخام هر دو میباشد و در کارست، و نوشتن اشعار او را، بی مروتی دانسته بتحریر این قصیده— که از جمله اشعار اوست که بمدح ایشان گفته — پرداخت. و چون این سپه سالار، بجهت رعایت این طبقه و طائفه، بهانه طلب بودند، این گرمی طبقه، نیز بهر زبان که داشتند، در مداحی و دعاگوئی ایشان، میکوشیدند و وسیله رزق خود، میساختند.

و سه چهار صیدی تخلص در هندوستان بوده اند و هستند. ظاهراً که صیدی کشمیری بوده باشد. و حالات و بزرگی این سپه سالار بعدیست که، اگر حسان بن ثابت درین زمان بوده باشد، از مدح و ثنای ایشان عاجز

خواهد بود :

آنکه بحر سخا و احسان است میسرزا خان ، خانخانان است
 آنکه جبرأت از عدالت او خوشتر از کابل و بدخشان است
 آنکه از هیبت و صلابت او تن اعداء چو بید لرزان است
 ای که در جود و در شجاعت و فضل هرچه گویم ، هزار چندان است
 آنکه بر خاک آستان درش خاتم طی ، کمینه دربان است
 ای سپهر سخا و بحر کرم حال (صیدی) بسی پریشان است
 نیست او را وظیفه ، از جای در مهمات خویش ، حیران است
 تا که از مکه آمدست ، بپند از غریبان و مستحقان است
 عاجز ست و غریب و درمانده خاصه اکنون که وقت یاران است
 از غم قرض خواه ، گشته ملول قرض دار نوش ، فراوان است
 نظر لطف ازو ، دریغ مدار که دعاگویت از دل و جان است

(۱۳۴۵ - ۱۳۴۶)

۱۳۲- صیرفی ، مولانا میر علی

● هفت اقلیم : بمکارم اخلاق و محاسن آداب ، نام برآورده فضیلت تمام داشته و احیاناً شعری میگفته . از وی می آید :

سیر بهر ده و خم خم دل نژد مرا قدح چه آب زند آتش بلند مرا (۱)
 کشمیری است .

(۱۱۲ - ۱۱۳)

● گل رعنا : صیرفی ، نامش ملا میر علی معاصر صرّی (متوفی ۱۰۰۳ هـ) سرآمد افاضل آن دیار بود . و صیرفی نقود بازار افکار او ، سکه سخن میزند . ترجمهٔ پسر او (مستغنی) (۲) در حرف المیم خواهد آمد .

(یک شعر دارد ۶۵۲)

۱- گل رعنا و صحف ابراهیم و صبح گلشن دارد .

۲- رک : تذکرهٔ اصلح چاپ بنده ص ۳۸۶

● صف ابراهیم : ملا علی صیرق کشمیری ربطی به اوم متداوله داشت .
دیگر احوالش معلوم نیست . (یک شعر دارد ۲۲۵)

● صبح گلشن : صیرق ، میر علی از صیرفیان دارالعیار قلوب علم تنویر و سخن تخمیر است ، و معاصر شیخ یعقوب صرق کشمیر .
(یک شعر دارد ۲۵۸)

۱۳۳- ضمیر، پندت نرائن داس دهلوی

● نگارستان سخن : ضمیر نخلص ، پندت نرائن داس دهلوی است (۱).
و در ابیات و عباراتش مضامین لطیفه :

صد فیثه شراب ، بزم طرب شکست	دلها ز دست محتسب بی ادب ، شکست
مستی چشم یکی ، سرخوشی باده یکی	نشسته آن دست میخوار دربالا افتاد
نرو شوخی و تبسم ، بهزار فاز کردن	من و عجز و جان فشانی ، ز سر نیاز کردن
چو غماز رود آرد ، چه خوش است سوی ساقی	پی جام باده ، دستی بهوس درواز کردن

(- ۵۳)

● روز روشن : ضمیر ، پندت نرائن داس پسر راجا رام دهلوی ست . در
عدالت دیوانی دهلوی بکار و بار وکالت اشتغال داشت و هنگام تالیف — آفتاب
هالمتاب — عمرش بهچهل سال رسیده بود :

بهاض دینه خونبار ، بس رساله ما	بود معانی برجسته : آه و ناله ما
نموده ایم ، تصرف سواد وحشت را	بمهر چشم غزالان ، بود قیاله ما
اگر (ضمیر) بمهر دوباره مشتاقی	بنوش آب حیات می دوساله ما
چه دوا (ضمیر) جویم ! بکه ، درد خویش گویم	که نمیتوان علاج . غم جان گداز کردن

(۲۰۲)

۱- نام این شاعر در فهرست شعرای کشمیر — در ادب و ثقافت کشمیر — داده شده است
ممکن است که نساء کشمیری باشد و در دهل زندگانی میکرد .

۱۳۴- ضیاء، خواجہ ضیاء اللہ دیوانی

● تاریخ اعظمی: خلف الصدق خواجہ هاشم (دیوانی) است. در اخلاق و اطوار بر پدر خود تفوق، و بغایت حسن طبع و خوبی اوضاع داشت. و اکثر اوقات همت بر فقرا اهل سنت و جماعت میگماشت. گاهی میل بشعر پردازی هم مینمود. این رباعی از اوست:

مردم بیچنون، ز یکدگر در پیش اند خود را، بهتر ز غیر خود، اندیش اند
این بر غیر خود نازد، و آن بر زر خویش این مرده دلان، زنده به غبط خویش اند

و قتیکه محتضر شد، وصیت کرد که بدستور اهل سنت و جماعت او را تکفین و تجمیز و غسل نمایند. به همان طریق عمل شد. (۲۰۸)

۱۳۵- طالب، ملا طالب اصفهانی

● طبقات اکبری: قریب بیست سال (۱) است که در کشمیر سکونت دارد، و در سلک بندهای درگاه منتظم است:

خوش آن بزمی که، سر نهاده بر زانوی نومییدی تو گوی بار در بکشود و یار از در درون آمد

رباعی

زهرم بفراق خود چشانی، که چه شد خون ریزی و آستین فشانی که چه شد
ای غافل از آن که، تیغ هجر تو چه کرد خاکم بفشار تا بدانی که چه شد (۲)

(۸۱۵)

● منتخب التواریخ: طالب اصفهانی، قریب هشت سال است که در کشمیر ساکن است. اول بصورت قلندری بود آخر نوکری اختیار کرد، و در

۱- هفت اقلیم سی سال و پدایونی هشت سال دارد.

۲- پدایونی، هفت اقلیم، ریاض الشرا، مجمع النفائس، صحف ابراهیم، نگارستان سخن دارد.

ملازمت پادشاه رسید. و از کشمیر او را نزد حاکم تبت خرد (۱) (بلتستان) — که علی رای باشد — بایلچی گری فرستاده بودند، باز آمد و — رساله — در غرائب و نوادر آن ولایت، نوشته بشیخ ابوالفضل گذرانید، تا داخل — اکبرنامه — ساخت. دردمندی خیلی دارد و سلیقه او در شعر و انشا درست است. ازوست این رباعی:

عمنامه من نخوانی و کهنه شود	مجبوری من ندانی و کهنه شود
دیر آمدنت، میاد کین زخم فراق	ترسم که تو دیرمانی و کهنه شود (۲)
یک روز من خسته ره منزل دل	از آبله پای طلب ساخته گل
جان صرف رهی کنم که از بهر نیاز	جان برسر جان باشد و دل برسر دل
بعیش کوش که این بکر عمر حجله نشین	چو گل برقتن از غنچه مادر افکنده (۲)
شادم از اهل جهان کز اثر صحبت شان	بجهانی ندم گوشت تنهائی را (۲)

(۲: ۲۶۵)

● هفت الیم : بابا طالب، قریب سی سال در کشمیر قوطن داشته شمیم عافیتی از جانب حکام آن مقام، بمشامش میرسد. چون آن دیار بتحت تصرف اولیای قاهره در آمد، ملحوظ نظر عنایت بیغایت شاهنشاهی گشته، از منتسبان این آستان گردید. و گاهی بنا بر تقریبی شعری میگوید. این اوراست :

● مآثر رحیمی : بابا طالب اصفهانی از دارالسلطنه اصفهان است و مدتهاست که در هندوستان میباشد، و در سلک بندگان بادشاه ظل الله اکبر شاه منتظم بود.

۱- رک : اکبر نامه ۳ : ۵۵۲ آنجا هست که : میرزا بیگ را (سال ۸۹۹) پیش علی رای حاکم تبت خرد و ملا طالب و مهتر یاری را پیش مرزبان تبت کلان فرستادند. و بتاريخ ۲۵ آبان سال (۸۹۹) ملا طالب، مهتر یاری، و میرزا بیگ برگشتند (۳ : ۵۶۸) و دیگر بار طالب در سال (۹۰۵) همراه امید علی جولک و محمد حسین کشمیری نزد علی زاد مرزبان خرد تبت رفت و ایوب بیگ، سلیم کاشغری، عبدالکریم کشمیری را پیش کوکلتاش کلیو حاکم بزرگ تبت فرستادند (اکبر نامه ۳ : ۷۱)

۲- هفت اقلیم دارد.

و درویش طبیعت و صافی مشرب است . و در هندوستان به بابا طالب اشتهار دارد . و اکثر اوقات بمصاحبت اکابر و اعیان این ولایت ، مثل حکیم ابوالفتح و زین خان کوکه و شیخ ابوالفضل و شیخ فیضی و سائر بزرگان بسر میبرد ، و بصحبت او میل تمام داشتند . و در کمال خوش صحبتی و بی تعلقی و قاعده دانی است . و بیشتر ایام توقف در هندوستان در کشمیر دلپذیر میباشد . و بغایت از آب و هوا و دیگر خصوصیات آن دیار محظوظ است .

و در وقتی از اوقات فرمان فرمائی کشور هندستان نورالدین محمد جهانگیر پادشاه ، او را بطلب میرزا غازی ترخانی والی تته فرستاد (۱) . برسم حجاب و دوران رفت و آمد کارهای نمایان ازو بظهور آمد . و الحال صدر ولایت گجرات است (۲) .

و در شاعری و نکته ، دانی نیز مهارتی تمام دارد . و فی الجمله طالب علمی نیز کرده ، و همیشه با مولانا قاسم و مولانا نظیری — که از دانشمندان روزگار بودند و در هندوستان بدانهاست ممتاز بودند — بسر میبرد و صحبت میداشت . و خود را بمداحی و دعاگوئی ابن عالیجاه (خان خانان) مشهور ساخته . و عمر خود را صرف مداحی ایشان کرده ، و رعایت کلی یافته و مییابد .

اگرچه الحال توقعی ندارد ، نظر بر حقیقت میگذارد و نقش مدح ایشان مینگارد . و از دولت مدامی ایشان از زخارف دنیوی بی نیاز است . و از

-
- ۱- رک : میرزا غازی ترخان و شعرائ دربار او - تالیف نگارنده . اکبر پادشاه (۱۰۱۰ هـ) فرستاده بود ، و دو سال در سند توقف کرد که میرزا را همراه ببرد . رک : مائثر رحیمی ۲ : ۳۵۰
 - ۲- گویا وقتی که نهانندی مائثر رحیمی را تالیف میکرد بابا طالب در گجرات بود . و سال تالیف کتاب (۱۰۲۵ هـ) است .

روش اشعاری که در مدح ایشان گفته ، روش التفات و مرحمت عالیجاه ، و اخلاص این اخلاص مند را ، میتوان یافت . این اشعار در کتابخانه عالی از زاده طبع وقاد بابا موجود بود که بمقام ثبت در آمد :

قصیده

خاندانان مریسی و ولی نعمت من
آسمان ، کسب بلندی کند ، از همت من
قلعی زهر ، یکام شکر از لذت من
عرش را ، سدره نشیمن بود ، از فکرت من
گرد دولت ز در جاه تو بر جبهت من
عزت چرخ کشد سر زش دولت من
وقت افسوس همیداشته بر فرحت من
نسخه تیزی الماس دهد حدت من
آستان تو کشد ، درد سر خدمت من
ور بدامان تو ، دستی نژد همت من
خاک در دیده راحت فکند محنت من
بود ، دست همه کوتاه تو ، از همت من
دست درد امن اقبال تو ، زد رغبت من
سرمه دیده نشد رهگذر حرمت من
ناقوانی ز توان در شکند قوت من
خنده صبح تعجب دهد از کربت من
رحم آور به پریشانی و بر غربت من
چرخ بردوش کشد غاشیه ، حشمت من
در دل خاک بود ، حق تو در دمت من
ذیل عصیان طلبت مینکشد همت من
ریگ در چشم تما فکند تربت من
آن هجوم است که بازو شکند دعوت من
دور کوتاهی دهر از ابله مدت من
دشمنت بخت نگون عمر تو بر عدت من

گویدش ، کیست که باشد سبب دولت من
توئی امروز ، که از لطف تو ، در عرصه خاک
لطف آن کرد که ، صدمبار بروزی شکند
چیزی از قدر تو ، اندیشه نیارد ، هر چند
سرکنم خاک برین در ، که نشینه روزی
خاک این در گهم و میرسم ، کز ره فضل
بر رخت بینم و دانم پشی نظاره تو
گرم مدح تو ام آنگونه ، که در شتم عدوت
من کیم کز ره امید بپاکویی بخت
گر بدرگاه تو ، پای نکشد رای امید
آب در دیده امید ، بگرداند بخت
جز دردت ، پر در هر کس که ، زدم دست امید
پای جبهه ، آبلها کرده ، که در کوی مراد
بنده بخت سیه بختم اگر در دورت
گرفته ، بر بازوی اقبال تو ام ، دست بود
آفتابی است ، عطای تو که ، از فیض طلوع
من کیم ، کز ره فضل ، کرمت بنوازد
سختی از تو بجایم برساند ، که ز قدر
فرست شکر تو ، گر در همه عمر باشد
کم نگرده ز تو ، و من شوم افزون وزنی
گر نه از لطف تو ام کار بر آید بمراد
بدعا دستم و برخاسته ام از بهسرت
مدت عمر ترا خواسته (طالب) که بود
هست از ماه برون سال تو از سال فزون

مثنوی

جدائی ست چون مرگ بگرفت سخت
به بیچارگی دل فروخته ام
اگر بد و گر نیک هان بگذرد
نه شدم ، که شیرین کند کام را
نه دردم ، که آرد غم آبادی
نه سیلم ، که هر جا رسم بگذرم
نه برسم ، بتاریک شب خنوده
نه شامم ، بمهتاب روی نکو
نه اشکم ، بشوینده تنگ خویش
نه خاموشیم ، بسرب گفت تر
نه پای ، که ، شادی رهی بمهرم
بخودکار نسایم بکار کنیم
جوان و بمقل از جهان پیرزاد
بخلق از خدا سرسراز آمده
بدانش بزرگ و برای ارجمند
ببستی نمودار پیشینان
نگهبانی خاطر بمیدلان
چراغ فروزنده بزم بخت
بدشن ز خوش طیتی نیک خواه
بجانت که چون دوستی در دل
چو در مانده ام دستم از کار رفت
بمهرت که ، دل گرمی عالم است
بره بردنت ، مرد آواره را
ول چون صنوبر ، ترا بته است
بخود سایه روز برگشته ام
کشد بر درت فانوائیم رخت
که از سایه خویش هم بگذرم
نیارد ز کشمیر بسازم برون
غم تنگی آرد ، بمهندستان

باین غصه افدوه ناساز بخت
چو اشک فراق تو سرگشته ام
بمجز این غم جانستان بگذرد
نه زهرم ، که تلخیت آرام را
نه شوقم ، که دل را دم شادی
نه خاکم ، که هر آستان را درم
نه ابرم ، زمین را نم آگنده
نه صبحم ، بروشن دل ترازو رو
نه آهم ، کلید دل تنگ خویش
نه زاریم ، در یکدل آرد اثر
نه دستی که ، از غم سوی سربرم
ندانم چیم و ز شمار کنیم
زهی خانانسان دانش نژاد
پسر بر پدر کارساز آمده
بکار از جهان دیدگان هوشمند
بس آمد پشی کار پیشینان
بروشن دل عقل روشن روان
علم گشته چون تیغ در رزم بخت
سپه را ، بسالار بودن پناه
مرا از جهان دو جهان حاصل
چو بیچاره ام ، چاره ناچار رفت
بلطف که ، شادی گداز غم است
بدل ، داشتیمات بیچاره را
که طالب ز غیر تو ، وارسته است
ازان ره ، کز ان آستان گشته ام
اگر از توانائی پای بخت
چنان سویت از شوق ، ره میبرم
دگر مرکب تنگ بخت زیمن
نترسم ، ز کشمیر ترسم که هان

سفارش خطی بودم از کلک تو
گرفت آنکه، چون آستینم فشانند
بدل گفتم: این خط، خط بندگی است
همین بس کسه دانستند زان توام
اگر چه مراد دلم را نگشت
چو قریاک در کار زهر آزماست
بآخِر، رود زهر و راحت آمد
وگر غم بود چون منی را چه غم
تو خوش باش! کو بر جهانی، چو شام
بدل بد که شد عالمی ملک تو
همی خواند و دید و بخندید و ماند
شرف تمام مدت زندگی است
کمه-بین بنده آستان توام
ولی چون اثر در دل او نشست
اثر زان بود گرچه زهرش بچاست
مرا مرهمی بر جراحت رسد
کمه غم زاده ام از دینار عدم
بروزی شود روزگاری تمام

(۱۲۵۹-۱۲۶۵)

● تزک جهانگیری: طالب، صفاهانی الاصل است، در عنوان شباب
لباس تجرید و قلندری گذارش بکشمیر افتاد، و از خوبی جا و لطافت
آب و هوا، دل نهاد آتلک شده توطن و تاهل اختیار کرد. بعد از فتح
کشمیر بخدمت عرش آشیانی در سلک بندهای درگاه انتظام یافته. الحال
عرش قریب بصد (۱) رسیده و در کشمیر، بفراغ خاطر با فرزندان و متعلقان
بدعای دولت ابد قرین، مشغول است.

(جشن چهاردهمین نوروز، ص ۲۸۶)

چون بعرض رسید که: فقراء کشمیر در زمستان از شدت سرما، محنت
میکشند و بسختی و دشواری میگذرانند، حکم فرمودی که: قریه از اعمال
کشمیر — که سه چهار هزار روپیه حاصل آن بوده باشد — حواله ملا طالب
اصفهانی نمایند، که در وجه لباس فقرا و گرم کردن آب بجهت وضو
ساختن در مساجد، باید که صرف نماید.

(جشن مقدم ص ۲۲۵)

● **مجمع النفائس :** بابا طالب اصفهانی. مدت‌ها مجرد بوده بدرویشی و فقر سلوک نموده. در عهد جهانگیر پادشاه مرد متعین گشته، صدارت گجرات یافته. ازوست :

کدام سایه، دیوار را، پناه بریم که سایه را، ته دیوار هیچکس، جانیت
(یک رباعی دارد ۲۱۹ الف)

● **تاریخ اعظمی :** بابا طالب اصفهانی، در زمان حکومت چکان به کشمیر رسیده، با حکام اینجا آشنائی ورزیده. چون بفنون علم آراسته و انواع کمالات پیراسته بود، قبولیتی بهم رسانید، و در قرب سلاطین از اقران در گذرانید. در نزاع امرا و فن ارباب داعیه، سعی مصالح بسیار داشت، چنانچه قدری ازین حکایات را در اوراق گذشته قلم عبرت رقم برنگاشت. تا ایام تسلط اولیای دولت اکبر، به چمن پیرای نکته منجی بود. چون رحلت کرد، در محله بابا پوره در مزار بابا خیل (۱) آسود.

در فنون شاعری ماهر بود و لطف طبعش از حسن معنی ظاهر. صورت گذرانش معلوم نیست. این چند بیت ازو به قلم می آید :

از سر کوی تو دل، با دیده تر میرود	شعله در دل، قاله پر لب، خاک بر سر میرود
حسرت شرح درد دل، گر آشنای لب کنم	خون ز جیب دیده، تا دامان محشر میرود
شعله در پروانه افتد، بلبل آید در غروش	گر بگویم آنچه ما را، پی تو بر سر میرود
در حلقه ما زمزمه سوز نباشد	ما غم‌زده‌گان را دل مسرور نباشد
پی روی تو، بیرون کنم از دیده، نظر را	گر ذوق تماشای تو، منظور نباشد
ویرانه دل، چون سر تعمیر ندارد	بگذار که، این غم‌کده معمور نباشد

(۱۱۴-۱۱۵)

● ریاض الشعرا : طالب صفاهانی ، درویش کامل و محقق فاضل بوده .
 بهندوستان برآمده . مدتی بسر کرده است . معاصر شاه عباس ماضی مغفور
 است . اوراست این رباعی : (۱)
 (غلطی)

● صحف ابراهیم : بابا طالب اصفهانی . در آوان جوانی ، از دوستان
 ایران رنجیده . بکشمیر آمد ، و بلباس قلندران میگذرانید .

چون آن خطه دلپذیر ، مسخر بندگان اکبری گردید ، بابا طالب بشرف
 ملازمت آن پادشاه مشرف گشته ، رساله از جانب پادشاه . پیش حاکم تبت
 رفته . چون باز آمد — رساله — در بیان نوادر آن مملکت نوشته ، بعلامی
 شیخ ابوالفضل داد ، که داخل — اکبرنامه — سازد . چنانچه دران کتاب ،
 حالات آنجا مندرج است .

بالجمله تا زمان اکبر پادشاه وظیفه در کشمیر داشت . چون شاه جهانگیر
 پا بر سریر سلطنت گذاشت . هرگاه بکشمیر میرفت ، ملاقات از بابا طالب
 میفرمود . و از رباعیاتش اکثر این رباعی بر زبان فیض یابانش میبود :

زهرم بفراق میچشانی که چه شد خونریزی و آستین فشانی که چه شد
 ای غافل ازین که ، تیغ هجرتو چه کرد خاکم بفشار تا بدانی که چه شد

در زمان جهانگیر بکشمیر در گذشت . و در — تذکره آرزو — مذکور
 است که : دران عهد از لباس درویشی برآمده ، صدارت گجرات یافته !
 و صاحب — خلاصه — (۲) گوید که : مولانا ابوطالب که در اوان جوانی از
 اصفهان بهندوستان رفته ، مدتها درانجا بفراغت گذرانیده ، در نواحی گجرات

۱- رک : تحت طبقات اکبری

۲- خلاصه الاشعار تقی کاشی

سنه اربع و ثمانین و تسعمائنه (۹۸۴) (۱) بعالم بقا شتافت . (۲۳۹ ب)

● نگارستان سخن : طالب بابا ، مشهور به بابا طالب . الفاظ و کلماتش ممکن لطائف معانی و شرائف مطالب است . (یک رباعی دارد ۵۲)

● روز روشن : طالب بابا . طالب اصفهانی معروف به بابا طالب ، فاضلی آزاد مشرب بود . در زمان شاه عباس ماضی ، به هندوستان رسیده ، در خطه دلیذیر کشمیر سکونت گزید . زمانی که جلال الدین محمد اکبر پادشاه بر کشمیر استیلا یافت ، طالب بزمه منشیان شاهی منسلک گردید ، و منظور نظر عاطفت سلطانی گشته ، برسم رسالت اکبری بخدمت والی ثبت رسید ، و — رساله — متضمن غرائب ملاک ثبت : بنظر شیخ ابوالفضل گذرانید ، که در — اکبر نامه — مندرج است . و در سنه ثلثین و الف (۱۰۳۰ هـ) از کشاکش ابن سپنجی سرا رست :

شادم از اهل جهان کز اثر صحبت شان	بجهانی ندیم گوشه تنهای را
کدام سایه دیوار را ، پناه برم	که سایه را ، ته دیوار هیچ کس ، جانیت
بیرون میا که ، شهره ایام میثوی	ما کشته میشویم تو بدنام میثوی

(۲۰۶)

● تاریخ نظم و نثر در زبان فارسی : ملا بابا طالب اصفهانی ، از اصفهان به هند رفته و هشت سال در کشمیر اقامت داشته . نخست قلندر منش بوده و سپس وارد خدمت دربار جلال الدین اکبر شده و اکبر او را از

۱- رک : تاریخ اعظمی که مدفن ایشان در محله بابا پوره در جوار مزار بابا خلیل نوشته است . و اینجا سال وفات (۹۸۴ هـ) غلط است . در روز روشن (۱۰۳۰ هـ) ثبت است . جهانگیر در سال چهاردهمین که سال (۱۰۲۸ هـ) میشود ، گفته است که : عمرش الحال قریب به صد رسیده ، پس قرینه اینست که سال فوتش (۱۰۳۰ هـ) باشد نه سال (۹۸۴ هـ) . و چون در سال (۱۰۲۸ هـ) عمرش قریب به صد سال بود . پس تولدش را باید که در حدود (۹۲۸ هـ) بدانیم .

کشمیر بسمارت نزد حاکم ثبت خورد علی رای فرستاد، و در بازگشت از این سفر - رساله - در غرائب و نوادر آن سرزمین نوشت، که نسخه آن را بابوالفضل علامی داد و وی هم در - اکبر نامه - گنجانید. و گذشته از این، در غزل سرای هم استاد یوده است.

(۱ : ۲۳۱)

۱۳۶- طالب، آملی

● عرفات العاشقین : . . . با آنکه هنوز در عنوان شهاب بوده، و بر صفحه عذار خطی نداشت، رقم خط و نظم دلپذیرش، چون زلف دلبران، صید قلوب عارفان میکرد. الحق خوش مینویسد و شعر را، از چاشنی و تازگی و مزه - رتبه عالی داده. و طالع شهرتی غریب و عجیب دارد. وقتی که از ایران به هند عزم کرده بود، در سند بخدمت میرزا غازی وقاری - که حالتش مذکور خواهد شد - قیام نموده، و وی در مقام تربیت او در آمده و چندی با او هم مشق شد، چه او نیز جوانی خوش طبیعت بود. و بعد از آن بهند آمد، و در ملازمت اعتمادالدوله کمال ترقی کرده و میکند. روز بروز در همه حالات بر آمد میباید. دیوانش قریب بدوازده هزار بیت بنظر مخلص رسیده، مبنی بر اقسام سخن، بخصوص قصیده و غزل و بجز آن هم نزدیک بدوازده هزار بیت مسودات داشت، که داخل هنوز نساخته. و در اجمیر الحال که هزار و بیست و پنج (۵۱۰۲۵) است، خود همه روز در شرف صحبت واقفم، چه در جوار همیم، و بخدمت و صحبت او مانوس و مشغوف. الحق وجودش بغایت مغتنم و عزیز است، و همه روز بر سر مشق سخن و مباحثه و مذاکره آنست.

(آقای گلچین معانی در - میخانه - ۵۵۲)

● میخانه : ذکرگر ملک الشعرای دارالامان هندوستان ، طالب آملی .
این نادره عصر فرید زمان و وحید دوران خود ست . آن قدر اهلیت و استعداد — که با اوست — با دیگر شعرای این ایام نیست .

مولد آن سر غزل دیوان نکته دانی از آمل مازندران است . در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده و در مقام انتظام نظم شده ، تا سر رشته آن بدست آورده است . در ازل جوانی و نو بهار زندگانی ، از مسکن خروج نموده ، بدارالمومنین کاشان (۱) آمد ، در آنجا متوطن شد و تاهل اختیار کرد . ابتدای نشو و نمای او ، در شهر مذکور واقع شد .

و ازان بلده — بتقریبی که تحریر آن مناسبتی بسباق این اوراق پریشان ندارد — بدر آمده .

بعد از اندک ترددی بشهر مرو رفت و چندی در خدمت بکتش خان (۲) — که از جانب جمجاه انجم سپاه شاه عباس حسینی صفوی — حاکم آن دیار بود — بسر برد ، وقصائد غرا در مدح آن ممدوح برشته نظم در آورد .

بعد از انقضاء آبخورد ، هوای سیر دارالامان هندوستان — که نشو و نما دهنده هنرمندان است — در سراو جلوه گر شد . و سودای این سر زمین که — خانه عافیت خردمندان است — او را بسیر و سفر آورد ، بنا بر آن ، آن طالب حقیقی هندوستان ، مثنوی در بحر — خسرو و شیرین — بنام بکتش خان تمام گردانید ، و در آن نظم این مضمون به ادا رسانید که : اراده دیدن وطن

۱- ظاهراً ورودش بکاشان بنا بر قرابتی بود که ، به حکیم نظام الدین عل کاشی والد حکیم رکن الدین مسعود (حکیم رکن) کاشی داشت . حکیم عل مذکور شوهر خاله طالب بود . (شفیع بحواله ربو ۱ : ۶۷۹)

۲- بفتح اول و ثالث . برای احوالش رک : میخانه حاشیه ۵۲۵ گلچین و عالم آرای عباسی ۲ : ۸۰۴ .

کرده ام ، امیدوارم که خان عالیشان مداح خود را دوستکام فرمایند ! نادیده
را از دیدار دوستان* وطن و اقبای* مسکن ، آب داده ، باز بملازمت معاودت
نماید .

آن خان عالیشان این بلبل هزار داستان را ، آدمیانه بجانب مازندران
بهشت نشان روانه گردانید . آن آزمونند گشت دار الامان هندوستان ، سپر
این ملک را ، بر حب وطن ترجیح داده راه هند در پیش گرفت .

این چند بیت ازان مثنوی است که بجهت بکتش خان گفته و ازو
رخصت طلبیده است :

که با غم ، خفته بودم ، در یک آغوش
که سببش ، حیرت اندر حیرت افزود
سراپا پیکیرم زنگار-گون بود
نوگونی ، زد قضا بر دیده ام آب
سفر ، تعبیر این آشفته خواب است
که چندی سازدم محروم ازین بزم
که بادش ، بخت دائم در جوانی
کند در سرمه دان ، خاک سیاهش
سر اندر مغفر خورشید اندای
چنان کز فرق محمر کاکل دود
همه خورشید پیکر ، ماه ترکیب
در آن آئینه بیند صورت خویش
همیشه ، شاهد بخت ، جوان باد !
بگو هر گوش را : آغوش بکشا !
چو خور کدو ذره را نور بخش
کند خویشان خود را ریشخندی
دگر ، رخ را بسوی این در ، آرد

بگلشن خانه خلوت ، شب دوش
یکی خواب عجیبم ، روی بنمود
چنان دیدم که : چشم غرق خون بود
بدین تقریب ناگه ، جسم از خواب
یقینم شد که ، پایم در رکاب است
فلک در خاطرش میگردد این عزم
کدامین بزم ! بزم عیش خانی !
فلک روید بمژگان ، خاک راهش
تنش در جوشن سیلاب سیلاب
آناه (۱) عنبر افشان بر سر خود
چهار آئینه ، بر تن داده ، ترتیب
که فتح از هر طرف چون آیدش پیش
فلک قدرا ! بقایت جاودان باد !
یکی بر حرف (طالب) گوش بکشا !
اگر لطف تو باش ، دستور بخش
عنان سوی وطن تابیده چندی
دو روزی ، با غم آسمان ، سر آرد

۱- آناه : بضم اول ، پر کلاه و جیبه ، و این ترکیبست . گلچین بحواله بهار عجم .

رباعی

(طالب) گل این چمن، بیستان بگذار / که میثوی پشیمان، بگذار
هندو نبرد بتحفه کسی جانب هند / بخت سیه خویش بایران بگذار

اما چون طالب از بکتش خان جدا گردید، اول بار به قندهار آمد (۱). در آن آوان، میرزا غازی ترخان، از جانب خدیو جهانگیر کشور کشا شاه نورالدین مجد جهانگیر پادشاه، حاکم قندهار بود (۲). او را در خدمت خود نگاهداشت و در رعایت خاطر او کوشید. چون زبده دودمان ترخانیان در قندهار از دست ساقی^{*} اجل ساغر مرگ گرفت. آن بلبل دستان سرای در همان سال، که سنه عشرين و الف (۱۰۲۰ هـ) بود (۳) بدارالخلافة آگره آمد.

این ضعیف را، مرتبه اول در هند، در آن ایام با او ملاقات واقع شد. جوانی دیدم، بانواع هنر آراسته. عزیزی ملاحظه نمودم، باصناف سخنوری پیراسته. در فن شعر از امثال و اقران ممتاز. و در علم سلوک و مردمی بی انباز. چنان خلیق و زود آشنا، که درین فن نیز عدیل نداشت. و در سخن فهمی و انصاف، بمرتبۀ مقید که، دقیقه فرو گذاشت، در ادراک نمودن ابیات ضعیف و کبیر، نمینمود. در مثنوی خویش، دو سه بیت در

۱- شبل گفته است که: این اشتباه مؤلف میخانه است، طالب از ایران اول بهند آمد و مدتی اینجا بسر کرد و بعد ازان بقندهار رفت.
(شعرالعجم ۳: ۱۵۰)
رک: تحت عنوان شعرالعجم.

۲- میرزا غازی از سال (۱۰۱۷ هـ) تا سال مرگ که (۱۰۲۱ هـ) هست در قندهار کوس ادب نوازی و هنر پروری مینواخت. رک: کتاب - میرزا غازی و بزم ادب وی - نوشته نگارنده که زیر چاپ است. طالب قصائد گرم و غرا برایش سروده است.

۳- قول صحیح اینست که بتاريخ یازدهم صفر (۱۰۲۱ هـ) بروز جمعه جهان را پدرود گفت.

درست آشنایی خود ، بیان فرموده . حقا که حالی اوست ، و در آن تکلفی نکرده است . آن آیات این است :

کتب طی کرده ام در دوستداری یکی علامه ام ، در علم یاری
سزد آنان که ، علم مهر دانند درین لسنم وحید العصر خوانند
نباشد بیوفتائی در بساطم وفا یک گل بود از اختلاطم
این مطلع را نیز درین باب گفته :

منم که یک سر موئید در بساطم نیست رسوم ساخته ، در طرز اختلاطم نیست
القصه ، چون میان این کمترین و آن زبده المتأخرین ، صحبت منعقد شده ،
این دو رباعی را در آن ایام تازه گفته بود ، برین ضعیف خواند :

بر من گل خون ، شگفت از شبنم صبح داغ دگرم ، تازه شد از مرم صبح
قا صبح دیدم ، غوطه در خون خوردم گویا دم تیغ بود ، بر من دم صبح
وله :

شوریت نهاده رو ، چه در شهر و چه ده بر قوس قزح زمانه میبندد زه
دارد بر ایام یکی فتنه ، که باز ابروی کمان میجدد و چشم زره
تکلف بر طرف که ، این دو رباعی را بنهایت خوب گفته است ، و
ازین بابت آیات خوب ، بسیار دارد .

اما چون چند روزی ، در آن ایام در آگره ماند ، خواجه قاسم دیانت
خان (۱) دو کلمه سفارش آمیز در باب او ، بخان عالیشان تهمتن معرکه روز

۱- رک : مائالامرا ۲ : ۸ و خزانه عاره ص ۳۰۰ از ارای جهانگیری و شاهجهانی بوده ،
اصلاً از دشت بیاض بود ، در عهد جهانگیری بهند وارد شد . در سال (۸۱۰۴۰) در
احمد نگر وفات یافت .

جنگ، عبدالله خان بهادر فیروز جنگ (۱) نوشت، و آن عزیز را بخدمت آن خان بلند همت فرستاد. چون طالب بمطلوب رسید، خان فیروز جنگ آن قدر مروت و مردمی بدو نمود، و آن مایه احسان و انسانیت باو فرمود، که درین جزو زمان از کم کسی آید.

بعد از مدتی بتقریبی - که سبب آن، خوب برین ضعیف ظاهر نیست - مفارقت از خدمت آن خان عالیشان اختیار نموده، بدار الخلافه آگره آمد. و در مقر سلطنت جهانگیری بشرف خدمت، مسند آرای سریر وکالت و دهنده کرسی وزارت، وزیر اعظم دار الامان، مدار المهای فرمانروای هندوستان، اعتمادالدوله العلیه العالیه، که در این ایام خجسته فرجام، رای عالم آرایش، شمع شهبان مملکت شاهنشاهی است، و فکر صواب اندیشش، کلید عقده کشای جهانگیر بادشاهی، مشرف شد (۲). آن مبارک وزیر همایون مشیر، طالب آملی را، در خدمت خود نگاه داشت، و در صدد تربیت او شد، تا نشو و نما یافت.

بعد از اندک ایامی، خود باعث ازدیاد رشد طالب گردید، و او را داخل بساط بوسان محفل عظمت و شوکت پادشاه جهان پناه، آسمان جاه، سلیمان دستگاه، شاه نورالدین مجد جهانگیر پادشاه گردانید (۳).

آن منتخب نکته سنجان در اندک زمانی جوهر خویش بر فرمانروای

۱- عبدالله خان زخمی فیروز جنگ از اولاد خواجه احرار بوده و در آخر عهد اکبری بهند رسید. در زمانی که طالب باو برخورد، آن ناظم گجرات بود. در هفتم شوال (۱۰۵۲ هـ) در گذشت. (رک: ماثرالامرا ۲: ۷۷۷)

۲- پدر نور جهان غیاث الدین اعتمادالدوله آصف خان متوفی سنه (۱۰۳۱ هـ)

۳- آزاد بلگرای در خزانه عامره ورود طالب بدربار جهانگیر بسمی دیانت خانه میداند. رک: تحت خزانه عامره.

دارالامان هندوستان و شهریار جهان بخش جهانستان ، ظاهر ساخت . تا در سنه ثمان و عشرین و الف (۱۰۲۸ هـ) این شهنشاه گردون اساس و این پادشاه جوهر شناس ، طالب را ، از امثال و اقربان برگزیده ، بخطاب — ملک الشعرای* — (۱) مفتخر و سرافراز گردانید .

الحال ، بدولت این خسرو غریب دوست مسکین نواز ، و این خورشید ذره پرور ، از همه چیز بی نیاز ، سر آمد سخنوران و برگزیده نکته‌وران است .

الهی ! بشگفتگی* طبع مشاطگان سخن ، و پیرایه بندی دیباچه آرایان صحائف نو و کهن ، که تا زبان سخن در کام جنبانست ، و بنان قلم در کف نقشبندان ، همواره گلشن اقبال این شهریار نامدار را ، از صرصر حوادث در حفظ و امان خویشتن داری ، و همیشه ذات ملکی صفات این جهانگیر جهاندار را ، از جمیع آفات مصون داشته بر سریر سلطنت متمکن داری .

لمولفه

خداوندا ! بطبع اهل دانش	بنور دیده اصحاب بینش
پان عشقی که ، دادی عاشقان را	بعرفانی که ، دادی عارفان را
که شه را ، چون سخن پاینده داری	چو نام نیک ، دائم زنده داری

بر معنی طرازان کشور معانی ، و لفظ آرایان اقلیم سخندانی ، پوشیده نماید که : ملک الشعرای این جزو زمان ، طالبای آمی — ساقی نامه — بسامانی نگفته بود . این ضعیف از — جهانگیر نامه — (۲) او اییاتی چند ، که در

۱- رک : تحت ترک جهانگیری اواخر ماه محرم ۱۰۲۸ هـ بملک الشعرای* رسید .

۲- نسخه جهانگیر نامه در کتابخانه رامپور است و این مثنوی دارای ۳۴۶۵ شعر است .

رک : تحت اسلامک کلچر . شماره آورل ۱۹۶۷ ع

صفت بزم جهانگیری بود ، و مناسبتی باین کتاب داشت ، انتخاب نموده
درین تالیف مرقوم قلم پریشان رقم گردانید :

دلا تا توانی ، کم آزار بسا
بهر کار چون عقل ، هشیار باش
فلک را دران بزم عشرت قرین
گهی دست رقص و گه آستین (۱)

این دوسه بیت برجسته ، که مناسبتی باین کتاب دارد ازوست ، که درین
کتاب درج کرده شد :

مردم ز رشک ، چند بینم که ، جام می
لب بر لبش گذارد و قالب نمی کند
گنه توبه ، بکس فاش نگویم ، که اگر
بشنود مادر رز ، شیر حلالم نکند
چشم این غفلتم ، از باده خون گرم نبرد
که درین تنگدل ، یاد سفالم نکند

(۵۴۵ - ۵۴۰)

● ترک جهانگیری : جهانگیر پادشاه وقتی که به کشمیر میرفت و در کلانور
منزلش بود ، طالب را خطاب — ملک الشعرای — داد و در ترک مینوسد که :
درین تاریخ روز شنبه دهم دیماه از چهاردهمین سال جلوس (برابر با
اواخر محرم سنه ۱۰۲۸ هجری قمری) طالب آملی بخطاب — ملک الشعرای —
خلعت امتیاز پوشید .

اصل او از آمل است . یکچندی با اعتمادالدوله میبود . چون رقبه
سخنش از همگان در گذشت ، در سلک شعرای پایتخت منتظم گشت .
این چند بیت ازوست :

ز غارت چمت ، بر بهار ، منتهاست
که گل بدست تو ، از شاخ ، تازه ترماند
لب از گفتن چنان بستم ، که گویی
دهان ، بر چهره زخمی بود ، به قد
عشق دراول و آخر ، همه ذوقست و سماع
این شرایبست که ، هم پخته و هم خام خوشست

گر من ، بجای جوهر آئینه بودمی بی رونما ، ترا بستر کی میبودی
 دو لبه دارم ، یکی در سی پرستی یکی در عذر خواهیهای مستی
 (ص ۲۸۹)

● لطائف الخیال : طالب آملی در سال (۱۰۱۰ هـ) از مازندران به عراق رفت . و قصیده در مدح شاه گفت . بعد به قندهار رفت نزد میرزا غازی نرخان . وقتی که بساط سلطنت او بهم خورد ، به هند رفت و از نوکری امرای آن حدود ، آزار بسیاری کشید .

عاقبت الامر جهانگیر پادشاه بسروقت او افتاده ، در سلک منصب دارانشی درآورده بخطاب — ملک الشعرای — مقررش ساخته . الحق بسیار خوش وقت بوده .

اتفاقاً از چشم زخم روزگار ، آسیبی از سودا باو رسیده مجنون شد . دو سه سال در کسوت جنون ، خون در کاسه مجنون میکرد . در سینه ست و ثلاثین بعد الالف (۱۰۳۶ هـ) بدار بقا شتافت . (۱) (از میخانه ۵۵۱)

● نصرآبادی : طالب آملی ، از آمل مازندران است . گلشن طبعش از نسیم فیض الهی تازه ، و عندلیب خاطرش بر شاخساره تازه گوی بلند آوازه . چنانکه خود گفته :

(طالبها) عندلیب زمزمه ایم سخن تازه آفریده ماست

قربانی بحکیم رکنا دارد ، چنانکه حکیم در مرثیه او گفته :

فرزاد عزیز و طالب خویشم رفت زین واقعه ها ، چه بادل ریشم رفت

من بودم و آن عزیز ، در عالم خاک خاکم بر سرکه ، آن هم از پشم رفت

۱- لطائف الخیال محمد عارف شیرازی . نسخه کتاتب خانة ملی ملک شماره ۴۳۲۵ - بهروایت آقای گلچین معانی در میخانه .

در هندوستان رفته در خدمت خدیو قدردان شاه سلیم کمال اعتبار داشت .
بعد ازان بخد مت شاه جهان (۱) هم بمنصب — ملک الشعرای — سرافراز
گردیده . طالب تخلص میکرد . سودای بهمرسانیده مدتی خاموش بود ، چنانکه
خود گوید :

ما را زبان شکوه ، زبیداد چرخ ، نیست
از ما غلی بهمر خموشی گرفته اند
بصد زبان ، خموشی چو خانه ساخته ام
دماغ وقت ندارم بهانه ساخته ام
قبل از بیدماغی ، بادشاه اراده نمود که
او را مهر دار کند ، دران باب قطعه
گفته ، این دو بیت ازان جمله است :

اگر دهر یکدانه یاقوت گردد
برو بینم از چشم بسی اعتباری
چو مهر تو دارم ، چه حاجت بهمر
مرا مهر داری ، به از مهر داری
دیوانش بنظر رسیده ، چهارده هزار بیت بود . در اوان شباب ازیں منزل پرخطر
بار ستر بست . شعرش این است (۲) .

غزل

نخست دل ، بر مرز سیلاب شد از گریه ما
هر کجا ، در ره عشق تو ، بی پانی هست
بشگاهی ، چو بسوزند بتان ، پیکر ما
از باده ، بر فروز رخ شاهدانه را
یا محرم زلف توام ، سینه صاف نیست
دل نسا اهل ، اهل آزار است
مسره در چشمان نهمینیم
آن زلف که ، جمع آمده ، یک چنگل باز است
بقتل اهل وفا ، نرگست ، میک دست است
کمان ناله ام ، چون دوش زه شد

سرمه در چشم سفید ، آب شد از گریه ما
گرد بادش ، همه گرداب شد از گریه ما
سرمه ناز ، فروشنده ز خاکستر ما
یوسف نگار کن ، در و دیوار خانه را
تسا قتل مهرم چه نسیم و چه شانه را
خاک نسا مردم ، آدهی خوار است
دهر گوی دهسان پتار است
چون باز کنی ، مایه یک عمر دراز است
نگه ، به چشم تو ، شمشیر در کف مست است
بتن پسیراهن گردون زره شد

۱- این اشتباه است از جهانگیر یافت .

۲- پنج شعر از قصیده :

که قطره ، برابر جو میکنه ، نیابت خال

چنان بخار هوا ، تیره ساخت آب حیات
دارد و بعد ازان اشعار غزل داده است .

لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند
 که گر، صراحی می بشکند، صدا نکند
 آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد
 موی که بر افدام تو دیدیم کمر بود
 ز آنکه شهیدان عشق، عمر باو داده اند
 کوزه بیدسته چو بینی، بدو دستش بردار
 موم دل بگذاختیم و شمع آهی ریختیم
 یک نیمه زخمم کهنه شد، یک نیمه را تا دوختم
 که بآن رشته، دل خویش، بدنیا بندم

مردم ز رشک، چند به بینم که جام می
 چنان ز حسن تو، اجزای بزم، رفته ز هوش
 هر سنگ که بر سینه زدم، نقش تو بگرفت
 هر عضو تنم، ساده تر از عضو دگر بود
 نیست درازی عجب، از شب هجران یار
 مرد بی برگ و نوا را، سبک از جای مگیر
 بزم گردون، چون چراغ بخت ما، بی نور بود
 از بسکه چاکم بر جگر، آن غمزه، بی رحمانه کرد
 رشته، نیست ز اسباب جهان، در دستم

رباعیات

آسوده دلی که ساغر جم نکشید
 پژورده شد و منت شبنم نکشید
 یا چون فلک پیر که پیسی سازم
 چون آب روان، بخساک لبی سازم
 چاکست سراپای دل از خنجر آه
 با اینکه بهم نمیرسد این دو سپاه
 بس قوس قزح زمانه میبندد زه
 ابروی کمان میبندد و چشم زده

(۲۲۳-۲۲۵)

خوشدل زخمی که فاز (بار) مرهم نکشید
 من بلبل آن گلم، که در گلشن راز
 آن نیستم، آن که با خمیسی سازم
 آنم که، چه کار بر سر افتد، یک عمر
 در از رخ تو که دور بادا ز نگاه
 در لشکر مژگان، همه شب خونریزی است
 شوریست نهاده سر، چه در شهر و چه ده
 دارد بسر ایام، یکی فتنه که باز

● کلمات الشعرا: طالب آملی، صاحب طبع و صاحب کمال و خوش
 خیال بود. اشعار عالمگیر بسیار دارد. مرزا صائب و غیر سخن سنجان،
 او را باستانی قبول داشتند، و این مطلع از او مشهور است:

بن برپا کند گلهای تصویر نهال را
 بپا بیدار سازد غفتگان نقش قالی را
 هیچ کس بجنگ این بیت بر نتوانست آمد. برای این مصرع مدتها فکر
 کرده، پیش مصرع رسانده:

یک برگ گلم دو جانه وار است
 شاید بفلط، یار ز من دست نشوید

جسم از غم فریهم نزار است
 آیم بکن ای شرم، بزدیکی آن کوه

گرمی عجب ز غری تو نبود که، در جهان هر آتشی که مرد، بخوی تو جان سپرد
خواستم تا سینه بخراشم بناخن، جسم زار در میان پنجه ام، مانند موی در شانه مانده
بهمین اکتفا نموده شد، و الا سخنان و ابیات پر مضامین بسیار دارد.

(چهار بیت دیگر دارد ۱۲۰)

● ریاض الشعرا : طالب آملی ، بابا طالب آملی از مستعدان روزگار بوده، خطوط را خوب مینوشته ، در مصاحبت و مجلس آرای نظیر نداشته . اشعارش در کمال عذوبت و بلاغت و شستگی و تازگی و روانی و نازکی واقع شده . وی خاله زاده حکیم رکن الدین مسعود مسیح است . چنانچه این شعر را حکیم مرحوم در مرثیه او گفته است : فرزنده الخ

مدتها در خدمت مرزا غازی بسر کرده ترقیات نموده . پس ازان بخدمت جهانگیر شاه رسیده کامیاب گردیده . در آخر خطبی بدماغش و فتوری در افکارش، راه یافته . تقی اوحدی نوشته که : وبرا دیده ام و با یکدیگر صحبتهای بسیار داشته ایم !

از نتایج طبع وقاد آن فاضل بیهمال است :

بسکه زهر چشم او، پیمود بر من جام تلخ
گریزم در پناه زلف، آنکه کام دل جویم
دشنام خلق را، ندیم جز دعا جواب
آنجا که ابروی تو نماید دلال را
بی نیازانه، ز ارباب کسرم، میگذرم
چنان ز روی تو، در نوره غوطه خوردستم
سبک چنین که، بگلگون فی سوار شوم
تشنه هوانم که، صد کوثر بفریادم رسد
هر عضو، بت ساده تر، از عضو دیگر بود

تلخ شد در استخوانم مفر، چون بادام تلخ
بتاریکی کنم در پوزه، درویش سبک رویم
اهرم ز تلخ گهرم و شیرین عوض دم
چون ناخن بریده بزیر زمین کنند
چون سیه چشم، که بر سرمه فروشان گذرد
اگر پدید شود، گویم: این سواهی چیست
امید هست که، رنگ پزیده را بگیرم
شاید آن آب دم خنجر، بفریدم رسد
موی که، بر اندام تو دیدیم، کمر بود

سخن چین بزم نو، گلچین بود
خوش آنکه مست حیا با تو هشراب شوم
ز بخت تیره ام، امید روشنائی نیست
دام گسترده، ولی از نارسائیهای بخت
ز بس گریسته ام، گل فساد در چشم
ز انگشتم، نسیم غنچه فردوس، می آید
زخم تیغ او، هلال بود بر پیکر مرا
من و دل، ازان روزی، غم دیده ایم
دران انجمن، غیر لبهای یسار
دو پلک دیده بهم تا بصبحدم بنهم
غفران تو بیاد نیارد گشته ما
مومیای بهر اصلاح شکست آید بکار
گر من، بجای جوهر آئینه، بودم
شکست خلق نعویم بفایستی، که اگر
با چنین چهره، که امروز تو آراسته
در این گلزار، مسکین لاله، هر پادرگی دارد
صبح است، و به که رو بچمن چون صبا کنم
گل گل زباده، چون پر طاقس، گشته
دست قبول عشق چه غم، گر دلم شکست
عید قربان است، امروز آهوان دشت را
جگر از کاوش آن غمزه پناهی میجست
سوی چمن، چو آب روان شو، که غنچهها
دل شرح بی وفائی گل، پیش یار کرد
نیست درازی عجب، از شب هجران یار
با چنین بختی که من دارم، عجب نبود اگر
یارا زبان شکوه ز پیداد چرخ یافت
یک قطره خون، در دلم از بخت زبون نیست
دلم ز غنچه تصویر ذوق درد آموخت
حریص کرد مرا، تیغ او، بخوردن زخم

حدیث چو گل، بسکه رنگین بود
تو رفته رفته شوی آتش و من آب شوم
همان ستاره خویشم، گر آفتاب شوم
تا تو در دام درای سبز گردد دانه ام
کشتن بهسرت زان گل گلاب میگیرم
نمیدانم سحر، بند گریبان که، را کردم
من بدست خویشتن، ماه تماش ساختم
که صبح ازل، روی هر دیده ایم
دمی را بیک نشاء کم کرده ایم
بل سرست گشایم ازان بهم بنهم
در دفتر عصیان ورق تو به ما
منکه گشتم قوتیا از مومیای فارغم
بی رونما، ترا بتوکی مینمودم
می ضیوح شوم نشکنم خمار کسی
هر که آئینه بدست تو دهد، دشمن تست
چرا داغی نسوزد بر جگر آن هم گل دارد
کسب هنر گذارم و کسب هوا کنم
آماده هزار دهن بوس گشته
باشد شکستی ورق استخواب را
آن شکار افکن، مگر طرح شکار افکنده است
هیچ (پر) امن تر از خانه زنبور نیافت
چون ماهیان تشنه، دهنها کشاده اند
این حرف آشنا، بدلت سخت کار کرد
زانکه شهیدان عشق، عمر باو داده اند
مادر از نامهربانی، آب در شیر کند
از ما خطی بمهر خموشی گرفته اند
اشکم زحیا، چهره بر افروخته چون نیست
که خنده بر رخ مشاطه بهار نکرد
برنده بود بل آب اشتها آورد

دودم بیای حسودش بر وزن نمیرد
 در چشم او، صمغ سمن میکند ننگه
 ز گریهها که، گره گشته در گلوئی من است
 غافل که، آب نیز پذیرد مثال دوست
 پر عاجزم بهاد که پامال خود شوم
 عذراهای لنگ مارا، لطف او، رهوار بود
 خرامان شوکه، آب ز زندگی پی دست و پا گردد
 مگر این یاقوت، بر خورشید تابند، کهر پا گردد
 ز هم دوزند دانه، گر چه لشکرهای مژگانش
 ابری شود بگریه اگر چشم سوزن است
 این شرم بنزدیکی، آن کوهکن آیم
 که میترسم نهانی باغبانش در سخن باشد
 خود میکند خرام و خود از دست میرود
 آزاد کردنم بفریبی فگنندن است
 صبا بر گرد گل میگردد و بوی تو میگیرد
 و گر، یکدم نشیند با تو گل، خوی تو میگیرد
 ترا نشان بسر انگشت زینهار دهند
 که هست خوردن خویش ز آب روشن تر
 فرع دل و دماغ بود، کو دل و دماغ
 نشتر کده سازم رگ اندیشه خود را
 بعد مرگ از خاک معشوقانه خیزد گرد ما
 غمی که سایه دیوار ما، پناهنش نیست
 گمان برند که، دارم زه گریسبان سرخ
 بیماری که، نیست به پرهیزش احتیاج
 قسمت این شد که، در آئینه آتش بینم
 هر آن ورق، که ز عصیان تهی است، پاره کنم
 گمان مبر که، قنزل ز سنگ خساره کنم
 دل و دماغ، رسن بازی صراطم نیست
 که تا وزیده هوایی برو پریشان نیست
 او هم بدیده تو به من میکند ننگه
 آئین ما ست، سینه چو آئینه داشتن

گشتم چنان نسیف، که گر آتشم زند
 ایما چه و اشاره کدام و کنایه چیست
 ز سینه ت بلبلیم، سبجه میشمارد آه
 آئینه را بمرق ننس، آب ساختم
 می آیم این که، از سفر بیخودی بخویش
 ما خموشان را زبان معذرت کوتاه نیست
 پرافکن پرده، تا گل قطره ز آب حیا گردد
 نشان عشق دارم در شکست رشک معذوم
 ز خونریزی نیا ساید زمانی دیده عاشق
 چشمی که آیدش بنظر، سخت کاریم
 ترسم، بغلط یار ز من، دست بشوید
 نخواهم غیر از مهر خموشی بر دهن باشد
 با صد کرشمه، آن بت سرمست میرود
 اکنون که، گشت گوشه زندان وطن مرا
 هوا در عطر سائی مایه موی تو میگردد
 تو با گل گر نشینی، سالها عادت نگردانی
 چو عاشقان، بقیامت نشان یار دهند
 ز سرمه خاک بلبل، کو جلال فرگس یار
 سیر گل و هوای گلستان و گشت باغ
 تا چند بکوم دل غم پیشه خود را
 بسکه بر بستر گران شد جسم غم پرورد ما
 وجود سایه نداریم، نیست در همه دهر
 بخون دل، زده ام غوطه، تا بگردن خلق
 ضبط نگه مکن، که بچشم تو داده اند
 که بدل جلوه کند پر تو راو، گاه بسچشم
 چو در جریده احوال خود، نظاره کنم
 اگر چه شیشه ما، از نسیم در خطر است
 بهشر تن بجمیم افکنم نخستین کام
 دل شکسته من، خسوی زلف او دارد
 دور فسلک، بسچشم نمی آورد مرا
 کفر است، در طریقت ما، کینه داشتن

رباعی

آنانکه گره بر تن از دوزده اند راه غواجم بچشم جدو زده اند
لختی نه نه دیده بهم پنداری میگانش مرا گره بر ابرو زده اند
(خطی)

● تذکره حسنی : شاعر والا مناقب محمد طالب المشهور به طالب آملی .
برادر خاله زاد حکیم رکناهی مسیح است که استاد مرزا صائب بوده . چنانکه
حکیم این رباعی در مرثیه گفته :
فرزند عزیز . . . الخ .

القصه . طالب بهند دلشد رسیده در خدمت شاهجهان (۱) کامیاب گردیده .
ویراست :

خافه دست دل و دیده ، ز طوفان سرشک
اوراق کهنه کی بشی کهنه میرسد
عشق راه بر سر یاقین من آریه ، بجز
مانع ریش آن گریه ، نمیدانم چیست
آمر مکن ای شرم بنزدیکی آن ، که
فسر و ریزم دل بهمان مژگان
چو بینه برخ عنبرین دام زلفت
باعث راندم از بزم ، بجز عار نبود
بسوی غوشتن ، از لطف گستاخانه کش دسم
ای کاش ! گوش رغبتم آهول شدی ، چو چشم
ای خوش آن دل ، که هم آغوش جراحت باشد
درد را وقت فرود ، آمدن تیغ بر
گر چکه آب درانجا . نو درین خانه بیا
ذوقی که در پناه بود در رساله نیست
کون طیبیت که مشهور بيمين قدم است
که جگر بر مزه می آید و پس میگردد
شاید بفاط یار ز من دست بشوید
بسنایچه چو آواز پسای در آید
مسور بر مرغ تصویر بنشد
ورنه کس راه بمن و بودن من ، کار نبود
که من بسیار مجبورم هم آغوشی نمیدانم
تا هرچه گفتی : از تو مکرر شنید می
دوستدار الم و دشمن راحت باشد
چین فگندن به جبین لیک شهادت باشد
(۱۹۸-۱۹۹)

● مجمع النفاس : محمد طالب آملی . و اصل قصیده از مازندران است .
قرابتی بحکیم رکنا داشت چنانکه حکیم در مرثیه او گفته : فرزند . . . الخ

در عهد شاه سلیم جهانگیر به هندوستان آمده بخطاب — ملک الشعراء — امتیاز یافته . اول در سند بخدمت میرزا غازی — که احوالش مذکور میشود (انشاء الله تعالی) — قیام مینمود . و وی در مقام تربیت او در آمده ، چندگاه با او بود . بعد از وی به هند آمده . در ملازمت اعتماد الدوله کمال ترقی کرده .

دیوانش پانزده هزار بیت بلکه زیاده است . مبنی بر اقسام سخن . تقی اوحدی گوید که : بدولت صحبت آصف سلیمان شان اعتماد الدوله خواجه غیاث الدین محمد رازی ولد میرزا محمد شریف هجری (۱) باین پایه رسید . زیرا که ، جناب آصفی سیزده هزار کتاب را ، بدست خود تنقیح نموده ، . . . گشته . هیچ مجلسی نبود که ، در اقل دو سه هزار بیت از قدما وجددای زمان خود نخواندی . و از رسائل تصوف و تاریخ و غیره بیان فرمودی . آنچنان طبعی را که ، چنین مرسی باشد . سخن را بهر پایه که رساند ، گنجایش دارد . و این که ، نصر آبادی نوشته که : در عهد شاهجهانی — ملک الشعراء — شده خطا است . حاصل سخن طالب آملی ، حاکم نمکسار استعاره است ، رنگینی که در کلام او یافته میشود ، کم در دیوانی بنظر می آید . شعر او را طرز خاصی است . قصائد و غزل او را ، توصیف نمیتوان کرد . در قدما خواجو را — نخلبند شعراء — لقب است و متاخران طالب آملی را — بلبل آمل — گویند . ازوست :

نظاره ثرا ، دو جهان جز در چشم نیست	یک چشم باز مانده ، و یک چشم برهم است
خانه شرع خرابست ، که ارباب صلاح	در عمارت گری گنبد دستار خودند
اثر میل سر پنجه بیزاری ماست	اینکه در چشم کسان سکه روی درم است
دلم ، ز غنچه قصور ذوق درد آموخت	که خنده ، بر رخ مشاطه بهار نکرد

که رنگ رفته ما را ، بپروی ما آورد
 هیکل خونم ، گسرانی میکند بر گردش
 تا تو در دام در آی ، سبز گردد دانه ام
 من بدست خویشتن ، ماه تمامش کرده ام
 در دفتر عصیان ، ورق توبه شکستیم
 برین دامن افشان بر آن آستین
 ورق سیاه چنان کرده ام ، که نتوان خواند
 خواهم گره دل ز من آن بند قبا را
 غافل که ، آب نیز پذیرد مثال دوست
 رنگ نیارم بچهره دیدد حنا را
 می اگر خون فرشته است ، حلال است مرا
 تو در دلی ، کدام نهان ، بر تو فاش نیست
 تخم سنبل کشت ، قایک هفته ، از هر سو گذشت
 گوشه چشم سیاه از گوشه ابرو گذشت
 چنگل باز است مرغی راکه ، بال و پر بسوخت
 کان چشم بروی تو ، بحسرت نگران است
 بر سیمه بختی همای گریست
 چشم سوزن بهای های گریست
 گرمی عشق را ، فزون سازد
 چون بختی که ، با زنجیر از زندان برون آید
 ز هر گلی بسم ، لخت آتشی ریزند
 فغان محشریان ، پیش خیز جوش من است
 نسیم میکده وحی و صبا سرش من است
 رسوم ساخته در شان اختلاطم نیست
 خندها بر جلد شیخ و برهنم دارم
 بیا که ، وجد کثان درگه صنم پویم

خوش آمد! از ره دور این می و صفا آورد
 من کیم کز شرم قتل من سر اندازد به پیش
 دام گستردم ، ولی از نارسائیهای بخت
 زخم تیغ او هلالی بود ، بر پیکر مرا
 غفران تو ، تا زود بیاید ، گنه ما
 دو عالم دو هنگامه خود پیش نیست
 ز خسرده گیری روز حساب ، آزادم
 با خرتو حریفیش کشادن نتواند
 آینه را ز برق نفس ، آب ساختیم
 تا بکف پای او نهاده رخ از رشک
 غیری ، هر چه کنم نوش ، و بال است مرا
 گفتی که : از نهان دلت بیخبر نیم
 هر نسیمی راکه ، در دل یاد زلف او گذشت
 سرمه بی دنباله کش بر نرگس دنباله دار
 چون شدی ایمن ، مباحش ایمن که از خار آشیان
 هر حلقه زنجیر ، سر زلف تو چشمی است
 هر کسمه دیدد استخوان سوخته ام
 دید چون زخیم کاری جگر
 تخم ریحان زلف ، یعنی خال
 برون آید نفس ، افتاد و خیزان ، از دل تنگم
 پیسای گلبنی ، از ساعتی بیاسایم
 منم که گوش فغان و بر لب خروش من است
 منم پیمبر دیر و موافقان اصحاب
 منم که یکسر هر شب در بساطم نیست
 نه ملامت گر کفرم ، نه تعصب کش دین
 ز جوش اهل ریا ، باب کعبه مسدود است

رباعیات

در خاک مفاصل فلک الافلاک است
 چون نیمه آسمان بر زیر خاک است

(طالب) اگر ت نصیبی از ادراک است
 شاید که ، تزلزلت رسافتد بسپهر

بلبل شود از مراثیه خوانان چمن
 رنگ از تو، و نکبت از تو، و داغ از من
 هر نشاء، در آستین خجاری دارد
 وان نیز، بمزگان، سروکاری دارد
 وز لاله فردوس گلت ممتاز است
 بر گرد لب تو بوسه در پرواز است
 دلها، در خون نشسته دارد زلفت
 حکم سهر شکسته دارد زلفت
 مگذار که، آن شود حنان گیر هوس
 چون سایه نشین شبی، چه هفتا چه مگس

روزی که، بمرگ گل، نشیند گلشن
 میراث گل و لاله، چو تقسیم کنند
 هر صبحدم از پی، شب قاری دارد
 جز اشک، بهالم گل بیخاری نیست
 آنی که، در حسن پرویت، باز است
 مانند مگس بگرد سرچشمه نوش
 جانها، مجروح غشه دارد زلفت
 هر تباری ازو کنند بسوی آهنگ
 تا در قفس سینه بود، مرغ نفس
 دیدی که، همیشه اوج گیری چو هوا

ابیات

زبان گوشه ابروی او، نمیدانم
 امید هست که دیوانه آورند بغویشم
 عمرها شد که سر از ناخن پا میخارم
 هر آن ورق، که ز عصیان تهی است، پاره کنم
 ز روی خود، که سیه باد، سخت متغلم
 درین بهار، ندانم که تسویه بشکست
 به بلبل میرسانم نسبت، از یکمو پروانه
 گمان برند که هر مو، کشاده گیوی
 کاروز گل بطور تو، دستار بسته است
 صبح صادق نفسی دارد و ماهم نفسی
 که هست خوردن خورش، ز آب روشن تر
 نقل را رنگ نمایند چو شکر سیه است
 آزاد کردندم بفریبی فکشدن است
 سر شب بود که، از سرحد دامن بگذشت
 شکایت شکر سازه بر زبان ها داد خواهان را
 واگذارید، ای نوا سنجان! بخاموشی مرا
 گرد پرواز بشوئید ز بال و پر ما
 ای عنان تاخته بخت، این همه اساک چرا
 گرد بادش، همه گرداب شد از گریه ما

اشاره فهم نیم، هذر غفلتم، بپذیر
 پیوی زلف پتان برده اند، عاقلم از خود
 قامت از بار دلم خم شده چون حلقه زلف
 چو بر جریده اعمال خود، نظاره کنم
 همین نه، از رخ یاران و دوستان، خجلم
 بهسا، رسیده بمصراع، مومیانی را
 میان عشقبازان فخرها دارم که، از یکمو
 ز موشگافی تیغ تو، بر سرم دم نزع
 از بلبلان بغیرتم، از باغبان پر شک
 میتوانم، شبی را بدمی کردن روز
 ز سرمه خاک بلبل، کو بهان نرگس یار
 نکته الوان چکد از لعل خط آورده دوست
 اکنون که هست گوشه زندان وطن مرا
 (طالب) از چاک گریبان، چه خبر میبری
 من و شوشی که استیلای حسن در صف محشر
 ناله مرغ چین، کم کرده میر آهنگ نیست
 ما مصیبت زده، مرغان قفس، مشتاقیم
 ما که، خورسند بپایوس رکابی باشیم
 هر کجا، در ره عشق تو، بیابانی بود

بخون طپیده شمیر رشک میداند
 زدی چو تیغ، زمانی بکش عنان سمند
 بتان را طرفه اعجازیست (طالب)
 زخم را بسته لبی، ذوق دیگر میشد
 داغی بدل گرفته، گذشتم ز کوی یار
 داغم، که همچو مردمک دیده، سینه ام
 مژده ای خار ره عشق! که این مجنون را
 اجل، اینک بسم نساخته، جان میطلبد
 نیمکش کرد، چنان تیغ نگاهی، کز بیم
 فتنه حسن، چو پیراهن یوسف بدرید
 کرشمه، تا نرسد نیشتر فشان، از پی
 چون شکر آن کنیم، که بر بیدلان شوق
 شد استخوان سوخته ام، خاک و همچنان
 عالم از زنده نهی گشت، کنون امید است
 من کشته چشمی، که دو عالم دل و دین را
 درگیره نقش روی، که منظور دیده بود
 با مطربان چو زخمه بتار قفان زدیم
 دلی دارم که در آغوش مرهم زخم ناسورش
 مانع ریزش این گریه، نمیدانم چیست
 نسیم دوستیش بر مشام جان فرسید
 دشنه غمزه بیالای که، آشوب دلم
 چو غمزه تو، بقصد جفا، برون آمد
 که میزند رقم گریه، کز در و دیوار
 نسیمی نگذرد بر بیستون از گلشن شیرین
 حاشا که، در بساط دل درد خو، بود
 شعله حل کرده پی دفع صدام (طالب)
 نکشوند مرا یخینه نظاره بچشم
 خیال فتنه زلفش درآمد، در دل تنگم
 چون کند ترک سر زلف تو کز خون دلم
 تمیز حورو غلمان، زین ادا مفهوم میگردد
 تو آن شکار فریبی، که هر کجا مرغیست

که روز ماتم فرهاد عید پرویز است
 که نیم کشته ناز ترا، وصیت هاست
 که در آزار شان بیزاری نیست
 ورنه الماس، بمرم کده ما، کم نیست
 دستم، دماغ چیدن گل، بیش ازین نداشت
 میدان ترکتازی یکداغ، بیش نیست
 طرف دامانی اگر نیست، کف پای هست
 نا امیدش نکنم، گر ز تو ایامی هست
 شوق دست نگه، از دامن پاکش برداشت
 عشق طرح دل یعقوب ز چاکش برداشت
 گمان مبرکه نگاهی، دلی فگار کند
 جور تو، همچو لطف خدا، کم نمیشود
 از مشهدم هجوم هما کم نمیشود
 که دگر نوبت تیغ به شهیدان برسد
 هر دم بادای غمزد و باز فروشد
 کز هر ترشح مژه، صد گلستان فتاد
 صد عدلیب دل، بکف از آشیان فتاد
 نمک میگوید و غمیازه بر غمیازه میریزد
 که جگر بر مژه می آید و پس میگردد
 کسی که، دشمنی خویش اختیار نکرد
 نشیند بسجگر کاوی مژگانی چند
 اجل بهاتم اهل و فسا، برون آمد
 صریر خامه مژگان بگوش می آید
 که گلگون بازی بر مشهد فرهاد ننماید
 ذوق که، نیم غنچه تبسم درو، برد
 یخوش دوائیست همانا که محرب باشد
 مگر آندم که شگاف قفسم بر بستند
 باشویی، که گوئی! روزگار از در درون آمد
 شانه را چاشنی در بمن دندان افتاد
 که آشوب کمند زلف در گیسو نمپاشد
 بسوی دام تو، راهی ز آشیان دارد

طراز دامن هر قطره ، گوشه جگریست
چکیدن سرمه‌گران ما ، نشان دارد
جراحی که، دعاگوئی دست و تیغ تو نیست
لبش بسوزن الساس دوختن دارد
خزان رسیده و بوی بهار رفته، هنوز
ذخیره‌های جنون، در دماغ و دل دارم
ای جنس هنر، چون تو متاعی بجهان نیست
عیب تو همین است که، در کشور مائی
(۲۱۹ الف - ۲۶۱ الف)

● سرو آزاد : طالب آملی ، برادر خاله زاد حکیم رکنا کاشی بود .
جوایای معانی بلند است و خواص لالی دلپسند . میرزا صائب گوید :
بطرز تازه ، قسم یاد میکنم (صائب) که جای (طالب آملی) در اصفهان پیدا است (۱)
در ریعان شباب از ولایت خود بر آمده به نزهتکده هند خرامید . چون
میرزا غازی وقاری از پیشگاه جهانگیر پادشاه ، بصوبه داری قندهار مامور
گردید ، و نقد کمیاب قدردانی اهل کمال را رواج داد ، طالب خود را
بآستان میرزا غازی کشید ، و به الثفات فراوان اختصاص یافت .
طالب قصیده طولانی در مدح میرزا غازی میطرزاد (۲) . و دران قصیده ،
رفتن خود از هند پیش میرزا ، مفصل بیان مینماید . از انجاست این بیت :
عنایات شوق تموشد ، ورنه کی دل زدی فال رجعت ز هندوستانم
و بعد بحالت میرزا غازی (۳) ، کسرت ثانی به گلگشت هند شتافت ،
و ایامی با عبدالله خان بهادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر برد . آخر با عنصام
۱- صائب دیگر شعرم دارد :

بر نیامد شور (صائب) از شکر زار سخن
تا زبان طوطی خوش حرف (آملی) بسته اند
(طالب آملی) گلگشت و طبعها افسرده شد
گرچه رو ، آن آتشین گفتار ، در عالم نماند

۲- در مدح میرزا ده قصیده و دو ترکیب بند دارد .

۳- ۸۱۰۲۱ .

ذیل جهانگیری قوی پایه شد . و در سنه ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸ هـ)
بخطاب — ملک الشعرا — بلند نامی اندوخت . و در همین سال ابو طالب
کلیم همدانی از هندوستان بعراق عجم معاودت نمود .

طالب آملی در مدح جهانگیر پادشاه و اعتماد الدوله وزیر و نورجهان
بیگم قصائد غرا دارد .

وستی النسا خانم همشیره طالبا ست . ستی النسا خانم در عهد صاحبقران
ثانی شاهجهان ، مدار المہام محل پادشاهی بود . و شوهرش نصیر برادر
حکیم رکنا کاشی ، در هندوستان رخت هستی بر بست . چون فرزندی نداشت
ستی النسا خانم دو دختر که از طالبا مانده بود ، به فرزندی بر گرفت .
کلمان را بعقد ازدواج عاقل خسان و خرد را بحباله نکاح حکیم ضیاء الدین
مخاطب به رحمت خان — که پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست —
در آورد .

ستی النسا خانم در ذی الحجہ سنہ ست و خمسين و الف (۱۰۵۶ هـ) بساط
زندگانی در نوردید .

طالبا در اوائل ، مهرداد اعتماد الدوله بود ، آخر مستعفی شد و قطعه اعتذاری
بنظم آورده ، از انست :

ندارند ، بسام سر سازگاری	دو صنف اند ، اهل طبیعت ، که هرگز
یکی را ، بزرگی و عالی نیاری	یکی را ، فرومایگی کرد شاعر
ز بخت بلند تو امیدواری	من آن شاعر شکر الله ، که دارم
درو بینم از چشم نا اعتباری	که گر دهر یاقوت یکدانه گردد
بمنصب چه شد نیستم گر هزاری	به گلزار معنی هزار فصیحم
را مهر داری ، به از مهر داوی	چو ، مهر تو دارم ، چه حاجت بمهرم

طالباً در مدح قلیچ خان ناظم لاهور (۱)، قصیده هشتاد و چهار (۸۴) بیت در یک شب فکر کرد و بآن مینازد و میگوید :

منم که، نیست چومن، شاعری ز اهل سخن منم که، نیست چومن، قائلی ز اهل کلام
گواه این دویمه معنی، همین قصیده بس است که یافت آن، سرشب تا سپیده دم اتمام

اما، میرزا صائب اشهب فکر از طالبها تیز تر راند، و هنگام ورود برهان پور، قصیده شصت و یک (۶۱) بیت در یک چاشت، در مدح ظفر خان بنظم آورد، درانجا میفرماید :

هزار حیف که، عرفی و نوعی و منجر نیتند جمع بدارالعیار بوهان پور
که، قوت سخن و لطف طبع، میدیدند نمیشدند بطبع بلند خود، مغرور
همین قصیده که یک چاشت روی داد مرا ز اهل نظم که گفت است در سنین و شهر

اگرچه طالباً را بیست و سه بیت (۲۳) افزون است، اما افزونی ابیات طالباً، با وسعت وقت، کم است. و کمی ابیات مرزا، با تنگی فرصت، افزون. و این معنی، از تقسیم ابیات بر ساعات، واضح میشود.

آدم برین که، نسبت بجناب مرزا صائب بی ادبی نمیتوان کرد. اما این همه تفاخر از طالب آملی نا منظور است. چه شوکت قصیده قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین در عرض چهار ساعت نجومی انشا نمود، و مطلق لب باظهار کمال نکشود. مطلع قصیده این است :

بسکه جوشد شعله حل کرده از مینای من شیشه را فواره آتش کند صبای من

۱- قلیچ خان اند جانی. از (۱۰۱۶ تا ۱۰۱۹) در لاهور کثرت ثانی حکومت کرد و سه فوتل از تعداد حروف: - الموت جبر یوصل الحبيب الی الحبيب - (۱۰۲۳) ظاهر میشود. در شعر - الفتی - تخلص میکرد این رباعی ازوست :

عاشق هوس وصال در سر دارد صوفی زرقی ز خرقة در پر دارد
من پندۀ آنکسم که، فارغ ز همه دائم دل گرم، دیده تر دارد

(ماثرا لامرا ۳ : ۶۹)

و در آخر قصیده گوید :

شب که گردیدم هم آغوش پریراد خیال چار ساعت در گذار شام دیو آسای من
این همه اطفال معنی را که ، افکار من اند زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبها در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعه در سنه
ست و ثلثین و الف (۵۱۰۳۶) پیش از فوت جهانگیر پادشاه بیسک سال
رو داد .

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبها در وقت تحریر بدست آمد ،
فرصت وفا نکرد که بانتخاب پرداخته شود . گل چند از گلستانش حواله دست
قلم میشود : (هفت بیت دارد ۲۶-۲۷)

● مقالات الشعرا : طالب آملی ، از شعرای بلاغت آئین و فصیحای نزاکت
آفرین است . مرزا صائب و مثل وی بشاگردیش قایل . بهند آمده خدمت
میرزا غازی و قاری ، که مذکور شود ، لازم گرفت . و بعد چندی بگجرات رفته ،
ایامی با عبدالله خان فیروز جنگ بسر برد . ازان جا بدرگاه جهانگیری شتافته
ملک الشعرا لقب یافت . در اواخر ، جنون بر مزاجش طاری شده ، در عین
جوانی در سنه ست و ثلثین و الف (۵۱۰۳۶) درگذشت . منه :

بستم عهد با گلستان تازه	گشتم عندلیب گلستان تازه
از جان دیر سانه ، عجب گر کنیم یاد	اکنون که ، یافتیم بتن ، جان تازه
دل پی تکلف از سرو سامان فتاده بود	بازش نصیبه شد سرو سامان تازه
دل طی نموده ملت و آئین کهنه را	دین نری گرفته و ایمان تازه
از میرزای (غازی) و (طالب) ، زمانه یافت	ممدوح تازه و ثنا خوان تازه
بقتل اهل رفا ، نرگست سیه مست است	نگه بچشم تو ، شمیر در کف مست است
تا کمان وقف هم آغوشی زه ساخته	پرنسارک مژده چشم زره ساخته
ز غارت چمن ، بر بهار ، منتها است	که گل ، بدست تو ، از شاخ تازه تر مافت

گویند از برای پیش مصراع این بیت مذکور، شش ماه تلاش کرده .
منه :

خانه شرع خراست که ارباب صلاح	در عمارتگری گنبد دستار خوردند
برگ عدم سازکن دلا، که در این عهد	عمر طبیعی نصیب برق و شرار است
برم ز فاله بنوعی، که همنشینان را	صدا بگوش رسد از شکستن رزنگم

(هفت بیت دیگر دارد ص ۳۷۲)

در تذکره وقاری نوشت است :

طالب آملی و ملا مرشد بروجردی اول بخدمت او (غازی) بسر میبردند،
طالب در حق وی گوید :

چراغ انجمن دهر، میرزا غازی که زوست روشن این هفت کاغ ظلمانی
(۸۲۹)

● خزانه عامره : طالب آملی . طالب بلبل آمل و شاعر خوش تخیل
است . سخن را بمرحمت والا مینوازد ، و پایه او را تا صدره الممتهی بلند
میسازد .

در آغاز شباب، سری بگلگشت هند کشید و چندی در اینجا بسر برده . نزد
میرزا غازی — که از طرف جهانگیر پادشاه بنظم قندهار میپرداخت — شتافت،
و بفراوان نوازش اختصاص یافت . بعد فوت میرزا غازی دوبار رخت بدیار
هند کشید . دیانت خان تعریف او بمسامع خلافت رسانیده ، پادشاه را مشتاق
ساخت ، و او را بحضور برد . اتفاقاً، طالبا برای رسای دماغ، مفرحی استعمال
کرده میروند و استیلاء نشاء حواس او را معطل میسازد و گنگ شده اصلا
زبان بنطق آشنا نمیشود . دیانت خان را، این صورت در نظر پادشاه و حضار
مجلس، خجالت عجیبی رو نمود . چون طالب بخانه برگشت و افاقت از نشاء
دست داد، سر بگریبان تشویر فرو برد، قطعه اعتذاری، همان وقت بر سبیل

ندامت، بنام دیانت خان انشا کرده ارسال داشت. این دو بیت ازان است :

مفرحی زده بودم ، بقصد گفتن شعر عروج نشاء او ، کرد هر چه کرد بن
بیزم بادشهم ، زان زبان نمیگردید که گشته بود مرا خشک زان زبان و دهن

دیانت خان بعد مطالعه قطعه عذر پذیرفت ، و خمار او را بساغر لطف

شکست .

اما دیانت خان مجد حسین از اعیان دشت بیاض است . بمقامت و رسائی فهم موصوف بود ، و در تاریخ دانی یکتای روزگار میزیست . در عهد جهانگیری بهند آمده در سلک ملازمان خسروی انخراط یافت . آخر از عتبه جهانگیری جدا شده ، بصاحبقران ثانی شاهجهان — که دران وقت در جنبر منزوی بود — پیوست . و بمزید تقرب درجه پیمائی افتخار گشت . و روز جلوس صاحبقران ، بمنصب دو هزاری و انعام هشت هزار روپیه نقد سرفراز گردید ، و در سال اول جلوس بواقع نویسی دکن مامور ، سپس بقلعه داری احمد نگر مورد عنایت گشت . و در سال سیوم جلوس ، بمنصب ده هزار و پانصدی مرتبه اعتبارش افزود . و در همین سال مطابق اربعین و الف (۸۱۰۴۰) در احمد نگر رخت بیاض عدم کشید .

طالباً چندی مهردار اعتماد الدوله جهانگیری بود آخر استعفا کرد و قطعه معذرتی نظم آورد . ازان است : دو صنف اند . . . الخ (۱) .

اعتماد الدوله التماس او را پذیرفته ، از خدمت مهرداری معاف داشت و در سلک ملازمان جهانگیری منتظم ساخته . چندان در ترقی او کوشید که پایه — ملک الشعراء — رسانید .

تاریخ بداونی و دیگر کتب معتبر، ناطق اند که: اکبر پادشاه از پایه اسلام افتاده بود تا بجای که، دینی تراشید و — دین الهی — که آن را دین لاهی توان گفت، نام گذاشت: و بعضی رسوم از دین هندوان پسندیده جزو دین خود ساخت. مثل آفتاب پرستی و ریش تراشی. جهانگیر هم بر طریقه پدر ریش میتراشید.

وقتی طالب را حکم ریش تراشیدن شد، طالب قطعه گفته بعرض رسانید. و ریش خود را محفوظ داشت. قطعه این است:

سفر میکنم صاحب! ورنه من	چه سر، بلکه گردن تراشیدمی
بناخن، نه با تیغ از روی خرد	من این مشت سوزن تراشیدمی
سروریش و ابرو پروت و مؤه	بسرسم برهمین تراشیدمی
ازو، این گیاه خدا کشته را	نه از بهر خرمین تراشیدمی
که سنبل، چو آرائش دامن است	پی' زیب دامن تراشیدمی
چو من راهم خارج از رسم تو	که مو وقت رفتن تراشیدمی
وگرنه بایسمای ابروی تو	سر از صفحه نین تراشیدمی

عمر طالبا کم وفا کرد، در عین شباب ست و ثلثین و الف (۵۱۰۳۶) آستین قضا چراغ حیاتش را خاموش کرد. طالبا در وصف قلم قصیده گفته، و عجب حق این خدمتگذار کامل عیار، بجا آورده:

هان ای نمکین آهوی مشکین عطائی	از نرگس مستانه کنی غالیه سائی
آهو، اگر از ناف بود نافه کشا، چیست	بر گوشه چشمت، اثر نافه کشائی
مستانه روی، برورق لاله و نسریں	با آنکه، درین باغ نه شبنم نه صبائی
از صلب که گیرد، رحمت نطفه شب و روز	کارام نگیری دمی از فادری زائی
آن رنگی مستی، که کنی غالیه آلود	از بوسه تر عارض خویان عطائی
سر بعد بریدن فند از حالت گفتار	تو با سر مقطوع چنان نفس سرائی
دائ بر انگشت خزامی بنزاکت	مانند عروسان نفس جلوه نمائی
داغ اند ز رفتار تو، کبکان و گدروان	با آنکه چو طاووس همه زشتی پائی
هر گه بسیه چشمه، زنی غوطه سر از هر	صد گوهر ناسفته، برآری چو برائی

هنگام نوا لب نشینی بر لب نانی
 هر چند که تا صاق نهان در گل و لانی
 از جنس سمرقندی و از جنس خطائی
 گاهی، ششم انگشت کرام انوزرانی
 صد نغمه سرائی همه رمزی و ادائی
 آلوده نگردد بگه عضو ریائی
 برپای تو افتند، تدروان هوائی
 شکست نیست که موسی بنان را تو عصائی
 بر زانوی تو کرده صریر تودرائی
 ای شغل تو چون زلف بتان غالیه سائی
 در گوش دلم گوی که، مست چه هوائی
 در توطیه مدح جهان داور مائی

در گونه شیبی بنی نغمه زن، اما
 خاک قدمت، صاف تر از آب حیات است
 زیر قدمت، فرش ورقهای زرافشان
 گاهی، دومین سیف لسان الشعرائی
 با آنکه، بریده است سر هر دو زبانت
 خون در بدنت برده بنوعی که، دم تیغ
 آن لحظه که، طائوس خرامی کنی آهنگ
 خود از درو و احشای درونت همه مازاست
 زان روکه، در لازم زانوی ناکه است
 ای خامه مشکین رقم! ای حور سیه مست
 داری بسر شیفته سودای نهانی
 در زیر لبست زمزمه هست همانا

ایضاً از تخلصات اوست تمهید بهار میکنند و میگویند :

از ملاقات نسیم گلیفشان
 شعله نشناسی ز شاخ اوغوان
 همچو برگ از صدمه باد خزان
 آب و باد آن رهزنان بوستان
 قج دهد را برد باد از میان
 آشنا گسردد بگوش بساغبان
 پیچد از غیرت بخود، چون خیزران
 از قدم تا فراق بر بند گران
 سوی دارالعدل دارای زمان

بر دم طناوس گل پرپا شسود
 بسکه آتش فیض نم گیرد ز ابر
 مرغکان افتند مست، از شاخسار
 اندران فرصت، چو یابند آگهی
 طوق قمری راء پرد آب از کنار
 این خبر، چون از زبان عنایب
 غنچه سامان، یک جهان چین بر جبین
 وان دود زو حام، کی را در کشد
 پس پی حکم سیاست آورد

بعد تمهید موسم گرما :

زبان سوسن، از تشنگی، فتاده برون
 چو نوک خنجر فرزانه عذیم مثل
 این قدر اشعار طالب آملی کفایه میکند : و خامه را از تحریر اشعار غزل
 معاف داشتم، که تذکریهای حاضر، اشعار انتخابی غزل او را، از میان برده اند
 و کمتر مایه گذاشتند تا بغیر حاضر چه رسد :

گنگ زیاده چون پر طائوس گشته . آماده هزار دهن بوس گشته

خان آرزو این بیت را بنام طالب آملی آورده و بنام میر عبدالغنی تفرشی، که باب العین — مجمع النفاث — ختم بنام اوست، نیز گرفته. لکن معذور توان داشت که عالم عالم اشعار جمع کرده تا کجا قوت حافظه وفا کند. شیخ مجد علی حزین و واله داغستانی بیت مذکور را بنام میر عبدالغنی تفرشی نوشته اند. این معنی ثابت میکند که بیت از میر عبدالغنی است. و همچنین در — مجمع النفاث — این رباعی بنام عبدالغنی تفرشی و زاهد علی خان سخا تخلص هر دو گرفته:

عمری، پره وفا نشستم، عیث دل، جز تو بدیگری، نیستیم عیث
در پیش تو، قدر هر مگسی بیش، از ماست ما این همه استخوان شکستیم عیث

و شیخ مجد علی حزین و واله داغستانی رباعی مذکور بنام میر عبدالغنی آورده اند. میر عبدالغنی طالع عجیبی دارد که متاع او مفت بغارت میرود. طرفه اینکه خان آرزو در — مجمع النفاث — همین یک بیت و یک رباعی از میر آورده، بیت در قسمت آملی و رباعی در حصه سخا رفت، و غنی بیچاره فقیر گردید.

(۳۰۰-۳۰۳)

● آتشکده: طالب، از شعرای آملست و مدتی در هندوستان در خدمت شاه سلیم از معتبرین بوده. صاحب دیوان است و در شاعری طرز خاص — که مطلوب شعرای فصیح نیست — دارد (۱). بعد از مطالع دیوان او، این چند بیت انتخاب و ثبت گردید.

(دوازده شعر دارد ص ۱۶۶)

۱- صاحب عرفات میگوید: سید طالب آملی... در شهر کلام خجسته نظامش بسیار، و قافیه نقصای عبارت نمکین، استعاراتش بامزه و بی اندازه، پیک فطرتش از خیالات متداوله صیل گرفته اندیشان، لختی قدم کمال برتر مینهد، و رخس فکرتش از جواده افکار راست تر است (؟) بلند گویان، فیز گامی چند برتر میدود.

● **صاحب ابراهیم :** طالب آملی ، مجد طالب آملی : از تربیت یافتگان عمدة الفصحا اعتمادالدوله خواجه غیاث الدین مجد رازی ولد میرزا مجد شریف ، و خاله زاده حکیم رکنای مسیح کاشی است .

بلند فطرتان ، بخوش بیانی و رنگین ادائی و بلاغت و عذوبت کلامش ، قائل اند . در زمرة قدما خواجه کرمانی را — نخل بند معانی — گویند و در متاخران او را — بلبل آمل — نامند . الحق که ، شاعر لفظ تراش و معنی آفرین و موجد طرز تازه است . جمیع اقسام نظم ، خاصه قصائد بقدرت تمام گفته ، و — جهانگیر نامه — مشتمل بر پنج هزار (۵۰۰۰) بیت نظم کرده .

بالجملة ، در زمان شاه سلیم جهانگیر از آمل — که از نواب مازندران است — رخت سفر بر بسته وائل ، میرزا غازی وقاری تخلص ، حاکم سند پیوسته و زمانی در خدمت آن حاکم والا رقت گذرانیده . و آخر بدارالخلافة هند رسیده از درگاه جهانگیر شاه ، در سال یک هزار و بیست و هشت

ابو طالب تهریزی در خلاصة الافکار نوشته است : شاعر متین و یکی از نصیهای نزاکت آئین در کلامش ، متانت سخن قدما و رنگینی متاخرین ، هر دو یافته میشود . در نشر عشق است : کیف اشعار آبدارش ، کیف ربای باذات وصل . کلام شگفته اش ، رشک افزای ریاحین . و خاطر همیشه بهارش ، نمونه فردوس برین . شاعری ادا بند ، نازک تلاش ، باریک بین ، معنی تراش است .

میرقی در ریاض الافکار میگوید : کلام شیرینش خیل شورش افزا و اشعار رنگینش بهر کام و دهان زبان را شیرین فرماست .

از جمله تذکره نویسانی که از طالب یاد کرده اند ، تنها مرحوم آذر است ، که نسبت بوی حسن اعتقادی ابراز نمیدارد و شعر او را مطلوب شعرای نسیج نمیداند .

(پاورقی از سادات ناصری در آتشکده ۲ : ۸۸۶)

پراون از ریو نقل کرده گوید : طالب صاحب میک شعری خاص است که پس از وی ، فصحا از پیروی آن احتراز جسته اند . (دهخدا طالب ۲۳ : ۲۴) غالباً ریو بر گفته آذر پاور کرده است .

هجری (۱۰۲۸هـ) خطاب به ملک الشعرای - یافت ، و لوای شهرت و عزت بر افراخت . شاه سلیم از قدر شناسی ، منصب مهر داری تسلیم میفرمود ، اما طالب قبول نکرده ، بعرض این قطعه استعذار نمود :

ز شاهر، فنا خوانی آید و خدمت که بلبل، غزلخوان بود، نه شکاری
جو مهر تو دارم، چه حاجت بهم مرا مهر داری به از مهر داری

گویند غزل خود را که مطلعش این است :

به تن هویا کند ، گلهای تصویر تنهای را بیا بیدار سازد ، خفتگان نقش تنای را
بنورجهان بیگم فرستاد . بیگم این را کنایه دانسته بهم بر آشفست و بضبط
خانه اش فرمان داد . در خلال این حال ، طالب معروض داشت :
ز شرم آب شدم ، آب را شکستی نیست بحیرتم که ، مرا روزگار چون بشکست
بیگم گفت : یخ بست و شکست ! الحاصل بتوسط مهابت خان از
جریمه اش در گذشت .

کلیاتش پانزده هزار بیت ، ستوده اکثر فصحا و پسندیده مرزا صائبای
مرحوم است . در - طبقات شاهجهانی - مذکور است که : اواخر خطبی
بر دماغش زده بود ، بخاموشی در ساخته و ترک بهمه نموده با کسی مختلط نمیشد ،
تا آنکه یک سال قبل ارتحال جهانگیر پادشاه ، در سنه یک هزار و سی و شش
(۱۰۳۶هـ) بعهد جوانی ، ازین جهان فانی انتقال نمود :

حشرش بعل ابن ایطالپ باد

؟ ۸۱۰۳۵

تاریخ رحلت اوست .

و همشیره طالبها ، موسومه سنی خانم در عهد شاهجهان مدار المہام محل
شاهی بود . و دو دختر طالبها را بفرزندی خود گرفته . یکی را بعقل خان و

یکی را با برادرزاده حکیم رکنا منعقد ساخت . اما طالب در مدایح مرزا غازی و جهانگیر پادشاه و اعتماد الدوله وزیر و نورجهان بیگم قصائد دارد .
(خطی ۲۲۰ ب - ۲۲۱ الف)

● نتایج الکنار : طالب آملی . عندلیب گلشن خوش تاملی ملا طالب آملی . که برادر خالانی حکیم رکنا کاشی بوده . بطبع نقاد ، گرم ساز هنگامه معانی است ، و فکر وقاد رنگ بخش گلستان سخندانی . بخیالات بلند صدر آرای ایوان سخن ، و بکلام دلپسند برگزیده ارباب این فن .

در عنوان شباب بسوخت آباد هند رسید و چندی در اینجا بوده . بخدمت میرزا غازی وقاری - که از حضور جهانگیر پادشاه بنظامت صوبه قندهار سرفرازی داشت و بیشتر مراعات و قدر افزائی اهل کمال نظر میگماشت - شتافت ، و بالطف فراوان و نوازشات نمایان اختصاص یافت . و قصیده طولانی در مدح میرزا نگاشت .

و بعد وفات میرزا غازی ، بار ثانی بتهتکده هند رسیده ، سرمایه جمعیت و کامرانی اندوخت . چندی با عبدالله خان بهادر فیروز جنگ ناظم گجرات بفرط عزت و اعتبار گذرانید . پس ازان ، بوسیله جمیله اعتماد الدوله - که بپایه وزارت کامران بوده - مقتبس انوار حضوری جهانگیر پادشاه گشت ، و بمقتضای لیاقت بایسته کارش بحدی رونق پذیرفت ، که از پیشگاه شاهی بخطاب - ملک الشعراء - علم شهرت افراشت .

آخر الامر ، در عالم شباب ست و ثلثین و الف (۱۰۳۶ هـ) این دارناپائدار را گذاشت . این چند بیت از طبع بلند اوست :

من و اندیشه بوس و کنار او ، محال است این مگر بیم بخواه ، این آرزوهای خیال را
ای آب رخ از نخل قدت جلوه گری را پرواز ز بال و پر تو ، حسن پری را

با همه سوز جگر، لب نکشاید دم نزع
 دست قبول عشق، چه غم، گر دلم شکست
 بسا چنین چهره، که امروز تو آراسته
 افسروختن و سوسوختن و جامه دریدن
 هر عضو تن، ساده تر از، عضو دگر بود
 آغشته صد هزار کدورت، بزیر چرخ
 از من آموخته آتش، روش مردان را
 باشد شکستگی ورق انتخاب را
 هر که آئینه، بدست تو دهد، دشمن تست
 پروانه زمن، شمع زمن، گل زمن، آموخت
 موئی که، بر اندام تو دیدیم، کمر بود
 مانند درد، در ته میبنا نشسته ایم
 (هفت بیت دیگر دارد ۴۳۸-۴۴۰)

● شمع انجمن : طالب، برادر خاله زاده حکیم رکتا کاشی بود. بلبل
 آمل، شاعر خوش تخیل، جوایز معانی بلند، و غواص بحر لآلی دلپسند است.
 سخن را بمرحمت والا مینوازد و پایه او را تا سدره المتهی میرساند. شعله
 ادراکش شمع محفل سخن و لمعه خیالش آرائش هر انجمن.
 در ریعان شباب و آغاز نامیه جوانی، از ولایت خود برآمده،
 بنز هتکده هند خرامیده سری بگلگشت این گل زمین کشید. و چندی نزد میرزا
 غازی — ناظم قندهار از طرف جهانگیر پادشاه — بسر برد، و بفراوان نوازش
 اختصاص یافته. و بعد رحلت او، کثرت ثانی رخت بیدار هند کشید، و
 ایامی با عبدالله خان بهادر ناظم گجرات بسر برد. آخر باعتماد ذیل
 جهانگیری قوی پایه شد. و در سنه (۱۰۲۸هـ) بخطاب — ملک الشعرائی —
 بلند نامی اندوخت.

تاریخ بدایونی و دیگر کتب معتبره ناطق اند که: اکبر پادشاه از پایه
 رفیع دین اسلام افتاده بود، تا بجائیکه ریش تراشید و دین الهی — که آن
 را دین لاهی توان گفت — نام گذاشت. و بعض رسوم هندوان پسندیده
 جزو دین خود ساخت. مثل آفتاب پرستی و ریش تراشی. جهانگیر هم
 بر طریق پدر ریش می تراشید. وقتی طالب را حکم ریش تراشیدن شد،

طالب قطعه گفته بعرض رسانید و ریش خود را محفوظ داشت . قطعه این است : سفر میکنم ... الخ

طالب در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی بر آمد و در عین شباب در (۱۰۳۶ هـ) آستین قضا ، چراغ حیاتش را خاموش کرد . طالب در وصف قلم ، قصیده گفته و عجیب حق این خدام کامل عیار ، بجا آورده . تمام قصیده در — خزانہ عامرہ — ایراد کرده ، مطلعش این است :

هان ای نمکین آموی مشکین خطائی از نرگس مستانه کنی غالیه سانی
دیوانش وقت تحریر این جریده بدست آمد ، فرصت وفا نکرد که بانتخاب پرداخته شود ، گلی چند از گلستانش حواله دست قلم میشود (۱):

گر من ، بجای جوهر آئینه ، بودمی	بی رونما ، ترا بترکی می نمودمی
ای خاک قناعت که چو گل بر سرمائی	از سر نفشانم ترا ، کافر مائی
ای جنس وفا ! چون تومناهی ، بجهان نیست	عیب تو همین است که در کشور مائی
در طاعت ، ای شمع ! هنر نیست فروغی	گویا تو هم از ، سلسله اختر مائی
جانی مگر ای می ، که بجانیست قناعت	که بر لب ما ، گه بلب ماغر مائی
باعث راندم از بزم ، بجز عار نبود	ورنه کس را ، بمن و بودن من ، کار نبود
ای کاش ! گوش رغبت احوال شدی ، چو چشم	تا هر چه گفتمی ، از تو مکرر شنیدمی
بسوی خویشن ، از لطف گستاخانه کش دسم	که من بسیار محجوم هم آغوشی نمیدانم (۲)
سبک چنین که ، بگلگون می ، سوار شدم	امید هست که ، رنگ پریده را گیرم
	(هشت بیت دیگر دارد ۲۷۲-۲۷۳)

● شعرا المعجم : مولانا شبلی مرحوم و مفقور آنچه در شعرا المعجم نوشته اند ، اختصار آن بقرار ذیل است :

۱- این عبارت از سرو آزاد است . رک : ص ۶۹۷ .

۲- شبلی نصائی گفته :

من فدائی بت شوخم ، که بهنگام وصال
بمن آموخت خود ، آئین هم آغوشی را

تعلیم

طالب بعمر پانزده شانزده سال تمام علوم را حاصل کرد. و هندسه، منطق، هیئت، فلسفه، تصوف و خوشنویسی را بتکمیل رسانید. در قصیده گوید:

پا بر دومین پایۀ اوج عشراتم و اینک، عدد فتم از آلف، زیاد است
بر هندسه و منطق و هیئت و حکمت دستی است مرا کشید بیضا ز عباد است
وین جمله، چو طئی شد نمکین علم حقیقت کاستاد علوم است، برین جمله عزاد است
در سلسلۀ وصف خط این بس، که ز کلکم هر نقطه، سویدای دل اهل مراد است
پوشم سله شعر، چو دانه، که نودانی کاین پایه، مرا ثامن این سبع شاد است (۱)

نخستین قصیده

همانوقت حاکم ماژندران میر ابوالقاسم بوده (۱۴-۱۵۱۵هـ)، طالب قصائد در مدح وی ~~نویسیده~~ است. و مطلعی زیر، از همان قصیده است که، گمان میرود که اولین قصیده او میباشد:

سحر که، غنچه کشاید گره ز پیشانی زنده دم، از دم می، نسیم بستانی
سحر که، طره پیکان مشک سای نسیم بطرف عارض گلین کنند پریشانی (۲)

مسافرت

ماژندران (کاشان و نرو)

از ماژندران طالب به کاشان وارد شد، و در آنجا ازدواج کرد، و

۱- در پاورقی آتشکده (سادات ناصری) هفت شعر ثبت شده و اختلاف قرات نیز دارد. نسخه شعرالجم مطبوعه لاهور غلط چاپ شده است، باین جهت اشعار را از آتشکده اقتباس کرده ایم.

۲- نگارنده پاورقی آتشکده چاپ سادات ناصری (ص ۸۷) نوشته است که: این قصیده در سال (۱۵۱۴-۱۵۱۵هـ) سروده است، زیرا که همین دو سال ابوالقاسم در ماژندران بود. و در آن موقع طالب بعمر نوزده سالگی رسیده بود. و از همین روی سال ولادتش (۹۹۶هـ) شمار کنیم.

تربیت شعر در کاشان حاصل کرد. ازینجا به مرو رسید و به ملکش خان حاکم آنجا، توسل پیدا کرد، و قصائد در مدح ایشان سرود. از مرو بهمند شتافت و این رباعی گفت:

(طالب) گم این چین بیستان. بگذار
هندو نبرد تحفه کس، جانب هند
بگذار که میثوی پریشان، بگذار
بخت سینه خویش، بایران، بگذار (۱)

هند: (لاهور)

صاحب میخانه گفته است که: طالب مستقیماً به قندهار رسید! ولی این اشتباه است، زیرا که طالب احوال سفر خود در یک قصیده نوشته است و ازان پیدا است که از مرو بهمند رسیده است، و مدتی اینجا بود و از هند بقندهار رفت. در هند، دهلی، لاهور، ملتان، سرهند را دیده است. یک قصیده در توصیف لاهور نوشته است، و میگوید که:

گسانم نیت کاندلر، هفت کشور بود شهری به آب و تاب لاهور
میان بکشا و خوش واکش که در هند فراغت نیت جز در خواب لاهور
در لاهور بر دست شاه ابوالمعالی (۲) بیعت کرده است و راجع بهمرشد میگوید:

کنم زان رو سریند آسا شب و روز کرامتها بیان در بناب لاهور
که پیر و دستگیر و مرشد من یکی قطب است از اقطاب لاهور

۱- بیزاری از وطن در اشعار زیر نیز ظاهر است:

به غربت بسته ام دل، تا قیامت باز نکشایم
وطن بیزارم، اما با کسی این راز نکشایم
راجع بهمند گفته است:

مرو بدیدن بلبل، سوئی چمن طالب
درآ بهمند، بین رقبه سخا و سخن
بیا که، بلبل مست غزل سرا اینجا است
که منبع سخن و معدن سخا اینجا است
رواج گوهر دانش، بمعدن اینجا است
پناه فضل جهانگیر پادشا اینجا است
بهند جوهریاند، قدر فضل شناس
تو فاضل نظر از قبله افاضل جدی

۲- متوفی ۸۱۰۲۴ مدفن در لاهور.

خدا یازنده جاوید دارد به آب خضر، یعنی آب لاهور (۱)
 راجع به نگاران لاهور و خوبان دهلی در قصیده، احساسات قلبی خود
 را بدین طور ظاهر کرده است :

نگاران لاهور و خوبان دهلی	بدل کرده بودند، پیوند جانم
یکی چهره سودی، بچشم رکابم	یکی بوسه دادی، بزللف عنانم
فشاندی یکی در بغل، پاسیم	نهادی یکی در دهان برگ پانم
غمزلان ملتان بنیرنگ سازی	که بپندند از غمزه، دست و دهانم
من از جمله، چون نکبت گل گریزان	که خود را، بیزم هایون رسانم (۲)

قندهار : (میرزا غازی)

در همان زمان میرزا غازی در قندهار بود و طالب از قدر دانیه‌ها و
 سخن دوستیه‌های او آشنا شد، و یک قصیده که در آن بقندهار رفتن آرزو کرده
 است، در خدمت ایشان فرستاد و این طور مطلب را بیان کرد :

یکی بلبل بی پر و بال شوقم	که محرومی از طرف گلزار دارم
درین خست آباد، نی روی ماندن	نابان، یک گام رفتار دارم
ندانم چرا، یارب! اینان خرابم	چو لطف خداوند مخمار دارم
صف آرای نسیم و قلم، خان غازی	که لب در ثنائش گهریار دارم
بلند آفتابی، که دور از رکابش	برخ، کموکسب اشک سیار دارم
جدا ز آستانش، ز اشک دمسادم	سر آستین، رشک گلزار دارم (۳)

از هند بقندهار رسید، و در قصیده که، در خدمت میرزا تقدیم کرد، از
 دشواریهای راه و آسیبهای که در راه دیده بود بیان کرده است :

خدای داند و من بنده، کاندین مدت	چها کشیده ام، از حادثات دورانی
درین سفر که نصیم میاد، دیگر بار	بگونه گونه، غم بود صحبت جانی
قر اختلاطی، باران برشگالی را	ز من مهرس، که این قعه نیست پایانی

۱- این قصیده (۲۳) بیت دارد.

۲- این قصیده (۱۴۷) بیت دارد.

۳- این قصیده (۱۳۷) بیت دارد.

ز آگره نسا پنجهایبان گلشن لاهور رفیق بسودم با ابره‌های بارانی
بعزم ملتان، چون زورقی شدم چو هلال زد از سرشکم، نیلاب کوس عمانی
ز مکث ملتان نزدیک شد بدان، که مرا بدل شود لقب آملی به ملتانی
دران مضیق ملالت، چهار مه بودم بسان مسهره، بشدر تمام حیرانی (۱)

با میرزا غازی رابطه دلی پیدا کرد، و قصیده‌های بسیار گرم و غرا
برایش نوشته است، و از مداحی گذشته دعوی عاشقی کرده است:

تکلف نیست معشوق من است، او نیست مدح‌م ازان، این شعر عشق آمیز، در مدحش سرائیم

هند بار دوم: (دیانت خان)

بعد از فوت غازی (۲) بار دگر بهند مراجعت کرد، و در آگره رسید
با خواجه قاسم دیانت خان (متوفی ۱۰۴۰ هـ) و بتوسط او با عبدالله خان
فیروز جنگ حاکم گجرات ربط پیدا کرد و از آگره بگجرات رسید.

گجرات: (عبدالله خان فیروز جنگ)

وقتیکه دیانت خان به عبدالله خان برایش سفارش کرد، عبدالله خان
طالب را نامه نوشت و بگجرات طلبید. طالب ذکر این نامه، با افتخار
بسیار در قصیده کرده است:

صبا رفتار پیک، در طلوع صبح نورانی بگویشم زد صدای زنگ، چون بانگ سلیمانی
ز سیر آهنگی آن نغمه، مست از جای برجستم بهر جانب نگاهی تاختم از روی حیرانی
یکی باد غبار آلوده، بر در جلوه گردیدم عرق ریزان چو مرواریدش، از اطراف پیشانی
دویدم پیش و گفتم: غیرمقدم! وانگه افشاندم بپایش مثنی از ناسفته گوهرهای مزگانی
گلاب آوردم و پیشانی از گرد ره شستم دریفا! کاش بودی قدرتم، بر آب حیوانی
بپایش آشنا کردم بسی وز گرد نعلینش نمودم سرمه دان دیده، بر کحل صفاهانی
پس از وی، با هزاران شوق بیتابانه، پرسیدم که: ای جاووب راحت شهر مرغ سلیمانی

۱- قصیده (۱۱۷) بیت دارد.

۲- سال وفات میرزا غازی (۱۰۴۰ هـ) نوشته شده است ولی وفات او در سال (۱۰۲۱ هـ) است.

که، می باروز رویت، همچو گل آثار خندانی
 زبان را چاشنی داد، ازادای شکر افشانی
 مدح نوشتند، خوش طبعان ایرانی و تورانی
 خط آزادی مرغ دلت، از دام حیرانی
 پیوسید و بدستم داد، از روی روش دانی
 شدم سرقا قدم، بهر سجود شکر پیشانی
 به آدابی که بر من کرد گردون آفرین خوانی
 چو دیدم آفتابی چند در جلباب ظلمانی
 بنام نسامی سرچشمه تسو فیق یزدانی
 که فی بحری زدست همتش جان برده فی کانی

غالباً طالب با عبدالله خان رابطه دلی پیدا نکرد زیرا که عبدالله خان
 امیر شعر دوست و سخن فهم نبود و مردی تندخو بود، به این جهت وقتیکه
 عبدالله خان عزم دربار جهانگیری کرد، طالب نیز استدعا کرد که: در خدمت
 ایشان بدربار همراه شود :

عسزم درگاه شهنشاه زمان
 برگزیده ستمی، چهل شیر ژیان
 لبیک، از اخلاص دارم چشم آن
 نام (طالب) نیزه باشد در میان

آسمان قدرا! چو داری در خیال
 وز، جوان مردان ایرانی سپاه
 گرچه من، در جرگه شیران نیم
 کز نظر چون بگذرد تفصیل اسم

لاهور: (شاپور)

غالباً عبدالله خان او را همراه بدربار نبرد و طالب ذریعه شاپور طهرانی
 را پیدا کرد. و در لاهور به ایشان ملاقات کرد، و در یک غزل ذکر ملاقات
 با شاپور کرده میگوید :

همان رشک عطارد شاعر مشهور را دیدم

بمحمدالله که! در ملک سخن دستور را دیدم

چندان یمنی ریخت که، گجرات یمن شد

۱- راجع به گجرات شعر زیر هم دارد :
 در حسرت لعل تو، ز هند مژه (طالب)

به (خسرو) داشتم روی نیازی در سخن (طالب)
خوش و خوش وقت او را دیدم و لاهور را دیدم (۱)

آگره : (دیانت خان - مفرح - اعتماد الدوله - مهرداری)

ممکن است که بوسیله شاپور یا بواسطت دیگری آخر طالب بدر بار
اعتماد الدوله راه پیدا کرد و اعتماد الدوله او را بدر بار شاهی رسانید.

ولی از تذکرها و نیز از قرائن ، پیدا است که ، اول دیانت خان او را
با همراه خویش بدر بار برد . طالب - مفرح - که مردمان بجای شراب
میخوردند - و از بنگ و افیون ساخته میشد - خورد . مقداری زیاده خورده
بود ، وقتی که جهانگیر پادشاه فرمایش شعر کرد طالب نتوانست که چیزی بسرائد .
دیانت خان خجالت بسیار کشید و این واقعه سبب ناراحتی پادشاه هم شد .
وقتی که طالب بخانه رفت و از نشئه سر بر آورد ، در معذرت یک قطعه - که

۱- آقای گلچین ممانی در میخانه نوشته اند که : ملاقات این دو شاعر در لاهور ظاهراً بابتی
در سال ۱۰۲۵ هجری روی داده باشد . چه آنکه صلا عبدالنبی شاپور را درین سال در لاهور
دیده و مینویسد که : همدین سال روانه ایران گشت . بطوریکه میدانیم ، شاپور دیگر به هند
باز نگردید . و اما بنظر نگارنده ناپستی شاپور واسطه ملاقات طالب با اعتماد الدوله
شده باشد ، زیرا که باوجود غریبانه‌ی نزدیک با اعتماد الدوله ، در هیچ جا ندیده ام که
شخصاً بملاقات وی رفته باشد . و تا در هند بوده ، در سایه حمایت میرزا جعفر آصف خان
بسر میبرد و این خود شایان توجه است که چرا شاپور ، باوجود قربت با اعتماد الدوله و
نور جهان ، اصلاً بدر بار جهانگیر بار نیافت و بجای طالب ، او - ملک الشعراء - نشد .
(میخانه ص ۵۵۰)

غلام علی آزاد ، برای نخستین بار بدر بار جهانگیر بسمی دیانت خان میداند و ازین پیدا
است که او بسمی دیانت خان بدر بار رسید . از خوردن مفرحی زبانفش گنگ شد و اصلاً
بنطق آشنا نشد . پس از آن طالب بار دیگر بسمی اعتماد الدوله بدر بار بار یافته است . از
نوشته جهانگیر در ترک نیز پیدا است ، جهانگیر قام اعتماد الدوله برده است .

(ترک ص ۲۸۹)

دارای پنجاه و هفت شعر است — سروده در خدمت دیانت خان فرستاد :

بهر غریب و مسافر، حل الخسوس بمن
به مهر، بردی از خاطرم، هوای وطن
چو دل، به پهلوی خود ساختی، مرا سکن
بمهر، دیدمی غفارش را، حریف سخن
بدستبازی گردون، نسفاق زد بامن
کشود برمن، هم دوست طعنه هم دشمن
بصدد زبان فصاحت بیان، شود الکن
چو تار زلف هروسان، شکن بروی شکن
بیک دو لحظه، چنین قطعه ادا کردن
مرا بزم شهنشاه خوش صهار سخن
بهر دیار، قرییم به گونه گونه سخن
نمیستوانم از شرم، بر لب آوردن
چراکه، شسته ام از وی، بهفت آب دهن
هروج نشه آن، کسود هر چه کرد بمن
که گشته بود مرا، خشک از زبان و دهن
کز انفعال، سرم غوطه خورد در گردن
که خوش نما است، خطای نکرده بخشیدن
گناه بخت مرا، لطف کن، بهنش بمن

چه لطفها که، نمودی و مینمائی نیز
نخست آن که، چو در غریم نظر کردی
چهارم آن که، ببزم شهنشاه بردی
بهادشاه، سرگرم گفتگو کردی
تو آنچه باید، کردی، ولیک طالع شوم
به بست نطق را بخت بد، وزان بستن
کرا گمان که، چو من، استعاره پردازی
کرا گمان که، فسد رشته کلام مرا
ازین قیاس نما! غورکن! که قدرت کیست!
دو چیز، مهر زبان سخنسوری گردید
یکی زیبونی طالع، که دایم از اثرش
دگر زیادتش نشه، که نشامش را
ادا صریح کن، تا گمان منی نبری
مفرحی زده بودم به قصد، گفتن شعر
به بزم بادشاه، زان زبان نمیگردید
سخن شناسا! پیش تو، چون برآرم سر
نه کرده جرم، مرا عفو کن، به لطف عمیم
من ارچه بیگنم، بخت من گنهگار است

اعتمادالدوله (۱) طالب را بمنصب مهربرداری فائز کرد، ولی طالب این منصب را — طوریکه باید — انجام نمیداد، آخر استعفا داد و در معذرت قصیده سرود. این چند شعر از آنست :

دو زخم است بر سینهام، هر دو کاری
برویم شگفت این گل شرمساری
زوی موبسویش دم از دوستداری

دو زهرست در ساغرم، هر دو قاتل
یکی آنکه، بی خواهش نفس و کوشش
دگر آن که، شد رنجه یاری، که بامن

۱- راجع به اعتمادالدوله گفته است :

برگ سبز آسمان، از باغ دولت غیز، اوست

خاک پای، اعتمادالدوله ام، کز روی قدر

نیم از اهل دیوان ، بدقتر چه کارم
 بمن ، خدمت مدح فرمودن ، اولی
 نه چسبد ، بر اهل سخن ، شغل دنیا
 ز شاعر ، ثنا سنجی آید ، نه خدمت
 خصوصاً ، من شاعری ، کز تجرد
 منست بنده داغدار قدیمم
 چو مهر تو دارم ، چه حاجت بهم
 حق این است ، اما از جرمی که رفته
 همین خجلتم ، دور دارد ز خدمت
 و گرنه ، همان (طالب) حق شناسم

را شاعری زیبد و می گساری
 که بس عشقم ، بر جواهر نزاری
 چو بر پیر میخانه پرهیز گاری
 که بلبل ، نوا خوان بود ، نه شکاری
 بروحانیان زیبدم ، هم قسطاری
 بخادم کنون مهر خود میپساری
 را مهر داری ، به از مهر داری
 همه انفسالم ، همه شرماری
 چو ابلیس ، مجرم ز درگاه باری
 ز سر تا قدم ، شوق خدمتگزاری

دربار و ملک الشعرای

اعتمادالدوله طالب را بدربار رسانید ، و بحکم شاهی در زمره شعرای
 دربار منسلک گردید . و در سال (۱۰۲۸هـ) مرتبه — ملک الشعرای — هم
 مفتخر شد .

طالب در دربار — تا زنده بود — با آبرومندی بسر میکرد ، یک بار
 جهانگیر پادشاه ازو رنجیده شد و بعد از چند روز ، طالب باز افتخار حضوری
 را یافت . طالب در یک قصیده اشاره به این واقعه کرده است :

به نسبت گهرم داده بودی از کف خویش
 چو رد شدم ز کف ، چرخم از هوا بریود
 یکی مقابل خورشید داشت آئینه ام
 چو پیش مشعل مه ، برو شب چراغ مرا
 ازین نشاط ، مگر دست آسمان لرزید
 کنون برشته مهرش بدار ، کز تقدیر
 ترا ز جود ، زیانی چنین هزار افتاد
 بگرمی که ، زبانی پزینهار افتاد
 برید کز عرقش موج بر عذار افتاد
 بچهره گونه کاهیش شمع وار افتاد
 که باز در کف خاقان کامگار افتاد
 دوباره ، در کف این در شاهوار افتاد

وفات

طالب در سال (۱۰۳۶هـ) در عین ایام شباب این جهان را بدرود گفت .

اعزه و اولاد

طالب یک همشیره بنام سنی النسا خانم داشت، که او را بسیار دوست میداشت، و بجای مادر میپنداشت. سنی النسا برای دیدن وی، از ایران به هند وارد شد. طالب در خدمت شاهی در سفر بود و سنی النسا خانم در آگره انتظار میکشید. طالب این قطعه سرود:

صاحب! ذره پرور! عرضی	بزبان سخنور است مرا
پسر همشیره ایست غمخوارم	که باو، مهر و مادر است مرا
چهارده سال، بلکه پیش گرفت	کز نظر دور منظر است مرا
دور گشتم ز خدمتش، بهراق	وین گنه، جرم منکر است مرا
او نیاورد کتاب دوری من	که به مادر برابر است مرا
آمد اینک، به اکره، و ز شوقش	دل طهان، چون کبوتر است مرا
میکند دل بسوی او آهنگ	چه کنم شوق رهبر است مرا
بگر شود رخصت زیارت او	به جهانی برابر است مرا

سنی النسا خانم در ازواج نصیرای کاشی بود و بعد از وفات وی، سنی النسا خانم در خدمت ممتاز محل بیگم میبود. زن قابل، خوش تقریر، و سلیقه مند بود، و در طب نیز مهارت کامل میداشت. ممتاز محل او را بمنصب مهربرداری فائز کرد. و شاهدخت جهان آرا (متوفی ۱۰۹۲هـ) را نیز درس میداد، و تربیت میکرد. بعد از وفات ممتاز محل (متوفی ۱۰۴۱هـ) شاهجهان سنی النسا خانم را مدارالمهام و صدر کل امور جرم شاهی کرد.

طالب دو دختر داشت که آنها را سنی النسا خانم پرورش کرد و یکی را در عقد عاقل خان داد و دیگری را با ضیاء الدین ازدواج کرد.

● مائثالامرا : دربارهٔ عاقل خان و سنی النسا خانم ، صاحب مائثالامرا شرح احوال اینطور دارد :

عاقل خان

عاقل خان عنایت الله : برادرزاده و متبنای افضل خان ملا شکرالله است . نام پدرش عبدالحق ، که در عهد فردوس آشیانی بمنصب هزاری دویت سوار رسیده ، و به امانت خانی ممتاز گردیده . خط نسخ بسیار خوب مینوشت . سال پانزدهم در جائزهٔ کتابه — که در گنبد ممتازالزمانی نگاشته — بعطای فیل سرافرازی یافت . سال شانزدهم رخت از دنیا بربست .

خان مذکور سال دوازدهم (۱۲) بتفویض خدمت عرض مکرر مباهات اندوخت پستر بخطاب عاقل خان و تقرر دیوانی بیوتات از تغیر ملتفت خان نامور گشت . سال پانزدهم (۱۵) از اصل و اضافه ، بمنصب دو هزار و پانصد سوار و خدمت میر سامانی سر بلند شده پایه عزت برتر نهاد . سال هفدهم (۱۷) چون موسوی خان بملک فنا شتافت ، خدمت عرض و قائع صوبجات و رساله انعام — که باو متعلق بود — نیز بنامبرده مفوض شد . سال هیژدهم (۱۸) باضافه دویت سوار رایت افتخار بر افراخت و عرض وقایع صوبجات از تغیر او ، بملا علماءالملک مقرر گردید . سال نوزدهم (۱۹) از اصل و اضافه بمنصب دو هزار و پانصدی ، هشتصد سوار قامت قابلیت آراست . و پستر چون خانسامانی از عزل او ، بملا علماءالملک قونی (۱) مقرر شد ، او باضافه

۱- رک : مائثالامرا ۲ : ۵۲۴ در سال هفتم شاهجهانی از ایران بهند آمد . متوفی ۲۷ ذیقعد

(۱۰۷۳هـ) در لاهور در باغی — که جهت مدفن خود ساخته بود — دفن شد .

دویست سوار و خدمت بخش‌گیری دوم و عرض وقایع صوبجات ، فرق عزت بر افراخت. سال بیستم (۲۰) با جمعی برای رسانیدن مبلغ بیست و پنج لک روپیه بغور، نزد شاه بیگ تهانه دار آنجا ، دستوری پذیرفت . در همان سال از اصل و اضافه بمنصب سه هزار سوار و مرحمت علم لوی کامرانی بر افراخت. و آخر سال بیست و دوم (۲۲) مطابق هزار و پنجاه و نه (۱۰۵۹) در ایامی — که بلده کابل مطرح الویه ظفر نواز بود — بمرگ مفاجات بساط زندگی در نور دید .

از نظم و سیاق بهره ور بود . صبیۀ پرورش کرده سنی خانم — که رائق و فائق مهمات مشکوی اعلیٰ حضرت بود — در حبالۀ نکاح داشت .

سنی‌النسا خانم

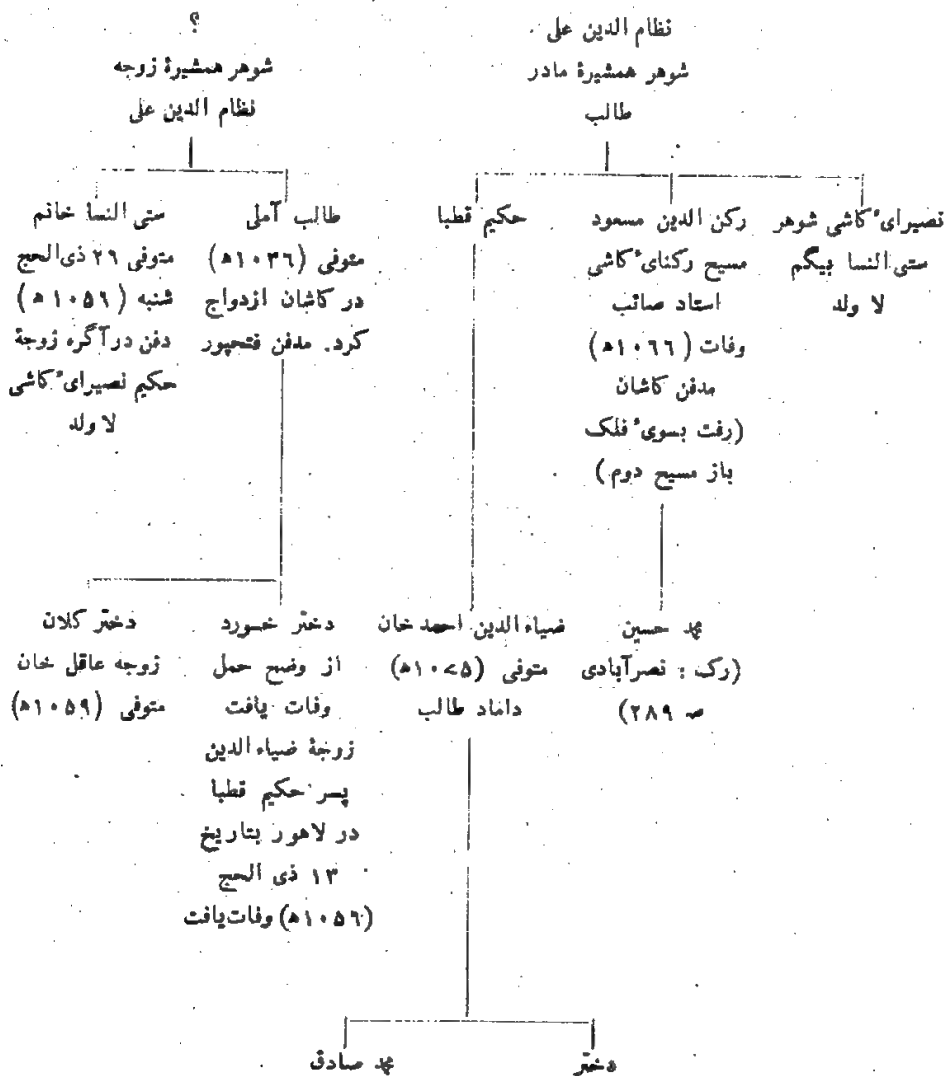
خانم مذکور، از اولاد اهالی مازندران است . و خواهر طالب آملی ، — که در عهد جنت مکانی بخطاب ملک الشعراء سرفرازی یافته — . پس از فوت شوهر خود نصیرا — برادر حکیم رکنای کاشی — بامداد طالع ، بخدمتگاری ممتاز الزمانی امتیاز اندوخت .

از آنجا — که بشیوا زبانی و ادب شناسی متحلی بود و از مراسم خانه داری و علم طب باخبر — از سائر خدمتگاران قدیم گذرانیده بپایۀ مہر داری رسید . و چون از علم قرائت و سواد فارسی نامہا آگہی داشت بتعلیم بیگم صاحب (جهان آرا بیگم) مقرر شدہ سر باوج کیوان رسانید . پس از فوت ممتاز الزمانی ، پادشاہ از راہ قدردانی صدارت محل باو تفویض فرمود . ازان رو کہ فرزندی نداشت ، پس از فوت طالبا دو دختر او را ، بفرزندی برگرفته بود . کلان را بعقد ازدواج عاقل خان و خورد را بقید

ازدواج ضیاءالدین مخاطب برحمت خان پسر حکیم قطبا — برادر حکیم
رکنا — در آورده بود .

سال — بیستم در ایامی که بلده لاهور مقر سلطنت بود — کوچک ،
که باوی خانم را آنس بسیار بود ، بعارضه وضع حمل فوت کرد . خانم
چند روز بسوگواری او بخانه خود رفته نشست . پس ازان پادشاه او را در
مکانی — که میان محل پادشاهی داشت — از خانه طلب داشته ، خود بتسلی
او متوجه شده دران مکان تشریف فرمود و بدولت خانه همراه آورد . او
بعد فراغ کارهای حضور، بمنزل معهود رفته ، واصل بحق گردید . پادشاه
ده هزار روپیه برای تجهیز و تکفین او ، از سرکار داده حکم نمود که :
جای بامانت بسپارند ! پس از یک سال و کسری باکبرآباد برده در مقبره
— که غربی روضه علیا (تاج محل) متصل بچوک جلوخانه ، بمبلغ سی هزار
روپیه ، از سرکار پادشاهی ترتیب یافته — مدفون گردید . و دیهی ، که
حاصلش سی هزار روپیه است ، جهت اخراجات آنجا مرحمت شد .
(۲ : ۹۰ - ۹۲)

● طالب و خانواده نصیرای کاشی : سلسله خویشاوندی طالب ، با خاندان رکنای و نصیرای کاشی بقرار زیر است :



● وفات و مقام وفات : در سال وفات طالب اختلاف است :

- ۱- باغ سمانی و مرآة العالم و ایتهی (۱) (۱۰۳۵هـ)
- ۲- تذکره شمرا (۲) (بانکیپور مؤلف نامعلوم) و طبقات شاهجهانی (۳) (۱۰۴۰هـ)
- ۳- دیگر منابع (۱۰۴۶هـ)

اصح قول آخرین است . یعنی طالب یک سال پیش از وفات جهانگیر پادشاه در سال (۱۰۳۶هـ) جهان را پدرود گفت .

یک قطعه تاریخ منسوب بملا صوری مشهدی (۲) در آخر دیوان طالب آملی مکتوبه (۱۰۴۲هـ) نسخه شخصی شیخ دین مجد (لاهور) بدین قرار ثبت است :

از چرخ بگو: ز رفتن طالب، داد
تاریخ وفاتش از خرد جسم، گفت :
کامروز، ادای نظم از پا افتاد
حشرش بمل ابن ابی طالب باد (۵)
۱۰۳۵هـ

و همین تاریخ در مفتاح التواریخ اینطور ثبت است :

داد ای فلک! از مردن طالب! هان داد
تاریخ وفاتش از خرد جسم، گفت :
امروز بنای نظم از پا افتاد
حشرش بمل ابن ابی طالب باد (۶)
۱۰۳۵هـ

۱- تاریخ ادبیات از ایتهی (ترجمه رضا زاده شفق - ۱۹۵)

۲- نسخه رامپور شماره ۲۳۹۱ (مقاله دکتر عابدی در اسلامک کلچر)

۳- ریور: ۲: ۶۷۹

۴- در مفتاح التواریخ بنام شیدا ست .

۵- رک: طالب آملی تألیف سرهنگ عبدالرشید

۶- رک: مفتاح التواریخ ۲۳۱ و آتشکده چاپ آقای سادات ناصری ۸۸۲، نیز رک: ریور،

۲: ۶۷۹ فقط شعر تاریخ بحواله مرآة العالم (ورق ۳۲۱) ثبت کرده است .

در پا ورثی کلمات الشعرا (ص چاپ لاهور) - سرش بمل ابن ابی طالب باد - نوشته

شده است ، که غلط است و عدد (<<<) برمیآید .

از همین تاریخ سال (۱۰۳۵هـ) برمیآید که غلط است. ولی کمی یک عدد در تاریخ گوئی جائز داشته اند. اگر بجای — بعلی — باعلی — بخوانیم سال (۱۰۳۶هـ) بر میآید.

حکیم رکنای کاشی که برادر خاله زاد طالب بوده، در رثای او گفته است:

فرزند عزیز طالب و خویشم رفت زین واقعا، چه با دل ریشم رفت
من بودم و آن عزیز، در عالم خاک خاکم بر سرکه، آن هم از پیشم رفت (۱)

ولادت

در پاورقی آتشکده، سال ولادت طالب آملی (۹۹۶هـ) قرار داده شده است و نگارنده پاورقی، مینویسد که ورودش بکاشان در حدود سال (۱۰۱۳هـ) صورت گرفته باشد و بیشتر محتمل است که، در هفده هیجده سالگی بدین سفر پرداخته باشد. بااحتمال قوی سال ولادتش هم در حدود سنه (۹۹۶هـ) میباشد (۲)

۱- فهرست بانیکپور، ۳ : ۴۸

۲- رک : آتشکده ۲ : ۸۷ بحث مفصل دارد.

نگارنده پاورقی آتشکده، این دو رباعی طالب، راجع بمرش ثبت کرده، نوشته است که :
بوقت مرگ عمرش بعدود چهل سال بود.

در چهل گذشت، سال عمرم، از بیست باید همه دید گشت و بر من بگریست

آن تخم نکشم که پس از مرگ، توان بر تربت من نوشت، کین مشهد کیست

این رباعی سروده است وقتی که طالب ایران را ترک گفته و بگردش در شهرهای مختلف هند پرداخته است. و رباعی زیر را موقعی سروده که بخدمت جهانگیر در آمد ولی هنوز

بسلک الشعرای نرسیده بود :

از بیست چو ده گذشت، سی ساله شدم روشن قمر حیات را هاله شدم

بینور، چو داغ جگر لاله شدم بیدوق، چو آواز رسن فاله شدم

(۸۷۷)

گویا این رباعی در سالهای ۱۰۲۶-۱۰۲۷ سروده است.

مقام وفات

راجع بمقام وفات طالب ، یعنی بکدام جا طالب وفات یافت ، هیچ جا صراحت ندیده شد . در تاریخ ادبیات ایتیمی است که : طالب بحکم آنچه از بهترین مآخذ برمیآید به سال (۱۰۳۵ هـ) در (فاذپور ؟) وفات یافت (۲) . شاد روان تربیت ، که ماخذش معلوم نیست ، مینویسد : طالب در هزار و سی و پنج (۱۰۳۵ هـ) در کشمیر در گذشت (۱)

فاذپور یا فتح پور

نگارنده عقیده دارد که ، طالب که چند سال پیشتر عارضه جنون پیدا کرده بود ، و از همه علائق کناره کش شده ، در فتح پور زندگانی میکرد ، وفاتش در فتح پور شده باشد . فاذپور در اصل از ایتیمی با از مترجم یا در چاپ بجای ' فتح پور غلط درج شده است :

● آثار طالب : تذکره نویسان تعداد ابیات اشعار طالب را باختلاف ذکر کرده اند ، مثلاً :

تعداد شعر

- | | | |
|-------|-----------|--|
| ۹۰۰۰ | بیت | ۱- ابو طالب در خلاصه الافکار |
| ۱۲۰۰۰ | " | ۲- طاهر نصر آبادی |
| ۱۵۰۰۰ | متجاوز از | ۳- خان آرزو و قدرت الله |
| ۱۲۰۰۰ | | ۴- ثقی اوحیدی که او را در سال ۱۰۲۵ هـ دیده بود |

۱- ترجمه رضا زاده شفق . ص ۱۹۵

۲- ریحانة الادب ۳ : ۶

(۱) دیوان :

- نسخ خطی که در ابران یافته میشود، آنها نیز با یکدیگر تفاوت دارند :
- ۱- نسخه کتابخانه مجلس شورای ملی : (شماره ۱۰۱۹) چندین جا افتادگی دارد ولی داین، غزلهایش از سایر نسخه بیشتر است (۱) .
- ۲- نسخه کتابخانه ملی ملک : (شماره ۵۲۹۱) از لحاظ تعداد قصائد از سایر نسخ کاملتر میباشد .
- ۳- نسخه کتابخانه ملی ملک : (شماره ۵۵۵۳) قطعانی-آمده، که در سایر نسخ دیده نیامد .

تعداد ابیات دیوان طالب بنا بر نسخ موجود در تهران بقرار ذیل است :

غزل	تعداد ۱۱۵۲	شماره ابیات ۱۳۱۲۵
قصیده	۴۸	۲۵۹۵
قطعه	۴۶	۶۵۷
ترکیب بند	۷	۶۰۰
دو بیتی	۱۵۲	۱۵۰۹
مثنوی	۲	۲۷۶
		۱۸۹۶۲

- ۴- نسخه سپه سالار : (شماره ۱۳۷) شامل غزلیات و مقطعات و یک مثنوی و رباعیات میباشد . و در حدود (۳۵۰۰) بیت میباشد به خط نستعلیق خوب نوشته شده (۱) .

۱- فهرست نگار یوسف شیرازی نوشته است که این نسخه بزرگترین نسخه از دیوان طالب است و شامل ۱۷۰۰۰ بیت از قصیده و قطعه و غزل و رباعی و مثنوی است .

۱- رک : فهرست سپه سالار ۲ : ۶۲۸ نسخ دیگر در تهران :

(۱) شورای ملی - شماره ۱۰۱۸

(۲) ملی ملک - شماره ۵۲۹۳-۵۲۹۱-۵۵۲۳ . (آتشکده سادات قاضی ص ۹۰۳)

نسخ قدیم در جاهای غیر از ایران

نسخ خطی از دیوان طالب کتابخانهای سراسر جهان موجود دارند، ولی نسخ از حیث قدمت استنساخ، که ما اطلاع داریم، به قرار ذیل دیده میشود.

۵- نسخه شخصی شیخ دین محمد (لاهور) (مورخه ۱۰۴۲ هـ) (۱)

۶- نسخه موزه برطانیه شماره Add, 5630 (مورخه ۱۰۴۲ هـ) (۲)

۷- نسخه شخصی صوفی تبسم لاهوری (مورخه ۱۰۵۸ هـ) (۳)

۱- رک : طالب آمل سرفنگ خواجه عبدالرشید.

۲- رک : ریو ۲ :

۳- رک : طالب آمل سرفنگ خواجه عبدالرشید.

سرفنگ عبدالرشید تعداد نسخ در کتابخانهای مختلف به اینقرار شمار کرده اند :

۳	عدد	۱۰۹۰ تا ۱۰۹۲	بمرد لیون : شماره
۶	“	۱۰۲۹ تا ۱۰۲۹	ایتی : شماره
۵	“	۲۹۶ تا ۲۹۲	بانکپور : شماره
۲	“	۷۲۷ تا ۷۲۷	ایوانوف : شماره
۳	“	۴۸۶ تا ۴۸۴	بومار : شماره
۱	“	۳۹۵	آصفیه : شماره
۱	“		حیدرآباد دفتر دیوانی :
۱	“		سالار جنگ :
۱	“		عمر یافعی مرحوم حیدرآباد :
۱	“		علیگره :
۵	“		رامپور :
۳	“		حبیب گنج :
۲	“		محمود آباد لکهنو :
۱	“		پشاور موزه مل :
۱	“		نسخه شخصی آقای محمد حنیف صدیقی حیدرآباد :

تعداد اشعار بنا بر نسخ هندی

قصائد (۱)	تعداد	بیت
غزل	۲۰۵	۵۶۷۲
جهانگیر نامه (مثنوی)	۱۵۶۲	۱۴۱۲۱
دیگر مثنویها	۱۵	۳۴۶۵
رباعیات	۶۵۲	۱۶۴۸
قطعات	۴۱	۶۵۲
ترکیب بند (۲)		۷۷۳
		۵۸۹
		۲۶۹۲۲

(۲) مثنوی جهانگیر نامه :

میخانه از همین مثنوی اشعار دارد. و یک نسخه ازین مثنوی در رامپور بشماره ۲۲۲۹ دارای ۳۴۷۷ بیت است. صحیف ابراهیم گفته که : این مثنوی پنج هزار بیت دارد. ابتدا :

بنام فروزنده مهر و ماه فرازنده رایت صبحگاه

۵۷۵	م	اوده کیتلرگ :
۳۸	م	میرنخ :
۱۷۲	شماره	کنگس کالج آکسفورد :
۲۲۲	م	د، جونگ - کیتلرگ :

۱- یک دیوان مشتمل بر قصائد در بانسکیپور هست. طالب قصائد در مدح نبی کریم ص، حضرت علی رض، جهانگیر (متوفی ۱۰۳۷هـ)، شاه عباس کبیر (متوفی ۱۰۳۸هـ) میرزا غازی (متوفی ۱۰۲۱هـ)، اعتمادالدوله (متوفی ۱۰۳۱هـ)، عبدالله خان فیروز جنگ (متوفی ۱۰۵۴هـ)، میرزا چین قلیچ خان (متوفی ۱۰۲۲هـ)، نورجهان (متوفی ۱۰۵۵هـ) و دیانت خان (متوفی ۱۰۴۰هـ) سروده است.

۲- ترکیب بند در وصف حضرت امام رضا، میرزا ابوالقاسم (حاکم ماژدران)، ملکش خان و میرزا غازی سروده است. (مقاله دکتر عابدی اسلامک کلچر اپریل ۱۹۶۷ع)

(۳) مثنوی لضا و لدر :

طالب باین عنوان یک مثنوی سروده است که شعر اول آنست :

شنیدم روزی از طرز آشنای عروسی نکته را برق کشای (۱)

شاد روان دهخدا فرموده اند که: این شاعر مثنویست، بیخبر — خسر و شیرین —
نامش — قضا و قدر — و بسبک مثنوی — پیر و جوان — میرزا نصیر : : : (۲)

● طالب و کشمیر : ما نمیدانیم که طالب بکشمیر چند بار مسافرت کرده
است ، تنها نیز رفته است یا با جهانگیر پادشاه در سال (۱۰۲۹ هـ) رفت .
دیوان طالب درد ست نداریم تا پیدا کنیم که راجع به کشمیر چه و چقدر گفته
است ، ما دو غزل داریم که دران راجع به کشمیر احساسات خویش را
بیان کرده است :

بها که مجمع خربان دلربا اینجاست	کرشمها همه اینجا ، و نازها اینجاست
قدم ز فقط کشمیر ، بر نمی گیریم	مقیم مرکز عیشیم ، و جای ما اینجاست
مده بفارت بیگانه ، کشور دل خویش	که ترک تاز ، نگه های آشنا اینجاست
کجا بهشت ، کجا بزم پاد زاهد !	تو ، دل بجای دگر بسته ، و جا اینجاست
جوان شو ، از نفسم ! همنشین ، مرو بچمن	اگر بکسب هوا میری ، هوا اینجاست

۱- مثنویهای طولانی دیگر نیز دارد یکی در توصیف ملکش خان که ازین بیت شروع میشود .

سرم را بمواز شوری در کمین است کی بی سوز دل آم آتشین است

دیگری نیز در توصیف خان مذکور دارد :

شجاع الملک ملکش خان ، که دوران بر او نازش کند ، چون جسم بر جان

سوم در حمد باری تعالی :

الهی ذره آگاهیم بخشش رهی بنمای در گمراهیم بخش

علاوه ازین مثنویها دیگر نیز دارد .

(مقاله دکتر عابدی اسلامک کلچر اپریل ۱۹۶۷ ع)

۲- لغت نامه دهخدا زیر طالب (۲۳ : ۴۴)

یا اولین قدم، از اهل راز ماندی باز
بسکنج گلشن خویشم، هوای گلشن نیست
کجا خیال که همراهی تو، تا اینجاست
کجا روم که، مرا باغ دلکشا اینجاست (۲)

ابیات زیر سروده است وقتی که با جهانگیر پادشاه در کشمیر بود :

فیض پیاله بخشد، آب و هوای کشمیر
چون خاک عشق یازان، هر لحظه در مشام
کشمیر می ستایم، از حق، بجائی جنت
شاهنشاه جهانگیر، چید از بهار او، گل
گردی ز نور بنمود، همرنگ نور، گفتم :
جنت کجا تواند، با او، برابری کرد
و صف بهشت جاوید، از عاشقان او پرس
هر کس، پی تماشا کردند خوش فضائی

این دو بیت نیز دارد :

هر صدم کشمیر را دیدیم و میبینیم باز
(طالب) چرا به حبله نه پیچد هنان چرخ
گر امان یابیم (طالب) هر صدمه اجیرم
کاندر رکاب شاه جهانگیر میسرود

۳- غزل زیر در همین زمین از بقای شاعر است که در مدح خان خانان سروده است :

غزل مولانا بقای

کجا رویم بجای دیگر، که جا اینجاست
بگو بختی که بر خود مبتد تهمت بوی
چه حالت است که هر کس که در دل جوید
گذشت مست و ندانست کز تجلی می
بجز شکایت بلبل غم که گوش کنم
بنجلوگاه بتان چون رسی، گران کن پای
چنین که از پی درمان بهره میگردی
تو گر ز اهل سلامت شدی درین سرکوفی
به نیم گردش چشمنی، قرار من بر بود
بشیخ خائفه از ما که زائران دلیم
ترا که منزلت قرب خانانان نیست

خلاف نیست، تو اینجائی و خدا اینجاست
مباد گوش کسی بشنود، صبا اینجاست
پی آورد بدل من که نقش پا اینجاست
چو بر فروزد و آتش شود گیا اینجاست
که حرف عشق بگوش من آشنا اینجاست
که روی در عقب و دیده در قفا اینجاست
بدره خویش اگر وا رسی دوا اینجاست
برو برو که، من اینجایم و بلا اینجاست
کشش بیا و ببین کاه و کهربا اینجاست
دعا رسان و بگو قبله دعا اینجاست
هوس کشد که (بقای) شوی خطا اینجاست

۱۳۷- طالع، پندت و بدهه لعل در، میربنگر

● بهار گلشن کشمیر: احوالش در دست نیست. در - بهار گلشن

کشمیر - غزل زیر ثبت است :

خاک بر گشتم و از کوی بست منزل ما
همچو پروانه، به شمع رخ جانان، سوزم
بسکه سرگرم فغانیم پس از مردن هم
غیزد آواز از الحاق چه خوش از سینه من
ساغر عشق بستان، گیر تو (طالع) شب و روز

ماند افسوس پی، درد و هوس در دل ما
جلوه حسن رخ یار، بود قاتل ما
موضع سیزه دمد شعله آه، از گی ما
جلوه گاه شجر طسور بسود مسخلف ما
که جز از عشق، نباشد بجهان، حاصل ما

(۲ : ۹۷۱)

۱۳۸- طاهرای، کشمیری

● تذکره نصرآبادی: خالی از لطف و شوخی نبوده، در هندوستان

بخدمت دانشمند خان میبود. مثنوی در مدح پادشاه (۱) گفته. این بیت از انجاست :

در از دهشت حجاب آسا برون ناخت
که در گلسوی هما استخوان نمیاند

بهنر ببری که سیل هیتش ناخت
کسی که، ساخت بقسمت، نمیکشد آزار

(۲۲۸)

۱۳۹- طاهر، میر طاهر علوی

● همیشه بهار: طاهر، استاد طور خود بوده، و نیز در همه سخنوران،

شاعری او مسلم الثبوت است. در عهد عالمگیری از ولایت بکشمیر رسید و سمانجا پیمانه عمرش لبریز گردید. من اشعاره :

قصیده که در اول دیوان دارد دوسه بیت ازان می نگارد :

بسل تر از نگه پریشان حیرتم
مد نگه طمناب خیابان حیرتم

از حد دودیده مطلع دیوان حیرتم
طراح باغ جلوه تمنای کیستم

گاهی باین طرز هم میفرمودند :

در کمان ابروش، شد نیم کش، تیر نگاه
از شکست رنگها سیر بهار زعفران

کند دیگر در نظر دارد نگه دزدیدنش
میکنه پیداست هر دم زیر آب خندیدنش

(خطی)

۱۲۰- طبخی کشمیری

● **معنف ابراهیم :** طبخی کشمیری ، هزال بیبهال بود . اوائل در فردین بعرفت طبخی اشتغال داشت ، در آخر ترک نموده داخل فرقه سخنوران شد . هر چند عامیست اما کلامش مربوط است . معاصر فروعی قزوینی و تقی اوحدی بود . (۱۳۷ الف)

۱۲۱- طغرای ، ملا طغرای تبریزی ، همدی

● **نصرت آبادی :** شخصی میگفت که : مشهدی است ! در هند میباشد . در نظم و نثر کمال قدرت دارد . چنانچه — منشآت — (۱) او بنظر فقیر رسید ، طورش غرابنی دارد در کمال پاکی . و کلامش مرغوب و خیالاتش محبوب . باوجود آرام — وحشت — تخلص دارد . مدتی در هند باعتبار ، قرابت میر محمد سعید میر جمله ، بود : بنا بر حب وطن مراجعت نموده بیلای بکد خدای مبتلا شده . بعد از مدتی طالعش مدد نموده زوجه اش فوت شده . باز بی علاج یک سال قبل از حالت تحریر ، بهند رفت . امید که سلامت مراجعت نماید . این اشعار از منشآت اوست :

فضای لامکانی ، بارگاهش هجوم بی نیازها ، سپاهش

۱- بنام — رسائل طغرا — که دارای هفده رسائل است مع رقعات و منشآت دوبار در مطبع فونکشور کانپور (۱۸۷۱-۱۹۰۳ع) و یک بار در لکهنو (۱۸۸۵ع) چاپ شده است . و مدتی شامل درس بوده است .

ندارد ایزد، از یک رنگی عار بسود الله را، تشدید درکار
نگردد بی حیانش، آب راهی دمی بی خار خارش نیست ماهی

تعریف باغ

سواری کنز ره گلزارش آید سندهش در نظر گلگون نماید
پی ضبط اصول صوت بلبل زند باد صبا کف بردف گل

تعریف کوه

بجای قلعه کوهش رسیده که رنگ چهره رفت پریده
ز موج لاله، از بس خورده هلو (۹) بسود راهش بصد باریکی مو

تعریف فیل

چنان عکس بدریا زد سیاهی که راه آب را، گم کرد ماهی

تعریف سرما

چنان در وی برودت پا فشرده که آتش در درون سنگ مرده

رباعی

اثنی عشری گوی ز پاکان برده صد حصن بکمبتین عرفان برده
پهسته بدین دوشش زده نقش مراد در نرد عقیده هر که ایمان برده
آنی که ترا، خیال کواکب سپه است خورشیدی و ذیلی سپهرت، قرص مه است
گر تیره نماید سپهرت، نیست عجب مه پهلوی آفتاب دائم سپه است (۱)

(۲۲۹-۲۴۰)

● کلمات الشعرا : ملا طغرا، شاعر خوش فکر و منشی طبیعت بود .

بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر برده . در تعریف راه کشمیر و شهر آن، رساله‌ها نوشته :

خوش آن ساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی خط پشت لب چشم قدح را گردد ابروی (۲)

۱- ریاض الشعرا دارد .

۲- تاریخ اعظمی و ریاض الشعرا و تذکره حسینی و شع انجمن و محبوب الزمن دارد .

آبرو میرود از دست بآمد شد غیر چون حباب ، از مه جانب ره کاشانه به بند (۱)

● همیشه بهار : ملا طغرای مشهدی ، اصل از مشهد مقدس است .
چندی در کشمیر توطن اختیار کرده بود . وقتی ابو طالب کلیم و حاجی
محمد جان قدسی — پادشاه نامه — برای شاهجهان گفتند ، طغرا این چند
بیت انشا کرد :

دو رهزن ، بهم کرده اند ، اتفاق	یکی از خراسان یکی از عراق (۲)
کتابی که ، از بهر دارای هستند	مرتب شد از گفته ، این دورنده
بسرود لفظ و معنی از وی بداد

در نظم و نثر قدرت کمال داشت ، و معانیهای غریبه بر زبان می آورد :

گویند نقش مارا کس پیش و پس نباشد	وقتی که من نباشم گو میچ کس نباشد (۲)
ساخانه زاد دایم ، باید که بعد مردن	تایوت ما امیران غیر از قفس نباشد (۳)
بسکه از سنگینی جان کنده پای خودایم	عمرها چون آسیا گشتیم ، و بر جای خودایم
	(خطی)

● تاریخ اعظمی : طغرا ، شاعر خوش فکر و معنی باب و منشی طبیعت
بود ، بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر میرد . در تعریف کشمیر و راه عبورش
— رساله — نوشته داد سخنوری داده . اشعارش نیز خالی از چاشنی مضامین
نیست

رفعاتش بطرز خیال بندی و تعریفات باغ و اقسام میوه و گل و جام و مل
از هر جزو کل ، بکمال دلپسندی مشهور . ارباب خیال است ، از فقرات

۱- همیشه بهار و تاریخ اعظمی دارد .

۲- مجمع النفائس دارد .

۳- تذکره حمینی و مجمع النفائس دارد .

اوست : درخت آبی از بی آبی ، روی بهی ندیده . نیز ازوست که ،
تحریر وصف ناسپانی نماید ، صفحه کاغذ نباتی . ازوست . رباعی :

کشمیر

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض دیدنش هست ضرور
گوئی که درین باغ چنین ساز قضا آورده نهال شعله از خرمن طور (۱)

از نوکران شاهزاده سلطان مراد بخش بود . قصیده در مدح شاهزاده گفته
است . اول آن قصیده این است :

دارای مرثی کرکبه ، سلطان مراد بخش زینت فزای سلطنت اورنگ آسمان

آخرهای عمر یکشمیر بتحریر یک و رفاقت ، میرزا ابوالقاسم دیوان مشهور
قاضی زاده ، یکشمیر آمده در گوشه معنی سنجی مشغول بوده .

استغنائی عجیبی داشت . در محله رانیواری — نزدیک شرب ناید یار؟ —
در یک دکانی دیوانه وار سکونت میکرد . چنانکه . . . ؟ صالح جراح گفته
میشود . چون رحلت نمود بر صفة — مقبرة الشعرا — بر سر بلندی پل ، در
کجن آسود . (۱۵۱-۱۵۲)

● ریاض الشعرا : ملا طغرای مشهدی ، در نظم و نثر دستگاه عالی
داشته . در زمان شاهجهان پادشاه بههندوستان آمده اکثر بلاد دکن را سیر
کرده ، آخر الامر در خطه کشمیر جنت نظیر ، پای همت در دامن عزلت و
انزوا کشیده ، همانجا در گذشت . این چند بیت ازوست که ثبت گردیده .

عشق از محیط شنبه ، چون سر بر آورد از بیضه حباب ، سندر بر آورد
سرچشمه این بادیه را ، خضر بند نیست برداشتمی کاش چو گوهر ز وطن آب

هما، بر دانه گرد آسپا، وقتی که برگردد (۱)

دگرگون گر شود چرخ، از لکده کوبش، شوایمن

ملا طغرا بکلم نوشته :

کز نو بهار ناطقه ات گلستان شدم
قانون نواز زمزمه بلبلان شدم
بودم اگر زمین سخن آسمان شدم
مشکین نگاه تا قلم استخوان شدم
روداده مشکل، بتو زبان هم زبان شدم
در جانب دکن بر خان زمان شدم
که اینک، قلم گرفته بتحریر آن شدم
گفتم که : سپر باغ کنم، باغبان شدم
آهنگ رمز داشته بلبلان شدم
بکشود لب که قافیه سنج زمان شدم
آمد بگوش و اینک ازان تر زبان شدم
گلچین باین چمن چو رسد باغبان شدم
هر چند در مقابله روشن بیان شدم
سرگشته در مفارقت این و آن شدم
هر چند گام فرق زدم ناتوان شدم

ای طالب کلیسم زمان و مسیح دم
مضرب، از تراشه کلک تو، ساختم
راه حدیث پایسته نظم تو دست داد
کردم نظر، بنافه آهوی خامه ات
حلال مشکلات قوئی اهل نظم را
ده سال پیش ازین، بتقاضای روزگار
از گفتهای خویش، بمن عوفاند مطلبی
رفتم بکوی او، گذرم پاسبان شدم
گل کرد، چون غلط زین شاخ، مطلبی
در یافت مدعا و بر انصاف راه نیست
اکنون برنگ او، ز تو نو مطلبی دگر
غارتگر نگه، برخست پاسبان شدم
ظاهر نشد که چیست تفاوت، درین دوبیت
معنی همان و لفظ همان و غلط همان
پنهانی راه فرق، که در جستجوی آن

(خطی)

● تذکره حسینی : طغرا فرمانروای مالک معانیء دلکشا، بابل گلستان

مشهد، ملا طغرا. در زمان شاهجهان پادشاه بهند آمده و در خطه کشمیر
جنت نظیر پا بدامن کشیده، همانجا رحلت نموده. ازوست :

یوسف، از عجلت بهتان زلیخا، داغیست
ز جمد پر شکنت، دل بصد فغان افند
توان گلی که، شب از دیدن چراغ رخت
ورنه، خودداری، او، نیز کم از زندان نیست
چو کودکی که، ز بالای نردبان افند
تذرو باغچه طور ز آشیان افند (۲)

۱- این سه بیت مجمع النفائس دارد.

۲- در بیت آخر مجمع النفائس و شمع انجمن و محبوب الزمن دارد.

میانش بینم و چیزی بدستم درنمیآید چو آن عکسی که افتد در دل آئینه، از موی (۱)
(۱۹۷)

● مجمع النفاثین : ملا طفرای، مشهدی. نصرآبادی اورا قزوینی (۲) گفته. گویا در عهد جهانگیر پادشاه بهند آمده. آوازۀ نظم و نثر او هر طرف افتاده. کلیاتش در هندوستان کمال شهرت دارد، علی الخصوص منشآت او. دیوان غزل قریب بده هزار (۱۰۰۰۰) بیت بنظر آمده. قصائد غرا دارد، ازان جمله قصیده در تعریف راجا جسونت سنگه گفته مشتملبر الفاظ هندیه. اگرچه در اشعار دیگرش نیز عمداً این الفاظ آورده. نثر او نهایت رنگین ست، عبارتش بسبب کثرت الفاظ هندی، بعضی از جاها بی رتبیگی دارد. غرض، او معنی یاب مقرری است، ازین جهت در بند الفاظ بایسته و معانی تازه است. و مذهب او این است که، لفظ تازه چون معنی صاحب دارد. با این همه زبان گزنده داشت که شرای عصر خود را بد یاد کرده و نسبت دزدی بانها نموده. ازین جهت شرای عصر هجو او نیز کرده اند. و بمقتضای — من عاب عیب — عمل نموده اند. حتی که در جناب مثل میرزا صائب علیه الرحمه سوء ادبی نموده و گفته :

(صائب) از پرده حیا لورچی دختر هیچ و خرامر پورچی

و میرزا، نظر بر بزرگی خود، چند شعر او بر سیبل انتخاب در بیاض خود نوشته. سبحان الله میرزای مذکور مغفور این حسن ادا در حق طغرا و سلیم

۱- در شمع انجمن هست.

میان میبینم و چیزی پچشم در نمی آید بدان مائد که در آئینه باشد سایه موی
۲- نصرآبادی تبریزی نوشته است نه قزوینی. نسخه خطی تذکره نصرآبادی که در بانکپور است نیز تبریزی دارد. از مؤلف — نشر عشق — همین طور اشتباه شده است. آنهم قزوینی بجای تبریزی نوشته است. (رک فهرست ۱۲۵:۴)

و غیره — که این ها با میرزا خوب نبودند — صرف کرده . خدایش پیامرزا ،
و نیز طغرا در حق سلیم گفته :

گفته دزد شاعران ، یعنی (سلیم)

و بطریق کنایه در حق قدسی و کلیم گفته :

دو دزدند کرده بهم اتفاق یکی از خراسان و گرا از عراق
و چون شعرای عصر را بدزدی نسبت میکرد ، ملا غنی کشمیری در مذمت
او گفته :

(طغرا) که بود روح کثیفش چو جسد با اهل سخن شده است دشمن ز حسد
گوید که: برند شعرش از باب سخن نامش نبرند تا بشعرش چه رسد (۱)

غنی نماند ، طغرا در بحرهای که تخلص او هوزون نمیشد — شیفته — تخلص
آورده . ازواست :

گر خدا میخواست ، ماهم از خدا میخواستیم
میروم از هر طرف چون بخیه بر بالای زخم
دشمن شدم بخود، بسپاه تو آمدم
مائن تنها باو امید فانی داشتیم
چه زین بهتر نه او بید مرا هرگز، نه من او را
داد صیاد بمن آب جدا دانه جدا
صراخی از چه ره، وسواس دارد، در نماز امشب
ترا بمصحف رخسار خویش، سوگند است
گل از پی او ، تا در باغ آید و گرید
از بهر تحقیق چتون، در پیش من زانو زند
که چمد برق و سیه خانه لیلی سوزد

خواستیم آسودگی، لیکن خدا هرگز نخواست
در سرکوی تو، از بس کشتگان افتاده اند
صف بسته غمزه ات ز پی قتل دوستان
چرخ دون همت بهفتاد و دو تن (۲) آبی نداد
نه من، از میکده بیرون روم، فی زاهد از مسجد
در قفس تا نکنم زرمه ، با خاطر جمع
دلش از خواندن صد چار قل راضی نمیکرد
بما ز روی چه زلفت کجست؟ راست بگو!
آن غنچه که ، از باغ رود بالب خندان
مجنون که، شورشنامه را زو به نمیداند کسی
موسم بارش ابر مژه مجنون است

۱- مرآة آفتاب نما دارد .

۲- کنایه از شهیدان کربلاست .

بآن پری بخورانید، یک دو جام شراب
 ز طاق خانه (ظفرا) کتاب و کاغذ را
 در سخارت کم ز حاتم نیست ناک باد دست
 تا نریم در غمش، آن بت گلپیرهن
 ثوبه چگونه نشکتم، در شب وصل، کان پری
 کس بفریاد جرس، گر نرسد، جا دارد
 ز جنس لاله و گل، نیست مادر و پدرش
 در محبت مست بنیادیم، مانند حباب
 فدائی غیر یک عالم جفا صاحب کلاهی را
 بی سبب قارون نهانده این قدرها در زمین
 از هوسهای تلون میکند گلبندهش
 بر بام فلک، ماه جهان رنگ نیازد
 آشوب قیامت که، نهان بود ز مردم
 زان پیش که از بیخه بر آریم سر شوق
 زان حثای کز گل خونریزی پروانه یافت
 زاهد نگفت می ده، دادم بار ایاضی
 نگین جم ز پشت نقره خنک خود فرو آید
 چهره اش، لبریز پرتو، کاکلش ظلمت فشان
 بر شمار عیب ما بیگانگان هم تاخند
 تا نمازد خورمی، بر آشک بلبل جای گرم
 میچکد، بر خرقه سالوسی زاهد، شراب
 هر پاره دل ما سودائی بتی شد
 شکوه دانه و دام، از نفس انداخت مرا
 دل و جان در قدم فاقه او صرف نشد
 یار چو همسایه شد، خانه ز طاقت فزاد
 دست میباید ز ایران شست، بعد از سیر هند
 شد چو منصور از پی کسب هوا بر بام دار
 یار سرگرم حیا، من ادب آموز نگاه
 بسی ریش کی رسد، بمحفظ در استیبار
 اشک در اظهار دردم برد از طوطی کرو

چوبی خبر شود، او را بمن حواله کنید
 برون فگنده، پر از شیشه و پیاله کنید
 دخترش را عزتی چون دختر حاتم کنید
 روز جدائی بمن بند قبا میدهد
 چون بکرشمه تن دهد دختر رز پسر شود
 دل که، بیدرد بود، ناله چه تاثیر کند
 فداتم این همه رعنائی از کجا آورد
 از پر کاهی پهرسو میبرد دیوار ما
 مطلق آفتی، پندار چتر پادشاهی را
 میکند هرسو تفحص گنج دقیانوس را
 صوفی ما گربه بیند رنگ شال طوس را
 کز پنجره زلف توده، روی تو پیدا
 در یوزه کنان شده بسر کوی تو پیدا
 بی طاقی افتاد درین نه چمن از ما
 رونق دست هروسان است پای شمع را
 خدمت ثواب باشد حیران بی زبان را
 چو یاقوت سوار او شود بر روی این پیدا
 اختلافی هست بام پشت و روی ماه را
 لیک مانع شد هجوم آشنا بیگانه را
 در گلستان و امکان بند قبای خویش را
 چون پیششارد گلوگاه مصای خویش را
 صد جا خروش دارد، یکجا خریده ما
 شور بیهوده ز چشم قفس انداخت مرا
 بیوفای بزبان جرس انداخت مرا
 زد بلبل بام ما بوسه لب بسام ما
 گر بهند آئی ز ایران از لب دریا بیا
 گفت: ای (ظفرا) چه پائین مانده! بالا بیا
 چشم تا کار کند، شرم حجاب است این جا
 در پشت نسخه جا بود اوراق ساده را
 بی زبان نتران شمردن طفل خاموش مرا

فقیر آرزو گوید که بجای کرو و اگر سبق میفرمود مناسب طفل بود :

تا نرسد نکبت رخس، باسیران در قفس زلف کرده باد صبا را
فقیر آرزو گوید که اگر بجای رخس، گلشن میگفت مناسب تر بود :

همت او را بین و طالع ما را
بود چو شیشه می، سخن ما بگردن ما
کردیم ذخیره پیر فردا
گر به بیند، یک نظر آن ابروی پیوسته را
میتراشد از لب جو، سبزه نورسته را
میتوان از رخت دیدن گلشن در بسته را
نیست در جای چمن، غیر از کنار جو مرا
مینمایند زخم این پهلوان پهلر مرا
ز صافی میتوان در پیش رود بدن نقابت را
چو رخ بر تابی از محفل نگیرد کس عنایت را
ما می بود که گشته ز برج شرف جدا
گیرد ز دشته قیمت عسکون چکیده را
مکرر گشت دهن، کان رو بهی داه قرآن را
همان بهتر که چون هینک بچشم مانعی پادا (۱)
همچو عکس شاخ گل، در آب میبینم ترا
از نسروخ چهره، در مهتاب میبینم ترا
همچو گل سر پنجه در خونتاب میبینم ترا
چو طفل اشک، بزرگی نبود قسمت ما
اشب سفید، دیده گریان شیشه را
اگر سرد است اگر گرم آب، ساکن سازد آتش را
بیش از حساب گر نکنی گریه کم چرا
چلا باغی میکند از جلوه چار آئینه را
بر عطار داد تقدیم آسمان فایده را
اندازه کسانبرد، ز دیوار پست ما

بوسه به پیغام داده، گشت پشیمان
چو رو دهد بر آن شوخ مست، رفتن ما
دل، تاب غمش نداشت، امروز
میکند دوران، سه عودین را دمسازم
تا چمن پر از خط فوغیزه، او را دیده است
وا نشد بد قیامش، از گریبان گل بچین
سیر روحانی است، عکس سرو و گل دیدن در آب
بوی عشقم، زنده میدارد! و گر نه، همچو گل
برنگ دختر رز، گر ز پیرامن برون آئی
همه رنگ همه بوی همه آبی همه آتش
جایی که از کف تو، در آید بدست غیر
خونخواه است غمزه او، کز کمال حسن
لب جان بخش او عیسی است، ریحان عطش مصحف
بدین نازک مزاجی تابکی هر جا نمی پادا
بسکه از خون صفاء شاداب میبینم ترا
گر شب تاریک برداری، نقاب از روی خود
و چه تردستی که پیش از تیغ ناز انداختن
ندید مسادر ایام، روی شوکت ما
عرومی ایام وصال، ز پنجه کرد
به تسکین دلم، یکسان بود لطف و عتاب او
(طفا) ز ابر قطره نشان، پای کم مدار
گر بود آن سرو قامت در لباس اهل جنگ
تا نشیند اهل دانش زیر دست آشمال
سمار دهر، خانه شطرنج را، نداشت

چون گل، حریف بستن دستار نیستم
 چو گلبرگی که، از جنبش نگیرد جا برو شبنم
 بمثل سازی خود گر دکان نچیده خدا
 چو گشت چهره کشای تو، ز آب و رنگ وجود
 چون قابل آویزه شد، طاق کمان ابروت
 در شهر بسند شوق چون خانه های شطرنج
 فاصح! از پند تو بیزارم، چه میگوئی مرا
 میکن عیم که: پشت سبزه و سجاده نیست!
 غمزه گفت از بهر (طغرا) تیغ ساز کینه شو
 رو بسویرانی نسیمآرد بنشای آسمان
 باد صبا چرا نشود غرقه پوش گل
 در چشمه که بگذرد آب از گلسو مرا
 بهندستان زلفش، شانه ترکش بسته، سپاید
 ز بسکه، هیئت افلاکیست در دل ما
 درین محیط که، سرگشتنت حاصل ما
 سبب خوش باد ساقی مگذر از فکر سحرغیزی
 بمسکد دارم نسبت از راه پرستش با شراب
 بدو منبیر است، پیمانان در شب
 پر شده پیمانه ام، ظریف ندارد اجل
 گر سبیل سر شکم، بنهد رو به نازل
 فتوی ده می هوای ابراست
 شدم خفیف ز بالا نشینی گسردون
 بر سرم داغ جنون تا ز خیالش گل کرد
 شقائق بنده روی چو ساهست
 بنقره بساج فرستد طلای دست افشار
 ساقیا! دختر رز طبع زلیخا دارد
 قابو طلب وصل چرا بومه نگیرد
 ز بسکه ریخته منعم بیخبل پیونده است
 باش غمزه بگفتار خویشتن (طغرا)
 (طغرا) حریف درد جدائی نمیشوی

دستار بسته، مگر انشد بدست ما
 ز بس دل میطبد دروی سر مونست غم را جا
 چرا بصورت بی مثلث آفریده خدا
 هزار رنگ، ز هرجانب کشیده خدا
 آویخت چشمت هر طرف، فتدیل تیر ناز را
 بی بهره کرد کثرت از کوچه خانه ها را
 میکند حرف تو آرام، چه میگوئی مرا
 در پی ناقوس و زفاوم، چه میگوئی مرا
 زد باو چشمک که، در کارم، چه میگوی مرا
 تا بکی بپند کسی این خانه سرکوب را
 کشکول فقر بافته از آشیان ما
 آید بسپاد جدول شمشیر او مرا
 نمیداند که اینجا کس نمیرد سپاهی را
 چو گرد باد، مشخص فکشت منزل ما
 یکی فتاده چو گرداب راه و منزل ما
 که فیض شام معراجست بزم صبحگاهی را
 میزنه لیک مهدی گر بگویم با شراب
 مستاب دانست، میخانه در شب
 ورنه زمن میگرفت، در عوض جان، شراب
 خاک نه دریا گل سرشوی حبابست
 تعلیم کننده هوا کیست
 یابن سپاه چه حازم که جای خود نشناخت
 لاله غمنازه کش گوشت دستار منست
 بنفشه از کنسیران سیاهست
 دمی که، ساعد شیرین بدست پرویز است
 بکمی ده که، بشکل پر یعقوب است
 امروز که دست تو گرفتار ایاضت
 زرش بکیسه صد پاره همچو گل بنداست
 بین که قیمت گفتار ایسزدی چند است
 بر ناتوان کشیدن آزار مشکلت

صد ناز کند خار چمن بر گل رعنا
 ما تشنگان، ز شیشه می، آب میخوریم
 دنیا و آخرت، چو ترازو افتاده است
 اشک بلبل بهر تعمیرش گرفته، گل در آب
 نیست از دست زبان و دل، یکی
 گلخن عشقم، چو غورشید اخگر آسوده نیست
 گر فوج خط هزار نهد رو بملک حسن
 از وعده وصل تو، وفا را خبری نیست
 بهر درازی عمر، زلفش دعا طلب شد
 ما دل خوشیم زانکه، بهما گرم بر خورد
 در گریه فشارد مژه، دامان زخم اشک
 بعد مرگ از سخن چسان گذریم
 فتوی سرخ روی مستان، چرا نهاد
 ما آست عشقیم، ز ما، صبر مجوید
 کسی که عاشق او شد، خدا ملاحظت داشت
 نیامدی که، مهبادا بهرم از شادی
 سیه فامی که، پایش سرخی از رنگ حنا دارد
 ز ماه چارده هرگز نترسد آن هلال ابرو
 از کشاد و رصد باغ ارم، دارد منار
 مویم چوپنبه، بکه سراپا سفید شد
 صیاد، بر آشیانه ام، تا سخت
 روزی زاهد بیچاره تو کل نشد ست
 دلم بیتاب شد (طغرا) خبر کن آن جفا جورا
 ما مصیبت زدگان را، چه توابع به ازین
 صیاد بر آزادی صید است، مهبادا
 جور کنی، وفا کنم! زخم زنی، دعا کنم!
 شب، نهال قامتش را، دلکشا میخواستم
 ابرد پرستی آرد، روز جزا خجالت
 کسرا وسیله بگلچینی نگاه کنم

تا در بر او جامه یزنگ گل خار است
 چون این فرات بسته شود، کربلای ما ست
 یکسو اگر کمست دگسر سو زیاده است
 موسم گل هر کجا دیوار باغ افتاده است
 لب بفکر دیگری، دل در سراغ دیگری
 همچو گردون، توده خاکسترم، آسوده نیست
 پروا مدار، تا سر زلفت سر آمد است
 مردیم ز هجران و قضا را خبری نیست
 آیین بر آمد از دل، تا شانه دست برداشت
 دوزخ اگر فسوده نگردد، بهشت ما ست
 یک قطره ازین آب بمیزاب حراست
 زینب سنگ مزار ما سخن است
 مفتی اگر سیاه درون، چون کتاب نیست
 کین طرز عمل، گفته پیغمبر ما، نیست
 چگونه عشق نوزم به دلربای ملیح
 بیا که! مرگ به از انتظار میا شد
 چنان ماند برم، چون دود آتش زیر پا دارد
 که چندین لیمکامه زیر یک کاسه چرا دارد
 دست هر کس که بیک بند قباي تو رسد
 خاتم چو پنبه دانه، بر اعضا سفید شد
 دانت که، سال و پسر ندارد
 ورنه امروز، چرا توشه فردا برداشت
 که پیچ زلف را بکشاید و طرز دگر بندد
 کسه بهر جا بنشینم فغان بر غیزد
 ما را یفریب قفس، از دام برآرد
 چون بدل تو جا کنم، باش بین چها کنم
 بر گریزانی ازان بند لب میخواستم
 نتوان حساب دادن از روی سرده ساده
 کسی که محرم او نیست آشنای من است
 (۲۲۲ الف - ۲۲۴ الف)

● سرو آزاد : ملا طغرای مشهدی، طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد. طرح نثر بطور نو انداخته، و لآلی عبارات را، بجای تازه، نظر قریب جوهریان ساخته.

از ولایت خود بسواد اعظم هند خرامید، و یکچند در ظل عنایت شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان پادشاه بمراد دل کامیاب گردید.

و در رکاب شاهزاده بسیر ممالک دکن پرداخت، آخر در کشمیر جنت نظیر، گوشه انزوا گرفت و همانجا بمقر اصلی شتافت. و در نزدیک قبر ابو طالب کلم مدفون گردید.

طغرای کلامش به این خوش نقشی صورت میبندد :

ز بهر دادن سر، پای خویش قائم کن (۱)
تا بقریانت شود با تیر میسازد کمال (۱)
بغیر ترک هوا صرف این کلاه مکن
بسوی دوست نگر، سوی خود نگاه مکن (۲)
نشسته باش و تواضع به پادشاه مکن
باآواز دف و نی، دختر روز را همیانا کن
نتوان چو ابر، بر سر دنیا گریستن
از عیش غربت کی کند پوری تصرف در جوان
پیر چون شد میخورد از سایه (طغرا) بر زمین
چیزی دگر نخواهد، غیر از دهای پاران
تا توانی همچو گل، یک فصل خندان زیستن
از دود آه، سرمه بچشم ستاره کن (۳)

(۱۲۴-۱۲۵)

دلا! چو شمع، رگ گردنی، ملانم کن
کج نیاید کام دل، بی اتفاق راسنان
کلاه فقر ز ترک گل و گیاه مکن
اگر چو آینه، سر تا قدم شوی همه چشم
گدای عشق، گرت جانشین خویش کند
عروسان را بسوی حبله، نتوان برد بی سازی
باید چو برق، خنده زنان از جهان گذشت
موی سپه کافتد ز سر، هرگز نمیگردد سفید
سایه می افتاد از (طغرا) در ایام شباب
میثایای ساغر، چون سر نهد بسجده
در سه فصل عمر باید، سر بجیب غم کشید
شاید ببیند، آنچه بسا کرد آسمان

۱- شمع انجمن دارد.

۲- نتائج الافکار دارد.

۳- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

● مرآت آلتاب نما : طغرا ، بعضی اورا مشهدی نامند . و صاحب تذکره نصرآبادی قزوینی نوشته . در انشا قدرت تمام داشت — منشآت و رفعاتش — شهره آفاق . آخر عهد جهانگیر در هندوستان رسیده بسیر دکن پرداخت و در کشمیر توطن گرفت . — ساقی نامه — قریب پنجاه هزار بیت در جواب ظهروی نوشته ، هجو معاصر خود ، که قدسی و سلیم بودند ، کرده . غنی کشمیری در هجو او گفته :

(طغرا) که بود روح کثیفش چو جمه با اهل سخن شده است دشمن ز حسد
گویند که برند مفر او بباب سخن قاش تبرند تا بشعرش چه رسد
(عطی ۱۸۶ - الف)

● نتائج الافکار : ملا طغرا ، صاحب فکر بهار پیرا ملا طغرا . که اصلش از مشهد مقدس است . بطبع رنگین در چمنستان انشا پردازی داد گلشنانی داده . و بگلهای آبدار معانی ابواب بهارستان بر روی نظارگیان کشاده . بکلام رنگینش دامن گلچینان سخن لبریز ، و عبارت متینش بکمال لطافت حلاوت بخش و شور انگیز . فقرات دل نشینش از فرط نزاکت ، رنگ پیرای سحر سامری . و طرز خاصه فصاحت آگینش ، چهره آرای عرائس جادوگری . طغرای منشور بلاغتش اگر نامند بجا است ، و گل رعنای باغ فصاحتش اگر دانند زیبا .

ملا از ولایت بگلگشت هند رسیده ، چندی در ظل عاطفت ، شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان ، بنهایت خوش وقتی ساز و برگ جمعیت بهمرسانیده ، و همراه رکاب شاهزاده بسیاحت مالک جنوبیه وقت خوش گذرانید . آخر الامر در کشمیر دلدیر بکنج انزوا نشست ، و همانجا اواخر ماهه حادی عشر ، رخت سفر آخرت بر بست و متصل قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید . این چند بیت از طبع رنگین او بنظر رسید .

(به شعر دارد ۲۲۱)

● **شمع انجمن :** طغرا مشهدی طغرای منشور استعداد است ، و فروغ پیشانی قابلیت خداداد . طرح نثر بطور نو انداخته ، و لآلی عبارات را بجای ناز نظر فریب جوهریان ساخته .

از ولایت خود بسواد اعظم هند خرامید ، و یکچند در ظل عنایت شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان پادشاه ، بمراد دل کامیاب گردید ، و در رکاب او بسیر ممالک دکن پرداخت . آخر در کشمیر گوشه انزوا گرفت ، و همانجا بمقر اصلی شتافت . و در نزدیکی قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید .

و منشآت ، که کارنامه رنگین و نگارخانه چین است ، غایت شهرت دارد . طغرای کلامش باین خوش نقشی صورت مینماید :

(سیزده بیت دارد ۲۷۸-۲۷۹) (۱)

● **دهخدا :** طغرا ، تخلص شاعر یست از مشهد مقدس . صاحب دیوان و مثنوی و منشآت ، اکثر اشعارش در این کتاب به طریق اسناد مذکور است . (آند راج)

● **وفات ملا طغرا :** ریو در فهرست (۲ : ۲۲۷) نوشته است که : طغرا همرام شهزاده مراد در معركة بلخ بوده ، و بکشمیر رفت و آنجا با میرزا ابوالقاسم میبود ، و در آخر عمر در کشمیر از علائق دنیوی کناره گرفته در انزوا میبود ، تا آنکه حیات را پدروود گفت . و بقول مؤلفین تذکره : در مزار الشعراء کنار کلیم در خاک آسوده شد . از سال (۸۱۰ هـ) پیشتر وفات یافته است ، زیرا که در — مرآة العالم — که در همان سال تالیف شد ، ذکر طغرا دارد و ازان پیداست که پیشتر از وفات یافته بود .

(۲ : ۲۲۷ — بانکپور ۳ : ۱۲۶ — ایتھی : ۸۶۸)

۱- محیوب الزمن تذکره شعراء دکن — که در اردو نوشته شده — شرح حال طغرا دارد ، زیرا که طغرا چندی در دکن هم بوده .

(۲ : ۶۹۵-۶۹۶)

● آثار ملا طغرا : ملا طغرا — طوریکه در اوراق گذشته از نظر گذشت — دیوان، رسائل، مثنویات، و منشآت دارد. منشآت و رسائل در این شبه قاره بسیار معروف و قرن‌ها در درس شامل بود. نگارنده در باره آثار وی هرچه معلومات فراهم آورده است، آن بقرار ذیل هست.

کلیات طغرا : نسخه بانکیپور (شماره ۳۳۳) اوراق ۵۲۰ (۱). این مجموعه، دیوان نظم و رسائل در نثر بقرار ذیل دارد :

دیوان

(۱) ساقی نامه : (ورق ۱ تا ۱۲۷ الف) بیت اول :

زهی لطف سازنده آب و خاک برقص آور سبز طاقس تاک.

(۲) غزل : (ورق ۱۲۷ ب تا ۲۹۲ ب) غزل نخستین. ابتدا به این بیت.

نمیشد نوع دیوان ما، رشک گلستانی زبسم الله بر سر گرنیزد شاخ ریحانی
غزلیات بترقیب تهجی. ابتدا :

تا نام تو، سر دفتر معنیست رقم را بر فرد بیان سجده خرد راست قلم را

(۳) قصائد : (ورق ۲۹۲ ب تا ۳۵۳ ب)

تبارک الله ازین بزم عشرت افروزی که عیش میرسد از وی بچار حد جهان

(۴) فرد : (ورق ۳۵۷ الف تا ۳۵۸ ب)

صد دل، یک‌نگه تو، سوزد جدا جدا یک‌آتش است، و شمع فروزد جدا جدا

(۵) مثنویات مختصر، ترجیع بند، ترکیب بند، خمس : (ورق ۳۵۸ ب تا ۳۹۷ الف) مثنوی اول به این بیت شروع میشود.

بنام آنکه، شد سازنده چرخ برقصی چرخ، چون معروف در کرخ

وسائل

بعد از دیوان رسائل در نثر اینطور دارد :

- (۱) فردوسیہ : (ورق ۳۹۷ ب) در تعریف کشمیر و در بیان گل و سبزه ،
آبشار و باغ و کوهسارها (۱) .
- (۲) تاج المداہج : (ورق ۲۰۲ الف) در تعریف شاهزاده مراد بخش . ابتدا :
چون این نسخه زیب لوائج شدہ ... سرخ روئی
قلم بنگارش ثنائی شہنشاہیت الخ
- (۳) الہامیہ : (ورق ۲۰۶ ب) در تصوف . ابتدا :
در نزد محبت ہمہ جا غفل حکمت الخ
قد المہد کہ نقش مرادم در پوست تختہ تجرد نشہ الخ
- (۴) مرآة الفتوح : (ورق ۲۱۱ الف) در حالات فتح بلخ و بدخشان
از دست شاهزادہ مراد بخش در سال (۱۰۵۵-۱۰۵۷ هـ) . ملا طغرا
درینموقعہ ہمراہ مراد بخش بود . ابتدا :
یکہ نازان میدانش تقریر از دولت سہایش الخ
- (۵) مرتفعات : (ورق ۲۱۵ الف) احوال دربار جہانگیر . ابتدا :
نوبہار آمد کہ مفراس از پر بلبل کند الخ
- (۶) تجلیات : (ورق ۲۱۷ الف) در تعریف کشمیر و مدح میر حسین
سبز واری . (۲)

۱- رک : ریو ۲ : ۴۲ شماره Add. 16,852 و ایتھی دیوان ہند شماره ۱۸۸۶-۱ : ۸۶۹

نیز رک : همین رسالہ فردوسیہ بر ص ۵۲ کتاب حاضر

۲- رک : همین رسالہ بر ص ۶۰ کتاب حاضر

- (۷) مشابہات ربیعی : (ورق ۲۴۰ ب) یا مشابہات بدیعی . ابتدا :
موسم آن باشد که مینا راگ ہندی میکند الخ
- (۸) کنزالمعانی : (ورق ۲۲۲ الف) در وصف شاہ شجاع . ابتدا :
نفایس مخزن دہان جواہر حمد مکرمیست الخ
- (۹) تعدادالنوادر : (ورق ۲۲۳ الف) در احوال راہ کشمیر و در وصف
ہفت منازل راہ . (۱)
- (۱۰) مجمع الغرائب : (ورق ۲۲۵ ب) در تعریف چشمہ کمام (کشمیر)
ابتدا :
- چہ نویسم از وسعت دریا چہ کم الخ
- (۱۱) تحقیقات : (ورق ۲۲۷ الف) وصف بہ انداز شاعرانہ راجع بہ
آسمان و ستارہا . ابتدا :
- از بس غلط است حرف قاموس فلک الخ
- (۱۲) آہنگ بلبل : (ورق ۲۲۸ ب) جوش بلبل یا دیباچہ معیارالادراک
نیز گفتہ میشود . در تعریف و در بیان حقایق شعری و روحانی
اشعار حافظ شیرازی . ابتدا :
- پیشرو ساز سخن قرآنہ حمد صائمست الخ
- (۱۳) نمونہ انشا : (ورق ۲۲۹ ب) در توصیف اورنگزیب عالمگیر .
ابتدا :
- سمین وردی ز یاسمین دادند الخ

(۱۴) دردناک : (ورق ۴۳ ب) یا گریهٔ قلم . در تعریف موسم باران
ابتدا :

گریهٔ قلم خطاب این رقم ... دردناک
طفرست که از ماتم افروزی ... الخ

(۱۵) معراج الفصاحت : (ورق ۴۳۳ الف) در تعریف سید بهادر خان
ابتدا :

از حق سخن معجزه آئین خوام ... الخ

(۱۶) انوارالمشارق : (ورق ۴۳۷ الف) . ابتدا :

ای جوش دل سراسی و جام از تو ... الخ
شب نشینان بزم سخن بشراب حمد خالقش سرخوش اند ... الخ

(۱۷) پریخانه : (۴۴۱ الف) در تعریف شاه عباس ثانی .
ابتدا :

ای راقم فرد رزق چه صبح و چه شام الخ
لفظ قلمی که قطعه نویسان مقال سر مشق تازگی الخ

(۱۸) وجدیه : (ورق ۴۴۷ الف) در تشبیهات موسیقی . ابتدا :

نغمهٔ دلنشین بترنم حمد سازنده مقام پذیرد ... الخ

(۱۹) کلمة الحق : (ورق ۴۵۴ الف) برای 'آزادی' شاه و شاهزاده . ابتدا :

دوران چو در سایش مردی بما نداده ... الخ

(۲۰) آشوب نامه : (ورق ۴۵۵ الف) در وصف هفت مثنوی زلالی . ابتدا :

شکر ناظمی که ابیات بروج سپهر از معنی
ابداعش صورت وجود بسته ... الخ

(۲۱) ثمرهٔ طبی : (ورق ۴۶۱ الف) تشبیهات و استعارات و تراکیب

طب . ابتدا :

ای درد تو بهتر از دوائی دیگری ... الخ
لشکر حکیمی که درد بیدرمان ایوب از داروئی صبوریش ... الخ

(۲۲) جلوسیه : (ورق ۲۶۶ الف) در جلوس عالمگیر پادشاه . ابتدا :

ای کسوکبه ات فروغ پیمای سریر ... الخ
سر زبان از حمد شهنشاهی تواند بتاج رسید ... الخ

(۲۳) چشمه فیض : (ورق ۲۷۲ الف) خطاب به پادشاه در باره معراج
نبی کریم ص . ابتدا :

ای ملک وجود هر درت ماوائی ... الخ
حمد اکبر پادشاهی که لشکر نور ذاتش ... الخ

(۲۴) عبر نامه : (ورق ۴۸۹) یا - عبرت نامه - تنقیهای کاشی نوشته
شد ، راجع بسرقات نصیرای همدانی . ابتدا :

قلمی بهر مقیما شده عبرت نامه ...
درحالتی که تیغ جانفراش را قلمتراش شردی ... الخ

(۲۵) تذکرة الاحبا : (ورق ۵۱۹ الف) یا تذکرة الاخبار یا تذکرة الاتقیا .

در شرح حال چند مشاهیر کشمیر که معاصرین ملا طغرا بودند (۱)
از رسائل مذکور هیزده رسائل (۲) معه رقعات و مقدمه از طغرا ،

۱- رک : همین رساله در صفحات آینده ص ۷۶۵

۲- چاپ شده : فردوسیه - تاج المدائح - الهامیه - مرآة الفتوح - تجلیات - کنزالمعانی - مرتفعات
- مجمع الغرائب - مشابها ربیعی - معیارالادراک - تحقیقات - تعدادالنوادر - چشمه فیض -
جلوسیه - انوارالمشارق - آشوب نامه - رقعات - عبرت نامه - تذکرة الاخبار .
چاپ نشده : وجدیه - ثمره طبسی - نمونه انشا - پریشانیه - کلمة الحق - معراج الفصاحة .

بنام - رسائل طغرا - سه بنار در مطبع نولکشور (کانیپور
۱۸۷۱ و ۱۹۰۳ ع و لکهنو ۱۸۸۵ ع) چاپ شده است (۳)

(۲۶) رقعات : این جزو عبرت نامه است، و این رقعات بنام شاه شجاع
قاضی نظاما ، میرزا سنجر ، شمسای زرین قلم ، مسیح الزمان ،
قاضی زاده ، خواجه لالا ، طالب کلیم ، بزمی ، میرزا ابوالفتح ،
و غیره نوشته شده است .

(۲۷) خمسه ناقصه : راجع به دربار گولکنده (دکن) است که مجموعه
ریو (۱۳، ۷۳) دارد . ابتدا :

آزدهام از دیدن بیدری چند ... الخ

(۲۸) مرآة العیوب : در تضحیک پلچی خان امیر دربار گولکنده . ابتدا :
پولچی همه وقت باده غنابی نیست ... الخ
مجموعه ریو (۱۴ : ۷۳)

(۲۹) ضیافت معنوی : راجع به فقط در دکن . ابتدا :

بدکن سال غم آسایش دلها فقط است ... الخ
مجموعه ریو (۲۶ : ۷۴) .

● رساله تعداد النوادر : که عبارتی است ازین مقالات رنگین ، نزد معنی طلب
انشا سرمایه ایست بهر خیالات دلنشین . رباعی :

در تیره زمین هند ، دلگیر شدم وز غصه این خاک سیاه ، پیر شدم
شاید بکفسم گل جوانی آید در فصل بهار سوی کشمیر شدم

۳- دیوان هند ، از مجموعه رسائل طغرا ، نسخ دیگر هم دارد ، بر شماره ۱۵۸۷ - ۱۵۸۹ -
Add 16,852 (رک : ۱ : ۸۶۸-۸۷۵) نسخه موزه بریتانیه شماره
در سال (۱۱۴۱) استخراج شده است .

ایضا :

در منزل کوهسار این تازه سرشت گشته گل و باده، جانشین گل و خشت
با آنکه، رهش هزار طوبی دارد هشت است منازل چو باغات بهشت

چو کشتی

اول . چو کشتی : بجان افزای هوايش، غنچه دل از پژمردگی وارسته، و به نشاط پیمای
فشایش، غم بی برگی از میان بکنار نهشته . نسیم کوهسارش، پلنگ طبعان را بفکر نرم خوی انداخته،
و شمیم اشعارش متقلب مزاجان را دارو شناس اعتدال ساخته . تا پیر خسرود پهنپیر (۱) را مردم
این مکان نسجید، بمعنی - لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة - نرسید . چشمه بدهان
حباب از بهر تسنیم میخواهد، و جوی بزبان موج از حوض کوثر خراج میطلبد . رباعی :

سنگ از نم او سبزه سیراب دهد گلپهای ترش سبق بگرداب دهد
بکشوده ز چشمه کوه صد چشم هوس تا چشم خود از سبزه آداب دهد

نوشهره

دوم . نوشهره : اگرچه درون قلمه اش در رنگ برج کوکنار بی آرائش افتاده، بیرونش از
برگ زینت چون حصار لاله داد نهانش داده . در طینت خود را بهتر از ارم ذات الهماد میخواند،
و - لم یخلق مثلها فی البلاد - در شان خود میداند . دلربائی است که از دروازه بر نیک و بد
چشمک میزند، و خوش ادائی است که از کنگره بر سفید و سیاه میخندد . از نهایت زیبایی
برج بر دامش غسپیده، و از غایت رعنائی خندق بر گردش گردیده . بازار از بیتابی در پیش
او دراز افتاده، و جوئبار از بی طاقتی در عقبش تن بفریاد داده . رباعی :

واله شده بر فصل تموزش نیشان بهتر ز بهار گشته ایام خزان
از بی پاکیزگی، خاک دامن کوهش سر در قدمش نهاده، صد آب روان

چنگیزه‌نی

سوم . چنگیزه‌نی (۲) : اینجا زیر سازی بنگ برنیه رواج ندارد، که یاقوت کاری شراب
تواند نام بر آرد . بلبل این مقام بی کلاغ روح لال شهباز دم نمیزند، و آهوی این دشت بی خر
نفس بابا کپور چرا نمیکند . کیفیت هوا ابرها را اوج پیمای تر دماغی گردانیده، و نشه زمین کوهها را
بمروق سرخوشی رسانیده . اگر نسیم این مفرخ زار دست تحقیق و تفحص کشاید، - ان الفجار
لفی نسیم - از مصحف گل بر آید . رباعی :

۱- موضعی ست خوش و خورم .

۲- بازار چنگیزخان .

روشن بمسرات است چشم تر آب و ز موج کشوده حوض او دفتر آب
فواره نداد یک قلم تن به نشست استاده همیشه چون الف بر سر آب

راجور

چهارم . راجور : اگر پسر زمینداوش گندم نمیافاد = آدم صفی الله یک جودل بگندم
نمیداد . و اگر دختر مرزبانش سبز رنگ نمیبود ، خضر نبی بسبز پوشی کف نمیکشود . از
هکس گل رخان خاک سرچشمه تازگی یافته ، و از سایه سروقدان آب بخوشخرامی شتافته . اگر
نقاش صنع صورت سبز ان را باین حسن نمینگاشت : صدف — لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم —
نمیداشت . رباعی :

کوهش، بشت سبزی است، پراز عشوه و ناز دارد ز دو آبشار زلفین دراز
از خوش کسری ستاده در هر طرفش عالم عالم صنوبر از بهر نیاز

تهانه

پنجم . تهانه : سلاج هوایش از گنهای ابر علم بر صفحه ابروی دارد ، روی زمپش از
رنگینی عبارات گلستان را بنظر در نمیآرد . بلندی روائش حرف پستی عرش را برکسی نشانیده ،
و شمس طاقش روی تسخیر آفتاب را از آفاق گردانیده . حوضش عروسی است آئینه صفا بر زانو
نهاد ، و بجهت شانه کردن از موج گیسوی خود کشاده . بقصد خرامش سنگ مرمر بر خاک
راهش قرش گردیده ، و زمین جلوه گاهش از آب روان — یالینتی کنت ترابا — شنیده . رباعی :

هر قطره او، گشته به از ، لؤلؤ تر و ز حسرت آن، خشک شده آب گهر
فواره او بست سببی بالای ست گز آب فشگنده بر سر خود چادر

بیرکله

ششم . بیرکله : بزور هیزه سیراب هر کوهی صده معدن زمرد را خاک مالی میدهد ، و
بفرط لاله شاداب هر پشته هزار کان یاقوت را بر زمین میزند . اشعارش چون نقش نذرو رنگ
بست تر و تازگی افتاده ، و جوپارش چون چشمه طازمس بقونه کاری گلها تن داده . اگر بآتش
لاله کان نقره در جوش نمیبود ، آبشار قلعه کوهش سیم گذاخته نمیشود . هر که این آبشار آسمان
پیونده را ندیده ، معنی — و انزلنا من السماء — را نفهمیده . رباعی :

از قطره ، شده بوسه ربائی در کوه و ز موج ، فگنده پیچها در سرکوه
پسای از سر کوه بر ندارد هرگز چون سرکش کوه کرده جا بر سرکوه

پوشانه

هفتم پوشانه : بمشابهت اشجارش نخل طور شجره نجاست میدارد ، و بمناسبت جوئیارش چشمه کوثر نسب نامه لطافت میآرد . هر کوهی ژنده پیل احمدی است خرقه پوش سبزه ، و هر پشته ابراهیم ادهمی است جبه دار سه برگه . هوایش گلنهای شاداب ابر را دسته میکنند ، و فضایش لاله های سیراب شفق را بدامن میکشاند . از کشت زارش مضمون -- فی کل سنبله مائة حبة -- پیدا ، و از چشمه سارش معنی -- لتخرج به حبا و نباتا -- هویدا . رباعی :

بی تخم زمین گشته به از مینا سبز وز تازگی خاک شده خسارا سبز
در جوی نصیب اگر بود قحطی آب بی آب شود چو گلشن دیبا سبز

پیر پنجال

هشتم : پیر پنجال (۱) : اگر سنبل شب در کوهش ریشه میداشت ، پشته سبز فلک معدوم میانگشت . و اگر نسرین ماه از جویش بهره میدید ، منت آب از چشمه آفتاب نمیکشید . تذرو اشجار بزمزمه -- تجری من تحتها الانهار -- تر صدا ، و کبک کوهسار بترنم -- فیها عین جاریه -- رنگین نوا . سقای مرغان را از هوایش دستگاه آب میسر ، و آدم آبی را از خاکش برگ زندگی بیشتر . غباریکه ندارد اگر از زمین برخیزد ، بفریال شگفتگی خاک فیروزه می بیزد . رباعی :

از ابر گذشته تیغ این کوه شگرف سر چشمه کوثر شده در آتش صرف
بر چشم کبکسود چرخ گل میافتد از یسکه سفید است ز گچکاری برف

اگرچه از پای این کوه پرشکوه تا اصل کشمیر بهشت نظیر ، اندک مسافتی هست ، چون نصیب تماهای گلنهای گوناگون طی مسافت بخاطر غیرسد ، گویا که مسافتی نیست ، از نهایت جوش لاله جهان جهان غری بر شهر و ده ریخته ، و از غایت لطیفان بنفشه عالم شگفتگی بکوچه و بازار آمیخته . مقرر مصحف گل -- و نهی النفس عن الهوی -- را معکوس فهمیده ، و قاری سیپاره سنبل -- فان الجنة هي الهوى -- را مخصوص کسی نه داده . سرو موزونش از بلندی طبع سخاوتی تخلص دارد ، و صنوبر نمنا گویش از رسائی ادراک خود را اوجی میشارد . از هر گل زمین صد بال تذرو طرح نقاشی میپذیرد ، و از هر قطعه بخاک هزار دم طاووس سر شفق گلکاری میگیرد . رباعی :

کشمیر ، بهشت بی در و دیوار است تا چشم کند کار ، گل و گلزار است
کو سلفه نهال او ، که در ترفیش جوی قلم از آب سخن سرشار است

ایضا :

(طنبرا) شده نیسانی قنریر سخن سرسبزی ازو یافته تحریر سخن
تا پای خزان به باغ لطفش برسد گر دست بهار را زمین گیر سخن

● رساله فردوسیہ : عبارتست ازین بوستان معنی پروردی ، که چون در موسم اردی بهشت بهارحیش پرداخته ، از جوی قلم انشا ، در زمین رضوان پسند کاغذش از برتبری ، بجای سنبل و نسرین خط و خال حور و غلیان فمال ساخته .

... ..

ثنای بهار پیری که ، انگشت سبزه را بدانهای شبنم خلطان مبدعه گردان قبلیل خویش نموده ، و حمد نیمان آرای که پنجه پتفشه را از نسیم وضوی باران به بستن پیمان سجده خود کشود ،

... ..

گلستان ، سینه رنگین ز داغش چمن ، افتاده و نه سراغش

... ..

کھنکھ وصف صفتش ، اوج تقریر گل از صفتش ، گلزار کشمیر (۱)

کشمیر

چند شهری که ، اگر نسیم گلستانش بطرف بدخشان وزد ، آب نمل بوی گلاب گیرد . و اگر نسیم چمنش بجانب یمن غلطه ، خون عقیق رنگ زمرد پذیرد . در دامن کوهسارش پامین از بس بیکدیگر بافته ، غمل سبزه در هیچ طرف جای خواب نیافته . مردم دیده بفکس پذیری گلنارشان کارخانه دار شفق سازی ، و طفل نگه بمشاهده لاله زارش گرم شغل آتشبازی . در طی مسافت کشت زار زعفران تذرو آفتاب رنگ پرواز باخته ، و در سیر بهار ربیعان زاغ شب باشیان اقامت پرداخته . پتفشه خط گلرخان اگر برو در نیمایند ، خود را به پتفشه زارش میرساند . سنبل زلف خوبان اگر پای خود بسته نمیدهد ، سری بسنبستانش میکشید . سوداگران شهر سبز و سبا تا از کارگاه بهار سازی چمنش متاع غمرمی در نگاه نه بندند ، نهال نشوند . و ذریافتگان قابلیت نشو و نما اگر بنزعت کده گلشنش ریخته امید ندوانند ، برخویش بنانند . گل خورشید اگر بنظر بهارش در آمدی ، از خیزان بر آمدی . و بلبل صبح اگر بشاخ گلشن نشستی ، لب از فغان نه بستی . ناطقه را از شماره گلهای الواناش رنگی نیست ، و باصره را از اندازه اطراف گلستانش طرفی نه . سبزه با شش جهت عهد یک جهتی بسته ، و سه برگه در چهار حد مربع نشسته . طفل غنچه تا بخاکبازی سر بر آورده ، کچه اش بمقد هزار رنگ گل کرده . فرگس می پرست انگشت نمای دست از قدح نکشیدن ، پتفشه سیاه صفت ثابت قدم بسر غلظیدن . و از موج خیز رنگ گل زورق آشیان بلبل طوفانی ، و از رطوبت سبزه سرد شعله آواز تذرو در ویشه دوانی . بفتوای اعتدال هوا تنور افروخته لاله بانگشت داغ صلح نموده ، باقتضای بساکیزگی قضا طفل بیدست و پای شبنم بپشتن شفقس سوسن

کشف کشفوده . آفتاب هرگاه فرش زرین پرتو در سبزه زارش گسترانیده ، زمردین برپجیده . و
 سحاب هر وقت نهال آتشین برق در گلزارش کاشته ، نخل گل افشانی بر افراشته . ابرها در راه
 هواداری این گلشن شب و روز بهم چشمی در قطره زدن ، فیولتر بنشاط سر از زمین بر آوردن در
 انداز کلاه بر آسمان انداختن . از طرب انگیزی خاک موج رود بتار قانون در نوا خوانی ، و از
 سیکروسی آب رقاص حباب باصول خفیف در مقام روانی . ماء معینش دستگاه روشنی بدرجه
 دارد ، که عکس زنگی را از پایه تیرگی بر میآرد . پنجه آتشین آفتاب تابمحاذات آتش رسیده ،
 از سردی گرم لرزیدن گردیده . بدستاری فیوض هوا شگوفه پنبه مینا در بار بستن ، و بنشاط آوری
 جلوه بباد مرغ بیضه فولاد در سرود خواندن . بتحمین ملایمت نمیش سر درختان پیوسته در
 جنبش ، و بانداز صید شمعش کند موج آب در دست پیشش . صبا بکاسه گوش حباب در پیمانش
 نفقه نر آبشار ، شمال بزعنه تار موج در نوازش ساز جویبار . سرچشمها هوادار طوفان
 تردماغی ، پای درختان دستیار طغیان شگفتگی . بید مجنون را اعتدال مزاج میسر ، و تاک فسرده
 را خون گرمی شیشه و ساغر . ساق چنار آسمان غلطخال ، تخته مشق بلند پروازی طائر خیال .
 شاخسار صنوبر رقص پرداز ، ساز و برگ رسانی ادا و انداز . پیچیدگی طره شمشاد ، مجموعه دار
 پریشانی باد . قامت سرو افراخته ، اندازه بال افشانی فاخته . شفقکده گوش گل ، دستگاه رنگ
 نفقه بلبل . شبنم افشانی اوراق نرین ، تارنخ گسستن عقد پروین . هجوم نکبت نشتن ،
 نشان تسخیر غتاوغتن . پشت گل جعفری ، روکش بوته کیمیاگری . موج رنگ شقائق ، به
 نیابت برق لائق .

بهار اینجا ، به هستی آشنا شد
 فلک ، یک پشته سبز از بهارش
 زمرد ، بر طلای شعله پوشید
 سمندش ، در نظر گلگون نماید
 بر افروزد چو شمع ، انگشت گلچین
 نگردد دود آه لاله روشن
 زبان غنچهها ، روی دراز است
 بباغش ، روزها هم شب نشینی
 گرفته لاله ، بر کف قلم داغ
 ندارد غش طلای آفتاب است
 همه دمساز همچون پرده ساز
 سرود ، از سایه اش پیچیده در خاک
 زند بباد صبا کف بردف گل
 زند قمری ز بال خویش دستک
 بهرواز پیاپی میزند حال

گل و سبیل ، درین گلشن بنا شد
 شفق ، سرچشوش رنگش لاله زارش
 به تشریفش ، بهار از بسکه کوشید
 سواری ، کز ره گلزارش آید
 ز آتشبازی گلهای رنگین
 عجب کز آتش رخسار گلشن
 گل رعنا ، ز بس سرگرم ناز است
 کند سوسن ز روی پیش بینی
 برغم جوهری ، هر دو درین باغ
 زرگل ، سکه دار آب و قاب است
 بشاخ ذوق مرغان نفقه پرداز
 ز بس از گل بود ، بلبل طربناک
 پی ضبط اصول صوت بلبل
 برقص انگیزی سرو گران تک
 نذر آلودگی افشاند از بال

نمیدان مرغ این گلشن ، نمیدن	نگردد سبزه اش سیر ، از دیدن
کشیده کوهها ، از قبضه خاک	بجوش سبزه و گل ، سر بر افلاک
بجای ، قلعه کوهش رسیده	که رنگ ، از چهره رفعت پریده
ز موج لاله از بس غورده پهلوی	بود راضی بعد باریکی سر
ز طنین گل و سبیل ، بگلگشت	نه کوهش میشود معلوم نی دشت
زمین گل ، آسمان گل ، بحر و بر گل	نمانده در عدم گوئی دیگر گل

..... فواکه کشمیر

چشمی را سر رشته لات بینائی است که ، بانداز میوهائی السوائش کند نگاه کشوده ، و دستی را پایه ذوق رسائی است که ، در شاخسار درختانش پر نور جلوه نموده . زرد آسوی آفتاب از تار شمعی بتخل باغش همه روز در تلاش پیوند ، و کیله ماه نواز رشته عیائی بشاخ شجر آسمان سراغش همه شب پای بند . زال چرخ خفته پروین را از شاخ ادنای تافش بفورگی چیده ، و پیر گردون گردگان کواکب را از پای یک درختش بدمان کشیده . باشتغال تعریف این مجمع شیرینی لب دوات در انداز زبان مکیدن خامه ، و با شتمال توصیف این منبع چاشنی دهان مقراض لذت پذیر اصلاح نمودن نامه . نی" بوریا بهم نشیننی خاکش از بس بلذت پیوسته ، نیشکر مصری به تزارش نقد هستی در گره . مرغ نگاه از آشیان دیده بر شاخ میچ نثری نه نشیند ، که در برخاستن از سرچوش حلاوت رشته بر پای خود نه بیند . درختش چون از دستگاه ریقه برگ میوه پروری یافته ، شاخسار فراخ حوصله اش از پسته دلنگ ریخ تافته . اگر پسته قزوین بیادام تر و تازه اش دل نمیداد ، نسیم باغ گزین چون مغز در پوستش نمیافتاد . ریواس (۱) چون بنهال خود نمائی سری نداشته است ، برگ تن پروری خویش را از دست گذاشته است . هر جا تعریف ناشپاتی در لباس بزبان آید ، توصیف شکر پاره پنبه قماش گفتار مینماید . نهال زرد آلو اگر بمیدان نمیتاخت ، چوگان زمرد برگوی طلا که میانداخت . جای که سببش دکان خود فروشی میچند ، سبب ذفن خوبان روی خریداری نمیبند . شکرک — که سبزی او زینت شاخسار است — قا خام است ، در شیرینی پخته کار است . آلوچه — که پیشتر از میوهای شیرین رسیده — با وجود ترش روئی روی خود درم نکشیده . چون نسیم بشاخ میوه کاری اشجار در آریخته ، جهت بهی خمیره صندل و آب نبات بهم آمیخته . اگر درخت مسوم درین وعده گاه فخر پا مینهاد ، نهال بوستان ارم در راه میوه او سر میداد . توت پیشرس بهجوم چاشنی شان غسل را پس نشانده ، و شفتالوی نورس محض درختشینی بمهر بسوسه خوبان رسانده . بشهد چشائی سایه قیسی لب جوی مجنون فروتنی ، بشور افشائی" جلوه انگور کرجه شاخ شرار روشنی . بدلاسی صاحبی فخری هرات بر مسند افتخار ، از غیبت آبسی خلیل مرو باقش نمرودی گرفتار .

(۱) بروزن گیلان ، گیاهیست خودروئی ، مردم آنرا خورند .

شاه آلودی درخشان - رشک فرمای لعل بدخشان ، شیرین کار عتاب ، بآلب دلبران در شکراب
مثنوی :

بیک فانوس نارش ، صد چراغ است
که دارد خرّه اش را پاد بردوش
نماید صفحه کاغذ نیساتی
بدل سختی درو نرمی سمیرد
ز ملک شهید جویان خراج است
که باید خسته او هم شفای
رسد ، پروانه اش را خرمن شهید
که گردد سبز شیرینست میر
که دارد ، ریزه های قند ، در شیر
نیاید لب برویش راه نسبت
کشاید کف بروغن نالی کام
بجای پسته فندق میشیند
نگشته هم نیک ، با جمرعه شان
حلاوت آنچه بودش در گره بست
ز بهر مرغ لذت آب و دانه
هوا تا روز محشر چاشنی بیز
درین کسپار صمیمتها نمودی

ره پروانه ، تا در صحن باغ است
چنان به با تجرد ، شد هم آغوش
گه تحریر وصف ناشیساتی
چو زرد آلو بغربی نامور شد
کدو امروز تا فیروزه تاج است
چنان شد بسوی شفتالو دوی
بود ، با خوشه تا انگور را ، عهد
به آلوده برای کام خود زر
چو طفل ، از کف مده ، پستان انجیر
بود از بسکه با سپش نزاکت
زبان آرد چو بر لب ، حرف بادام
چو ساقی ، پیش مستان ، نقل چیند
کسی جز بادرنگ ، از سبز پوشان
چوزد ، در ظرف قسمت خرزّه ، دست
نموده جمع یکجا ، هندوانه
فضای کوه و صحرا میوه آمیز
اگر فرهاد شیرین کار ، بودی

..... سرود و حسن همیشه بهار کشمیر

بهم نشینی سایه پناگوش مطربان ، جلاجل دائره در آتش ، و بکمند افگنی شعله آواز ، غنیان ،
پروانه از بغل بیضه در کشاکش ، طنبوری به بند انگشت طنبور در کاسه شماری شراب سرود ، قانونی بجوی تار
قانون در آبیاری باغ نغمه داؤد . موسیقاری بر پنجه موسیقار در پالایش رنگ گل ترانه تازه ، کمانچی
بتاب گیسوی کمانچه در آرائش پیچ مرغوله بلند آوازه . چنگی بسوزن مضرب در رشته تار ساز طرب
کوک کرده ، ذی بدسازی قلم نای و نقش پر کار دست بطراحی هوا بر آورده . از موج خیزی
رطوبت سرود کاسه خشک رباب ، بشادابی حباب . از آتش افروزی صوت گلو سوز استخوان
سینه عود ، بسوختگی دود . ساعتی نگذرد ، که زبان مضرب صد رمز شور انگیز بر گوش ارباب
خرد نکشد . و زبانی نیاید ، که لب جسام هزار نکته رنگ آمیز در کار اهل هوش نکند .
بمیرآبی گلزار حسن خوبان میثای می سحر غیز ، و بصفت شکنی لشکر ملال دوران فوج پیاله
جلوه ریز ، ساقیان لاله رخسار بساغری عهد یکرنگی بسته ، و محبوبان گلزار بانداز برقص برخاستن

نشسته . گاهی که بسایح دست بر آویزند ، خرد در بینی پا شدن معذور است . و جای که برقص قدم بر دارند ، هوش در سر گذاشتن مجبور . بحر اصول بفرمان افتاده شیرینی حرکات . مقام آهنگ از جا در آمده دلشینی نغمات . دلربایی حسن صورت نهد را ثبات قدم مقام عشاق کرده . و رسائی آوازه حسن خورشید را به اثر شکستگی رنگ در آورده . شیره شانه از شمع آفتاب جمال در شبستان زلف بيشب ، چشم شوخ آئینه از هجیوم فروغ تماشا مژه ریخته اضطراب . غمزه در فضای آتش رخسار بتاب کشی تیر مزگان در کار ، عشوه بهوای گرمی عذار بهجا افگنی کمان ابرو گرفتار . گیسوی شیرنگ فتنه انگیز ، پشیمان روز رستخیز . زلف مرغونه پرداز ، فریاد رس اهل نیاز . پشیمان سرمه پرست . ترکان میاد مست . لب شیرین تبسم . سر چشمه شور ترنم . مثنوی :

گل و می هر دو جنس یک دکانند
بببای نغمه ، در سیر مقاسی
شرار افروز گرمی های سازش
چشیده نبش مضرابی رگ ساز
چوبیرگ گل ، نماید پوست بردف
هوای ز آتش رخسار دیده
که یک دم ، بی لب او ، بر نیارد
شود مرغونه زلفش پناهنگ
توان صد نغمه رنگین شنیدن
رمد کیک فلک ، از آشیانه
زنان را پرده ساز است چادر
گرفته کاسه عطسور برکف
دمیده ساز و بزرگ نغمه شوق
هوا را ابر از بحر اصول است
فشانده از ترنم بر هوا رنگ
غزل خوانی کنم در عشق آن گل

(۱)

سرود و حسن اینجها جمعه نمده
ترنم ریز هر سو ، خوش خرامی
سراپا نغمه پرداز نوازش
ز مزگان بستان نغمه پرداز
فستد چون مطربان را ، سایه از کف
ز آب نغمه ، چون دف نم کشیده
بمطرب نبی چنان دل بسته دارد
مغنی ، چون زنده در زلف خود ، چنگ
کنه چون چشم مطرب ، ساز دیدن
ز شور انگیزی نقش و ترانه
صراحی بهر مردان است افسر
گدایان پوست تخت افکنده از دف
ز دیوار و در این گلشن ذوق
نسیم نغمه را ، یک عرض و طول است
ز هر جانب زده مرغی بر آهنگ
نباشد دور اگر من همچو بلبل

... ..

..... مناظر آب دل

گل نیز بخاراش ابر باران دگر
کشتی میساخت بهر طوفان دگر

دل چیست ! بآب خود ، گلستان دگر
میداشت ، گر از موج گلش ، فوج خبر

۱- غزل هفت شعر دارد . شعر اول :

گلستان جلوه گاه آن نگار است

بیا ساقی ! که عید نو بهار است

زهی دریا چه که، از جوش گل آتشین، هنگامه گلستان خلیل را گرم ساخته، و از طغیان سبزه دلشین بسرسبزی کشتی و ملاح برداشته. از قرار گرفتن آتش نقش ایستادن چنانچه باید نشسته، و از بسیار بودن زلالش روان گشتن از تصرف دست شسته. غواصان آتش درنگاهداشت سوختگی، نفس، شناوران هرسو دست و پا زده آشنای فریاد رس. رفتن تا میانش نرفته، کسی تا کجا رود، و رسیدن بکنارش نرسیده، کسی بکجا رسد. از بن غبن که پرسالت ابر باد سلامی فرستاده، لب دریا از موج در زیر دندان تاسف مانده. از رطوبت هوایش ابر نیسان تر دماغی، و از خرمی فضایش نو بهار خضر سر چشمه شگفتگی و شادابی. گلپای رنگین سرخ و زردش پرچیدن دکان لعل و کهربا تر دست بساط گسترده، برگهای سبزه سبز و نیم سبز بشکست کار زمرد و فیروزه کف بهم داده عهد بستن. موجی که بسایه گلها در آید، برنگ قوس قزح بر آید. حبایبی که بسبزه دیده کشاید، ساغر زمردین نماید. سطح آتش تا پیروردن کول کف کشاده، بدخشان را از لعل آتش در نهاد افتاده. نشو و نما در غوطه کاری آب و تاب، نسیم و صبا در شناوری رنگ و بوی گلاب. خرمی و شادابی بیخبر بهار بهم آمیخته، و دمیدن و شگفتن بی اطلاع نایم بیکدگر در آویخته. آب برنگ گل، و گل برنگ آب ایستاده، داد نکبت و رطوبت داده. از زمین تا آسمان طوفان تر و تازگی، و از مشرق تا مغرب چهار موج رنگینی و شگفتگی. آری! گلشن عالم آب کم ازین نشاید، گل کردن که چه محیط ازین کمتر بظهور آید. مثنوی:

نمیآرند هرگز در حسابش
تلاطم غیز موج بال بلبل
در آب حن شان کشتی شناور
فتاده ماهیان در دام آتش
گلستانی بدست باد داده
که هر موجش، ز آب نفه رود است
نماید رقص، در وحدت گه آب
گل نفه بگلپای کول رنگ
زده موج طرب، بر گوش اختر
بدستش کاسه همچشم حساب است
شفق در بادبان از پر تر نمی
شده فیلوفر افلاک لاله
که فانوس خیالی شد حسابش
چراغ، از شعله دائم تر دماغ است
ازین آب و هوا روشن بیانم

بسگلها، بسکه روداد است آتش
بهرسو کشتی، طوفانی گل
رخ کشتی نشینان شعله تر
ز عکس لاله رخساران سرکش
بهمست نساخه ایان کف کشاده
درین دریا، چنان جوش سرود است
ز صوت مطربان، پیوسته گرداب
فشانده هر طرف، از شاخ آهنگ
ز هر زورق صدای نفه تر
رگ طنبور، رشک موج آب است
لب کشتی هم آواز دف و نی
ز رنگ آمیزی، عکس پیاله
چراغان رو چنان نقشی بر آتش
رطوبت را، ز بس می در ایاخت
بحمدالله، که سن هم تر زبانم

..... باغ فیض بخش

از رطوبت سایه درختانش ماهی زمین در انداز شناوری ، و از رغبت زر گل‌های
الوانش قارون بوته ساز کیمیاگری . شمشاد بسانداز پرواز مرغان نگاه طره بدست انداز داده ،
و سرو بشماره صید دل‌های آگاه چنین از دام گیسو کشاده . بخوان سالاری اشک ابر
طبق‌های خسته بر غصوان شگفتی گل افزوده ، و بریزه کاری نقره کار شبنم افشان غبار
بر اوراق مجموعه سنبل نموده . نسیمی جسانب ریحانش نگذرد ، که سر مشق تازگی بسوی
خط خوبان نبرد . بسایه پروری گل جعفری خاک را آب و تاب طلای احمر ، و بمکس
پذیری ارغوان زمین را بساط رنگینی لعل تر . از شر افشانی آتش گل پنبه نسترن در معرض
سوزش ، و از موشکدوانی چراغ لاله سوخته سوسن گرم افروختن . صبح اگر از بیاض
نسرینش دم زنده ، مجموعه سواد شب را برهم زده . در پای چنار و سانی خجلت زده
کوتاهی دست ، و در سیر آبخارش روانی تر شده لغزیدن پای . از نهایت صفائی آیش وقت
فوج عکس از گم شدن محفوظ ، و از غایت شهرینی ز لالش طفل نگاه در غوطه خوردن
مخلوط . مرغوله ریزی آبخار باتحاد مقام در اصول روانی ، نواخت از زمزمه نخیزی جویبار
در پست و بلندی بچپانی . کسوک نغمه زیر و بم موسیقار فوارها سرشار تر صدائی ،
رقاصان حباب انگشت نمای موج بخش ادائی . مشوی :

چو تار ساز گردد نغمه انگیز
ز آب نغمه تر جوی منقار
ز سوز صوت ، طوقش در گداز است
بنقش بال خود آمیخت آهنگ
که در هر نغمه ، صد ره شانه بین است
ندیده ، یک زمان خود را نشسته
کنده گر سرکشی آتش نهاده است
لباس سرو سر تا سر دریده
طرب ریز است ، دائم آبخارش
ز تاب قندش ماهی گیاب است
فلک را غوطه ها در آب داده
تواند دید ، دود آتش گل

نگاه از سیر این باغ طرب خیز
بهر سو عندلیبی کرده سرشار
دل قمری ز افغان شعله ساز است
قدرو از بسکه شد با نغمه پیکرنگ
ز دهد ، نغمه سازی دلنشین است
صنوبر بسکه دل بر رقص بسته
چنار از وجد پالادست شاد است
ز بس قمری بهر سویش کشیده
گل ذوق است ، در آغوش غارش
زمین از مستی آتش خراب است
کف از فواره ، تما حوضش کشاده
هواش بسکه شفاف است ، بلبل

..... قصر باغ فیض بخش

درین گلزار ، قصر زر نگار است که صحنش را ، ز عکس آن بهار است
صحیفه زمین را از طرح بنای آن نقشی نه نشسته ، که کارنامه مانی به تعظیمش

● رساله تجلیات : طفا تا از تجلیات خویش بیهوش ساز کلیم ناطقه نگردید ، بمعنی خالقیت آن حق کیش ، در باب نظم و نثر بظهور نرسید . رباعی :

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض ، دیدنش هست ضرور
گوی که ، درین باغ چمن ساز قضا آورد نهال شعله ، از گلشن طور

جای موسی خالی ست که پرکاری تجل درین کوهسار مشاهده نماید . و از بسیاری شمشه کم تواند که بجانب اشجار دیده کشاید . هر طرف پشته پشته ، روشنی الوان بر سر هم ریخته ، و هر جانب کوه کوه رنگینی درخشان ، بیکدیگر آمیخته . درختان مسیح زبان نکرار ورق آفتاب نموده ، و جویبار مشرق دهان بخواندن طومار صبح لب کشوده . بدستاری هوای پائیز سفیدار فواره نور مینماید ، و بسرکاری برگریز سرخ بید آبشار یاقوت بنظر میآید . آنچه سیما بگریزان در بوته انداخته ، اکسیر ساز مهرگان ذهب ساخته . و هر جا که نقاش بهار ، طمع پردازی کرده ، طراح خزان بزر نشان سازی ، دست بر آورده . بمشاهده تذهیب مصحف گل نیلم مردمک دانه کهربا ، و بنظاره حلکاری مجموعه سنبل آبنوس مژه شوشه طلا . زغنی که بر درخت نفسته ، مرغ زرین بر خاسته . مینای که بشاخ دویده ، نوری گردیده . خیار دستی دارد که خلخال طلا بسازد ، و قمری میتواند که بطوق مرصع پردازد . عکس درختان روی آب را ، پانژی گل افشان نکرده که چشم حباب نیفرورد ، و آبروی موج نسوزد . گل زرین ایام حسن خود را برشته میداند ، و بلبل دران مقام خود را سوخته عشق میخواند . بمقتضای فصل ، طفل شبنم قبای نباتی پوشیده ، و بفتوای موسم ، نقره و طلا در یک بوته جوشیده . در کارخانه چمن داوای رها شب اندروز میبافند ، و در کارگاه گلشن بجای اطلس زریفت میسازند . روز نسترن شب رسیده ، و شام سوسن بصبح انجамیده . سبزه با مژه آفتاب سر همچشمی دارد ، و سه برگه از ماه چارده خود را زیاده میشارد . برگ درختان شعله ایست تنگ ، و گل بوستان اخگر یست خشک . آسمان از برگ اشجار متلون یو قلمون ، و زمین از شاخسار رنگا رنگ گوناگون . شهروده رنگ بست بست طراوت افروختگی ، و کوه و صحرا سه مست نشه سوختگی . مثنوی :

ز شادابی نسیمه بلبلان در آب است آغشته رنگ خزان
شور سازی ناله فداخته درین خشک و تر ، آتش انداخته
اگر لاله ، گردید بی آب و تاب چه غم ، ساغری شد تپبی از شراب
خزان صالح ز سنبل کشیده؟ حکیمی باین بی وقوفی که دهد
گل ، افشاند همیان خود ، بر زمین ندارد دگر رمزنی در کمین
ز دست خود افگند ، نرگس عصا درین فصل دارد سر بسادپا
شفائق ز بند زمین رسته است چو فواره از جای خود رسته است
ز غربال اشجار زر بیخته بصحن چمن ، اشرفی ریخته

از آنجا که دل نشینی این چمن است که بهار ریشهٔ توطنی ندانیده که خزان یکبارگی توانهش بفربت افگند، بلکه در عین زمستان، در بعضی از اطراف این گلستان، خصوصاً کوهسار بکلی بهار، رنگ خزان ندیده، و بوی برگریز نشتیده. از جوش سبزه کوهساری زمره سر بر آسمانها کشیده، و از طغیان لاله پشتهای یاقوت به کپکشان رسیده. از بنفشه و یاسمین رنگ و بو میچکد، و از ریحان و نسترن تر و تازگی میریزد. رباعی:

بهار، دید نگاه دیار کشمیر است دو چشم چار یک چشمه سار کشمیر است
بهر دیار که، گل کرد سال سبز چمن نسیم و شبنم گویند کار کشمیر است

آری! چون تمام اجزای سال مشروط است بآنکه، هر فصل چنانچه باید، در باب تربیت موالیذ سعی نماید. لاجرم خزان لباس دست زده نسیم را، از قن خزان گلشن بیرون میکند، و زمستان بآب و صابون برف بدن شان را شست و شو میدهد. تا بدستگیری نو بهار، بهتر از اول بلباس کمرش در آید، و مرغان چمن را بیشتر از بیشتر گرفتار نمایند. و زعفران زارش تخم غنچه کاشته، و خرمن خرمن شگفتگی برداشته. باغبانان بنهال کردن گل ترانه مشغول، و دهقان بکاشتن تخم نغمه صاحب محصول. در کوچه و بازار حسن ریخته، و بر در و دیوار عشق ریخته. زمینش تریبهای باران را نمیدبرد، و گل برم خوردگی در آب نمیگیرد. سیلاب هر چند قندی نماید، خاکش از جا در نیاید. رباعی:

گل نیست درین شهر، بجز لای شراب هر چشمه، وهی بود، بدریای شراب
گشته غم باده آبشار چمنش فساره بود، گردن مینای شراب

کوتاهی سخن، دست تصرف خزان باین گلشن درازست، عندلیب قمری در مقام سوز و گداز. قوت نامیه اگر کف زور آزمائی نمیکشاد، زرده بیضه خاک این چنین بیرون نیافتاد. رگ ارغوان اگر بفشار در آید، یک آسمان خون بر آید. آب دل تیغ موج بر آورده، و قطع آشنای کول کرده. کشتی آتشین رویان تند گذشته، و آب در حلقه چشم گرداب گشته. مثنوی:

چه دریا، چه صحرا، چه شهر، و چه ده بریده امید از گل روزبه
شود چون رقم، زردی برگ تاک نباید زبان قلم، شعله ناک
زند بید مجنون، دم از عاقل ندارد چو پیران، سر جاهل
چمن زادگان را، بلاغت رسید دل دختر رز، بشوهر کشید
چنار، از فراق جوانی، بسوخت چو پیران، ز برگ طرب چشم دوخت
ز یکجا نشستن گل آزرده بود نمیش بسیر چمن رو نمود
زبان یافت از کثرت انبساط که روی سن شد بباسغ نشاط

بزرگان باغ، راغب گرفتن جام کوچک دل. و سرکشان راغ، مائل در آمدن بزم فروتنی. سبزان چمن، از شراب زرد خزان سیاه مست افتاده، و نازنینان گلشن، بجام باده ارغوانی دست نهاده. نرس گس بر تپه بی شعور نگشته، که جام از دست نداده، و بنفشه بدرجه بیخود نشده، که سر بجای پا نه نهد. از شربزدگی گل غنچه دل آزرده

است ، و سیاه مستی ریحان ، بر طبع لاله خورده . آب و رنگ یاسمین ، از ریشه خیار ریخته ، و رشته حیات نرین ، از خمیازه کشی گمیخته . سنبل یک سو از خود خبر ندارد ، و زلیق خویش را ، از رفتها میشارد . نظم :

برغم یکدیگر خوبان گلزار	ز بس ، خوردند می ، رفتند از کار
ز جمعیت فتنه ، نظم گلشن	پریشانی ، تسخیر کسود سوسن
صدای پارگی ، دارد دف گل	بود کسوک شکستن ساز بلبل
به برگه ، از مثلث دیده تاثیر	ندارد ، بعد ازین حاجت پتھریر
قلو از دست برد چرخ دانه	که بر بال و پرش ، هم گل نمائند
به تشنهائی فتنه سر آزاد	ندانم در چمن چون خواهد استاد
سفن در وصف باغ فیض بخش است	ز خوان فیض ، تابخش است ، بخش است

بفته انگیزی باد ، سروسان گل بر روی هم میچسبند و بشعبه بسازی صبا ، طفلان غنچه بر یکدیگر میدوند . سوسن هندو مذهب ، آتش پرست خزان گردیده ، و نسترن فرنگی مشرب ، بدود آشامی لباس کوشیده . لاله پری صفت در مقام غائب گشتن ، و پنفته دیو صورت در انداز تنوره زدن . ارغوان بر سرخروئی ، با اقرار خود میزید ، زعفران در پله جوانی ، بر امثال خویش میچرید . حسن گل چون زبان بقفا ، بنافرمائی سر بر آورده ، و گیسوی سنبل چون گل رعنا ، بدورنگی میل کرده . وقت سماع بر سر شمشاد زر میباشند ، و گاه رقص در پای سرو زمرد مورزند . نظم :

صنوبر ، برده دلها را برندی	بر رنگ سپرته گلگون هندی
حسنا بسته ، چمنار سالخورده	بسکردار جوانان دست برده
ز عکس ریخت زرتار سفیدار	رود آب طلا در جوی گلزار
نرزیب ارغوان را رنگ دیگبر	ازان رو سرخ میپوشد مکرر
کیود و زرد ، شد پیراهن قاک	برنگ کسرتنه زردوز افلاک
صنوبر نیست بارش ، جسته جسته	مکرر دل بقصد خویش بسته
مده (ظفر) ز کف ساز سخن را	چو بلبل مدح خوان شو هرچمن را
سرودی از مقام لار سر کن	فغان را زین ترم تازہ تر کن

از بیم لشکر خزان ، زمینداوان سبزه ، در پی گریختن ، و از تعدی سپاه مهرگان ، مرزبانان به برگه ، در فکر جلای وطن . غنچه را افسر پادشاهی گلشن از سر افتاده ، و قزلباشان تاج خروش رو بهزیمت نهاده . ریحان عنان شیرنگ را بستی نگذاشت ، که نگاهی تواند داشت . گلنار از پشت گلگون بسخنی بر زمین نخورد ، که تواند جان برد . زعفران هرچند براه گریز شافته ، بجز در پی طلبه عطار پناهی نیافته . نیلوفر چون حباب ، پشمی در کلاه ندارد ، سری بسآب فرو برده ،

فاکجا پر آرد . یکجا سپاه بهمن ، دستار گل پنبه ندافی ، و پیسر لشکر دی ، طره سنبل هدف موشگافی . جهازه نسیم ، بطریقی رم نکرده ، که حمل شقاق بر زمین نخورد ، و دست و پای لیلای داغ نشکند . از گل غیری شرارت میبارد ، و جعفری زر برشوت میبارد . صنوبر که پیردلی علم بود ، درین جنگ زرگری پیدلی نمود . مشنوی :

چمنار از دستگاه زور بهازو	ندارد سنگ جبرأت در نرازو
ز دست نرگس افشاده سنانش	گرفته غنچه از دهشت زبانش
نمیآید برش از دشنه بسید	ندارد جوهری چون فیغ خورشید
گل صد برگ ، از پس زرد گوشت است	بخون ریز خزانی سبز پوش است
فتاده هر طرف ، نسرین و سوسن	تن بی سر یزر مستان گلشن
کسمند جلوه شبنم ، گره شد	کیان غنچه اش ، از گریه ، زه شد
صنوبر میخورد پیوسته ، این غم	که بر زخمش ، که خواهد بست مرهم
کشیده صف ، بجای گل فواکه	که صفرا بشکنند از وی که و مه

بدستاری قوت نامیه در صحن باغ آتشبازی رو نداده ، که چشم یادام پشاشا نکشاید ، و لب پسته به تحسین باز نشود . مشعل ناشپاتی از چپ و راست فروزان ، و فانوس انار از پیش و پس آویزان . سیب هر طرف صد چراغ روشن کرده ، و انگور هر جانب هزار شمع برشته در آورده . شاخ عناب موشک هوای انداخته ، و درخت به بگرفتن گلی ماهتابی پرداخته . گردگان اگر بیدست و پا نمیبود ، درین کار آتش پاره می نمود . هرعر بموشک دوانی سر فرو نمیآرد ، و چمنار از دور دست باآتش میدارد . نظم :

به آتش ، بلکه رشک آب قند است	بدام لذتش ، نظاره بند است
حلاوت ، بسکه بر هرسو دوینده	ز بار سرو ، شیرینی چشیده
انار خنده ، رو ، طفل ست گستاخ	فکنده دست خود ، در گردن شاخ
زده شفتالویش از شاخ چوگان	رمیده گسوسی لذت را زمیدان
گره ، درکار انگور است ، پا بست	بدندان باز کن گسر میدهد دست
نبات ، از شوق امروزش ، بصد شاخ	دل قند ، از غمش سوراخ سوراخ
اگرچه میوه شیرین زده صف	ولی گلهسای رنگین رفته از کف
چه غم ، گر برگ ریز این چمن شد	خزان برهم زن سرو و سن شد
بنائوس دعای اهل عرفان	بهار قازه ، میآید به پشان
خصوصاً ، رهنمای دستگیری	حسن طینت حسین سبزواری
چو بکشاید ، در فیض نفس را	بهارستان نماید خار و غس را

سالک منصور کیش ، نمونه از روی حسالت برداشت ، عارف حق اندیش خلوت دل

بخیالش گذاشته . تیر دعایش در راست روی ، چون حرف اول ایزد الف است ، و قیغ باطنش در
 قندی حرف آخر کردگار طاق . دست قدرش اگر صبح ازل به تحلیل نمیکشود ، سبعة افلاک تا
 شام ابد در گردش نمی بود . کلاه فقرش حبابی است ، بر چشمه حقیقت دید کشاده ، و چنین
 آستینش ، موجی است ، برودخانه وحدت دست داده . شاخ مدره ، بمناسبت عصایش دلنشین
 قدسیان ، و شجره طوبی ، بمجانست فعلیش منظور بهشتیان . بخیه خرقة اش ، چشمی است
 از ماسوای حق پوشیده ، و بند جبه اش ، زبانی است بحر - لی مع الله - گردیده . ابرق
 قناعتش ، از سر چشمه بی نیازی لبالب ، و بورهای خلوتش ، از بیشه شیر مردی مرتب . کمنه
 وحدتش ، دائرة افق تجرید است ، و تکه کلاهش ، قطب فلک تفرید . مثنوی :

کمان غیرتش ، در چله خانه	تپهی گمر دست ترکش بر نشانه
گرفته پیش او ، بهلول داننا	ز علم معرفت ، درس الف بنا
ازو جسته ، دوائی شیخ عطار	چو گشته ، در ریاضت خانه بیمار
بزور باطنش ، منصور حلاج	نهاده بر سر دار فنا ، تاج
ندارد ایزد ، از یکرنگیش عار	بود الله را ، تشدید درکار
ز قرب آستانش ، کسوه بشاران	زده صد طعنه بر تخت سلیمان
بخدمت روز و شب ، از یاری بخت	ستاده آب دل ، در پائی این تخت
ز هر جانب ، هزاران باغ دلکش	ز عکس میوه ، دیوارش منقش
بنا کرده خلایق بر لب دل	ز رافشان قصرها ، مانند جدول

الحاصل ، در هر طرف صد باغ میوه دار است ، و در هر جانب هزار عسارت زرنگار .
 مسافران اختیار توطن کرده اند ، و متوطنان نیت سفر از دل بر آورده . در موسم برف ،
 کافور صبح میبارد ، و زمین خود را رو سفید میشارد . دل بستگی یخ ، باین باغ مشهور
 است ، و قطع تعلقش ، از تیغ آفتاب دور . نزاکت میوه ها بر تپه نیست که ، بی اعتدالی
 لشکر بهمن را تاب آرند ، و گریزان نشده علت بطیبت دارند . آری ! هندوانه ، حوصله
 برداشت خنکی هوا دارد ، و سرما ، هر چند تندی کند ، ببری بزرگی خود نمی آرد . از
 بسکه دل شکسته است ، بسر بریدن خود کمر بسته . ابیات :

هوا تا سرد میشد میوه ها رفت	خزان هم زین گلستان جدا بجا رفت
باین باغ طرب ، هر کس در آید	زمستان هم نمیخواهد بسر آید
برای پیش و کسم ، در سایه میغ	کشیده کوهها بسر یکدگر تسبیغ
ز شوق آنکه گردد چون پیاله	دمیده از کف میخواره لاله
درین گلشن چسراغی گسر کند گل	زند پروانه اش گلبانگ بلبل
چو (طفا) وصف خوان این چمن شد	برغم بلبلان ، رنگین سخن شد

خیال تمیز و فکر تیز بساید
سمنه طبع را همسیر بساید
سختور، ابا سخن دارد سروکار
زمین فکر، چه گلشن، چه گلزار
رباعی :

خط، عشق بنور این سخن میازد
اوراق، بلفظ روشنش مینازد
چون خامه جلا پذیر شد از رقصش
آن به که، تجلیات، فامش سازد

● رساله تذکرة الاقبا :

(طغرا) ناک تیغ زبان نیز کنی
در وصف شهبان، سخن جلوریز کنی
آن به که، بجای خفتگان دم صبح
تسریف دوازده سحر خیز کنی

شیخ محمد علی تبتی

اول : پدر بقعه پاک طینتی، شیخ محمد علی تبتی، به نسیم قناعتش سرخ و زرد خانوادگی،
خار بست گزین، و به شمیم ریاضتش قر و خشک سلسله سبیل، کوهسار نشین، زال چرخ هرچند
رشته شعاعی آفتاب را تافته، قابل بنخیه دوزی خرقه اش نیافته، چسبب تعلیش صندل درد سر
گمراهی ست، و خاک قدمش اکسیر کیمیای آگاهی، رباعی :

از روز ازل گشت طلبگار خدا
نشانعت دری بغیر دربار خدا
از گسهر ذات او نغیزد هرگز
چون دانه تمبیج بجز کار خدا

میرزا تمر خان

دوم : نکته سنج مراتب عرفان، مرزا تمر خان، در دائره خدا طلبی بقطعه ذات، میتواند
پی برد، و در صفحه اسرار جوئی بحرهای مکتوبی، تواند بر خورد، در آسمان اهلیتش
حقیق را پهلوانشینی اوج میسر، و در مهیج آدمیتش نخست را پایه تمکین بافوق برابر، در
جری قلش آب زندگی میرود، و بر سبزه رقص رنگ حیات میدود، رباعی :

شاداب همیشه خاطرش، از ره دین
یک مو نشود ز کار دنیا، غمگین
با او، همه کائنات اگر عکس افتد
چون آینه، هرگز نرزد چین به چین

حکیم محمد رضا خراسانی

سوم : خوش نشین محفل نکته دانی، حکیم محمد رضا خراسانی، طفل غاراش در مربع نشینی
نقطه و امتحان زبینه، و تذرو نامه اش در دانه چینی حرفهای آیان خوش آینده، از همسپشی
دواش، چشم فلاطونی دلشین باده تحقیق، و از یکرنگی مدادش، سیاه صبی خاطر خواء میخواره

تدقیق. حکایات کهنه، بلاغات زبانش تازه است، و ابیات پست بآشنای، بیانش بلند آواز. رباعی :

میسنای نکلمش چو گیرد قلقل در نغمه دهد ساممه را نشئه مل
بسر صفحه آواز، نرسد بلبل از خصامه منقار، بسآب زرگی

حضرت ملا محمد مقیم

چهارم : شناسای رموز حادث و قدیم، حضرت ملا محمد مقیم، در بیتی که، هروس مضمون باپردگیان ایهام نشسته، در دو تخت مصرعه، بر روی شاهد ادراکش نه بسته. خامه فطرتش، سر بنوشتن طومار صبح فرو نمیآرد، و قامه همتش، چشم بر خط شعاعی آفتاب ندارد. ساز نکلمش، کوک قانون شریعت است. و صدای لہجه اش، نواخت مقامات طریقت. رباعی :

حل میشود، از کلام او مشکل فقر آید، بلبش سخن بکام دل فقر
نعلین تجردش، در خلصوت راز نقش قدمش، دریچه منزل فقر

درویش عبدالله

پنجم : قاطع داسواه، درویش عبدالله. بمقراض لاریشه نبال تعلق را بریده، و چون تشدیدالله، از شاخسار تجرد گل چیده. مقراضش اگر به بریدن خط دلبران کمر میبست، قطعه حسن چنانچه بایست بر کرسی مینشست. هر که باغچه کاغذینش را دیده، منت گل از باغبان نکشیده. رباعی :

گاهی که، دلش بخط بری پردازد الفاظ بریده اش، بخود مینازد
افتد، چو هوای خرده کاری بسرش از برگ گل باغچه میسازد

حضرت محمد قاسم

ششم : بجزئیات رسیده مراسم، حضرت محمد قاسم. از خوشه چینی کشت رفتنش زال چرخ را سنبله در دامن، و از اهتمام دهقان حشمتش پیر گردون را نور در خرمن. بآشنائی، حروف ملاپشتش، زبان از درشت گوئی پیگانه. و بمهرفرزانی وصف الفتش، سخن با کلام وحشی همنفاه. در چمنی که نسیم غورش وزیده، سبزه از طرف ریشه قد کشیده. رباعی :

داغ است عطارد، از سخندانی او خورشید کباب، از دل نورانی او
ابروی هلال، تا قیامت نرسد در باب کشادگی، به پیشانی او

حضرت میر الهی (همدانی)

هفتم : مصداق سخن پندای، حضرت میر الهی. قصائدش آئینه زار شاهدان معانی،

و غزلیاتش جوئیبار طغیان روانی . خامه اش بر ثناب ثامه قلم لرگس خط کشیده ، و نیقه
دو آتش از همرنگی دخان بر خود پیچیده . مداد رقص از سیاهی ، زلف سنبل است . و
سرخ سیخش از سرخی ، رخسار گل . رباعی :

هنگامه طراز بلبلان سخن است دیپاچه نویسن بوستان سخن است
باریکی حرفش ، رگ جان سخن است آیانی گفته اش روان سخن است

حافظ ترک علی

هشتم : نغمه پرداز یکدل ، حافظ ترک علی . قرائت معرفت را از مصنف بهتر میخواند ،
و زمره حقیقت را از مولف بیشتر میشنوند . از نهایت موافقت در نغمه سازی بسرود
مخالف سری دارد ، از غایت متابعت در خواندن حجاز پای آهنگ بمراق نمیگذارد . دائرة
اتحاد همه طرز میگردد ، و در مقام استعداد همه روش میرقصد . رباعی :

گه ، قوت دل از کاسه طنبور دهد گه ، ظلمت دیده را ز خط ، نور دهد
الفاظ انالحق ، که بسود نامربوط مربوط کند ، بدست منصور دهد

ملا ابو طالب همدانی

نهم : کلم طور سختدانی ، ملا ابو طالب همدانی . در میدان اعجاز تقریر اژدهای
قلمش با ادوات سحر بیانان در افتاده . و در مصرید بیضای تحریر ، نیل رقص بفریق کردن منکران
کوچه داده . اگر بتعریف پیش زبان کشایم بفسکر قصیده باید بست ، و اگر بتوصیف غزلش
برخیزم بترتیب دیوانی باید نشست . چراغی که ، از شعله طبعش افروزد ، آستین گردباد را ،
بسوزد . رباعی :

گل ، دفتر خود ندید باب سخنش بلبل ، نبرد نام جواب سخنش
هرگز نبود بصاف کردن محتاج در میکده فسکر ، شراب سخنش

هد صالح جراح

دهم : زبده اهل صلاح ، هد صالح جراح . اگر زخم گل رفو پذیر میبود ، نسیم ، به بنیه
کاری او رجوع مینمود . و اگر داغ لاله قابلیت مرهم میداشت ، صبا ، دست مزد علاج پیش او
میگذاشت . میل غفلت زدائی ، اگر در چشم حباب پاده گرداند ، از سبکی دست ، پرده عنیه اش
آسیب نرساند . حقه جراحیش ، لبریز مرهم سازش است . و نشتر فصاحتش ، سرشار آب نوازش .
رباعی :

گراو به چمن ، در دکان بکشاید صد عقد ز شاخ ارفران بکشاید
چون غنچه کند ندا دم لکنت خویش آید بر او رگ زبان بکشاید

ملا اسماعیل

یازدهم : عارف بی قبال و قیل ، خدام ملا اسماعیل . گلزار سخنش از آب چار جوی
رباعی تر و تازه ، و صاحب قلنش در بارش معنی چون سحابی بلند آوازه . اگر بطرح قصیده و
غزله میپرداخت ، در یک قطعه زمین سخن صد بیت میساخت . سه برگه بدو مصرعه یک پیش
اگر برمیخورد ، در چار باغ هستی نام ترونازی نمیبرد . رباعی :

چون ساز دو بیت گفتن آورد بدست صد نغمه بچار تار مصرع پیوست
استاده نشد صوت رباعی بدو پا تا نقش قرنش مربع بدو نشست

پهلوان شیر علی

دوازدهم : ثانی برنای دل ، پهلوان شیرعل . در ورزش خافه فقر ، دیو نفس را خاک مالیها
داده . و در میدان کشتی صبر ، از هیچ پهلوانی بر زمین لیفتاده . پیشینان این فن ، تلاش
پس چیزی او میکنند . و قطع پوشان این علم ، لنگ کمر ازو میخورند . کشیش به کشتی گیر قضا
و قدر ، و در دستش آسمان سر زیر و پا زبر . رباعی :

گر سایه دستش مدد خاک شود از زور زمین ، شاخ بقم خاک شود
درم شکند بقوت بازویش زنجیر کپاده گرز افلاک شود

۱۳۲- طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری

● همیشه بهار : طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری ، در عهد جهانگیر پادشاه
از ناکدردانی اعزه روزگار آشفته میزیست ، و بجوهر شجاعت نیز متحلی بود :

ز چاک پیرن یوسف ، این قدر دانم که عشق، پرده در کرده از زلفها نیست
دل شکسته و عهد درست میخوام و گر نه مهر سلیمان و جام جم کم نیست
نه خوب دانم نی زشت ، این قدر دانم که حرف نیک و بد از خامه یک استاد است (۱)

رباعی :

ما پای نیاز و آرز را پی کردیم قطع نظر از تموز و از هی کردیم
در راه طلب چو پانهادیم و شوق کسوفین بگام اولین طلی کردیم (۲)

۱- این سه بیت گل رعنا دارد .

۲- شمع انجمن دارد .

● **جمع النفاثس :** طلوعی ، طلوعی کشمیری از شعرای عصر تقی اوحدی ست . ازو است :

فلک بپای دامان ما قسم میخورد کنون ز رنگ شک، از کوی ما گریزان است
خوشم که همچو (طلوعی) مرا بکعبه دل زبان ز خواهر و دست از دعا گریزان است

رباعی :

فصل گل و مل گذشت و ما بیخبریم آب از سر پل گذشت و ما بیخبریم
ایام جوانی ، که بهار خوش داشت چون موسم گل گذشت و ما بیخبریم (۱)
(۲۲۹ الف)

● **گل رعنا :** طلوعی ، مجد ابراهیم کشمیری ، در عهد جهانگیر پادشاه بود و بجوهر شجاعت انصاف داشت . طلوع نشأ سخن از دماغ او دیدنی است .
(پنج شعر و یک رباعی دارد ۷۴۲)

● **صحن ابراهیم :** طلوعی ، مجد ابراهیم طلوعی کشمیری . در عهد جهانگیر ظهور یافت . معاصر تقی اوحدی بود .
(۲۴۷ الف)

● **شمع انجمن :** طلوعی ، مجد ابراهیم ، شاعر خورشید ضمیر خطه کشمیر است . در عصر جهانگیر پادشاه بوده .
(یک رباعی دارد ۲۷۵)

۱۳۳ - طیب ، ملا کشمیری

● **فارسی گوین کشمیر :** ملا طیب همعصر غنی بوده . اطلاعی تا کنون غیر از آن که — در دهکده اسلام پوره مدفون است و مرید بابا نصیرالدین کشمیری بوده — در دست نیست . کتاب خانه تحقیقی سرینگر هفتاد ورق دیوان ناقص وی را ، در تابستان سال (۱۳۴۲ش) ، از متولی مقبره اش ،

خریداری کرد .

طیب صوفی منش بود و اشعارش، مترجم احساسات صوفیانه وی . آنچه در این جا آمده، از نسخه کتاب خانه تحقیقی کشمیر استنساخ شده است (۱):

جز ز ملک قدم نیامده نیم
از برای شکم ، نیامده نیم
نی ز طبل و علم نیامده نیم
ما بخود، از عدم نیامده نیم
ذره بیش و کم نیامده نیم
فارغ از درد و غم نیامده نیم
از سواد ستم نیامده نیم
مستم و خرابیم ، فدائیم کجائیم
این دام، چه داست، کزان دانه ربانیم
وین نار، چه نارست که، زان نورو صفائیم
وین نای، چه نایست که، زو عین فنائیم
وین دانه، چه دانه است که، زان دام جدائیم
آن روز مبادا که از این بحر بر آئیم
ما نور خدائیم رخ یار فنائیم
اندر ملکوت شسواریم
پروای وجود خود نداریم
چون باز به جیغه سر نداریم
ناگاه بود که در بر آریم
در دیده دشمنان چو خواریم
در گنج خرابه در چه کاریم
ما تخم بشوره زر نگاریم
دور از درگه غصدا گردد
صاقبت در خدا فشا گردد
آخرالامر زو جدا گردد

از عرب وز عجم نیامده نیم
کار ما، کسب و روح قوت اوست
کی ثوانیم زو نهان بسودن
از خداوند یائسیم وجود
آن چسنا نسیم، کافرید الله
در قضایش رضائیم، او چند
(طیبا) ساز ملک انواریم
امروز، چه روزیست که، ما خویش نیائیم
این جام، چه جامست، کزو جامه دریدیم
این یار، چه یارست که، هستیم زبونش
این جای، چه جایست که، در رقص وسعیم
این خانه، چه خانه است که، جانست سراسر
هر دم بکف آریم دری زین یک دریا
(طوب) ! توچه جانی، چه جهانی، که ندانیم
در عالم ملک، اگرچه خواریم
سرمست صراحی التیم
شهباز سادات غیبیم
غسواص محیط عشق اوئیم
نزد همه دوستان عزیزیم
مفتاح بهشت در کف ما ست
(طیب) نکند سخن به دوفان
هر که او از پی هوا گردد
هر که پیوسته با خدا باشد
هر که یاری بجز خدا گیرد

۱- رک : برای "زید اطلاع تاریخ ملا خلیل مرجانپوری ، جلد دوم . تاریخ حسن ، جلد سوم .
واقعات کشمیر .

دمیدم دزد او دوا دارد
 کی تواند که آشناسا گردد
 عاشقم فارغم ز رفت و ورود
 عاشقم فارغم ز عقل و خرد
 عاشقم فارغم ز نیک و بد
 عاشقم فارغم ز غیر و ز خود
 عاشقم فارغم ز ممت و لکد
 عاشقم فارغم ز نثار اید
 عاشقم فارغم ز هر چه شود
 کس بدادم نمیرسد، فریاد
 تا کیم انتظار خواهی داد
 زیر پای تو، هر چه پادا یاد
 هر که او چشم دل بروت کشاد
 بارها در جهان بی بنیاد
 یارب از بند ابتلا مرهاد
 میروود آب زندگی برسد
 از خدا کی دمی جدا بودیم
 عرش و کرسی نبوده ما بودیم
 کس چه داند که ما کجا بودیم
 صوفی صفحه صفا بودیم
 در نرم طاق و تن تا بودیم
 هم چنین بوده ایم تا بودیم
 آری! از خالق تا سوا بودیم
 میخورم و سرمه، مهجانب خراباتم
 در بند مقاماتی، من جان خراباتم
 از ظلمت خود رستم، نوران خراباتم
 من خادم خدای پیکان خراباتم
 سر تا بقدم جانم، جانان خراباتم
 پیدا نشوم بر کس، پنهان خراباتم
 کفرم همه اسلام است، ایمان خراباتم
 گردن مکش از ارم، سلطان خراباتم

هر که بیمار او شود نفسی
 (طیبا) هر که هست بیگانه
 عاشقم فارغم ز بود و ربود
 عاشقم فارغم ز علم و ادب
 عاشقم فارغم ز نفس و هوی
 عاشقم فارغم ز حرص و امل
 عاشقم فارغم ز گرز و چماق
 عاشقم فارغم ز نور خلود
 عاشقم فارغم ز شد (طیب)
 میکنم، از جفا و جور تو، داد
 طاقت طاق گشت و جر نماند
 خواهم ای یار سر فدا کردن
 بست بر جان در غم و اندوه
 آتش عشق، سوخت بنیادم
 هر که خواهد مرا ز یار جدا
 (طیب) افسوس آنکه، بی رخ یار
 تا خدا بود با خدا بودیم
 جای ما نیست آسمان و زمین
 لا مکان است منزل عشاق
 نور صدق و صدای قلب، که بود
 پیش از آن دم که چرخ رقص کند
 تا که باشم این چنین باشم
 (طیبا) ما سوا ندیدم الم
 در خرقه زدم آتش، عریان خراباتم
 ای شیخ مناجاتی، جویای کراماتی
 از صومعهها جسم، در میکدهها مستم
 زاهد تو نکو نامی، زهد تو ترا دمی
 من رند خدا دانم، سرخیل بدخشانم
 از من نشود واقف، فی زاهد و فی عابد
 جانم چو می آشام است، اندر طلب جام است
 من (طیب) پر زهرم، اندیشه کن از قهرم

مفرور مال و جاه دشو، خواجه! زینهار
هر کس که مال و جاه بخنداندش کثوث
این جیفه دثیه و گندیده را چقدر
گر هیچ دیده است قو دلبر نگاه کن
عمر عزیز را، مکن ای یار صرف هیچ
مشتو حدیث دیو و معاش چنان مکن
(طیب) چرا بهماقت کار غافل
خوام از شوق دل من نشود واقف کس
محنت یار جدای تو ای خاتم حسن
زینت نام نکو داشتیم، و عقل خرد
چون زمن قاله و فریاد نگرده پیدا
از غم فرقت روی تو، جوان پیر شود
ایمان بحق آورده ام! ز نار را بیریده ام
از کفر و از ایمان خود، از درد و از درمان خود
بلبل من و گلزار من، ساقی من و خمار من
کعبه من و بیتخانه من، افسون من و افسانه من
از برکت دل جان شدم در جان جان پنهان شدم
ای غافل از اسوار من، تا کی کنم افکار من
(طیب) فتادی، چون زبان افرو دهان مردمان

پندبست بس مفید، بجانش نگهدار
ترسم که، روز حشر کنه گریه زار زار
کز بهر او کشی بقیامت عذاب نار
بنگر کجا شدند سلاطین روزگار
هیچ است این جهان بکسی نیست پائدار
گر وی شوی بنزد خداوند شرمسار
هر لحظه ز عمر غنیمت همی شمار
شدت درد مرا نمره زنان میسازد
تیر قد من مسکین چو کمان میسازد
چکنم عشق مرا شین جهان میسازد
کو زمن این دل و جان روی نهان میسازد
شادی وصل تو بس، پیر جوان میسازد
درد فنا را خورده ام، صاف بقا نوشیده ام
از جان و از جانان خود، دیربست برگردیده ام
عاشق من و دیدار من، از خود عجائب دیده ام
عقل من و دیوانه من، اینها زدو در دیده ام
یک گوهر صدگان شدم، امروز بس شوریده ام
چندین مجو آزار من، ز آزار تو ترسیده ام
فتوان میدان زین و زان، در عاشقی پیچیده ام

رباعیات

منزل گه ما، سراچه قیوم است
در صدف جانم و جان نا پیدا
ای یادش می که، عالم الاسراری
تا چند مرا، بدست غم میداری
دانیم که، قادر و سمیعی و بصیری
هر چند که، شرمسار درگاه تو ایم
یارب! ما را دلکست بسیار ملول
چشمی است پر آب و سینۀ پر آتش
تا کی پی شهبوت و هوا گردیدن
خواهی، برادر دل شوی واصل حق

فهم بشره، ز درک ما محروم است
کس نیست، که پی بیا برد، معلوم است
دائم یقین که، مفضل و ستاری
هر چند گنساه کرده ام، غفاری
دانیم که، بی شبه و شریکی و نظیری
خوانیم ترا، کز تو نداریم گزیری
جانست بسی خراب و چشمیست ذلول
زین غم که مبادا که نیابیم وصول
در محنت و رنج و ابتلا فالیدن
باید، همه عمر نامرادی دیدن

۱۲۴- ظفر، لاله نیکارام

● عقد ثریا : لاله نیکارام، ظفر تخلص، برادر راجا دیارام، از خطه کشمیر
عمله خاندان و بی نظیر است. فقیر او را در لکهنؤ دیده. (ص ۴۱)

۱۲۵- عارف، قاضی محمد عارف

● تاریخ اعظمی : خلف قاضی ابوالقاسم نبیره مولانا جمال الدین (۱)
است، که ذکرش گذشت. در زمان شاهجهانی بیاوری اقبال پیش آمده،
بمنايات سلطانی امتیاز حاصل نمود، و بتقریب وقائع نگاری سفارت ایران
سلاطین (صفویه) بحسن لطائف جواب ده بود. با وصف مشاغل دنیوی
بهره تامی از سخندانی داشت : این رباعی را باستشهاد آن، درین صحیفه
بر نگاشت. رباعی :

خوام از این نشیب و پستی برم	وز رنگ خودی و خود پرستی برم
یک جرعه ز جام نیستی نوش کنم	از کشمکش خممار هستی برم
نه ازان دیر تر به بخشد کام	که دهد جاسوه کبریائی را
زان توفیق کند که دریایی	ذوق در یوزة گسدائی را

چنانکه بمکتوبی از جناب عروۃ الوثقی شیخ مجاهد معصوم (۲) سرافراز است و
آن مکتوب در جلد ثالث مرقوم است. (۱۸۲)

۱- قاضی القضاة مولانا جمال است، که عزیزی از هندوستان آمده و در خاقانه امیریه بادی
وظائف میگذرانید و به حکم آنکه : -- عشق و مشک را نتوان نهفتن -- رفته رفته خیر
فصاحت و کمالات بلاغش بسلطان رسید و در صحبتش خودش طلبید و خدمت قضا
مسلمانان تفویض باو فرمود. در فنون و علوم آراسته بود و فیصله احکام بدیانت مینمود.
و این مولانا جمال الدین سوی مولانا جمال الدین سیالکوئیست، که ذکرش به محل خود
(ص ۱۱۹) میآید.

۲- متوفی (۱۰۷۹ هـ) بن حضرت مجدد الف ثانی.

۱۲۶- عاقل ، سخنور خان

● مجمع النفاس : در ضمن احوال هنرور خان عاقل نوشته :

باین تخلص دو کس دیگر هستند ، یکی خواجه مجد عاقل برادر خواجه کامل ، که مدتی داروغه نوپ خانه نواب عدالت مآب صمصام الدوله خاندوران بهادر شهید بود . و آن مرد عزیز بزرگ هندوستان زاست و با فقیر آرزو کمال ارتباط و اتحاد داشت ، چنانکه غزلی ، در تعریف این عاصی گفته ، لیکن قریب هفده هژده سال است که ودیعت حیات سپرد :

و دوم سخنور خان ، بالفعل زینت افروز بزم زندگیست ، و از خطه دلبذیر کشمیر است ، و این عاقل را نیز باین دیوانه سخن ، ربط اخلاص متحقق است .
(۲۵۲ - الف)

۱۲۷- عبدالنبی فخرالزمانی

● میخانه : ملا عبدالغنی فخرالزمانی ، مولد این شکسته بال از دارالموحدین قزوین است . و پدر این ضعیف خلف بیگ هرگز شعر نگفته است ، ولیکن مرد درویش نهاد و صوفی صافی اعتقادی بوده : اوقات خود در قزوین به تجارت میگذرانده

در سه احدی و الف (۱۰۰۱ هـ) که طاعون در قزوین واقع شد ، عارضه او را دست میدهد . برادران و خویشان را همه از واهمه طاعون مضطرب میبیند ، میگویند که : ای عزیزان همگان خاطر جمع دارید که ، بغیر از خلف ، دیگر کسی از میان شما بدر نخواهد رفت . و همه درین طاعون از آفات مصون خواهید بود ، و من در روز جمعه ، هنگام نماز پیشین ، عالم فانی را وداع

خواهم کرد ! بهمان دستوری که مذکور ساخته بود ، داعی حق را ابیک اجابت گفته . و بعد از دیگر کسی از عزیزان و خویشان او ، دران قضیه ضائع نه شد .

این حقیر که خود را فخرالزمانی مینویسد ، سبب آنست که ، جد مادری فقیر ، فخرالزمان نام داشته ، و قضای قزوین متعلق بایشان بوده است ، در فطرت و فطانت و در فضیلت و موزونیت سرآمد عصر خود بوده . و نسب آن عزیز به خواجه عبدالله انصاری میرسد

اشعار خوب و ابیات مرغوب از ایشان بر صفحه روزگار مانده است . و این چند بیت از گفتار آن بزرگوار است :

دستی و دور از ترو هوشم ، از دل فاشاد رفت	دامن افشاندی ، و گرد هبتیم ، بر باد رفت
عشق عالم سوز ، تا بنیاد رسوائی نهاد	شیوه صبر و قرار ، از عقل بی بنیاد رفت
هر چه غیر عشق بود ، از صفحه ادراک شست	هر چه جز حرف وفای یار بود ، از یاد رفت (۱)
...	...

مسود این اوراق پریشان ، در دارالموحدین قزوین ، بسن رشد و تمیز رسید ، و در ابتدای شناخت مائل بموزونیت گردید . بنابراین بخدمت اکثر ارباب طبع نظم میرسید ، و از ایشان مستفید میشد ، تا طبیعت این ضعیف استعداد آن بهمرسانید که ، در مقام انتظام نظم شود . در اول تخلص خود — عزتی — قرار داد ، و گاهی گاهی رطب و یابسی درهم می آورد . و بعضی اوقات نیز از روی هوس جوانی در پی قصه دانی میشد ، تا بقوت جاذبه

۱- در چاپ آقای گلچین این اضافه دارد :

جانفشانیها بخاک پای یارم آرزو ست و که یک جا دارم و در دل هزارم آرزو ست

حافظه ، تمام عیار قصه امیر حمزه بن عبدالمطاب را ، بیک شنیدن بخاطر گرفت . و دران ایام قوت حافظه فقیر بمرتبه بود که ، در مجموعی که صد بیت خوانده میشد ، قریب به هفتاد بیت ، آن چنان در طبیعت جایگیر میشد ، که بخانه می آمد ، و همه را بر بیاض خود مینوشت . الحال که بتالیف — میخانه — مشغول است ، از آثار آن حافظه مانده باشد

چون سن مسود این اوراق پریشان ، بنورده رسیده بعزم زیارت امام الانس والجن امام رضا (علیه النحیه و الثنا) بمشهد مقدس آمد ... در ایام توقف آن آستانه ، هرروز از بسیار و یمن ، و از تجار و مترددین ، وصف دارالامان هندوستان بسیار شنید ، شوق دیدن آن ملک برین نو سفر غلبه کرد . عزم آن بلاد جزم نمود ، بعد از طی منازل و قطع مراحل ، از راه قندهار بیمار و نزار خود را بلاهور رسانید ، و چهار ماه دران باده توقف کرد ، تا کوفت راه بالکلیه دفع شد . بعد ازان بسیر لاهور مشغول شد .

بعد از فراغ گشت لاهور ، در سنه ثمان عشر و الف (۱۰۱۸ هـ) بدارالخلافه آگره — که مقر سلطنت نوشیروان سیرت ...

ابوالمظفر شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه بود — رسید . ازان تاریخ تا لغایه که سنه تسع عشرین و الف (۱۰۲۹ هـ) (۱) است ، عالم را از عدل و داد آن خسرو عادل ، چون رخسار شیرین رنگین ساخته و در ایام دولت خویش ، — که تا قیام قیامت باقی ماناد — بحال بنده آزاد از روی مهربانی پرداخته :

مهربانیش را ، شاهی نیست زنده گانش را ، شمار مباد

چون این ضعیف بدارالخلافه رسید ، خود را بخدمت وزارت پناه ، عزت (و) معالی دستگاه میرزا نظامی — که درین ایام دیوان صوبه بهار است ، و دران وقت واقعه نویس درگاه بود — رسانید . چرا که مولف این تالیف باو نسبت خویشی داشت . و آن عزیز را بقصه امیر حمزه بشنیدن میل نامی بود ، چنانچه این نحیف را برآن آورد ، تا در اندک ایامی دران فن کمال مهارت بهم رسانید ، ولیکن از سرشته موزونیت باز ماند .

چون روایات جلال جهانگیری به عزو اقبال در سنه اثنی عشرین و الف (۱۰۲۲ هـ) بجانب اجمیر نهضت فرمود (۱) ، کمترین نیز همراه میرزای مذکور بدان طرف روانه شد . تا آنکه روزی در راه یکی از همشهریان خود — که مسیح بیگ نام داشت — بحسب اتفاق برخورد . و آن عزیز در خدمت ، بازوی دولت جهانگیری و جهان ستانی ، و سالار سپاه رکاب جانشین صاحبقرانی ، خان عالیشان زمانه بیگ مهابت خان بود . و خان مذکور مشار السیه را مدار الهامی سرکار فرزند ارجمند و خلف سعادت مند خود میرزا امان الله ساخته بود . مسیح بیگ این ضعیف را همراه خود بسعادت ملازمت چشم زمانه ، عین عطا ، میرزا امان الله ، مستسعد گردانید .

چون ساعتی در بندگی ایشان بسر برد ، حسب الامر فصلی قصه در خدمت آن نتیجه الخوانین گذراند ، بعد از استماع این سخن — آن صاحب سخن ، بمرتبه خواهان فقیر شد که دیگر نگذاشت که من بمنزل خود روم .

۱- جهانگیر بتاریخ دوم ماه شعبان (۱۰۲۲ هـ) از دارالخلافه آگره برآمده توجه بجانب اختیار نموده (توزک ص ۱۲۲ م ۵) و پنجم شوال داخل اجمیر شد .

و هم دران روز بنده را با جمعی از عربان — که نوکران معتمد خان عظیم الشان
 مهابت خان بودند — سپرد. و کمترین پانزده روز در نظر بند آن جماعه بود.
 روز شانزدهم آن قدردان ارباب دانش در اجمیر با دو سه کس از نوکر
 مصاحبان خود بسیر — چشمه نور — رفت. چون صحبت ایشان منعقد شد
 مسیح بیگ به تقریبی حرف این حقیر را در میان آورد، حکم شد که:
 بحضور آید! چون دران مجمع حاضر شدم، بزمی دیدم رنگین و گشتگاهی
 ملاحظه نمودم بینهایت شیرین. از قضای اله دران ایام بهار بود و جهان
 از آرائش مشاطه بهار، رشک — جنات تجری من تحتها الانهار — گشته،
 و اطراف بساط غربا از ریاحین درخشنده، بمانند قبه خضرا، پر کواکب
 شده. شعر:

جهان پیرانه سر، گفتمی جوان شد زمین از سیزه، گردی آسمان شد
 ز معشوقان چمن پر رنگ و یو تر نواها از گل نو، نازه رو تر
 چمن را با سبک روحان سروکار زمین از یسار برگ گل گران بار
 چون عطالعه آن سرزمین که — چشمه نور — دران واقع است، مشغول شد،
 دره مطبوعی بنظر درآمد که از اطراف جبالش بسیار است، بلند سر بفلک
 کشیده، و از جانبین دامنهای سایه بر سر آفتاب انداخته، سواد مینا رنگش
 از روضه مینوی دلکشای تر، و نسیم غالبه بیزش از نفاغه مشک تناری
 عطر سای تر. شعر:

صد هزاران گل شکفته درو سبزه بیدار و آب خفته درو
 هر گل گونه گونه از رنگی بسوی هر گل رسیده فرسنگی
 و در میان حقیقی دره، چشمه آبی بود، به صفا چون رخسار لاله رویان گمذار،
 و بحلاوت چون سخن شکر لبان شیرین گفتار. شعر:
 منور، همجو چشم پاک بینان معفا، چون دل خلوت نشینان

پیشوئی سرد کزیم لوردن نیارد هکس در وی غوطه خوردن
 گیاهی کاندران نشو و نها کرد بجای برگ هینک اندر آورد
 درکنار آن چشمه، که نور دم ازان میزد، میرزا امان الله را دیدم، نشسته
 و دوسه کس از اهل طبع نزدیک بایشان قرار گرفته . چون چشمش برین
 ضعیف افتاد، فرمود که : بنشین ! حسب الحکم بزانوی ادب در آمدم . آن
 خلف ارجمند زمانه، بنفس نفیس متکلم شد و رفته رفته سخن باینجا رسانید
 که : در عالم هیچ یادگار بنی آدم را، به از سخن نیست ! شعر :
 جهان را یادکاری جز سخن نیست خورد را، کاروباری جز سخن نیست
 آن قدر که طبع من مائل بنظم است، بهیچ چیز دیگر نیست . ای
 عزیزان ! بیائید، تا هر کدام بجهت این چشمه و این دره، یک مصراع
 بگوئیم تا رباعی شود، که امروز بغایت خوش وقتیم . اول من بگویم ! این
 مصراع بر زبان آورد :

چون چشمه نور نیست جای بحضور

این ضعیف این مصراع در بدیه بعد از مصراع ایشان رسانید :

موجش فوجی است گویی از غمره حور

آن ممیز عصر خود، از استماع این مصراع بغایت از جا در آمد . فرمود
 که : ملا عبدالنبی ! مرا گمان این نبود که تو موزون باشی ! فقیر معروض
 داشت که : اگر حکم شود، این رباعی را تمام نمایم ! فرمودند : البته !
 این ضعیف بیت ثانی را نیز گفت و بر ایشان خواند . خوش وقت شدند .
 همدران روز بر زبان آوردند که : امروز این غزل امیر خسرو را که یک مصراع
 آن بخاطر من است، طرح مینمایم، تا فردا شما و یاران را مهلت است که،
 غزل را تمام کرده بگذرانید : آن مصراع امیر خسرو این است :

از دل بدست رفت و ز ناخن بتار ریخت !

القصة، روز دیگر مجد انور لاهوری و ابن فقیر، غزل را پیش از یاران دیگر گفته، بر مخدوم خود گذراندیم. از غزل یک بیت مرضی طبع ایشان شد. از مولانا انور ابن است:

یارب! چه صورتی که ز شرم تو آینه گردید آب، و از کف آینه دار، ریخت
این ضعیف گوید:

یک قطره خون دل، بدرونم ذخیره بود آن م ز راه دیده غم روزگار ریخت
القصة، آن نتیجه الخوانین ابن کمترین را بار دیگر بر سر بلبل نوای
آورد، تا در اندک ایامی طبیعت خود را، از صحبت آن مجموعه دانش،
هزار مرتبه بهتر از کرت اول، بدرجه موزونیت رسانید. مصراع:

کمال صاحبم در من اثر کرد!

از غایت توجهی که باین ضعیف بهم رساند، کتابداری سرکار خویش
بدین بسی مقدار مقرر فرمود.

مسود این اوراق پریشان، دران خدمت به مطالعه کتب معتبر مشغول
شد، و سخنان خوب از مصنفات و مولفات متقدمین و متاخرین، چه نظم و
چهار نثر، انتخاب نمود. روزی بخاطر رسانید که، از بسی انصافی روزگار
معلوم است که، اشعار تو در جنب واردات شعرای گذشته و آینده اشتمار
سرشاری نخواهد یافت. هیچ به ازان نیست که، دوسه تالیف نظم و نثر
ترتیب بدهی، بوسیله اخبار ارباب دولت، و بواسطه اذکار اصحاب طبیعت و
و سخنان ایشان، نام تو بی نشان بر صفحه روزگار ثبت شود. لمولفه:

نبی خود را بیفکن درمیانه مگر نامی برآری در زمانه
بنا بران انگاره سه تالیف نمود:

یکی، بجهت خواندن - قصه حمزه و آداب آن - تا قصه خوانان را

دستوری باشد، و نام — دستورالفصحا — قرار دهد :

ثانی ، یا بعضی از حکایات شیرین و نقلهای رنگین مرتب سازد : و آن را ، به — نوادرالحکایات یا بحرالنوادر — موسوم گرداند . و ثالث ، مولفات ساقی نامه های متقدمین و متاخرین را، ترتیب داده، با احوال ایشان بر بیاض برد . نام آن را — میخانه — گذارد .

چون طبع هنرمندان این جزو زمان را — بساقی نامه — راغب تر دید ، نخست بتالیف — میخانه — مشغول گردید . و قریب پانزده ساقی نامه با ذکر فائلان، آن در عرض یک ماه در بلده اجمیر، مرقوم شکسته رقم گردانید . و از روی شوق به تفحص و تجسس ساقی نامهها دیگر مفید گشت که ، ناگاه فلک بی مدار ناهنجار با این بی مقدار ناسازگاری آغاز نهاد . گردش بی روش خود بی واسطه حظ نفسانی، و بغیر لذت مساس جسمانی، بیداد باد فرنگ را چون آتش بجان ناتوان سرداد . و پیش از آنکه بخیه این زخم بر روی کار افتد ، و گل آن مرض این محقر را در نظر امثال و اقران خار گرداند ، خویش را بیمار و نزار ساخت . و از بیم اینکه مبادا صاحب بر احوال این شکسته بال اطلاع یافته ، در مقام آزار شود ، از ارکان دولتش التماس کرد، تا بجهت فقیر رخصت رفتن ولایت گرفتند .

القصة ، بعد از اجازت در ساعت ، تالیفهای ناتمام خود را همراه برداشته در لباس فقر از اجمیر بر آمدم ، و از راه نرنول روانه لاهور شدم

در سنه خمس عشرین الف (۱۰۲۵هـ) بلاهور رسیدم . طاعون گرم شده بود ، از لاهور بدارالعیش کشمیر روانه گشتم ، چون بمطلب رسیدم ، قریب بدو سال درانجا ماندم . دران ایام مخدومی میرزا نظامی بخشی و دیوان کشمیر

بود ، با ایشان بسر بردم .

در آخر سنه ست و عشرين و الف (۱۰۲۶هـ) میرزا نظامی را بدرگاه طلبیدند ، همراه ایشان بمندو آمدم ، و قریب بیک ماه درانجا ماندم . بعد ازان میرزای مذکور را دیوان صوبه بهار ساختند . این ضعیف همراه دیوان مذکور بعزم سیر بصوبه بهار آمد .

از منظومات فقیر سوای — ساقی نامه — تا لغایه هزار و پانصد (۱۵۰۰) بیت فراهم آمده است . — ساقی نامه — خود را بنام نواب مستطاب سردارخان در بلده پتنه تمام کرده . درین اوراق پریشان بر بیاض برده ام . امید که منظور نظر ارباب هنر گردد (۱) .

(تهران: ۷۸۸-۷۸۳ ، لاہور: ۲۹۸-۵۲۳)

۱۲۸- حیدر اللہ نقشبندی، حضرت خواجہ

● تاریخ اعظمی : اجمال احوال آن صاحب کمال ، در اوراق بالای گذشت . بعد کسب لوازم ، طریقت تجرید و تقرید اختیار کرده ، اکثر بلاد مشہور را دیده ، و بحرین محترمین برسیده . قریب هفتده حج گذارد .

بکشمیر سه بار تشریف آوردند . اول در آخر سلطنت پادشاه عالمگیر ، ثانیاً در اول پادشاهی محمد معظم شاه عالم بہادرشاه ، کہ سنین بہجری بہزار و یکصد و نوزده یا بیست (۱۱۲۰-۱۹) رسیدہ بود .

در آن وقت فقیر حقیر ، در خدمت حضرت مرشد مراد ، بصحبت ایشان رسید . اجتناب تمام از دیدن مردم داشتہ ، اکثر در را بند کردہ مینشستند . دران اثنا خبر آمدن جناب شیخ ملکوت پرواز خواجہ نیاز بہ پیشاور ، بنا بر طلب

۱- رک : ساقی نامه (۲۰۷) بیت در — میخانہ — مٹواری محمد شفیع مرحوم مینویسد کہ مؤلف قاسال (۱۰۴۱ھ) زندہ بود و در همان سال دیباچہ — نوادر الحکایات — نوشتہ است . ہمد ازین ہیچ خبری نیست کہ ہکدام سال وفات یافت و کجا مدفون شد . (دیباچہ ۵)

بهادر شاه رسیده ، برای دریافت ایشان در کشمیر برآمدند . چون جناب حضرت خواجه نیاز زود به لشکر بهادر شاه رفتند ، خدمت خواجه عبیدالله راه حرمین گرفتند و مدتی همان طرف بودند .

بعد چند سال بولایت بلخ آمده ، در آنجا بسبب ظهور رفتن و خرابی بلد و آرام نگرفته در آخر سده هزار و یکصد و سی و دو (۱۱۳۲ هـ) بکشمیر آمدند و زیاده از پنج سال درین شهرنگذرا نیدند . این مرتبه از پیران فقیر کسی در قید حیات صوری نبوده ، صحبت و خدمت ایشان غنیمت دانسته شد . در ضبط اوقات و اخلاق حالات ، و مراعات آداب طریقت و تادیب طالبان حقیقت ، و کمال استغنا و تهدید اغنیا و تشریح تمام و ترک فضول کلام ، در وقت خود در کشمیر بسی نظیر بودند . قصد سکونت درین شهر فرموده بودند ، آخرها بسببی ملول شده ، اکثر میگفتند که : خود را در اماکن متبرکه از حرمین و مسجد اقصی — که مکرر در سیاحتها دیده بودند — در خوابها میابیم . اوائل سی و هفت (۱۱۳۷ هـ) از راه هند بحرین رفتند و در هنگام رکوب جہاز این غزل خود برای احقر مخلصان فرستاد :

هر او گل که وزد بوی او بشامه من	ز شامه دور نمازم که شد شامه من
بسوزن مژه ، از دانهای اشک رخم	خیاطانه ازین بخیه زد بجامه من
ز هر گل که وزد بوی او ، بمن نرسد	ز شامه دور نمازم که شد شامه من
فراوج قدس ، چو روح الامین ، کند پرواز	کبوتری که ، برد سوی یار نامه من
ز پیچ و تاب خم جعد او بسر پیچد	قضا ز دست قدر پیچ بر عمایه من
ز چار موج طوفان فوج ، با کم نیست	چو باد شرط شود باید که سلامه من (۱)
بکشتی که خدا ناخواست رفته (عبید)	رسد بکعبه مقصود حج عامه من

و بعد ادای حج بمدينه مظهره رسیده آزارمند شده . در اوائل سال سی و نهم هجری (۱۱۳۹ هـ) بیست و نهم محرم اول روز جمعه بکمال هوش و خبرداری ، غسل کرده نماز خوانده رجالت فرمود .

بر فقیر عنایت خاص داشتند : دران ایام که ایشان بحرین رسیده بودند، فقیر در صدد تحریر احوال مشائخ بود، و — رساله اشجار خلد — را بتحریر میآورد. روزی بعد نماز فجر در خانقاه معلی بروحانیت حاضر شده، و بعد صحبت طولانی اشاره بتحریر احوال خود کرده. فقیر متحیر شده. بعد سه چهار ماه، خبر واقعه ایشان از حرمین رسیده. (نورالله مرقده رحمه الله رحمة واسعة)

(۲۴۰-۲۳۹)

۱۴۹ = عرفی، شیرازی

● منتخب التواریخ : عرفی شیرازی : جوانی بود صاحب فطرت عالی و فهم درست و اقسام شعر نیکو گفتی، اما از بس عجب و نخوت که پیدا کرد، از دلها افتاد، و به پیری نرسید.

اول که از ولایت به فتحپور رسید، پیشتر از همه، به شیخ فیضی آشنا شد. و الحق شیخ هم با او خوب پیش آمد. و درین سفر اخیر تا قریب اٹک، در منزل شیخ میبود، و ما یحتاج الیه او، از وی بهم میرسید، و آخر بنا بر وضع قدیم شیخ — که بهرکس هفته دوست بود — درمیانه شکرآبها افتاد. و او به حکیم ابوالفتح ربطی پیدا کرد و از انجا بتقریب سفارش حکیم، به خانخانان مرتبط شد، و روز بروز او را هم در شعر و هم در اعتبار ترقی عظیم روی داد.

روزی به خانه شیخ فیضی آمد، چون سگ بچه را با شیخ مخلوط دید، پرسید که : این مخدوم زاده را چه نام است ؟ شیخ گفت : عرفی ! او در بدیه گفت : مبارک باشد! شیخ بسیار برهم و درهم شد اما چه فائده. (۱)

او و حسین ثنائی^۱ (۱) از شعر عجب طالع می دارند ، که هیچ کوچه و بازاری نیست که کتاب فروشان دیوان این دو کس را ، در سر راه گرفته نایستند . و عراقیان و هندوستانیان نیز به تبرک میخرند : بخلاف شیخ فیضی که ، چندین زرهای جاگیر صرف کتاب و تذهیب تصانیف خود ساخته و هیچکس بآن مقید نمیشود مگر همان یک سواد که خود باطراف فرستاده :

قبول خاطر و لطف سخن ، خدا داد است

دیوان اشعار و مثنوی دارد در بحر — مخزن اسرار — که مشهور آفاق است ، این چند بیت بر سیل یادگار ازو تحریر یافت ، رباعی :

<p>فردا که مامسلان هرفتن طلبند آنها که دروۀ جوی نشانند کسی که ، تشنه لب ناز تست ، میداند قابل درد محبت ، کس نیامد در وجود عشق میگویم و میگیریم زار منه برون قدم از چهل ، یا فلاطون باش مطلع این غزل این است :</p>	<p>حسن عمل از شیخ و برهمن طلبند و آنها که نکشته ، بخسمن طلبند که ، موج آب حیات است ، چین پیشانی رنگ روی خویش را هر کس بدستانی شکست طفل ندادنم و اول سبق است که گر میانه گزینی ، سراب تشنه لبی است</p>
---	---

<p>مدار مجلس ماء ، بر حدیث زیر لبی است بشوق دوست چه سازم ، که در شریعت عشق زمانه مرگ مرا ، بر کدام درد نوشت یک سخن نیست که ، خاموشی ازان بهتر نیست گرد سرت گشتی و کردی طواف</p>	<p>که اهل هوش عوامند و گفتگو عربی است نگاه بسی ادبی و خیال رسوائی است که من بدیده جانم نکردم استقبال نیست علمی که ، فراموشی ازان بهتر نیست کعبه اگر ، بسال و پری داشتی</p>
---	--

(۲۸۶-۲۸۵ : ۳)

درین سال چندی از اعیان لاهور سفر ملک بقا اختیار کردند . ازان جمله خنجری ترک یزحمت یواسیر ، و شیخ احمد برادر خرد شیخ عبدالرحیم

۱- خواجه حسین فرزند غیاث الدین مشهدی (۹۹۰-۹۹۶-۱۰۰۰ هـ) در عهد اکبری وارد هند شد ، و در دربار اکبری بیایه بلند رسید . بدایونی ۳ : ۲۰۸ نهانندی ۳ : ۳۵۴-۳۸۱ .

بآسیب فیل ، و ملا عرفی شیرازی شاعر مشهور بزحمت وجود عرفی ، در هنگام سفر واپسین این رباعی گفت که :

(عرفی) دم نزع است ، و همان مستی تو آخر بچه مایه ، بار بر بستی تو
فرداست ، که دوست ، نقد فردوس بگف جویای معاف است ، و نهی دوستی تو (۱)
و چون باستانان متقدمین و متأخرین ، خیلی سخنان بی ادبانه میگفت ، این تاریخ یافته شد که :

— گفت عرفی جوانه مرگ شدی —
(۸۹۹۹)

و دیگری :

— دشمن خدا —
(۹۹۹)

● هفت اقلیم : عرفی ، مولانا عرفی شیرازی . شاعر شهید کلام شیرین سخن بوده . نظم‌ش عذوبت سلسبیل ، و نثرش خاصیت فرات و نیل دارد . جزالت با سلامت آمیخته ، و لطافت با متانت انگيخته . نظم‌ش اندر هر عبارت جنتی آراسته ، نثرش اندر هر اشارت عالمی پیراسته .

و او از ابتدا از بندر جرون بدکن وارد شده . در آن ولایت او را ترقی — چنانچه باید — دست ندارد ، لاجرم متوجه هند گردید . و مسیح الدین حکیم ابوالفتح در نقطه اول ، بر حقیقتش آنها یافته بترتیش پرداخت ، و بندریج ریاض احوالش از ینبوع التفات حکمت پناهی ، نظارت یافته بساحری در شاعری نام بر آورد . چون شجر اقبال حکیم مزبور بصرصر فنا برکنده شد ، سپه سالار عبدالرحیم خان خانان در استرضای خاطرش کوشیده .

شهرتش بیش از پیش گشت و در آن اثنا احوالش مسموع بار یافتگان
حضرت شاهنشاهی گردیده، در ملک بندگان خاص انتظام یافت. و پس
از چند روز بعرض اسماعیل نقش جانش از صفحه روزگار شسته شد:

کدام جان، که جهانش نه کرد خون جگر بجان تو که بدو جان خویش بهاری

این دور رباعی را در وقت رحیل گفته:

یارب! بر عفو، به پناه آمده ام سر تا بقدم، غرق گناه آمده ام
چشمی بکرم بخش، که از غایت شوق بی دیده بایسد نگاه آمده ام

اگرچه اشعار نیکو بسیار دارد، اما بر اختصار بقلیلی ازان اکتفا کرده
شد. آنچه نوشته میشود برهان این دعوی و مصداق این معنی است. قصیده:

زخود، گردیده بربندی، چه گویم کام جان بیتی همان کز اشتیاق دیدنش زادی همان بینی

... .. (۱)

ای شب هجر تو در دیده امید سبیل چشم روح القدس از شوق جهالت احوال

... .. (۲)

(۱: ۲۳۸-۲۳۶)

فی الرباعیات و غزلیات (۳):

● نامه فیضی: این نامه فیضی است که مولانا شبلی نعمانی در شعرالعجم

ثبت کرده است، و احباسات فیضی نسبت بعرفی ازین معلوم میشود:

... از یاران دمساز و غمخواران همراز، که دل از صحبت او آب میخورد،

مولانا عرفی شیرازی است، که درین نوروز به قدوم خود بر خاک نشینان این

دیوار منت نهاده اند، به حق دوستی — که ازین عظیم تر سوگندی نمیداند —

۱- سی و شش بیت دارد.

۲- سی و یک بیت دارد.

۳- بیست و یک بیت و هفت رباعی دارد.

که به بلندی و وفور قدرت و ایجاد معانی ، و چاشنی الفاظ و سرعت فکر و دقت نظر ، فقیر کسی را چون او ندیده و نشنیده . و از تهذیب اخلاق ، چه گوید که در خاکی نهاد شیراز ، ذاتی میباشد نه کسبی . چند بیت ایشان بالفعل حاضر در حاشیه این نوشته آمد :

بعد مردن پرو ای باد ! بجای حکم ای زلف عروس شادمانی شب تو انباشته هجران به نمک ، داغ دلم عشق آمد و رفت خونچکان در بازار آن پنبه داغ جست و این پنبه گوش	که فشانند مصیبت زندگان ، بر سر خویش آرائش بزم بیخیمی مشرب تو اما نه ازان نمک که دارد لب تو زهد آمد و کرد نقد تزویر نثار زان حبل متین نافته شد زین زنار
---	--

(شعرالعجم ، ۳ : ۹۰)

● آئین ادبیری : عرفی شیرازی ، شایستگی از ناصیه گفتار او میتابد ، و فیض پذیریری از سخن او پیدا . از کوتاه بینی در خود نگریست و در باستانیان زبان طنز کشود ، غنچه استعداد نشگفته پژمرد :

هر دل که ، پریشان شود از ، ناله بلبل حسد تهمت آزادی مردم ، بگداخت کمیکه ، محرم باد صبا ست ، میداند طاقت مرهم ندارد مینه افگار ما مگو که : نغمه سرایان عشق خاموش اند هر چند دست و پا زدم ، آشفته تر شدم امید هست که ، بیگانگی (عرفی) را قابل رنج و محبت کس نیابد در وجود چنان بانیک و بد (عرفی) یسرکن کز پس مردن خواهی که ، عیبهای تو ، روشن شود ترا وقت (عرفی) خوش که نکشوند چون در بر رخس انتظار نو بهار ، از تنگ چشمی های ما ست	در دامنش آویز که باوی بخیری هست کین مرادی است که بر تهمت آن هم حسد است که با وجود خزان ، بوی یاسمن باقیست سایه گل بر نقابد گوشه دستار ما که نغمه نازک و اصحاب پنبه در گوش اند ساکن شدم میانه ، دریا کنار شد بدوستی سخنهای آشنا بخشید رنگ روی خویش را هر کس بدستانی شکست مسلمات بزمزم شوید و هندو بسوزاند یک دم منافقانه نشین ، در کمین خویش بر در نکشوده ساکن شد ، در دیگر نزد ورنه صد ذوقی است در ، خن که در گلزار نیست
--	---

رباعی :

ای از بدونیک، آمده در جوش و خروش گه شکر طرازی و گهی شکوه فروش
مختار مشو، تا نشوی بیهوده کوش گاه ره باد بباش و بار سر درش
(عرفی) دل خود را، بچه خوش داشته گر این دور مه بیت است، که بگذاشته
بگذاشته هم از تو، درین نشاء جداست برداشته بپایدت چه برداشته
(۱۷۳)

● اکبرنامه : (سیزدهم امر داد ۹۹۹ هـ) عرفی شیرازی رخت هستی
بر بست، دری از سخن سرائی برکشوده بود، (آگهی در خود نتگریستی و
زندگی را بشایستگی سپردی و زمانه لختی فرصتی دادی) کار او بلندی گرا
شدی . درین نزدیکی این رباعی بر سنجیده بود .

(عرفی) دم نزع است، و همان مستی تو آیا بچه مایه، رخت بر بستی تو
فرداست که دوست، نقد فردوس بکف جویای متاع است، و تهیستی تو
(۵۹۵)

● مجمع الخواص : عرفی از شیراز است و طبع خوبی دارد . در هر فن
بی نظیر است . به مخزن اسرار شیخ نظامی جواب گفته، لیکن پیش از آنکه
بانجام برساند وفات یافته است .

در اواخر عمر به هندوستان رفته مدتی در انجا ماند و عاقبت در لاهور
وفات یافت :

دیوان کامل دارد و جمله اهل نظم، اشعار دلفریب وی را پسندیده اند.
این رباعی ازوست : (۱)
(۱۵۱-۱۵۰)

● مائو رحیمی : مسند نشین ملک سخن طرازی ملا عرفی شیرازی . از
عنایت علو حسب و سمر نسب ، و اشتها از مدحت مادحان و وصف

واصفان مستغنی است : چنانکه خود گفته :

تبع زبائن لگند بر سرم مهر و ماه شهرت او را خلل ملک عجم داشتن
شاعری بلند سخن و کاملی صاحب فطن : مخترع طرز تازه ایست، که
الحال درمیانه مردم، معتبر است و مستعدان و سخن سنجان و نکته شناسان
پسندیده و معقول دانسته، تتبع او نمایند. چندان ابداع معانی غریبه و
مضامین عجیه و ابیات عارفانه عاشقانه، که او کرده، هیچکس نکرده.
و این طور شهرتی، که او را بهم رسیده، هیچ یک از امثال و اقران او را
بهم نرسیده و نخواهد رسید. چه امثال و اقران که استادان و سخنوران
ماضیه، مثل خاقالی و انوری و سعدی و شیخ نظامی را در زمان حیات، این
اشتهار در قصیده و غزل و مثنوی نبوده. شهرت او بجای رسیده بود که
دیوان غزلیات او را، سخن سنجان و نکته دانان، تعویذ وار بر بازوی خود
یسته، شب و روز با خود همراه میداشتند. و تمامی اشعار آبدارش در سفائن
خواطر خاص و عام منقوش و مسطور.

چون در دارالافاضل شیراز بن رشد و تمیز رسید و علم شاعری برافراشت،
با مولانا غیرتی و سائر شعرای انجما شاعرینها کرد. مستعدان اعتباری تمام
ازو گرفتند. و خود را در اقسام شعر یگانه و ممتاز میدانست : این ابیات
که در قصیده — که بمدح این والا جاه (خان خانان) گفته — شاهد این
معنی است :

بهرچه غنیمت شمارند عدم را
تا من قلم اندازم و گیرند قلم را
پس باز نمودیم بهم منزل هم را
حاصد بود، آن کوه، شمرد کذب قسم را (۱)

انصاف پده بوانفرح و انوری امروز
بسم الله ز اعجاز سخن، جان ده شان یاش
اول ره این نظم، خود ایشان بپردند
باقه که، نه لاف و نه گزاف، آیه صدق است

تا گوهر آدم نسیم باز نه ایستد ز آبای خود ابر، بشمرم اصحاب کرم را
 اقبال سکندر، بهجهان گیر، نظم برداشت بیکدست قلم را و علم را
 نوبت بمن افتاد، بگوئید که: دوران آرائشی از تو بکند، مستد جم را (۱)
 و مستعدان این زمان بعضی از غایت رشک و بزرخی بجهت صغر سن
 و خامی که در طبیعتش بود، این سخن را مکابره دانستند قبول این معنی ازو
 نمیکردند. و در مجالس و محافل بکنایه و صریح، اظهار — رطب و یابسی که
 در کلامش بود — میکردند. بقصد آنکه مس دانش و طبیعت خود را، با کسیر
 اصلاح و تمیز این گلدسته بند گل گلشن معنی، زر خالص سازد، احرام
 حریم آستانش — که مطاف دانشوران هر فن است — بسته، بآن سعادت
 استبعاد یافت.

در اثنای راه بخدمت نواب غفران پناه رضوان جائگاه حکیم ابوالفتح
 گیلانی — که از مشاهیر اکابر زمان و عمده اعیان روزگار بود — رسید. قصائد
 غرا در مدح ایشان پرداخت، و بدولت تربیت و راه نمونی آن عالیجاه، منظور
 نظر کیمیا اثر این دانش پژوه گردیده، و در سلک زمره مداحان و مصاحبان
 و مجلسیان منتظم گردید. و باندک فرصتی، بیمن تربیت شاگردی و مداحی
 این دانای رموز انفسی و آفاقی، پختگی تمام و ترقی مالا کلام در منظوماتش
 بهم رسید. چنانکه رسمی قلندر در قصیده — که بمدح آن سپه سالار گفته —
 بیان نموده:

ز یمن مدح تو، آن نغمه سنج شیرازی رسید صیث کلامش بسروم از خاور
 بطرز تازه ز مدح تو آشنا گردید چو خوبروی که باید ز ماشه زپور
 و نام اصلی این فرید زمان خود، خواجه سیدی مجد است، و شرح
 احوال خیر مال ایشان، مفصلا از دیباچه — که راقم بر کایات حقیقت آیات
 این مالک ملک سخنوری نوشته — ظاهر میشود. و رساله موسوم به — نفسیه —

در نثر نیز نوشته، (۱) که درویشان و صوفیان را بر لوح دفتر تصوف میتواند شد. و سبب عرفی تخلص نمودن این دانشور، آنست که، چون پدرش بعضی اوقات در دیوان حکام فارس، بامر وزارت داروغه دارالافاضل شیراز مشغولی مینمود، مناسبت شرعی و عرفی را، منظور داشته، عرفی تخلص کرد. و چندان ابداع نمود که، مخزن گوش جهانیان را پر لالی شاهوار ساخت، و اشعار در میان فرق انام شهرت تمام یافته. اهل عراق و فارس و خراسانی و ترکستانی و هندوستان و اقصای بلاد عالم، شعریت و تازه گوئی و نادر سخنی او، قائل گشتند. و اشعار او را بر امثال و اقران او ترجیح نهادند. و کوس یکتائی و بیمثلی در زبان خود، بدولت مداحی این سخن شناس نکته دان، زد. و از غایت علوفطرت و نهایت بلندی طبیعت، هیچ کس را شاعر نمیدانسته و این معنی ازین ابیانش معلوم میشود:

زبس که لعل نشاندم بنزد اهل قیاس	یکیمت نسبت شیرازی و بدخشانی
کنون که، یافت چو من سره سای، در شیراز	خرد ز دیده کشته، سرمه صفاهانی
به بین که، تاخته ابریشمش، به خامی یافت	ز تاب اطلعی من، شرباب شروانی
زمانه بین که، مرا جلوه داد تا از رشک	بدانهای پس از دگر سوخت خاقانی (۲)
گرفت روی زمین جمله، آفتاب صفت	بعون تیغ زبان شهرتم بیاسانی
بخند ای درو دیوار روزگار خراب	که بر زمانه زدم تکیه سلیمانی
زم عنانی، ظلم بشاعر شروان	بمید کسودکیم ذهن کرده شروانی (۳)

و بصلات و انعامات محظوظ و بهره ور شده. الحق، هیچ شاعری را این رتبه و منزلت و حالت، در ملازمت پادشاهان زمان و اکابر دوران، بهم نرسیده بوده که او را بهم رسیده بود. چنانچه در ایام ملازمت، کورنش و تسلیم

۱- این رساله در دیوان (چاپ تهران) موجود است.

۲- نظیری چون برنجید به پاسخ او گفت:

درین قصیده، بگستاخی اوچه (عرفی) گفت
کنون بگور، چنان او بر شک میسوزد
بداغ رشک، پس از مرگ سوخت خاقانی
که در تنور توان گوسفند بریانی

۳- در مدح خان خانان است و (۱۰۶) بیت دارد.

بصاحب خود نمیکرده ، و بهر طور و روشی میخواست ، در مجالس مینشسته . و اهل عالم تقدیم او را قبول مینموده اند . و از زخارف دنیوی بدولت این سرور صاحب همتان بسی نیاز بوده . اگر ایراد انعام و احسان و صله و تربیتی — که آن سخندان ازین عالیه یافت — کرده شود ، زبان و بیانی دیگر باید و تصنیفی علحده شاید انشا کرد . عجز و اختصار اولی است . او نیز در متمادی عمر خود ، بشکر احسان ایشان بغیر از مداحی و خدمت آنجناب ، بامری دیگر نپرداخت . و اکثر دیوان این فصاحت شعار ، بمدح این سزاوار مدحت ، است .

و در اوائل شاعری ، دیوانی مشتمل بر بیست و شش قصیده و دو بیست و هفتاد غزل و هفصد بیت قطعه و رباعی ترتیب داده بود . و این رباعی را در تاریخ آن فرموده :

این طرفه نکات سحری و اعجازی چون گشت مکمل برقم پردازی
مجموعه طراز قدس تاریخش یافت اول دیوان عرفی شیرازی

۸۹۹۶

و عدد (احاد) مصرع تاریخ را با عدد و قصیده ، که بیست و شش است ، موافق یافته . و (عشرات) را با غزل ، که دو بیست و هفتاد غزل باشد . و (مآت) را با ابیات قطعه و رباعی هفتصد و بیست بیت باشد ، مساوی پیدا کرده . و الحق در این تفکر یدبضا نموده . و قبل از ترتیب این دیوان ، شش هزار بیت ، از ابکار افکار از ایشان تلف شده : چنانکه خود درین باب فرموده :

عمر در شعر بسر کرده و در باخته ام عمر در باخته را بار دگر باخته ام
رسد شرع هنر ، چون نشود محو ، که من شش هزار آیت احکام هنر باخته ام
...
(۱) الخ

بتاریخ شوال سنه نه صد و نود و نه (۸۹۹۹هـ) در لاهور، جهان فانی را وداع نموده بعالم جاودانی شتافت. و میگویند که: این رباعی را در حالت نزع فرمرده:

عرفی دم نزع ... الخ

و مسودات اشعار خود را، هنگام نزع بکتابخانه آنحضرت — که مکتبخانه اهل عرفان است — فرستاد که مرتب و مدون سازند. این حقیقت شناس نیز، بوصیت آن فارس مضمار سخنوری و فصاحت، عمل نموده بجمع و ترتیب آن، امر فرمود و در اندک زمانی از عالم پریشانی بشیرازه جمعیت رسیده. مشتمل بر چهارده هزار (۱۴۰۰۰) بیت از قصاید و غزلیات و رباعیات و مقطعات و مثنوی، بحسن سعی سراجای اصفهانی، ترتیب یافت. و اشعاری که از آن سخندان، درمیان مردم مشهور است، جمع کرده متشیان این آستان است. و تتبع خمسه شیخ نظامی (علیه الرحمه) نیز نموده اند. اشعار درون آثار ایشان بسیار است. درینجا مراد مدح این ممدوح عالمیان است:

ای داشته در سایهٔ هم تیغ و قلم را	وی ساخته آرایش هم فضل و کرم را
...
ز آسمان و زمین مژده در فغان آمد	که آفتاب زمین قاج آسمان آمد
...
بیا که، بادلم آن میکند پریشانی	که غمزه تو نکرده است با مسلمانی
...
بود در کتم عدم بکر طبیعت را جای	که خرد پر سرش استاد و همیگفت برای
...

۱- پنجاه و شش شعر دارد.

۲- چهل شعر دارد.

۳- یک صد و شش شعر دارد.

۴- این در تهنیت تولد فرزند خان خانان است و چهل و نه شعر ثبت شده.

زخود گردیده بر بندی چه گویم کام جان بینی	همان کسر اشتیاق دیدنش زادی همان بینی
...
ما بازم از وصال جدا کرد روزگار	با روزگار شوق چها کرد روزگار
...
نوی ملج که سنجی، دلا! مبارکباد	تصور نفس نفسمه زای مبارکباد
...
صد شکر که فخر دوده جاه	در دامن دایه بقا زاد
تاریخ تولدش چه پرسسی	آرائش روزگار ما زاد

۸۹۹۹

... .. (۲)

(۲: ۲۹۳-۳۵۲)

وله فی رباعیات (۵)

● میخانه : ذکر شاهباز بلند پرواز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی . افصح الفصحا و املح الشعرای عصر خود بوده . اشعار او همه خوش لفظ و معنی واقع شده . در شیوه استعاره کردن ممتاز ، و در فن تازه گوی بی انباز است . تکلف برطرف اصناف منظومات امثال و اقراں خود بر طاق نسیان نهاده ، و عروس مضمون را از لباس الفاظ مرغوب زینت و آرائش دیگر داده . درین جزو زمان کسی بروش او به ازو حرف نمیتواند زد . (۶)

۱- هفتاد و پنج شعر دارد .

۲- پنجاه و دو شعر دارد .

۳- نه بند مشتمل بر یک صد و هفت شعر دارد .

۴- این در تهنیت تولد پسر خان خانان است نه شعر دارد .

۵- هفت رباعی دارد .

۶- نقی الدین کاشی میگوید : بسی شایه اغراق و مبالغه ، حقائق غزلیاتش بمثابة بر صفحات

خاطر عشاق نقش بسته ، که اشعار موزونان فارس و عراق — جز در کاشانه نسیان بودن —

وجهی ندارد . و دقائق ابیات قصایدش ، بمرتبه بر السنه خاص و عام افتاده ، که منظومات

و لیکن — در ساقی نامه — چندانسی کار نساخته و با تمام فرسائده . یک قصیده از قصائد او ، که در مدح ساقی* کوثر برشته نظم در آورده ، بتلافی ساقی نامه درین تالیف بر بیاض برد .

بتحقیق پیوسته که آن مطلع دیوان نکته پروری ، در حیات خود دیوان ترتیب یافته . فاما بعد از فوت او ، یکی از دوستان یکجبهت او ، دیوانی — که الحال در میان مردم است — مرتب ساخته . و عدد ابیات آن همگی از قصیده و غزل و مثنوی وغیره ، قریب بدوازده هزار و پانصد بیت است (۱) . و شش هزار بیت دیگر از ابیات مرغوب آن یگانه عصر خود ، در آب افتاده . چنانچه درین چند بیت اشارت بدین معنی نموده است : غزل :

عصر در شعر بسر برده و در باخته ام عصر در باخته را ، بار دگر باخته ام
رصد شعرو هنر ، چون نشود محو ، که من شش هزار آیت احکام هنر باخته ام
المطش میزند ، از تشنه لبی ، هر مویم که قدح های پر از خون جگر باخته ام
گفته گوشه ز کفم ، شکر که ناگفته بجاست از دو صد گنج ، یکی مشت گهر باخته ام
حقیقت حال آن عندلیب گلستان نکته پردازی ، از خالوی او شمس الانام

شیرازی استماع نموده درین اوراق پریشان تحریر نمود . اما چون این ضعیف ، مال حال آن طوطی شکر مقال ازو استفسار نمود . گفت :

نام پدر عرفی خواجه بلوی شیرازی است (۲) و مولد خودش نیز در

و افکار اهل خراسان و ماوراءالنهر را ، بسازی آن چیز در زاویه خمول و انزوا . مناسب دیگر نیست . . . بین این دعوی چندین قصیده و غزل است که ، درین اوقات بدینجانب ارسال داشته و براسه تزیین این خلاصه داخل این اوراق گشته . و الحق ازان اشعار گمان شاعری و حالت عاشقی ظاهر میشود . و از آن طرز سخن نهایت فصاحت و پختگی مبین میگردد . (خلاصه الاشعار نسخه کتبخانه ملک . گ)

۱- رکب : تحت مائتر رحیمی

۲- مولانا سید محمد متخلص به عرفی این خواجه رین الدین علی بن جمال الدین شیرازی مشهور به خواجه جادر پاد . (سغینه خوش گو)

آنجا واقع شده . و اين خواجه بلوى در شهر مذکور در دفتر خانهاى شاهی ، بشغلى از اشغال حکام آنجا ، اشتغال داشته . و نام پسرش محمد حسين بود . (۱) در صغر سن درميان مردم به مولانا سيدى ملقب گرديده و در اول جوانى بوادى شعر گفتن افتاده . هرچه ازو سر ميزد خالى از رقبه نبود . ياران اهل شيراز باو — عرقى — تخلص دادند .

و سبب بر آمدن او از شيراز ، از اين رهگذر است که ، در سن چهارده و پانزده حسن او قبول تمام عيارى بهم رسانده بود و آبله نکشيده . چون سال عمرش به بيست رسيد ، آبله سرشارى بر آورد . بعد از اشتداد و استخلاص آن الم ، تغيرى در چهره او بهم رسيد . چنانچه هرکس که او را ميديد ازو تنفر ميکرد . و مولوى از اين مقدمه بغايت آرزده و درهم بود و بخاطر نميرسانيد که :

چنان نماند و چنين نيز م نخواهد ماند !

از غرور جهلى ، که در سر داشت بنا بر آن ، از وطن خروج کرده به هندوستان — که خانه نشو و نماى نکته سنجان و درالبيان خردمندانست — (۲) آمد و بسعادت خدمت افلاطون پائى حکيم ابوالفتح گيلانى (۳) که — يکى از ارکان دولت

۱- رک : تحت مائر رحيمى .

۲- تقى الدين کاشى گويد : در شهر سته (۹۹۲هـ) از راه دريا بجانب هند گراميد و مدتى در احمد نگر رحلت اقامت انداخته در آن ديار مسکن گزيد .

(خلاصة الاشعار نسخة کتابخانه ملي ملک . گ)

۳- حکيم مسيح الدين ابوالفتح پسر مولانا عبدالرزاق گيلانى است . که در حکمت نظر و تالاه پيش فراوان داشت و سالها صدارت آن ولايت بدو مفوظ بود . چون گيلان در سته (۹۷۴هـ) بدست شاه طهماسب صفوى افتاد و زمان خان احمد والى آن جا سر آمد ، حکيم با دو برادر خود حکيم همام و حکيم نورالدين بجهت رفتن و در ملازمت جلال الدين اکبر ، همراهم برادر بمناسب درخور سرافرازي يافتند . چون حکيم ابوالفتح شايستگى ديگر داشت ، و بزواج روزگار

قاهره شهر یار گردون اقتدار ، پادشاه فلک قدر خورشید اشتهار ، جلال الدین اکبر پادشاه غازی بود — مستعد گردید : و از فیض تربیت آن صاحب عیار دانش ، از منزل حضیف پستی بمقام اوج بلندی رسید . و اشعار آبدار او ، چون در مکنون قیمت و خریدار بهم رسانید ، و قصائد غرا در مدح مرئی گفت . چون میانه حکیم مذکور و نواب سپه سالار عبدالرحیم خان خانان اخلاص و اتحاد روز بروز در تزايد و تضاعف بود ، به عرشی فرمود : تا قصیده در مدح خان جم نشان گفته به گجرات فرستد ! مولوی بفرموده مخدم عمل نموده قصیده غرای در مدح خان سپه سالار منظوم ساخته ، بدان ملک فرستاد . وقتی که آن درر آبدار زیب گوش (جان) خان عالی مقدار گردید ، ممدوح صله لایقی از انجا بجهت ماح فرستاد . الحق که آن قصیده بغایت خوب گفته . این چند بیت متفرقه از آن قصیده بجهت استشهاد مقدماتی ، که در ذکر مولانا عرفی مسطور شده ، مولف کتاب عبدالنبی فخرالزمانی درین تالیف حنیف بر بیاض برد ، تا هنگام مطالعه این نسخه صدق قول او بر خردمندان ظاهر گردد .

مطلع و حسن مطلع ثانی آن قصیده :

آشنا و نبض زمانه شناسا بود ، ترقی بسیار کرد . و اگرچه در منصب از هزاری فراتر نرفت اما در رتبه از پایه وزارت و وکالت در گذشت . وی در سال (۱۹۹۷) وفات یافت . و چون روزی چند پیش ازین سانه علامه امیر عبدالدوله شیرازی (مولف فرهنگ جهانگیری) هم فوت شده بود ، صرفی ساجی این رباعی در تاریخ گفت . رباعی :

امسال ، دو علامه ، ز عالم رفتند رفتند ، و موخر و مقدم رفتند
تا هر دو موافقت نکردند بهم تاریخ نشد که — هر دو باهم رفتند

(۱۹۹۷)

زهی وفسای تو همایه پشیمانی نگاه گرم تو تکلیف نا مسلمانی
کسی که، تشنه لب نازت، میداند که موج آب حیانت چمن پشانی
... الخ (۱)

بر رای انور خردمندان و ضمیر ضیا گستر دانشمندان مبرهن است که،
مولانا عرفی هیچ بغیر از بی ادبی نداشته . چنانکه شیخ نامی گرامی نظامی
را بد یاد مینموده و سخنان ایشان را بنظر در نمیاورده . و با آنهمه دانش،
بیدانشی بجای آورده . آری غرور غفلت او را ازین معنی غافل کرده بود
که :

تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزار

و نسبت باکابر، بمانند بدمستان ، بی حوصلگی نباید کرد ، که خمار آن
درد سر بی عاقبتی میآورد

قا دید از خود آنچه دید ، که هنوز سنش بچهل نرسیده بود که در
لاهور در سنه تسع و تسعین و تسعمائه (۸۹۹۹هـ) عالم فانی را ، غافلانه و بی
عاقبتانه وداع کرد که : (۲)

هر جوانی ، که بی ادب باشد گر پیروی رسد ، عجب باشد

۱- هفت بیت آورده است .

۲- نقی الدین کاشی میگوید که : در مرض موت این دو رباعی بر زبانش جاری گشت :

ای مرگ مرا زیاد شرمنده مکن نومیدم ازان گوهر ارزنده مکن
باز آید و جان رود ، خدایا نفسی مهلت ده و در قیامت زنده مکن

(رباعی دوم قبلاً ثبت افتاد)

میرزا یوسف خان مشهدی داماد کامران میرزا در جواب عرفی گفته :

(عرفی!) رفتی ، بدوست پیوستی تو وز کشمکش زمانه، وا رستی تو
آنجا غم دوست، مایه دست تپی است خوش باش! کزین مایه، قوی دستی تو

(خلاصه الاشعار نسخه شماره ۴۰۷۸ کتابخانه ملک گ)

سیادت و نقابت پناه میر علاؤالدوله قزوینی ، تاریخ فوت آن فرید
زمان را ، چنین پیدا کرده و برشته نظم در آورده . تاریخ :

افسوس که زود (عرفی) از عالم رفت نادیده بکام دینی از عالم رفت
چون معنی محض بود ، ازان گفت خرد تاریخ وفات : معنی از عالم رفت

(۸۹۹۹)

روزی از روزها بتقریبی از وزارت پناه ، عزت و معالی دستگاه ،
میرزا نظام قزوینی ، که بخشی دیوان دارالعیش کشمیر بود ، شنیدم که گفت :
در وقتی که خبر بیماری عرفی بسمع مبارک جم جاه انجم سپاه جلال الدین
اکبر پادشاه رسید ، بمن حکم فرمود تا من بیالین او رفته ، برمال احوالش
اطلاع یابم ، و حقیقت مردن و زیستن او را بعد از ملاحظه بعرض رسانم .
چون نزدیک او شدم ، دیدم که کار پرو دشوار شده و نفسش بشماره افتاده .
پرسیدم که : چه حال داری ! جواب داد که : دو شش ، شش و پنج ! هرچه
ازو پرسیدم همین جواب گفت . برگشته حقیقت حال ، آن شکسته پر و بال
را ، بعرض ایستادگان بارگاه جلال رسانیدم . پادشاه و اعیان دولت قاهره از
استماع این مقدمه ، تعجب بسیار نمودند !

مؤلف کتاب میخانه عبدالنبی فخرالزمانی بعرض معتقدان ارباب ولایت
میرساند که ، باطن حضرت شیخ نامی گرامی نگذاشته که عرفی در وقت رحلت
با ایمان از عالم فانی بعالم باقی رود . چرا که در دم واپسین بجای کلمه

همو گوید : جماعتی که وی را دیده اند ، و بصحبت او رسیده ، میگویند : مردی خوش طبع
و ظرافت دوست بوده ، و باوجود خرد رانی و اشعریت ، با مستعدان و شعراء زمان در چون
ملاقات دقیقه از دقائق خوش طبعی فرو گذاشت نمینمود . و لطافتی که میان او و شعراء
دیار هند ، خصوصاً شیخ ابوالفیض و دیگر کسان گذشته ، در میان خوش طبعان مشهور است .
(خلاصه الاشعار . گ)

شهادت آن مزخرفات بر زبانش جاری شده و از سعادت ایمان عرض کردن که سرمایه مسلمانی ست و با خود بآخرت بردن محروم مانده (۱). اگرچه تحریر این مقدمه بعضی از اعززه را — که معتقد سخنان عرفی اند — خوش نخواهد آمد، فاما فقیر معذور است، چرا که باطن اولیاء این ضعیف را بر سربیان این فقره آورد.

خلاصه سخن آنکه، هنگام تسوید ذکر مولانای مغفور، عزیزی درویش نام — که خالی از حالتی نبود — مثنوی مولوی معنوی در دست بکبله احزان این کمترین دردمندان آمد، و بی آنکه بر شغل بنده اطلاع یابد، مثنوی کشود و این چند بیت ازان کتاب خواند. مثنوی:

از ادب، پرنور گشتست این فلک و از ادب، معصوم و پاک آمد فلک
بد ز گشاعی کسوف آفتاب شد غزازیل ز جرات رد باب
از خدا، خواهم توفیق ادب بی ادب محروم ماند از لطف رب

چون این سه بیت مثنوی از زبان آن درویش بگوش این فقیر رسید، بخاطر رسانید که این اشارت‌بست از جانب الله، بنابر سروش غیبی، از روی ضرورت شمه از بلند پروازی آن شاهباز عرش نکته پردازی، مرقوم قلم شکسته رقم گردانید، و الا باین کمینه این قسم جراتی نسبت بآن نکته دان

۱- خوشگو شرح این واقعه را دقیق تر نوشته است، او میگوید: در عمر سی و شش سالگی بهدارالسلطنه لاهور به مرض اسهال وداع عالم فانی نمود، و بمقبره میر حبیب الله نگاه داشته شد. در هنگام نزع، مسودات اشعار خود را بکتابخانه نواب خان خانان فرستاد که مرتب و بدون سازند. تا بموجب فرموده سپه سالاری بسمی (سراجی) اصفهانی از قصیده و غزل و رباعی و قطعه و مثنوی و نثر چهارده هزار بیت فراهم شد و کلمه — توفیق — (۵۱۰۱۲) تاریخ کلیات او یافتند.

گویند سخت قمار باز و شرابخور بود، و هنگام نزع هم، پیاله پیاله! و یا شراب! یا شراب! و دو پنج و دو شش! بر زبان میراند. (سفینه خوشگو. گ)

سخن آفرین ، هیچ نسبتی نداشت .

و من العجائب آنکه ، بعد از تحریر این کلام ، در شبی از شبهای جمعه ، مولف این تالیف چنان در واقعه دید که : عرفی در فضای وسعت نمای گلشن ، که آتش رشک در جان گلستان ارم میزد ، و داغ حسرت بر دل بوستان خورنق (۱) مینهاد ، همراه همان درویش نام ، میخرامید . و در عین سیاری رو بسوی این ضعیف نموده ، باین عبارت بی کم و بیش گفت : ای فخرالزمانی ! هیچ میدانی که من چه مایهٔ پشیمانی از پریشان گفتن خود میکشم ؟ و بتخصیص از بی ادیبهای ، که نسبت بحضرت شیخ گرامی نظامی از من سر میزد ! گفتیم : نه ! گفت : بخدا که ، در حیز گمان و امکان نیاید . بر تو پوشیده نماند که ، ایزد تعالی مرا از برای مداحی امیر بحق مومنان و امام متقیان مظهر عجائب و مصدر غرائب علی بن ابی طالب (ع) آمرزید . اولیا ! سخن نیز از تقصیرم گذشتند ، بتخصیص شیخ بزرگوار نظامی ^{رحمه الله} قصیده — بان و خیار — که در منقبت امیرالمومنین حیدر کرار گفته ام . لیکن از خجالت عفو او تا قیامت بر نیایم ! آنچه در فلان روز این درویش خیراندیش در باب بی ادبی من ، از شعر مولوی معنوی ، بر تو خواند ، حق بر طرف او بود . اکنون این آزاد مرد نیز از لطف ایزد سبحان ، بیا مهربان شده ، فردا بتو خواهد گفت !

چون شاهباز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی در عالم واقعه سر رشته کلام بدین مقام رسانید ، حصار باغی در میان آن سر زمین بنظر کمترین در آمد ، که در آن باز بود و در درونش گلهای الوان بر فراز

۱- قصری بود در حیره که بامر نعمان بن منذر برای بهرام گور ساخته شده ، و دران عصر بنظیر بوده .

شاخهای درختان ، در جنب لباس برگ های زمردی و زنگاری ، بجایه در آمده و مرغان خوش الحان بر منابر غضببان بنغمه سرائی مشغول گشته . بیت :
 دو سر مرغ را میش فراخی بجستی سال از شاخس بشاخی
 عرفی بدرون آن باغ در آمد ، و در آن حدیقه را چنان محکم بست
 که ، این حقیر از صدای در بیدار شد ، و در میانه دو نماز آن روز ، همان
 مرد جهانگرد نزد من آمد و کیفیت واقعه را — بطریقی که بنده دید بود — بیان
 کرد . پس ازان گفت : ای فخرالزمانی ! من بعد با خرد عهد کردم که
 هرگز ارباب معانی را بد یاد نکنم ، و بر اصحاب سخن حجت نگیرم ! ،
 سخن هرچه باشد ! . اکنون این ضعیف سه بیت از آن مطلع دیوان نکته دانی
 که در مقطع زندگانی از روی انصاف گفته ، و بوی بازگشتی ازان می آید ،
 در سلک تحریر میکشد . چرا که مناسبت ابیات بسایق این کلام ، باعتقاد
 خود ، بهتر از کنایات او که به اکابر دارد میداند : شعر :

بازوی همت آن روز چو قیمت بشکت که بتابیدن سر پنجه مردان رفتم
 من چه بودم ؟ حلبی شیشه لعلی صبا پای کویان بکجا بر سر ستان رفتم
 چون صبا ، رخصت گشت چمن بود ، ولیک چون تماشائی خائف بخیابان رفتم

کسی که نعت سیدالمرساین بغایت خوب و منقبت امیرالمومنین بی مرغوب گفته ، و چند بیتی از زبان او در اواخر عمر سر زده ، که دلالت بر معذرت بلند پروازی او نمیکرده باشد ، یقین است که بخشاینده بی منت او را بتصدق حضرت رسالت و بمحبت شاه ولایت ، از رشحات سخاوت فیض و قطرات غمام فضل خود ، محروم نخواهد ساخت .

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که ، هنگام تحریر بتصدیق پیوست که ، ملک الشعرای خراسان میرزا فصیحی در سنه هزار و بیست و هفت (۱۰۲۷هـ) شخصی از هرات به لاهور فرستاده بود ، که استخوان مولوی مغفور را به

مشهد مقدس برند. ده روز قبل ازانکه کس میرزا فصیحی به لاهور رسد، میر صابر صفاهانی — که یکی از یاران اهل ایام خجسته فرجام است — استخوان عرفی را به نجف اشرف روانه ساخته بود. سبحان الله! نتیجه این بیت او بظهور رسید:

بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم اگر به هند بیاکم کنی و گریه به تبار
و مولانا ررنقی همدانی بموجب الهام، مضمون مصراع ثانی این
بیت را، تاریخ استخوان بردن مولوی به نجف اشرف پیدا کرده و برشته نظم
در آورده:

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی)	که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد، ز گردش گردون	شکست بر صف دلهای پر شفت آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی	که: عمر از نو، چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم	نگفت تیر دعای که بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم:	بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد

۵۱۰۲۴

بر ارباب دانش و اصحاب بینش پوشیده نماند که، میر مذکور از برای خاطر بیت مسطور، جسد مولانا عرفی را آستانه متبرکه حضرت امیرالمومنین و امام المتقین فرستاده، و بنیابت جد خود، صله شعر او را بدو رسانیده. زهی سعادتمند فرزندی که مداح پدر را ندیده و نشناخته از خاک مذلت بر دارد، و پس از مردن وی، از گفته او کامش بر آورد، و از بشکده هندش بکعبه نجف رساند. بتخصیص درین جزو زمان، که ارباب دول باحوال گزیده سخوران زنده نیمردانند، تا بمردگان چه رسد. سخنورانی که درین ایام در حیات وجود فائض الجود را کیمیای مس افلاس میدانند. چرا که باستطاعت قلیل، جمعی کثیر بتقریبی از خدمتش بفیض میرسند.

و بقدر مقدور در رعایت آشنا و بیگانه خود را معاف نمیدارد. (۱) بیت :
 السی بر همین منوال دانش سعادت کن نصیب روزگار
 (۲۱۵-۲۲۴)

● کلمات الشعرا : عرفی شیرازی ، از مستعدان زمانه بود . در قصیده گوئی
 و غزل پردازی بگانه . اشعارش بسبب اشتها ایراد نیافت : بر همین بیت
 خوش گاه ناصر علی اکتفا نمود :

من ازین درد گرانیام چه لذت یابم که باندازه آن ، صبر و ثباتم دادند
 در مداحی ابوالفتح گیلانی و نواب خان خانان سپه سالار زرها یافت .
 در سن سی و شش (۳۶) سالگی در سنه تسع و تسعون و تسعمانه (۸۹۹۹) در
 لاهور گذشت . و همانجا مدفون گشت .

— استاد البشر —

۸۹۹۹

— هادی کلام عرفی شیرازی —

۸۹۹۹

تاریخش یافتند .

از غایت اعتقاد که ، بجناب مفترض الطاعته علی المرتضی داشت ،
 بشوق مرقدش این بیت در قصیده بصد اشتیاق گفته بود : بکوش مژه ...

۱- میر صابر از سادات اصفهان است ، در زمان جهانگیر بهند رفت ، و دولت ملازمت یافت .
 وقایع نگاری صوبه گجرات و از آن پس دکن بوی محول بود . آثار خیر از او بسیار سرزده
 است . میر صابر در سال (۱۰۶۴هـ) در شهر برهانپور وفات یافت . طبمش بیشتر بگفتن
 رباعی راغب بوده .

این رباعی نیز ازوست :

چشمی بجهان و باغ و راغش کردیم گوشه بنوای کبک و زاغش کردیم
 دیدیم که ، با ما سر ناسازی داشت ما نیز نساخیم و داغش کردیم

(محبوب الزمن تذکره شعرای دکن ۲ : ۶۱۳ - گ)

میر صابر صفاهانی بعد از سی سال، بنجف اشرف او را رساند . ملا رونقی همدانی تاریخ یافت : یگانه گرمی ... الخ گویند این رباعی در حالت نزع گفته :

(عرفی) دم نزع است و همان مستی تو آخر بچه مایه ، بار بستی تو فرداست که ، دوست نقد فردوس ، بکف جویای مناع است ، و تمی دستی تو (۱۲۶ -)

● منتخب اللباب : عرفی شیرازی آن قدر طبع رسا داشت که، در شروع ایام شباب از تحصیل علم و درس اکثر کتب متداوله فارغ شده . قبل از آنکه بعد تکلیف شرعی رسد، اشعار رنگین و قصیده‌های برجسته می‌گفت، تا آنکه ابتدای زمان سرور حسد بردند و در پی خفت او شدند . وطن مالوف نموده، عازم هندوستان گردیده، سعادت ملازمت پادشاه حاصل نمود . و در اندک مدت چنان مقرب و معزز گردیده ، که — آنچه مشهور است — فیضی و ابوالفضل در عالم هم چشمی حسد برده ، او را مسموم ساختند . از جمله اشعار او که در حمد گفته . بیت :

ای نه فلک، ز خوشه صنع تو دانه	در قصر کبریای تو، عرش آشیانه
در رنگنای کوچه شهر جلال تو	وسعت گه زمانه کعبین گاه خانه
نه تومن سپهر سرا سیمه در دوت	تا حکمت گرفته بکف تازیانه
ذات تو قادر است، بایجاد هر محال	الا بآفریدن چون خود، یگانه

(۲۴۱ : ۱)

..... شیخ مبارک جویای صحبت دانشوران بوده ، از آنها گرمی بازار خود میدانست ، از اثر صحبت که با فضلالی ایران . سوای ملا عرفی که در همان ایام از شیراز رسیده . باوجود آغاز بهار شباب، در فن شعر و مداحی پادشاه و گفتن قصائد و اشعار رنگین و دیگر همه کمالات، بمرتبه تمام شهرت یافت ، و نزد پادشاه معزز گردید ، و باعث رشک هر دو برادر

گشت ، و میان همدیگر سوء مزاج بهمرسید :

گویند : روزی عرفی وارد خانه فیضی گردید و فیضی قام در دست گرفته در تعریف دیباچه قرآن — که میخواست بلا نقط تصنیف نماید — ببحر فکر فرو رفته بود . عرفی پرسید که : مخدوم در چه فکری ! در جواب گفت : میخوام که اسم پدر خود بی نقط ظاهر نمایم ! عرفی گفت : حاجت فکر نیست بزبان اصل خود ممارک بنویسید ! این معنی بر طبع فیضی نهایت گرانی نمود .

باز روزی ، عرفی برای عیادت فیضی رفته بود ، نزدیک خوابگاه او سنگ بچه چند دید که ، قلادهای زربفت با زنجیر طلا در گردن داشتند . پرسید که : مخدوم زاداها به چه اسم موسوم اند ! فیضی گفت : باسم عرفی ! در جواب از زبان عرفی برآمد : مبارک باشد ! گویند : عرفی در عین شباب بهار جوانی که ، سال عمر او از بیست تجاوز ننموده بود ، مسموم گردید که با او موافقت نیفتاد .

(۱ : ۲۰۰)

● مرآت الخيال : ملا عرفی ، بکمال فضل و دانش و لطیفه گویی و حاضر جوابی موصوف بود . اصلش از شیراز است . در عنفوان شباب بطریق سیاحت به هندوستان افتاده ، بوساطت حکیم ابوالفتح گیلانی — که یکی از مقربان دربار اکبری بود و در فرامین بخطاب جالینوس الزمانی مخاطب میگشت — باستلام عتبه علیه سلطنت سرافرازی یافته مشمول عنایات خاص گردید .

و ابوالفضل و فیضی بارها الزام دادند . از انجمله آنکه ، چون اینها نمیخواستند که اهل استعداد پیش آیند و مذهب تشیعش معلوم بود ، باراده

آنکه او را در نظر پادشاه خنیف سازند ، در اول روز ملازمت ابوالفضل ازوی پرسید که : در مذهب شما زاغ حلال است یا حرام ! عرفی جواب نداد . بعد از لمحۃ فیضی پرسید که : در مذهب شما خوک حلال است یا حرام ! عرفی جواب نداد باز تغافل کرد . درین حال پادشاه متوجه شده فرمود که : چرا جواب نمیدهی ؟ گفت : جواب این مسئله بدیهی است ، و هرکس میداند که هر دو گه میخورند ! یعنی زاغ و خوک . و خلاصه اشاره بجانب هر دو برادر باشد (۱) . پادشاه بخندید ، و انعامی فراخور حالش بخشید ، لیکن ، آن هر دو خبیث آن چنان پی بمزاج پادشاه نبرده بودند ، که دیگری دخل تواند یافت . بهر حال ، قصیده عرفی که مطلعش : جهان بگشتم و دردا که ، هیچ شهر و دیار نیافتم ، که فروشد بخت در بازار

مشهور است ، و قریب یکصد و هشتاد بیت دارد ، که اکثری از شعرا از شعر آن جواب گفته اند ، خصوص شیخ محمد سعید قریشی (۲) که احوالش در متاخرین مرقوم است ، بطریق طعن در جوابش میگوید :

ز مفلسی ، که نباشد بدست ، یک دینار چه سود ، اگر بفروشد بخت ، در بازار
این قصیده طولانی است . اما از آنجا که دیوان عرفی در هندوستان از فرط اعتبار و اشتہار ، دست بدست میگردد ، بتحریر یک رباعیش اکتفا نمود . رباعی این است :

(عرفی!) دم پیری ست ، قدم دیده به
هر گم گم مینمی ، پسندیده به
از هینک شیشه ، هیچ نکشاید هیچ
لغتی ز جگر تراش و بر دیده به
(۸۱-۸۲)

۱- حمینی نیز آورده است .

۲- شیخ محمد سعید خان مولائی ، صاحب دیوان (متوفی ۱۰۸۷ھ) ملازم سلطان مراد بخش
رک : عمل صالح ۳ : ۲۲۱ و مفتاح النوار ۸ : ۲۷۸ و نتائج الافکار ۳۳ .

● ریاض الشعرا : مولانا عرفی شیرازی رحمه الله ، اسمش جمال الدین و مولدش شیراز است : ططنه سخنوری وی عالم را فرو گرفته ، وصیت شاعریش از مشرق تا مغرب رسیده : در میدان بلاغت گستری گوی فصاحت از سخنوران زمان ر بوده است : قصائد غرایش خط نسخ بر اوراق مبعه معلقه کشیده ، غزلیات روح افزایش زبان طعن بر آب حیات کشوده : پیختگی معانی و شگفتگی الفاظ، عذوبت کلام و نازکی ادا و نازگی مضمون را، باهم جمع نموده است . الحق از شعرا کم کسی به این جلالت شان گزشته است .

مولانا مرحوم در زمان اکبر پادشاه به هندوستان آمده در خدمت آن پادشاه ترقی عظیم نمود . و با شاهزاده سلیم — که آخر مسمی بجهانگیر پادشاه گردید — خصوصیت و محبت مفرط داشته ، چنانچه بعضی بعشق شاهزاده متمممش کرده اند . عاقبت حسادتش در عین جوانی مسیوم کردند :

هادی کلام عرفی شیرازی

۸۹۹۹

تاریخ فوت اوست :

این بیت در قصیده از قصائد مشتمل بر مدح سرور اولیا (علیه التحیه و الثنا) گفته است :

ز کاوش مژه ، از گورتا نجف ، بروم اگر بهند ملاکم کنی و مگر به تقار
پس از فوت ، مولانا را در لاهور بخاک سپردند . بعد از چند سال
درویشی آمده بآشتیاب ، دیگری که در پهلوی او پیش قبرش دفن نموده
بودند ، استخوانهای او را ، بنجف برده در جوار آن آستان عرش مکان
مدفون نمود . بعد ازان حقیقت معلوم شد . ملا رونقی همدانی این قطعه را
در تاریخ بردن استخوانهای او بنجف اشرف گفته :

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی) که آسمان پی پروردنش کلف آمد
 بکوش مژه، از گور تا نجف، بروم فگند تیر دعای و بر هدف آمد
 رقم زد از پی تاریخ (روفتی) کلکم از هند تا نجف آمد (۱)
 (خطی)

● حسینی: عرفی اسفندیار عرصه سخن طرازی. مولانا عرفی شیرازی:
 در عهد اکبر پادشاه بهند دل پسند آمده و بتقریب پادشاه رسیده. لطیفهایش
 با شیخ ابوالفضل و فیضی مشهور است. از جمله روزی (۲). : : : :
 روزی (۳). : : : :

القصة مولانا در سال نهصد و نود و نه (۹۹۹هـ) در دارالسلطنت لاهور
 بمرض اسهال رحلت نموده. میر صابر اصفهانی، برطبق آرزویش،
 که گفت:

بکوش مژه، از گور تا نجف، بروم اگر بهند هلاکم کنی و گر به نثار
 استخوانش از گور بر آورده به نجف اشرف رسانیدند.
 کلیاتش پانزده هزار بیت است و ملا فیروز گفته که: عرفی صاحب سه
 لک بیت است: و ازانست:

بسط گریه مشغولم، اگر کاری درونم را ز دل را پرده چشم دو شاخ ارغوان بینی
 من دیوانه غزل: (هفت بیت دارد ۲۱۳)

● مجمع النفائس: عرفی شیرازی، جمال الدین سیدی بن زین الدین علی
 حلوی بن جمال الدین سیدی. مشهور بخواجه چادر باف است. و عرفی تخلص

۱- بعد ازین پنج صد و نود و هشت شعر مرثی دارد.

۲- رک: تحت مرآة الخيال لطيفة زاع و غرک.

۳- رک: تحت منتخب التواريخ لطيفة سگ.

او است. شاعری عالی مقام معجز کلام از شهرت تازه گوی، بجای رسیده، که بالا تر از آن، ممکن نیست:

تقی اوحدی گوید که: در شانزده سالگی از عدم انصاف صفاهان — که مولد منست — بشیراز، که وطن اصلی آبا و اجداد است، متوجه شدم. و بخدمت و صحبت مولانا عرفی رسیدم. پنج سال پیش از آنکه او متوجه هند شود، در ملازمت او و شعرای دیگر — که مجتمع بودند — می رسیدم؛ و اشعار بابا فغانی را که، در آن ایام طرح میشد، تبع میبردیم. در آن وقت سن وی، تخمینا سی ساله بود.

فقیر آرزو گوید که: عرفی باستماع آوازه قدردانان هند، وارد این ملک گشته و بسایه التفات خان خانان و حکیم ابوالفتح بیکام دل رسیده. اما زود پیمانه عمرش پر شد و در سن سی و شش (۳۶) سالگی، بمرض اسهال در گذشت.

سابق دیوانی که جمع کرده بود، بسبب گردش روزگار برطاق نسیان ماند، بلکه، چون اوراق خزان بیاد رفت، بحدی که، از وکس نشان نیافت. چنانکه گوید: عمر در بختن معنی همه در باخته ام ... الخ

و تفصیل احوالش در مآثر رحیمی و غیره مسطور است و چون در قصیده — ترجمه الشوق — در منقبت جناب امیرالمومنین (علیه التحیات) این بیت از کمال اشتیاق گفته بود:

بکاو مژ، از گور غا نجف، بروم اگر بهند هلاکم کنی و گر به تار

و این بیت مقبول افتاده، بعد از وفات او، که در (۵۹۹۹هـ) واقع شده، میر صابر اصفهانی لاش او را بعد از بیست و هشت سال (۲۸) بنجف اشرف

رسانید و ملا رونقی این قطعه درین باب گفته :

یگانه گهر دریای معرفت (عرفی) که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چسومر او بسر آمد ز گردش گردون شکست، بر صف دل‌های پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی که عمرم از نو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم فگند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی قاریخ (رونقی) کلکم بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد

الغرض، قصیده و رباعی او طرز خاصی دارد و مثنوی او آنقدرها نیست. لهذا حکیم حاذق پسر همام -- برادر حکیم ابوالفتح گیلانی -- در یکی از مثنویات خود گفته :

(عرفی) ما در غزل استاد بود مثنویش طرح فصاحت نداشت
خانه خراب و ده آباد بود کان نمک بود و ملاحیت نداشت

و در لفظ ما اشارتست بدانکه، مداح و تربیت کرده حکیم ابوالفتح -- که عموی حکیم حاذق است -- بود. فقیر آرزو -- شرح قصائد عرفی -- نوشته و بعد مطالعه آن، عیب و سمنین مولانا ظاهر میشود. اگرچه جواب بعضی بلکه اکثر اعتراضات ابوالبرکات منیر و غیره، شارحان قصائد مذکور، بتحریر در آورده. درینولا انتخاب اشعار او نوشته میشود. بالفعل آنچه قتی اوحدی نوشته بنگارش میآید :

هفت این بود که، لب تشنه بمیرد (عرفی) ورنه صدبار، سر چشمه حیوان رخت
داغ بردل بسکه پیوستم، نشان از دل نماند پیش ازین، صدداغ بردل داشتم، اکنون یکی است
روم بدورخ و شکر بهشت میگویم که این بنزد مکافات من، بهشت من است
تا بزانو بگل، از گریه فروشد (عرفی) ورنه چنین گریه کند تا مژه در گل برود
کفران نعمت گناه مندان بسی ادب در کیش من، ز شکر گدایانه بهتر است
محرومی یعقوب، ازان بود که، بگریزد شرعی، که دران دیدن فرزند حرامست
گر بمیرم، منها چهره مرا، روز وصال حسرت روی تو، حیف است که، از دل پرود
فلک، چندان تنک سرمایه است، از گرم بازاری که یک جور عافیت گر بخشدم درویش میگردد

خانقاهای که، منش مرشد کامل باشم
ای باد صیحا، وه گلزار دگر گیر
گویند: دور شو که از قاب تو سوختم
حسن عمل، از شیخ و برهمن طلبند
وانها که، نکشته پهرمن طلبند
دارد چگرم تیر هلاک از شمش
بنمایم و گوید که بنازم دستش
ز آدم چو گذشتی این نگار چگل است
کان حکم اله بود و این حکم دل است

هنکبویش بزویا همه ز ناز تند
خاکستر پروانه، طلبگار سموم است
چون داغ او برم بجمیم، اهل مصیبت
قردا که، محاسبان هر فن طلبند
آنها که، دروده جوی پستانند
آن فتنه، که جام حسن دارد منش
قرسم که بداور قیامت این زخم
مسجود ملائکه، تن از آب و گل است
گر هست تفاوتی، همین باشد و پس

این اشعار از منتخبات مرزا صائب است (علیه الرحمه) :

طوفان، بود معلم، دریای، بیکران را
مگر در سینه آسودگان اندازد ایشان را
دل در کار هست آخر سر زلف پریشان را
قبول کردن و رفتن نه شرط انصافست
کوبزیرک دشمن و (عرفی) بکودن دشمن است
فهمیدن این مسئله، موقوف دو جام است
از لیم نام تو، هنگام دعا نشنیده است
لطف فرمودی، بروکین پای را، رفتار نیست
که: شمله کمر اسوخت، خویش را هم سوخت
کنون میمیرم و از من، بت و زناز میمانه
که مرگ دیگر و آسودگی دگر باشد
مستند و از میانه حیا کم نمیشود
خوشم که، بهر من اسباب گریه، افزون شد
پحیرتم که، دل برهمن ز کف چون شد
پروانه، چراغ حرم و دیر، ندانند
مهرم هنوز بر لب خاموش میزنند
وه بسی طی میشود، تا ره بباطل میبرند
جامه ما، نه پاندازه ما، دوخته اند
بگر با عافیت پنهان نباشد
در جامه معشوق، مرا گرم طلب کرد

آوارگست رهبر، در وادی محبت
عذاب دوزخ آشامان باتش چون کند ایزد
نه بامن، با یکی از اهل دل خود دوستی میکن
گرفتم این که، بهشت دهنده پی طاعت
در نگیرد صحبت (عرفی) بشیخ صومعه
یک سجده مستانه و صد ساله عبادت
غیرتم بین که، بر آورده حاجات هنوز
مهری با غیر و میگوئی: بیا (عرفی) تو هم
بلوچ مشهد پروانه، این رقم دیدم
تمامی عمر با اسلام، در داد و ستد بودم
امید هافیت از مردن است و میترسم
نازم بحسن و عشق که، از جوش اتحاد
اگر ز کاوش مزگان او، دلم غون شد
زیت، نه گوشه چشمی نه چین ابروی
عاشق، هم از اسلام خرابست و هم از کفر
من در نفس گدازی و این عشق بدگمان
زحمت حجاج دیر، از کعبه جویان، برتر است
ما فرو رفته، بهر غم بی پایانیم
کسی ندانیده نشناسد کسی را
کنوکیو زدن فاخته سرو در آغوش

وعظ من، گرد فشاننده عصیان نشود
در محبت، زندگی را، با شهادت جنگ نیست
چشم پنهان خویش، دم نزع، تر شود
بلند چگونگی زین غم، دلم آرمیده باشد
قانع، بیوی دوست، نگر دید شوق ما
تا خون نخوری، چاشنی درد، ندانی
آنانکه غم تو، برگزیدند، همه
در ممرکه دوکون، فتح از مشقت

انتخاب فقیر آرزو :

با شیشه می، رفته بگلگشت چمنها
چندانکه گرفتند، عزا شان بوطنها
کسی نگویدم : ای خانمان خواب کجا
پس از خورفریزی من، از قاسف لب گزیدنها
که فاوک خورده او را، بود ذوق طپیدنها
بسیار خصم کشته است از خجلت مدارا
با فلان گوی که، برهم فزند مؤگان را
صبح، آن ناحیه وقتی است، که شام است اینجا
مگر وقتی، مزار کشتگان عشق، بود اینجا
اگر کمال پذیرد، صنم پرستی ما
مرونی که ملامت بلا است نرم را
بر پشت پای دوخته چشم سپاه را
ثابت کنم، بخویش در عالم گناه را
با دشمنان بمهر نجوشد کسی چرا
غیز و شراب و دشته ده غیزه می پرست را
مرا میکشد گر پیدا نمیکردم شراب امشب
منکه « دی آنچه نکویافتم، امروز بد است
این مراد است که، با تهمت آن هم حسد است
گر واقعت در غلط، این خواب گفتنی است
گر بدانم که مرا رخصت پروازی هست
در دامش آویز که، با او خبری هست

ای دل منشین! خیز که، بیباک تو، تنها
ماندند غریبان، بفریب تو، درین شهر
بلای دیده و دل را، ز پی شتابانم
نگویم : پی گته خونم مرز، اما بیاد آور
بشارد از خندنگ دیگرم بصل، که میداند
بد دشمنست (عرفی) با او مورز خصمی
آنکه گفتی : چه کنم! کزدل تو خون نچکه
عشرت بزم تو، زانست که محنت بر ماست
بهر سو میروم، بوی چراغ کشته، می آید
عنایت صمدی، رد کفر ما نکند
ز لاف صبر بسی نادیم طعنه مزین
ای روی غم سپاه، که از چشم، گریه ام
فردا بفلق، تا بنایم عطای دوست
سروشته معامله، در دست قسمت است
آمده فوج نازده حمله شهادت آرزو
برنگی از قمار آمد، بوم کز سرگرائیها
در میان غزف گوهرام، اندیشه پجاست
حسد تهمت پیدردی مردم، بگداخت
دیدم بخواب، آن لب لعلم یکام بود
آتشین ناله من، دود بر آرد ز قفس
آن دل که، پریشان شود از ناله بلبل

ز ناز رائندی و دائم دل نیابم باز
 ز شیخ صومعه جستم نشان (عرفی) ، گفت :
 لب بدندان ، دست در زیر زنج ، دارد مسیح
 دریا فراخ و کشتی ما ، بی معلم است
 ما خود ز کبر تکیه بهمت زدیم ، لیک
 فهم جنازه (عرفی) بدوش و مینازم
 قفل لباس پیارید ، که زغم دل ما
 دلم آن کافر عامی است که ، در گوشه دیر
 زبان به بند و نظر باز کن ، که میخ کلیم
 رفت آن آفت دین از برم ، ای هوش ! بیا
 هر گاه که از مهر بکین میل تو بیش است
 تا خط بگردد آن لب شیرین شمائل است
 هر جفای ، کز تو می آید ، کند گردون همان
 این که میگویند : درها میکشاید دست پخت
 خبر نیافته (عرفی) ز طبع نازک دوست
 گفتم : کرشمه ات دل (عرفی) بخون کشید
 بسکه شو کردم به پی ذوقی ، ندانم در جهان
 برهن چون پست زانم مفان گفتند : حیف
 غوشم که ، سوخت دو کون از غمت ، و زان خوشتر
 از آن ، پدر دگر هر زمان ، گرفتارم
 قبای نار ، چوپوشی ، جدا ز من یاد آر
 بر سر غم رفتم و ز اهل خرابات مفان
 عشق اگر مرد است ، مردی باب دیدار آورد
 مگذر از دارالشفای عشق ، کز بهر علاج
 کفر و دین را ببر از یاد ، که این فتنه گران
 بکرشمه تو (عرفی) دل و دین بباخت ، لیکن
 شهید مضطر بسی خاک شد ، مگر برهت
 روزی ز قتل (عرفی) گر پرست فضول
 چه روستای بی مشربی است این (عرفی)
 زمانه ، گلشن عیش کسرا ، بیفسا داد
 گر یار شادی نیست ، دل هر گاه که ، نامش میبزم

که این معامله باطنخ روستائی رفت
 بر آستان برهن بجهبه سائی رفت
 گفته ای همنشین گویا که این بیمار کیست
 ای درد ! زان زیاده که پایان موسم است
 درویش را معامله با جود منعم است
 که ساق عرش محبت بروی دوش من است
 سر بر گشته دهن ، بر سر گفتاری هست
 پیر گردید و بدانست که زناری هست
 کنایه از ادب آموزی قاضای است
 تا بدانم که ، جهان بر سر ایمان ، رفته است
 اول نمک سینه ما پاش ، که ریش است
 شب در میان عیسی و خورشید حائل است
 سوز دم غیرت که ، آئین تو و گردون ، یکوست
 تا دور دل میشو اما کلید دل گم است
 ز این بگز قلم « اینجا نه جای مکتوبست
 گفت : از کرشمه پرس که گوید گناه اوست
 جلوه روی نکو بهر چه و نظاره چیست
 کین زمان در کافرستان عرب زانار نیست
 که کس بداغ دل (عرفی) از غمت کم سوخت
 که شیوه های ترا ، باهم آشنائی نیست
 که میکشاد کسی بند این قبا گستاخ
 اولین جوش خم می بود و هشپاری نبود
 ورنه ، چون موسی بسی آورد و پیزار آورد
 هر نفس آید ، مسیح آنجا ، و بیمار آورد
 در بد آموزی ، ما ، مصلحت اندیش همد
 نه چنان دلی و دینی ، که بباختن نیرزد
 که بی نسیم ز راه تو گردد میخیزد
 کو دوستدار من بود تا بی سبب نباشد
 که توبه کرد و می از دست آفتاب نخورد
 که گل بدامن من ، دسته دسته می آید
 بهر چه ، غم را پر ز بان ، صد گونه نفرین می رود

بودند بهم گرم، نگه من و معشوق
 ز مست افتادم در مسجد ای زاهد مشو رنجه
 بمیدم جسمان عانیست زود مرد
 دران مقام که (عرفی) ز دل گذشت، هنوز
 ز بسکه داده (یعنی) غمت متاع فراخ
 صد کام در دلم گذرد، چون رسم بدوست
 بس نکوئی جلوه کن بر مستحقان زینهار
 عالم شهر یعلم آفت دین شد، چه بلاست
 فیرد دل غیورم، ز خدنگ یار لذت
 چنان با فیک و بد (عرفی) بسرکن، کز پس مردن
 بر افکن پرده، قسا معلوم گردد
 (عرفی) از گریه بیاساید و طوفان برخاست
 ای برهن! بشگر معبد صوفی و ریا
 فالت میکنم از درد تو گاهی، لیکن
 خدا گواست، که گر جرم ما، همین عشق است
 کافر قر است زاهد از برهن، ولیکن
 بیسانه ترحم نکشی مرا، و گرنه

بیگونی آموز حیا را، که خیر کرد
 که صحن مسجدت فردا زمین خاک خواهد شد
 که فوباره باغ عمرم نخورد
 کسی که میگذرد، اشکبار میگذرد
 ترار داده که سوداگر فراغ شود
 مانند آرزو که، دوچار کرم شود
 تا دعای بهر حسن عالم آرایت کنند
 غلط اندیش، که طبعش بتصرف باشد
 بکدام دل ندانم هوش غلبیده باشد
 مسلمات بزمزم شوید و هندو بسوزاند
 که یاران، دیگری را میپرستند
 جم وکی نیست که او را غم عالم باشد
 کین طرف نیز بت و برهنی ساخته اند
 تا بلب میرسد، از ضعف نفس میگرد
 گناه گیر و مسلمان بجرم ما بخشنه
 او را بتی است در سر، در آستین ندارد
 سرخون گرفته من، ببدن چکار دارد

(۲۳۷ الف - ۲۳۹ ب)

● آشکده: عرفی، سید مجد متخلص به عرفی. الحق در مراتب کمالات

گوی سبقت از معاصرین ربوده. دیوانش بنظر رسیده. در قصیده، هر چند
 طریقه تازه — که خارج از طریقه شعرای بوده — اختیار کرده، اما واقعا
 بسیار خیالات خوب و عبارات مطاب دارد. در باب استعاره اصرار بسیار
 دارد، بحدیکه مستمع از معنی مقصود غافل میشود. از آنجا مثنوی در برابر
 — مخزن الاسرار — گفته، که شاید بر بی وقوف مشتبه شود. اما استاد ماهر
 میداند که بسیار بد گفته. چند شعریکه خالی از فصاحت نبود از آنجا
 نوشته شد، و مثنوی نا تمامی در — خسرو شیرین — دارد. اگر عیب

استعاره خنک را بسیار نداشت بد نگفته بود : قدری معقول از آنجا نوشته شد . و از قصائد و غزل و رباعی نیز آنچه به طریقه استادان صاحب فن بود ، نوشته میشود :

در هندوستان وفات یافته . گویند آخر الامر استخوان او به نجف اشرف آوردند . وله :
(یکصد و هفت شعر دارد ۳۰۱-۳۰۵)

● خزانه عامره : عرفی شیرازی ، استاد مسلم للثبوت است و بچاه افغن سحر هاروت ماروت . و شیخ عبدالقادر بدایونی در منتخب التواریخ مینویسد : (۲)

..... عرفی سی و شش سال عمر یافت ، و در لاهور سنه تسع و تسعمانه (۸۹۹۹) در آغوش زمین خوابید .

صاحب — ذخیره الخوانین — گوید : خانخانان ملا عرفی را نا دیده آن قدر زر هر سال میفرستاد که محتاج بدر دیگر نبود . و از تقریر اخلاص شاهجهان آبادی در — همیشه بهار — معلوم میشود که : خانخانان یک مرتبه عرفی را در جائزه قصیده ، هفتاد هزار روپیه رعایت کرد . عرفی در قصیده — ترجمه الشوق — میگوید :

بکاش مژه ، از گورتا نجف ، بروم اگر یهند هلاکم کنی و مگر به تنار

این بیت مقبول جناب ولایت مآب (رضی الله عنه) افتاد و بعنایت جائزه اعلی روح او را شاد فرمود . یعنی میر صابر اصفهانی در سنه سبع و عشرين و الف (۱۰۲۷هـ) استخوان او را ، از لاهور به نجف اشرف رسانیده . ملا

۱- یک صد و هفت شعر دارد .

۲- ذکر ورود عرفی یهند . رک تحت : منتخب التواریخ .

رونقی همدانی تاریخ نقل استخوان میگوید: یگانه گوهر.....

اما میر صابر اصفهانی مردی خیر ستوده صفات بود، و در عهد جهانگیری و شاهجهانی قرین اعتبار میزیست. مدت‌ها بواقعه نویسی دیوانی صوبه گجرات و بعد ازان بواقعه نویسی کل صوبجات دکن قیام داشت. قاهر اختیار نکرد و جردانه بخوبی و نیکنامی عمر بسر آورد. و تا سنه احدی و ستین و الف (۱۰۶۱ هـ) واقعه نویس ممالک دکن بود. و بعد ازان معلوم نیست چه قدر زندگانی کرد.

در وقت تحریر این صحیفه — دیوان عرفی — مشتمل بر اقسام سخن بملاحظه در آمد. در قصیده گوئی بد طولی است. با وصف آن مخالف او چندان خوب واقع نشده، لهذا بر زبان قلم نیامد. غزل و مثنوی او مرتبه مساوی دارد. اما باعتقاد حکیم حاذق — پسر حکیم همام برادر حکیم ابوالفتح — پایه مثنوی او کم است. درین باب میگوید:

(عرفی) ما در غزل استاد بود خانه خراب و ده آباد بود
مشرقی طرز فصاحت نداشت کان نمک بود ملاحت نداشت

اشاره است بمثنوی عرفی که در همین وزن گفته. مطلعش این است:

بسم الله الرحمن الرحيم موج نخست است ز بحر قدیم
مولف گوید، بجای لفظ (موج) لفظ (مد) مناسب تر است. فقیر هم مصرعی برای بسم الله بهم رسانده ام که:

بسم الله الرحمن الرحيم تیغ سه تاب رسول کریم

اما شیخ نظام، در آغاز — مخزن اسرار — قصب السبق از مصراع گویان بسم الله روده. و میرزا صائب، مضمون تحفه برای بسم الله یافته، میفرماید:

سخن، بلند چو گردد، بوحی مقرون است اتفاق بر مصحف کلام موزون است

این مطلع مضمون بلندی دارد، اما مصراع اول خوب نرسیده، چه مضمونش اینکه سخنی که بلند گردد، بمرتبه وحی میرسد. اگر مراد از سخن نظم است تخصیص نمیتواند شد، زیرا که نثری که بلند افتد، نیز

بمرتبه وحی تواند رسید، بلکه تمام قرآن نثر است، نظم خال خال واقع شده. و مفهوم مصراع ثانی اینکه کلام موزون فوق کلام منثور است، و پیدا است که، مدعا با دلیل مطابقت ندارد. دلیل مدعای دیگر میخواهد. مثلاً چنین گفته شود:

خوش است نثر، ولی شان نظم؛ افزون است اتفاقاً بر مصحف، کلام موزون است و مدعا دلیل دیگر میخواهد. مثلاً چنین گفته شود:

سخن، بلند چو گردد، بوسی مقرون است گواه دعوی ما، مصحف همایون است

واله در — ریاض الشعرا — و آرزو در — مجمع النفائس — اشعار بسیار از غزلیات عرفی آورده اند. اشعار بکه درین صحیفه ثبت شده سوای آن است:

(بیست و پنج شعر دارد ۳۱۸-۳۲۳)

● نتایج الافکار: عرفی، بکه ناز عرصه سخن پردازی مولانا سید محمد عرفی شیرازی. که شاعر بیست گرانمایه و ماهر بیست بلند پایه. در مراتب نظم، گوی سبقت از اقران ربوده. و در اقسام سخن، بفکر رنگین در معاصرین خرد ممتاز بوده. لاسیما در قصیده گوئی بد طولای داشت، و سر باوج مفاخرت میافراشت:

از ولایت باراده سیاحت هند برآمده (۱)، چون به فتحپور سیکری رسید پیشتر از همه، به شیخ فیضی فیاضی ملاقی گشته، ارتباط بایسته بهم رسانید، و شیخ هم بوارسی مایحتاج وی میپرداخت. آخرش فیما بین یکدیگر شکرآبی

۱- در سلم السموات است: مولانا عرفی پسر خواجه بلوی است. از محله کوچه سختویه شیراز، در تسع و ثمانین و تسمانه (۹۸۹) در وطن مالوف بسود و بانشای غزل و مثنوی اشتغال مینمود. گاهی معانی دلبندش دست میداد و گاهی ناخوشیها در اشعارش اتفاق میافتاد. در تسعین و تسمانه (۹۹۰) توجه هند نمود. آنجا رتبه نظمش افزود و صیت کلامش بلند گشت، معانی دلبندش بسیاری دست داد و نظمهای ارجمندش فراوان اتفاق افتاد، از آن جمله است.

(ص ۷۷)

روداد و به حکیم ابوالفتح گیلانی مربوط گردیده ، بوسیله جمیله اش مشرف مصاحبت عبدالرحیم خان خانخاندان و بصیلات نمایان و ذوازشات بیکران مباهی گشت . امیر جوهر شناس که ، پیوسته تعظیم و تکریمش منظور میداشت ، آنآ فانا اعتبارش ترقی گرفت و بازار شعر و سخن وی گرمی پذیرفت . رفته رفته بسلك ملازمان خاص اکبری منسلک گردیده ، مورد عنایات سلطانی گشت . از مرآت الخیال آورده که : چون ابوالفضل و فیضی نمیخواستند (۱) ... یعنی زاغ و خوک ، کنایه ازان بسائیلین بود . شاه نکته سنج و دقیقه رس متبسم شده بانعام درخور حالش سرفرازی بخشید .

آخرکار در عمر سی و شش (۳۶) سالگی تسع و تسعین و تسعمانه (۹۹۹) در دارالسلطنت لاهور بدار بقا خرامید . در قصیده — ترجمه الشوق — میگوید :

بکاوش مژه ، از گور تا نجف ، بروم اگر بهند هلاکم کنی وگر به تقار
چون این بیت به جناب ولایت مآب (کرم الله وجهه) شرف قبولیت یافت ، میر صابر اصفهانی در سبع و عشرين و الف (۱۰۲۷) استخوانش از لاهور به نجف اشرف رسانید . ملا رونقی همدانی تاریخ نقل استخوان او گفته : یگانه گوهی ... الخ

این چند بیت از کلام دلپذیر عرفی است .

(۲۸ شمر و ۲ رباعی دارد ۴۶۸-۴۷۳)

● شمع انجمن : عرفی شیرازی ، شیخ جمال الدین استاد مسلم الثبوت ، و بچاه افکن سحر هاروت و ماروت . عمده شعرای سحر آفرین است :

و نخبهٔ بلغای فصاحت آئین. شاعر گرانمایه است و ماهر بلند پایه :

اول که ، از ولایت بفتحپور رسید بشیخ فیضی آشنا شد. آخر درمیانه‌ها شکر آبها افتاد و بخانخانان مرتبط شد. و شعر و اعتبار او روز افزون گردید. تا آنکه بعمر سی و شش (۳۶) سالگی در لاهور سنه (۱۹۹۹هـ) در آغوش زمین خوابید.

عرفی در قصیده گوئی صاحب ید بیضا است : اما مخالص او چندان خوب نیفتاده. و غزل و مثنوی او رتبهٔ مساوات دارد. و باعتقاد حکیم حاذق پایهٔ مثنوی او کم است. در — ید بیضا — برای وی ترجمه دراز نوشته و در — نتائج الافکار — اشعار بسیار از غزلیات او آورده اند. از وی هست :

(۱۸ شعر و ۲ رباعی دارد ۲۹۹-۲۹۸)

● شعرالعجم : عرفی شیرازی ، مجد نام لقب جمال‌الدین ، تخلص عرفی ، نام پدر زین‌العابدین علوی و نام جد جمال‌الدین چادر باف است. در ایران محاکم و اداراتی ، که بمحاکم و دوائر مذهبی دخالت و بستگی ندارند، تعبیر به — عرف — میشوند. و چون پدر عرفی در دارالایالهٔ شیراز شغل آبرومندی داشت بدین مناسبت، او تخلص خود را عرفی گذارد.

فن نقاشی

شاه نواز خان مولف — مآثر الامراء — در — تذکره بهارستان سخن —

مینویسد که : عرفی علاوه بر علوم رسمی فن نقاشی هم فرا گرفته بود.

خود ستائی و غرور

درین انکار نیست که عرفی زیاده از حد مغرور و خود ستا بود و نام

استادان سلف را ، در مقابل خود ، بتحقیق میرسد (۱) . چنانکه میگوید :

انصاف بده (بوالفرج) و (انوری) امروز	بهر چه غنیمت نشمارند عدم را
بسم الله ز اعجاز نفس جانده شان باز	تا من قلم اندازم و گیرند قلم را
تفرجی که ، من از بهر روح ، ساز دم	نه (انوری) نه فلانی دهد نه بهمانی
فازش (سمعی) ، بشت خاک شیراز ، از چه بود	گر غیبت است ، باشد مولد و ماوی من
دم عیسی تمنا داشت (خاقانی) که برخیزد	به امداد صبا اینک فرستادم پشروانش

ازین فخر و غرور او تمامی همعصران شکوه داشتند و فالان بودند و حتی نظیری نیشاپوری — که یک شاعر بی آزار و آرام و صلح جوی بود — نتوانسته ازین ، خود را ضبط کند . بعد از مرگ عرفی قصیده ای ، که در جواب او گفته ، میگوید :

درین قصیده به گستاخی ارچه (عرفی) گفت بداغ رشک پس از مرگ ، سیاحت (خاقانی)
کنون بگور چنان او بر شک میسوزد که در تنور توان گوسفند بریانی

..... در بیان اخلاق و عادات عرفی ، آنچه که بیش از همه محسوس و نمایان است ، غرور کم بینی و خودستایی است . حتی آنهائیکه ، جزو معتقدین خاص اویند ، از او در این قسمت نالانند و شکوه دارند . بدایونی ، بر ضد فیضی و در مقابل او ، کفه عرفی را بالا برده ، معذالک این را ناچار شده بنویسد : اما از بس عجب و نخوت که پیدا کرد از دلها افتاده !

معلوم میشود که ، این رعوت تمامی مردم را با او دشمن کرده بود . او وقتیکه بیمار شد ، و شاید این همان بیماری مرض الموت بوده است ، مردم

۱- یک مثنوی دارای شصت اشعار ، در هجر معاصران گفته است که در پیچله اسلامک کلچر حیدرآباد شماره اکتوبر (۱۹۵۹ع) چاپ شده است .

بعیادت آمده. ولی چون قلبهای شان صاف نبوده، در لحن غمخواری سخنانی میگفتند که در آن جنبه دل آزاری بوده است. عرفی همه را میفهمیده و در دل پیچ و تاب میخورده است. درین حالت قطعه ای گفته، که در آن شدت مرض را بیان نموده، و صورت عیادت و بیمار پرسی ستم ظریفانه مردم را، خوب کشیده است. این مرد هیچ وقت از بلندی تخیل پائین نمیآمده است. لیکن در این قطعه جنبه واقعه نگاری را پیش گرفته و تفصیل آنچه را که در این موقع واقع شده، همه را در نظم نشان داده است:

<p>تن اوفتاده درین حال و دوستان فصیح یکی، به ریش کشد دست و کج کند گردن بجاه و مال فرومایه، دل نباید بست یکی، به فرسی آواز و گفتگوی حزین که: جان من! همه را این ره است و باید رفت یکی، به چرب زبانی زبان طراز شود فراهم آ، و پریشان مدار دل، ز نهار پس از نوشتن تصحیح میکنم انشا چنانچه، هستی فهرست دانش و فرهنگ به نظم و نثر در آویزم و فرو ریزم</p>	<p>به دور بالش و بستر ستانده چون منبر که: روزگار، وفا با که کرد، جان پندر کجاست دولت جمشید و نام اسکندر کند شروع و کشد آستین بدیده قر تمام راه روانیم و دهر راکب بر که: ای وفات تو تاریخ انقلاب بشر که نظم و نثر تو من جمع میکنم یکسر به مدعای تو، دیباچه چو درج گهر چنانچه، هستی مجموعه صفات و هنر اگر چه حصر کمال تو نیست حد بشر</p>
--	--

عرفی در جواب همه اینها با غیظ و خشم گفته:

خدای عز و جل، صحت دهد، بینی! که این منافقان را، چه آورم بر سر

ظهوری و عرفی

با ظهوری اکثر مکاتبات دوستانه داشت. یک دفعه طاقه شالی، مال کشمیر برایش هدیه فرستاد، اتفاقاً شال مزبور پست و معمولی بود. عرفی نامه در جواب، مشتمل بر سه رباعی در هجو شال، نوشت که یک رباعی

این است :

این شال که، وصفش زحد تقریر است آیات و عنونست مرا تفسیر است
نامش نکستی قماش کشمیر کسزو صد رخنه به کار مردم کشمیر است

فیضی و عرفی

از خوی بد و تند عرفی، همان طور که گفته شد، همه شاکیند. لیکن تعجب است که فیضی که حریف بزرگ وی بشمار میآید از شریف النفسی او بسیار تعریف کرده است. چنانکه درین واقعه - که همه عبارت آن بعد میآید - مینویسد: از تهذیب اخلاق او چگوید، که در خاکی نهاد شیراز ذاتی میباشد، نه کسبی! شاید این مربوط بملاقات ابتدائی باشد که، هنوز تجربه درستی از اخلاق او بدست فیضی نیامده بود. معلوم میشود که عرفی، برخلاف شاعران دیگر، رند و اوباش نبوده، چه اینکه یکی او را متهم بفسق کرده و او رنجیده است و در یک قطعه آن را اظهار کرده و در خانه قلبش را بدینسان تسلی میدهد :

اهل دنیا، هنگی تهمت گیرند و فساد عیسی این را تحمل شد و مریم برداشت
عرفی، با همه بد خلقی و نخوت، زبانش را به هجو کسی آلوده نکرده
است، یا کسی را قابل ندانسته که هجو کند. در یک قصیده، که ز یادۀ
عصبانی و آزرده شده بهمین قدر اکتفا کرد :

با من از جهل معارض شده نامنفع

تالیفات

(۱) نفسیه : (۱) در تصوف است و از نام آن پیداست که رساله ایست

۱- این رساله در ابتدای دیوان عرفی مرتبه غلام حسین جواهری (تهران) چاپ شده است.

متعلق به نفس : مآثر رحیمی راجع بآن مینویسد : و رساله ای نیز موسوم به — نفسیه — در نثر نوشته که صوفیان و درویشان را سر لوحه دفتر تصوف و تحقیق میتواند شد .

(۲) مثنوی : در جواب — مخزن الاسرار — و با دیوان بطبع رسیده است :

(۳) مثنوی : در جواب — شیرین و خسرو — از اشعار آن در مجمع الفصحا و آتشکده نقل شده است .

(۴) کلیات قصائد و غزلیات : در سال (۸۹۹۶) دیوانی ترتیب داده بود . حاوی (۲۶) قصیده و (۲۴۰) غزل و (۴۰۰) شعر از قطعات و رباعی ، و خود تاریخ این دیوان گفته بود :

این طرفه نسکات سحری و اعجازی	چون گشت مکمل به رقم پردازی
مجموعه طراز قدس ، تاریخش یافت	اول دیوان عرفی شیرازی

(۸۹۹۶)

درین رباعی صنعت عجیب و غریبی بکار رفته ، چه اینکه در مصراع چهارم رباعی ، که تاریخ ازان در میآید ، شما اگر عدد آحاد (۱) را بگیرید معادل با تعداد قصائد (۲۶) میشود . و اگر عشرات (۲) را حساب کنید با تعداد غزل یعنی دویست و هفتاد (۲۴۰) برابر میشود . و اگر مات (۳) در نظر گرفته شود ، عدد قطعات و رباعیات که هفتصد (۴۰۰) است در میآید . خلاصه اینکه در این مصراع ، هم تاریخ و هم تعداد اشعار هر قسمت بطور جداگانه

۱- یعنی : ا ، و ، د ، و ، ا ، ا ، ز ، تعداد قصائد بر میآید .

۲- یعنی : ل ، ی ، ن ، ع ، ف ، ی ، ی ، ی ، تعداد غزل بر میآید .

۳- یعنی : ز ، ش ، ر ، تعداد رباعیات ، ابیات ، قطعات بر میآید .

هر دو هست .

و این کلام اخیر اوست و قبلاً شش هزار شعر گفته که بد بختانه مفقود شده بود :

هنگام مرگ، دیوانش را که بادیست خویش رو نویس کرده بود، بکتابخانه عبدالرحیم خانخانان فرستاده که پاک نویس شده و مدون گردد . چنانچه خانخانان مجد قاسم مشهور به سراج را مامور این کار نمود و او هم در نتیجه یک سال زحمت، خدمت مزبور را بانجام رسانیده و ترتیب دیوان صورت اتمام پذیرفت . و مجموع آن چهارده هزار شعر بوده است .

خانخانان به سراج در صله این خدمت خلعتهای فاخر و عطایا و انعامات گرانبها داد و او (سراج) همه این واقعات را در قطعه ذکر کرده است :

ریشک دارد روان شروانی	(عرفی) آن واضح سخن، که بنرو
بلکه، هم روسی و صفاهانی	نه که، شروانی است در رشکش
رفت ازین دیر شدر و فانی	بعد چندی، چو جای بودن نیست
کش قرین نیست بحیری و کانی	مانند ازو، در شاهواری چند
خلفی چند، جمله روحانی	صورتی چند، جمله با معنی
همه از بی سری و سامانی	لیک آن جملگی، پراگنده
که به ترتیب شان، شود بیانی	آن قدر مهلتش، نداد اجل
کای عزیزان جسمی و جانی	گفت، با دوستان بیگانه و داع :
به جنس آب معلم ثانی	پرسانیید زادهای مرا
سوی همان برسید عمانی	پیر کان برسید کانی را
خسانه‌خسانان سکندر ثانی	صاحب حلم و علم و سیف و قلم
همه محمود اسماعیل پیکانی	دید چون زادهای (عرفی) را
جمله چون زادهای پنهانی	همه مانند در، ولیک یتیم
که : دم شان نظام دیوانی	بعد یک چند بنده را فرمود

مستثنی چند، خون دل خوردم تا که جمع آمد از پریشانی
جامع انتظام این اوراق شد (سراجائی) غسان خانانی
از خرد خواستم چو تاریخش گفت: — ترتیب داده — تا دانی
از — ترتیب داده — تاریخ برمیآید. عبدالباقی دیپاچه هم بران نوشته است (۱).

۸۱۰۲۶

صمصام الدوله شهنواز خان در — تذکره بهارستان سخن — نوشته است که:
کلام مفقود شده عرفی هم بدست آمد و داخل دیوان گردید! لیکن نسخه
که پیش از آن شایع شده بود، آن نسخه ناقص مانده است. و این قرین
قیاس بنظر میآید. من نسخهای دیوان عرفی را باهم مختلف دیده ام. میرزا
صائب در بیاض خود اکثر اشعار عرفی را انتخاب کرده است، که در دیوان
های موجوده، یافت (۲) نمیشود. (ترجمه داعی اسلام ۳: ۶۶-۱۱۱)

● سه سالار: عرفی، از مشاهیر شعرای قرن دهم هجری بوده (متولد
سال ۹۶۳ متوفی سال ۸۹۹) پدرش مقام داروغه گی شیراز را داشته. عرفی
پس از اینکه، بسن رشد رسید و کسب فضائل نمود، علم شاعری برافراخت و
با معاصرین خود، چون غیرتی شیرازی و دیگر پهلوانان، سخن پرداز بها و کشتی
گیر بها کرده، و همه ازو حساب میبرده اند.

چون آوازه شعر دوستی و شاعر پروری خان سه سالار (عبدالرحیم) را

۱- این دیپاچه را دکتر هدوی الحق انصاری استاد فارسی دانشگاه لکهنو در مجله معارف اعظم گره
اکتوبر (۱۹۶۷ع) بچاپ رسانیده است و نسخه خطی از این دیپاچه، در کتبخانه سه سالار
تهران موجود است، رک: تحت سه سالار.

۲- در مقاله — شعرالعجم و ذکر عرفی شیرازی — دکتر هدوی الحق انصاری (مجله اردو
کراچی اکتوبر ۱۹۶۷ع) غلطیهای مولانا شبل مرحوم را ظاهر کرده است. آن کسی که
ذکر عرفی در شعرالعجم بخواند لازم هست که از این مقاله نیز استفاده کند.

شنید ، رو بهند آورد و بوسیله حکیم ابرار الفتح گیلانی — که او را نیز مدائح بسیار گفته — به خان مذکور شناسانده شد ، و بدان آستان راه یافت و منظور نظر او گردید . و کار او در دوستی خان خنانان بجای رسید که ، در هنگام ملازمت از آداب و رسوم که بجای سلام هندیان و دیگران بجا می‌آوردند معاف گردید :

عبدالباقی نهاوندی در مقدمه دیوان کامل عرفی — که شامل چهارده هزار بیت میباشد — و در کتابخانه مجلس موجود است ، گوید :

— چون عرفی دچار ناخوشی اسهال شد و خود را نزدیک به بدرود کردن جهان دید ، مسودات اشعار خود را بکتابخانه خانخانان فرستاد . چون از جهان رفت ، خانخانان هم مجد قاسم بن خواجه مجد علی اصفهانی مشهور و متخلص به — سراجا — را ، که از شعرا و دانشمندان و سر حلقه مستعدان بود ، مامور جمع و ترتیب و تدوین اشعار عرفی فرمود . سراجا یک سال و نیم پس از مشقت بسیار ، این دیوان — که شامل قصائد و غزلیات و ترکیب و ترجیح بند و قطعه و رباعی و مثنوی میباشد — ترتیب داد .

نویسنده مقدمه گوید : در پاره ای از اوقات در هنگام جمع این دیوان حضور داشتم و میدیدم که بیرون آوردن و مرتب کردن آنها از مسودات عرفی ، تا چه حد زحمت داشت ! در آخر مقدمه قطعه ای که سراجا در تاریخ این جمع و ترتیب انشا نمود ، گذارده شد . بیت آخر آن ، سال نظم را میرساند این است :

از غم سرد خواستم چو تاربخش گفت — ترتیب داده — تا دانی

طبع عرفی، در انشای قصائد و غزلیات، ید بیضا داشته : و در مثنوی، که برابر مخزن الاسرار (مجمع الالبکار) و خسرو شیرین نظامی ساخته، بسیار سلیس و متین میباشد.

و اول دیوان وی با مجمع الالبکار — که در حدود ۵۶۰۰ بیت میباشد — دو بار (بسال ۱۳۰۸ و ۱۳۲۳ هـ) در بمبئی و کانپور (هندوستان) چاپ گردیده (۱)، ولی تمام دیوان او چاپ نشده.

و رساله — نفسیه — وی که در عرفان نوشته، قدرت کامل اثر نویسی وی را نیز میرساند : و آغاز آن اینست : بسمله حمدیکه از غایت شایستگی متره از شائبه تعین و تخصیص آمده : الخ

۱- آثار چاپ شده عرفی :

- (۱) دیوان عرفی : در کانپور در سال (۱۸۸۰ ع) چاپ شده دارای ۱۷۸ صفحات.
- (۲) نفعات شیراز : انتخاب از غزلیات عرفی با شرح حال عرفی، نوشته مولوی صابر علی. در ادبی پریس لکهنو در سال (۱۹۳۰ ع) چاپ شده است.
- (۳) کلیات عرفی : صلد ۱۴۸ کانپور (۱۸۸۰ ع)
- (۴) شرح قصائد ملا عرفی : از احمد بن عبدالرحیم صفی پوری صفحه ۲۷۸، کلکتہ (۱۲۵۴ و ۱۸۳۸ ع).
- (۵) قصائد عرفی : ص ۱۵۰ باحواشی از احمد صفی پوری و شرح از قدرت احمد، لکهنو (۱۲۶۰ و ۱۸۴۳ ع).
- (۶) قصائد عرفی : نسخه بالا چاپ دوم، لکهنو (۱۸۶۸ ع).
- (۷) قصائد عرفی : باحواشی ص ۱۴۸ کانپور (۱۸۷۸ ع).
- (۸) شرح قصائد عرفی : از قطب الدین فارغ ص ۱۲۶، لکهنو (۱۸۸۰ هـ).
- (۹) شرح قصائد عرفی : همین نسخه، لکهنو (۱۸۸۵ ع).
- (۱۰) قصائد عرفی : ص ۱۶۲، کانپور (۱۳۰۸ و ۱۸۹۱ ع).
- (۱۱) انتخاب قصائد عرفی : ترجمه در انگلیس از عبدالسلام کلکتہ (۱۸۷۹ ع).
- (۱۲) انتخاب قصائد عرفی : برای درس در دانشگاه پنجاب (فهرست کتبهای چاپی در موزه برطانیہ ۱۹۲۲ ع ص ۲۰۲-۲۰۳).

عرفی در قصیده که خود آن را — ترجمه الشوق — (۱) نامیده اظهار نموده :

بکوش مژه، از گور تا نجف، بروم ماگر بهند بخاکم کنی و مگر به تبار
پس از سی سال وفات عرفی، بسال ۱۰۲۸ استخوانهای او، بوسیله
درویشی بنجف فرستاده شد. دو سال در بین راه استخوانها در مشهد مقدس
حضرت رضا علیه السلام بود. چون بنجف رسید در بیرون دروازه، بجاییکه
آن را — بحیره — گویند، دفن نمودند. و رونقی همدانی قطعه ای در
تاریخ آن گفت و ماده تاریخ آن این است :

رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم بکوش مژه، از هند تا نجف، آمد
(در دو نسخه از — تذکره خوشگو — در مصرع ماده تاریخ — از گور —
نوشته شده و بر حسب محاسبه مسلماً غلط، و صحیح — از هند — میباشد)
(۲ : ۶۳۷-۶۴۱) (۲)

● کشمیر و عرفی : عرفی با اکبر شاه در سال (۹۹۷ هـ) سفری بکشمیر کرد،
و از یک قطعه که گفته، معلوم میشود که شاه در یکموقع اسپیی باو بخشیده
است و عرفی در عوض تشکر و سپاس، اسپ را هجو کرده میگوید :

شاهنشها حقیقت اسپیی، که داده پشتو ز لطف، تا برسانم بغرض
درویش بیعصاش نگیرد ز من بخت طرار مفلش نستاند ز من بقرض

۱- این قصیده دارائی ۱۸۳ بیت است.

۲- رک : برای شرح حال عرفی نیز : طبقات اکبری، بزم آرا، نفائس المائر، خلاصه الاشعار،
عرفات العاشقین، نظم گزیده، طبقات شاهجهانی، صبح صادق، مرآة العالم، همیشه بهار،
بد بیضا، مخزن الغرائب، تكملة الشعرا، نشتر عشق، بستان بیخزان، تذکره کاتب، گنج
سخن، هفت آسمان، خلاصه الکلام، تذکره شعرای ماضیه، ویاغی الافکار. (از مقاله
دکتر محمد ولی الحق انصاری در مجله اردو)

آری ، برد رعایت پیر حلیل فرض
ور نقطه رود ، گنش نام طی ارض
تا نیم گم میرود آنهم بیای فرض
گامی بطول میزدیم اکنون زخم برض

پیر است و علتی بخوراکش فزوده ام
گر صیحه زند بجوانی ، ستایش
مهمیز میزنم بوی از صبح تا بشام
هستم بر او سوار و بمعنی پیاده ام

قصیده ذیل ، وقتی که در کشمیر بوده ، گفته شده است ، و دران وصف
کشمیر و مدح شاه است :

قصیده در وصف کشمیر

گر مرغ کباب است که با بال و پر آید
جائیکه غروف گر رود آنجا گهر آید
از لطف هوا ، چاشت نسیم سحر آید
او را چه گنه ، محمل گل دیر تر آید
آید سوی کشمیر و گلش بر اثر آید
تا بلبل شیراز ، در این باغ در آید
گر پای نهم ، خون گلم ، تا کمر آید
زانسان که ، ز فانوس چراغی ، بدر آید
وز لعل او ، سیب قمر لعل تر آید
کو مدعی گسر نگرند است در آید
من میخرم از زال فلک عشوه گر آید
آن شاخ ندارد که بسگفتار در آید
کوثر برش نیز تر و تشنه تر آید
از رخنه سنگ و دهن تیشه بر آید
آن باد که ، در هند گر آید ، جگر آید
حربا نکند میل که ، خورشید بر آید
گر ساغر چینی ز هوا بر حجر آید
گر سنگ دل مائل قطع شجر آید
مصمت شده تا زخم دگر بر اثر آید
آید چو در او ، صومعه بروی سفر آید
هر لعل ، یرنگ دگر ، اندر نظر آید
هر دم بنظر خوشتر و شاداب تر آید

هر سوخته جانی ، که بکشمیر در آید
بنگر که ، ز فیضش بشود گوهر یکتا
وانگه بچنین فصل ، که در ساحت گلزار
از بلبل خاموش ، دل باغ گرفته است
گل هم چه کند ، باد صبا خواست که (عرفی)
کو هفته از شاهد گل ، حجله تهی باش
نشگفته گل اما ، بمثل بر رگ شاخی
وقت است که ، گل بر فکند پرده ، ز رخ باز
مبتاب گل ، از هم بشگافد ، قصب شاخ
فردوس بدروازه کشمیر ، رسیده است
زیبای کشمیر ، گرش باعث عشوه است
این سبزه و این چشمه و این لاله و این گل
آن چشمه که ، رضوان چو رود تشنه ، بسویش
آن لاله که ، هنگام قراشیدن خارا
در چاشت ، که از شبنم گل ، گرد فشانست
تا رنگ گلی نشگفتد از قابش خورشید
از بسکه کند جذب و طوبش ، خطرش نیست
حاجت بدو زخم از فتش قطع محال است
زان کز مدد نشو و نما زخم نخستین
کشمیر بهشتی است ، فریبده که (شبل)
طالس مثالی که ، نیفشانده پر و بال
زیبند عروسی ، که فیفزوده جمالش

بکشای بفل بو که در آغوش در آید
 هر گه که صبا، از چمنش جلوه گر آید
 تا نکمت گل، مایه صد درد سر آید
 آید بسوداع وی و با چشم تر آید
 کین فصل و مه فصل دگر بر اثر آید
 چندان نکند مکث که وقت ثمر آید
 اما نه چنان کش بدل از دیده در آید
 هرگاه که، سیمای تواش، در نظر آید
 خون جگرش گل شود آنکه بدر آید
 بیم است که، آه معرش بی اثر آید
 کی از سر آن خاک، بخاک دگر آید
 چون یافت که آید بکجا بر اثر آید

هر لحظه که، شاداب و قرش بینم، گویم
 یاد از روش خود کنم و بزم خداوند
 چون بوی گل آید، کنم از انجمنش یاد
 هر گه که بزم سفر از شوق تو (عرفی)
 زاری کند از شش جهت آغاز، که مشتاب
 لیک از همه خلعت که بی طوف چنافت
 کشمیر بر او واله و او واله کشمیر
 کارش همه، انباشتن چشمه گریه است
 ترسد که درین خاک، چو از شوق تو گردید
 از بسکه، ملائم صفت اقتضاده هوائش
 حکم تواش آورد بکشمیر، و گر نه
 میآید و میسوزد ازین رشک که، کشمیر

● انتخاب کلام :

زخمها برداشتیم و فتحها کردیم، لیک
 کوی "عشق است، و همه دانه و دام است اینجا
 عشرت بزم تو، زانست که، محنت بر ماست
 (عرفی) از هر دو جهان میبرد، الا در دوست
 دمی صد چشمهای از دلم، سر آمد و شادم
 در دل ما غم دنیا، غم معشوق شود
 دلم، بفصل خزان زاد و در بهاران مرد
 من بلبل بهشتم، اما درین گلستان
 تلخی به عیش او نرساند، ملال من
 آفتاب ما، طلوع از مشرق یثرب نمود
 بی، نشاط جوانی بدست، نتوان کرد
 جنس دین را، چه کساد آمده (عرفی) در پیش
 در روزگار نیست رسولی، که بی حد
 (عرفی) بین فردگی، کشت ماهتاب
 شربت ناز را کند، تلخ بکام دلبران
 مرغان چنین بشوق و بهاران چنین بدوق
 هر که با آن تا مسلمان یک زمان همراه شد

هرگز از خون کسی، رنگین نشد دامان ما
 جلوه مردم آزاد حرام است اینجا
 صبح آن ناحیه وقتیست که شام است اینجا
 همه جا وحشی ازانست، که رام است اینجا
 که محکم نیست ایمان محبت صبر کیشان را
 باده گر خام بود، پخته کند شیشه ما
 بین که، کی در هستی کشاد و کی بستند
 در روز بد نهادم، بنیاد آشیان را
 از ماتم گدا، چه زیان عید شاه را
 فارغیم ای مصریان! از ماه کتمان شما
 سرور بساده کجا نشه شباب کجا
 که بجز مرده، ز حافظ، نبرد قرآن را
 در گوش چون توی برساند پیام را
 امشب که در بفل ننهادیم شیشه را
 (عرفی) اگر بیان کند چاشنی نیاز را
 همراه بلبلان نخرود کسی چرا
 با خدائی خویش در هر گام پیمانی شکست

هم سمندر باش و هم ماهی، که در جیخون عشق
 (عرفی) از اندیشه پیهوده باز آ، چاره نیست
 کفران نعمت گله منندان بی ادب
 (عرفی) مثال بیهده، احوال دل، بگر
 متم که طاعت بت لازم سرشت من است
 باین که، کعبه نمایان شود ز پا نشین
 از تو کس، زمزمه مهر و وفا، نشنیده است
 غیرتم بین، که برآورنده حاجات، هنوز
 (عرفی) بحال نزع رسیدی، و به شدی
 یارب! تو نگهدار، دل غلوتیان را
 گفتی: ز جور کیست دلت خون، اگر نه
 گر نخل وفا بر ندمد، چشم تری هست
 فازم بتوسن متم او، که هیچ گاه
 ساکن کعبه کجا، دولت دیدار کجا
 همین بس است دلیل بقا، ز عالم عشق
 قدم، برون مه از جبل، یا فلاتون شو
 پیش (عرفی) مده از دست عنان، کاین استاد
 بشهر عشق، بنام که، ساکنانش را
 بشوق دوست، چه سازم که، در طریقت عشق
 زبان ز نکته فروماند و راز من باقیست
 گمان مهر که، چو تو بگذری، جهان بگذشت
 کسی که، محرم باد سیاست، میداند
 گویا، ز عیش آباد وصل، آمد نسیم مژده
 وه که از دوختن این چاک گریبان رفتست
 دلیل جوهر (عرفی) همین دقیقه، بس است
 هرگاه که، از مهر بکین، میل تو بیش است
 آرائش وجود قبول حصاد است
 لفظی ست خوش دل، که ز معنی ست نا امید
 فازم بفمزه که، ز شوق خدنگ او
 بسد مست من، آستین پرافشاند
 صد گوهر راز، وقت اظهار

روی دریا ساسیل و قمر دریا آتش است
 سر فروشت مسا، بهشت جاودان یا آتش است
 در کوش من، ز شکر گدایانه بهتر است
 کز ناله های بی اثر افسانه خوشتر است
 اگر بکعبه عبادت کنم کنش من است
 که نیم گام جدائی هزار فرسنگ است
 بلکه، گوش تو هم آن زمزمه ها نشنیده است
 از لیم، نام تو هنگام دعا، نشنیده است
 شرمت نیامد از دل امیدوار دوست
 کان مغبجه، مست است و در صومعه باز است
 آگه، ز بی زبانی من، این سوال چیست
 تا ریشه در آب است، امید تری هست
 آگه نشد که، چاشنی تازیانه چیست
 این قدر هست که، در سایه دیواری هست
 که یک شب غم او، در هزار سال گذشت
 که گرمساره گزینی سراب تشنه لبی است
 خویش را ابله نموده است، ولی ابله نیست
 تمام عمر، بهجز زلفاز میگذرد
 نگاه بی ادبی و خیال رسوائی است
 بضاعت سخن، آخر شد و سخن باقیست
 هزار شمع، بکشتند و انجم باقیست
 که باوجود خزان، بوی یاسمن باقیست
 کز خون دل، گل میدمد، و ز روی غم، چین میبرد
 این شکافست که، تا دامن ایدان رفتست
 که اختراع سخنهای آشنا کردست
 اول نمک سینه ما پاش که، ریش است
 زان سو گذر مکن که، در فتنه باز نیست
 اندوه معنی، که بلفظش نیاز نیست
 آسودگان خاک، حیات آرزو کنند
 پیمسانه آفتاب بشکست
 از غایبست اضطراب شکست

گذشت و سوختم از انتظار، باز ندید
 غافل مرو که، تا در بیت الحرام عشق
 تهنیت جز در مصیبت پیش ما عیب است و عیب
 جماعتی که، ز ناموس و قام میگفتند
 مارا بطرب موعظت و پند حرام است
 یکجاست نقد حکیمان و حسن نادانان
 قصیده، کار هوس پیشگان بسود (عرفی)
 منزل شناس عشق، گرامی بود، ولی
 مرا دو خضر عثمان گیر باید، از چپ و راست
 یادسی فرومایه، دل میند (عرفی)
 حد حسن تو، بادرک نه باید دانست
 بدعی، چه دعاهای بد نکردم، لیک
 (عرفی) مگو، به تیره شب هجر، حرف می
 مرا ز چشم تو، هر شیوه که باید، هست
 مدار صحت ما، بر حدیث زیر لیبی ست
 قبول خاطر معشوق، شرطا دیدار ست
 فاز آفت و کرشمه بلا عشو دلفریب
 وای که مستانه یار جعد پریشان شکست
 بسکه بعالم نماند، عافیت از عشق تو
 ازان، بدرد دگر هر زمان، گرفتارم
 هان ره عشقت و کج رفتن ندارد باز گشت
 ملال عالمیان، دم بدم دگر گونست
 شمعوار نیست، هر که بود غمگسار جو
 از خاک کشتگان تو، هر گل که، میدمد
 عالمی در جلوه عاشق نبیند غیر دوست
 سعی غرور بین که، بستزد مباحثان
 قیای ناز چو پوئی، ز من بیاد آور
 ادب ز من طلبد شوخ آشنا روی
 حرم جویان، دری را میپرستند
 بر افکن پرده، تا معلوم گردد
 در بهاران، همه کس هدم مرغ چنین اند

درین دیار مگر رسم باز دیدن نیست
 صد منزل است، منزل اول قیامت است
 عید را در شهر ما رسم مبارکباد نیست
 بدیر، دوش ز مستی و جام میگفتند
 بر اهل محبت، دل غورست حرام است
 هر آنچه در کتب حکمتست در مثل است
 تو از قبیله عشقی، وظیفه ات، غزل است
 منزل چو نیست، قیمت منزل شناس، نیست
 که کجروی نکنم، ورنه، عزم راه خطاست
 که این مقام زبون، باز مانده ینماست
 این سخن نیز باندازه ادراک من است
 دلم نداد، که گویم اسیر بند تو، یار
 حرفیست این، که در شب مهتاب گفتنیست
 همین نهفته نگاهای آشناست که نیست
 که اهل هوش عوام اند و گفتگو عربیست
 بحکم شوق، تماشای مکن که، بی ادبی است
 یاران حذر کنید که طوفان فتنه است
 ساغر لبریز کفر، بر سر ایمان شکست
 هست آزادگان، قدر شهیدان شکست
 که شیوه های ترا، بسام آشنائی نیست
 جرم را اینجا عقوبت هست و استغفار نیست
 منم که، مدت عمرم، بیک ملال گذشت
 بیسپاره آنکه، منتظر چاره گیت
 معلوم میشود که، دل پاره ک
 گر ز مجنون پرسی اندر کاروان، عمل یکسر
 مطلب تمام گشت و همان برقرار بحث
 که میکشاد کسی، بند این قبا گستاخ
 که از تبسم او میشود حیا گستاخ
 فقیهان دفتری را میپرستند
 که یاران، دیگری را میپرستند
 دل من هم نفس مرغ نفس، میگردد

چنان رقصید (عرفی) بر در میخانه، کز حسرت
خونریز عشق بین که، جگر گوشه خلیل
خدا گواه که، گر جرم ما همین عشق است
این رسم قدیم است که، در گلشن مقصود
برو پیاله خوین، بخر ز قصابان
بحرغم، جمله کنار است، گر از خود گذری
دعای بی اثری دارم و هزاران جرم
تسلیام آتش و فاله بی اثر (عرفی)
من ازین درد گران مایه، چه لذت یابم
باهل فیض نشین، در حریم گلشن عشق
امید هست که بیگانگی (عرفی) را
اگر فسانه شایم و گسر ترانه زخم
در چنین بزمی که، یک پروانه دارد، صد چراغ
وقت (عرفی) خوش! که نکشوند چرخ در، بر رخس
فریاد که، غمهای تو، در سینۀ تنگم
بناله نرم نسازم دلت، ازان ترسم
جان فدای همت (عرفی) که، چون جولان کند
شرف کعبه، گر از سجده ارباب ریاست
پای بر ریاس فشردم غم امید گذشت
آن را که، مراد حال باشد
معموره دلت اگرست هست، باز گو
پیا ببین که، چه فتوی دهند درستی
زند بر کر بلا، صد طعنه فردا، عرصه محشر
ما، کسبید بسبخت بشکستیم
پسدم کی روان شوی (عرفی)
کفر ترست زاهد، از برهمین، ولیکن
آنها که، دانی ای دل، از زاهدان بی دین
هر چند دست و پا زدم، آشفته تر شدم
مگو که، نغمه سریان عشق، خاموشند
زمانه، گلشن عیش کرا، به یغما داد
ز نقص تشنه لبی دل بمقل خویش مناز

برهن گفت: این کافر چه استادانه میر قصد
آمد بزیز قبیح و شهیدش نمیکنند
گناه گیر و مسلمان، بچرم ما، بخشند
هر خاک بریزد گل و چیدن نگذارند
مشو گدای شبانان، که شیر بفروشند
کشتی اهل فنا، منت ساحل نبرد
مگر مرا، به تهی دستی دعا، بخشند
فغان که، دوزخیان را اثر کجا باشد
که باندازه آن، صبر و ثباتم دادند
که گر نسیم صبا خوش کنی صفا بخشند
بدوشی. سخنسای آشنا بخشند
قو گوش دار که، از روی درد بی خیزد
با همه پروانگی، گرد چراغی، بر نزد
بر در نکشوده، ساکن شد، در دیگر نزد
اندک نبود لائق و بسیار ننگینسد
که ناله دگری، در دل تو، کار کند
گر زمین گورد هنالش آسمانی میشود
گوشه بتکسده هم، نساخه سایی دارد
که گیاه داشت، که این درد، دوائی دارد
کی رغبت قبول و قبال باشد
کاینجا سخن بملک فریدون نبرود
همان گروه که می را حرام میگفتند
اگر نازت، بدان هنگامه، با این ترکناز آید
در دوزخ بروی ما بسته
رو که دروازه فنا بسته
اورا، بت است در سر، در آستین ندارد
ظاهر مکن به (عرفی) کونیز دین ندازه
ساکن شدم میانه دریا، کنار شد
که نغمه نازک واصحاب پنبه در گوش اند
که گل، بدامن ما، دسته دسته میآید
دلت فریب، گر از جلوه سراپ نخورد

غم : چو تپست یوسف ، دویده در بازار
 یکدم منافقانه نشین در کمین خورش
 بستن ، بسا عاقل و فرزانه سیرقص
 گهی ، کودک شو و طفلانه میرقص
 نصیحت های بیدردان شنیدن آرزو دارم
 که گر سیمرخ میآید بدام آزاد میگردم
 مست شراب عشقم و هشیار نیتم
 گفتیم : که ما مردم مستیم و گذشتیم
 چون برق ، زبند همه ، جستیم و گذشتیم
 پر شور ببازار جهان آمده ام
 آن طور که بایست ، چنان آمده ام
 ساده لوحم هرچه بفروشد بکسر میخرم
 مینشینم گوشه و از خود مسکرم میخرم
 نومیدم ازان گوهر ارزنده میکنم
 مهلت ده و در قیامت زنده میکنم
 صد سال میتوان ، به نعمتا گریستن
 که غبار درد و حسرت ، بزار ما نشسته
 که آفتاب ، درین خانه ، با چراغ آمد
 سوال ، روز قیامت فتد ، برروز دگر
 حدی را تیزتر میخوان ، چو محمل را گران بینی
 که ، موج آب حیات ، چنین پیشانی
 خیال زلف آمو ، مجموعه پریشانی (۱)

دل ، چو رنگ زلیخا ، شکست در خلوت
 خواهی که عیبهای تو ، روشن شود قرا
 بجان ، با غیر جانان در میامیز
 دل از تمکین ، شود بی ذوق ، زندهار
 بیا ای عشق ، رسوای جهانم کن ، که بکچندی
 کشادم دام بر کنجشک و شادم یاد آن همت
 (عرفی) ز من شکایت ، مشوق نشنوی
 گفتند که : از کعبه گذشتن نه ز هوش است
 صد جا ، بکنند آمده بودیم ، درین راه
 (عرفی) همه فریساد و فغان آمده ام
 ناکام و سیاه بخت و دلریش و خراب
 از سرشت من قبول شیوه انکار نیست
 هر متاعی ، کز نگاهش می خرم ، در روز وصل
 ای مرگ ! مرا زیار شرمسته میکن
 باز آید و جهان رود ، غصدا را نفسی
 گر کام دل ، بگریه بپیر شود ، ز دوست
 چورسی بثریت من ، مفشان بناز ، دامن
 دلیل ، خانه سیاهی روزگار ، این بس
 اگر ، شراب مرا ، بسو کنند محشریان
 نوا را قلخ تر میزان ، چو ذوق نغمه کم یابی
 کسی که ، تشنه لب ناز تست ، میداند
 متاع لطف تو ، سرمایه تپسی دستی

۱۵۰- عزت ، شاه ابراهیم کشمیری

● روز روشن : عزت ، شاه ابراهیم از مردم کشمیر است :

مرا در صحبت آفریده رویان ، بار بایستی
 چون رندی ، سخن نمی ، بغویان بار بایستی
 (۲۲۸)

۱۵۱- عزیز، خواجه عزیز الدین کشمیری، لکهنوی

● مقدمه کلیات عزیز (۱): خواجه عزیز. جد خانواده اش خواجه محمد مقیم، در سده هشتم از ترکستان همراه سید شرف الدین بلبل شاه بکشمیر وارد شد. پدر خواجه عزیز، خواجه زین الدین تاجر بود، و تا اروپا کاروبار داشت. در سال (۱۸۳۱ع) کشمیر را ترک کرده در لکهنو قوطن اختیار کرد.

خواجه عزیز در (۱۸۲۱ع) در کشمیر بوجود آمد و ده ساله بود که همراه پدر بلکهنو رسید، و آنجا تعلیم و تربیت یافت. در سال (۱۸۸۲ع) در کیننگ کالج لکهنو، ریاست قسمت فارسی به عهده گرفت، و تا نه سال این خدمت را انجام داد.

بمهر ۸۵ سال (۱۳۳۳ - ۱۹۱۵ع) در لکهنو حیات را بدرود گفت، و در کشته ابو تراب خان دفن شد. ذبیح فرخ آبادی با نعمه یک عدد، تاریخ گفت:

— عزیز مصر جنان، خواجه عزیز الدین —

۱۳۴۲

خواجه چند بار بکشمیر مسافرت کرد و — مثنوی اره‌خان لاجواب — از یادگار این سفر است و از:

— اره‌خان لاجواب —

۱۳۲۵ — ۱۲ — ۱۳۲۳

تاریخ بر می‌آید. یک قصیده لامیه نیز در وصف کشمیر سروده است، همان قصیده و مثنوی اینجا ثبت کرده میشود.

دیوانش در سال (۱۳۴۹) در لکهنو چاپ شده است که، دارای ۵۰۸ صفحه میباشد.

قصیده در وصف کشمیر جنت نظیر

شاه انجم، چو شود انجم آرای حدل
 آن گدازد بمثالی که، ز آتش انگشت
 گرم گرم آهن خود، سرخ در آتش کند آن
 آن چو میشی که، به بیند رخ شیری از دور
 شب زند بر محک خویشتن، از بهر عیار
 خون شب بسکه شود، فاسد و ناقص، بینی
 روز را با همه بهروزی اقبال بکام
 وقت آنست، که قاروره زند یخ بر سنگ
 برف را، پنجه خورشید فشر دست گلو
 آن، ز رویدن گر، داشته آتش ته پا
 بیضه از هم بشگافد که رسد یخ بگداز
 از در و دشت، فرا چیده، سباط قاقم
 بارش و باغ بود روغن و آتش باثر
 دسته در دسته رها چین، چه نشیب و چه فراز
 چون گل امروز ننگیند پلباس، از فرحت
 شمع فانوس گریبان وی امروز گل است
 آن که در مدرسه موداد سبق (جامی) را
 ریش قاضی، ز کف باده پرستان ریش است
 قلقل شیشه می، صبحک الله بالخیر
 بلبل از گل مترصد که نهد گوش بهوش
 چشم بر مکرمت و مرحمت باده فروش
 گر دسی، ابر بهاری بچمن، می بارد
 گل ز خلونگ هر شاخ، کشیدست سری
 پنجه ها، گشته حنائی دم دوشیدن شیر
 خامه صنع، بشنجر مگر، آلود است
 جلوه گر در دل سالک بود، انوار خدا
 سزد، از نسبتش او، فخر کند آب حیات
 ساهی هر کس ازین بحر، بدام آورده
 بسکه این قطعه موزون همه مضمون خیز است

شب بخوری کند و روز فرورد منتقل
 وین فرورد بهمالی که، ز روغن مشعل
 نرم نرم آئنه خویش، زند این صیقل
 وان چو شیری که، خورد خون پزی را مثل
 روز چندانکه گدازد زر خالص ز دغل
 صورت زنگی بیروص ز نقصان و خلل
 دولت روز فزون صورت ارباب دول
 وقت آنست که، خرگاه کشد گل بر تل
 خاک را، نشتر ایام کشادست اکحل
 وین، ز جوشیدن مل، یافته مینا به بغل
 طوطی از بیضه بر آید که دم سبزه ز تل
 بر تر و خشک، فرو هشته، بساط غمل
 آتش و موم بود برف و شقائق به صل
 پشته در پشته شقایق، چه بیابان چه جبل
 نوبع خرقه ببر داشته، هر کس چو بصل
 هر کرا بود چراغ ته دامن منتقل
 این زمان جای صراح است صراحی به بغل
 فرق صوفی همه از دست حریقان شده گل
 نفقه ناله نسی، حسی عمل غیر صل
 گل ز بلبل معنسی که غزل بعد غزل
 زاهد آید سوی میخانه بکف نقد صل
 میشود رنگ گل و لاله، روان در مفضل
 یمثال که، بر آمد کف موسی ز بغل
 لاله و گل بود از بس خورش جدی و حمل
 کز گل و لاله نهاده دو نقطه بر سرتل
 پا بود عکس گل و لاله که افتاده به دل
 کابرو یافته، از خاک در حضوت بل
 من هم انداخته شصت هوس از طول امل
 میتوان رفت، ز هر گوشه، رباعی و غزل

آسمان، در ره کشمیر کند، رقص جمل
 و یسمان باز، صراط آدم از طول امل
 بر سر برف زدی گام خرامنده کتل
 گاه از صبیحه او، نوحه زلفان جدی و حمل
 گاه از اختر تابانش، شدی خوی بکفل
 گاه نازل شده از چرخ، چو وحی منزل
 در جهان را بشکاف دو نقطه زیر جمل
 عرضه دادم، همه در حضرت حق عزوجل
 عقده های همه اجرام، بچشمش شده حل
 وز برش، دفتر احکام مظارود به بقل
 سند فضل باستاناد دبیران اجل
 گفت: آوخ که فصول نور و بکسر عکفل
 طبق لعل و گهر هست، نه مش خردل
 که دهی نسبت بهقه بول بسوی سمین
 در دگر کفه نهی کان جواهر بشین
 باشد آن کفه بدان سان ز گرانی بصل
 کوه را کاه نماید، به پراهمین و دل
 سحر در دست سلیمان، چو موافق بعمل
 گفت: باشخص کند آنچه که دیبا و حلل
 گفتم: اینک من و قانون سعادت به بقل
 گفت: بشویش چه ارزنگ مضامین و غزل
 گفتش: آه کجا داد اجازت بزحل
 گفتش: پیش که؟ گفتا بر مسعود ازل
 که بیارد همه بر مزرع امید و امل
 گفت: آندم که سخن میرود از علم و عمل
 گفت: آندم که رود تیغ بکف بهر جدل
 گفت: زیرش چو بود رخس تناور هیکل
 که ز دست کرمش عقده گوهر شده حل
 منکبوتیست که مسکن بودش در غنفل
 نوحش چون نه ران، زلزله در دشت و جبل

از حدی خوانی مرغان، بسر کوه مدام
 در چنان ره به تمنای چنین تازه بهشت
 چون نمیمی که، گذارش بمن زار افتد
 گاه از حمله او، مویه کنان شیر فلک
 گاه از خورثه پرویش، بدی جو بدین
 گاه مائل شده بر عرش، چو اعمال شریف
 مرکز قلعه هر کوه، که گشتم، دیدم
 هر تما، که بدل داشتم، از غایت قرب
 پرده های همه افلاک، برویم شده باز
 مشتری را، بسر مسند فتوی مسکن
 دید و خندید و بستمجد و بمن داد و چه داد
 گفتم: این فضل نیرزد بجری، در کشمیر
 گفتم: آخر تو خود انصاف بفرما، که هنر
 گشت: تا حال تو هم سخت گهر نشناسی
 گر به میزان خرد، علم و هنر را، سنجی
 رسد این کفه ز راه سبکی تا بفلک
 علم اگر رو، ز ترقی به تنزل، آرد
 جام در دست جم آنکه، که موافق بخرد
 گفتم: آخر چه کند پامن عاری ز خرد
 گفتم: اینک من و قاموس نصیلت پردوش
 گفت: بکشای چه بیرنگ معانی و هنر
 گفتش: خامه کجا کرد اشارت بدبیر
 گفتش: نامه مرتب شده؟ گفتا که، ببر
 گفتم: آن کیست بگو! گفت: صاحب پرفیض
 گفتم: آن ابر کسی آید بگهر افشانی
 گفتش: برق درخشان کی ازو میتابد
 گفتش: سایه فگن کی بسر کوه شود
 چشمه جود و کرم بحر سخا و بخشش
 آنکه در کاغ جلالش بفلک مهر منیر
 فارکش چون بکمان، ولوله در ارض و سما

کور را، بهره چه باشد، ز چراغ و مشعل
 که از، قازه شود روح جریروا خط
 در جهان هست وجود تو جهان محمل
 سرو آزاد ترا، هردو جهان عبد اقل
 یا بود سرو روان چمن علم و عمل
 میل سرمه است کز و دیده بینا اکمل
 زلف آویز به رخسار بصد رنگ و حیل
 زلف در پای کشان لیلی و مجنون هیکل
 شرزه شیري، به نیستان بنا کرده محل
 دست پرورده دستور شناسان اجل
 علم را هست وجودش بسفائن کونل
 که بهر گام فرو میدودش پایه و حل
 گوش کن گوش که، گویم بطریق محمل
 که نکردند تجاوز بره از هیچ قبل
 وین دگر، مشعل افروز شهبان امل
 کو زلیخا که، به بیعانه دهد دل اول
 قائم انگاره حال است نه نیرنگ حیل
 نشود دامن بر چیده ما مستعمل
 باده را، هم غللی هست ز آمیزش غل
 کانه ریزد ز لب من همه شهد ست و عمل
 گسر بشتکرار شده قافیه ها مستعمل
 بگذر از خویش ستائی که نیفتی بوحل
 نوش با نیش بود، تا که بهم دست و بغل
 فن اعدائی تو، سوراخ تر از شان عمل
 (۱۲۳-۱۲۴)

علم و فضلش ز کجا، تیره سوادان ز کجا
 مطلع نوکنم افشا، و باهنگ خطاب
 ای! جهان را نشود عقدۀ توصیف تو، حل
 حلقۀ زلف ترا، هفت فلک حلقه بگوش
 خامه فی در کف تو را بیت فتح است و ظفر
 رگ ابر است کز و کشت تمنا سیراب
 مشک آمیز بکافور بصد طرز و ادا
 نافه هر گام فشان آهو لیل تمثال
 شاه بازی، بسر دست شهان، ساخته جا
 مرغ مضمون شکری طائر دست آموزی
 عقل را هست نهداش بخزان مفتاح
 مگر از شوق کفش، گشته سیه مست مدام
 داورا! قدر شناسا! بتو عرضی دارم
 (عرفی) و (انوری) این راه نکو پیمودند
 آن یکی، مسئله آموز دبستان هنر
 من که، در بار چنین جنس، عزیزی دارم
 نشاری که پشی کسب ز راست این همه قال
 دل چو برخواست زدیا نکند خواست زر
 میگریزد، ز ترش روی دو نان، طبعم
 سزد از شهسپر جبریل مگس ران گردد
 نه کنی عیب که، زبینه چو انعام تو هست
 هله آهسته (عزیز) اینچه طریق است و چه راه
 باده با نشه بود، تا که بهم شیر و شکر
 سرا حباب تو، سرشار تر از جام شراب

مثنوی گلگشت کشمیر

نماید کرم شب تاب، آتش طور
 همین موسی، همین وادی، همین طور

بنام آن که، در راه وی از دور
 کلیم الله، چرا دل بست بر طور

کلیم آواره گردد سر بسنگش
 زهر نخلی که دارد جلوه در راه
 که آرد مرکب هست توان راند
 دو عالم نقش نمایی برایش
 بهشت و کوثر اندر چشم جويا
 میرس ای رهرو از منزل که دور است
 چو خارستان این ره را، کنی طی
 شوی راهی چو خضرار در سیاهی
 ره باریک این خوابیده راهست
 ز خود رفتن بود سار ره انجام
 خلیل آسا، پائش گر برانسی
 ره دشوار و سخت و سنگ لاخ است
 بهر خضر ازین وادی گذر نیست
 گذشتن هست، ازان دشوار، مشکل
 جدا این راه، از دنیا و دین است
 درین وادی، بسی از رهزنانشند
 بتاراج دل و دین، در کمین اند
 تو سرگرم روارو باش، و میروی
 برو، فرمان ره داری، این راه
 شریعت را بر او، مرجع بر آمد
 ازین منبع، بر آمد آبجوها
 طریقت با شریعت چون، قرین است
 سلاسل هر یکی زان سلسیل است
 بیا ای رهرو لب تشنه! بشتاب
 ورودت، گر فتد بر طرف، رودی
 درود است، آنچه آمد زاد این راه
 درود الحق سرود دلنواز است
 باین آهنگ شو هر دم صدی خوان
 بنام آنکه، راهش سنگلاخ است
 بدل نزدیک باشد، این ره دور

خضر گم کرده راه پسی، لنگش
 رسد در گوشهها انبی انالله
 که روح الله هم در نیمه ره ماند
 فلک یک گرد باد مرصه گاهش
 سراب راه و خوابی هست گویا
 بهشتی آن سوی حور و قصور است
 بهشتی فر فروردین پس از دی
 نماید در سیاهی ماه ماهی
 نهان از دید، چون قار نگاهست
 گذشتن از دو عالم اولین گام
 کند آتش، برات گل فشانی
 برون زین چار کوخ و هفت کاخ است
 پپانی دل ز گامی بیشتر نیست
 ولی، آسان توان رفت، از ره دل
 صراط المستقیم، از هست، این است
 که هر دم ره روان را هم عنایتند
 گهی در ایسر و گه در یمن اند
 پناه، از پیروان مصطفی جوی
 بمهر، خاتم پیغمبران، خضواء
 طریقت را درو، منبع بر آمد
 که داد آن آب جوها، آبروهها
 هماغا مجمع البحرین اینست
 کزان سیرابی، ابن السبیل است
 که بی آبی، کشتت سیر و سیراب
 روا باشد، که بفرستی درودی
 درود است، آنچه از اوراد این راه
 خصوصاً گر باهنگ حجاز است
 براه شوق آنکه فافه مسیران
 ولی بهرون، ازین بهروزه کاخ است
 غلط کرد، این که، موسی رفت بر طور

تجلی می کند آفتاب، ز هر سنگ
بود سر گشته زاهدش شب و روز
چو تار صبحه دامن زیر صد کوه
بود سنگ رهش گر کعبه و دایر
ز دنیا، دل بجای توشه پرداز
چو شبنم، هر که رفت، از خویشتن رفت
جرس از لاله، بر حمل توان بست
سر این رشته، با تار نگاه است
سر این رشته، با موی میان است
فنا فی الله گشتن آخرین جام
تو می پیا شو و ما راه پیا
که پا میلغزدم در راه کشمیر

تجلی می کند آفتاب، ز هر سنگ
اگر مهر است و مگر ماه شب افروز
درین راهت سالک را ز اندوه
کسی کان سوی کفر و دین کند سیر
اگر داری سر این راه دشوار
سبک روحانه باید، زین چمن رفت
درین ره، جای حمل، دل توان بست
نهان از دیده، این خوابیده راهت
ز چشم مردمان، این ره نهانست
نهادن سر بزانو، اولین گام
بیا ساقی! بیا ای رهبر ما!
بیک پیافه می، دست من گیر

بیان باریکی راه و کوه های فلک فرسا و طی منازل و مراحل چون

نسیم و صبا

کز آن ره رفته بسر گردون مسیحا
که، دارین است، زیر سایه او
که از داری، معلق چون رمن هست
توان چون خامه، ره رفتن به یک پا
تو پنداری که، سر در چشمش افتاد
بزیسر پسا، بسود خط کف پا
در او درمسانده ره پیا، مگس وار
خود ار، بخت سکندر بود، برگشت
جوان گر هست رهرو، پیر گردد
که فارد روزگار از وی گذشتن

خصوصاً دار کوه چرخ فرسا
ندارد هیچ داری، سایه او
ره پیچان، چو ماری، حلقه زن هست
رهی پیچیده تر، از خط قرسا
برین ره، دیده هر رهرو که، بکشاد
ز بس باریکی این ره نیست پیدا
نیده عنکبوتی، گوئیا تار
کسی را، خضر مگر راهبر، گشت
ز بس در طی این ره، دیر گردد
بود بهتر ازین ره، باز گشتن

در صفت دریای جهنکا و عبور ازان

شتابم جانب دریای جهنکا
روان حکمش بسر بحریست چون آب
که تبهال، لب این بحر، کوه است

ز سر پا کرده اکنون قطره آما
چه دریا، آبروی ملک پنجاب
تن از تب لرزه موجش ستوه است

ز شورش ، میشود گوش ملک ، کسر
 که ، با این شور ، دارد آب شیرین
 کشیده همچو مدی ، بر سر آب
 در او آویخته اما نه محکم
 معلق عنکبوتی بود ، در تار
 تذرو افتاده اندر چنگل باز
 وگرنی ، دست از جان شسته بودم
 بهر جانب که بینی ، سبزه زار است
 ز باغ حسن هم ، گل چیدنی هست
 گهر از بحر ، و لعل از سنگ خیزد
 که پسا ، از تیشه فرهاد باید
 که هست آئینه دار نقش شیرین
 کند تما خیمه لیل ، سیاهی
 که هر یک بود ، همچون برق پویان
 وز آن سر چشمه بادا ، چشم بد ، دور
 بیرج دلو ، همچون ماه ، آیند
 که خون عاشقان چون آب ریزند
 برات عاشقان بر شاخ آهو
 بود گویا ، محیط حسن در جوش
 سبوها بر سر و دل در سبوها
 نوازند پای و نی غلطد سبوی
 نیشد از پاس دلها ، نیز غافل
 که مانند تشنه ، بر دریا رسیده
 ولی من رفتم و بردم دل ریش
 هزار افسوس ، گل نساچیده رفتم
 به خاک بافته شد منزل من
 چرا گاهی بود جدی و حمل را
 بمرکب هم همان بخت جوان گشت
 که شوق پیر پنجالام جوان کرد
 که کرد ، از قصه و هم ، فارغ البال

ز موجش ، هست دامن فلک ، تر
 ولی ، لب تشنگان را حیرتست ، این
 پرویش ، ریسائی تاب در تاب
 سبد واری ، رسنها بسته بام
 دگر تشبیه ها بگذار ، و پندار
 نشستم اندر و با مرگ آماز
 رسن بازانه گو ، از وی ، ربودم
 ازین دریا چو بگذشتی ، بهار است
 بهار لاله و گل ، دیدنی هست
 چها ، زین گل زمین ، نیرنگ خیزد
 ز هر کس ، قطع این منزل ، نیاید
 بهر سنگی ، یچشم کوهکن بین
 ز مجنون کن طلب ، روشن نگاهی
 بنازم بر جمال ، شعله رویان
 بدیدن ، هر یکی سر چشمه نور
 خصوصاً ، چون بروی چاه ، آیند
 بهم در آب ، بسازی میستیزند
 دهند از نرگس جادوی ابرو
 روان هر سو ، سبوی آب بر دوش
 قدم در ره ، زبان در گفتگوها
 بشوخی در تنگاپو جستجوی
 نگهبان سبوها هست ، اگر دل
 چو من ، شوریده بختی را که ، دیده
 برد هر کس گل زین باغ ، با خویش
 بحسرت هر گلی را دیده رفتم
 روان چون شد ازینجا محمل متن
 چه گویم ، اوج کوه بافته را
 ازینجا ، مرکب تخت روان گشت
 جوانی ، در سخن رانی توان کرد
 خوشا ، آب و هوای ، پیر پنجال

به پیری میکند آری جوانی
 نباشد منست آبی زمینش
 وهش بین بر میان زناز این است
 کواکب باشد آنرا جود و تیغ
 کند تیفش مبادا این دو را چادر
 نسج عنکبوتش آسمان است
 که دارد ، پیرره ، حمامه هر سر
 نمده پوشی ، بلذکر حق ، نشسته
 که تسبیح سلاطین را شنیدم
 سپهرش برده و کرده نه نو
 شرابی ده ، که رنجوریم رنجور
 بدنامم تا ، بآئین مناجات

بود کارش ، به دی ، هم گل فشانی
 شود نخلی که ، سبز از آب تیفش
 امام سبحة کهسار این است
 لسوای رفتش را پرچم از میغ
 دو کون استاده زیرش چون گنگار
 ره موران راهش کهکشان است
 برین کوه است قائم ، چرخ اخضر
 نه ابرست این بفرقش ، کله بسته
 تعال شانه جدای رسیدم
 فگنده فصل اسیم در روارو
 بیا ساقی ! که ، میآئیم از دور
 بیا ! بنما بمن ، راه خرابات

مناجات بدوگاه الهی با نعت رسالت پناهی و رسیدن بکشمیر جنت نظیر

بدل داغی ، برنگ لاله ام ده
 که گردد داغ ازو گر باغ و راغ
 گل افشان تر ، ز چشم خون فشان کن
 رخی ده ، صد خیابان زعفران زار
 نمک پرورده شور قیامت
 خراشش ، ناله از خود تراشد
 صفای سینه چون طور سینا
 نهال الفت ، در دل ، نشاند
 که ، گر گل بشنود ، آید به فریاد
 روانم را ، بمعنی تازه گردان
 که گل از شاخم آید خود ، بدامان
 سرشکم ، شبنم برگ گل ، به
 بباد صبح گاهی ، هم نفس کن
 قرا ، پیوسته میخوانم ، من از تو
 چمن خالی و دامانم پر از گل
 بل از ، نعت محمد گلشنم کن

خدا وفدا ! اثر در ناله ام ده
 بخندان ، دلکشا باغی ، ازان داغ
 قلم را ، رشک شاخ ارغوان کن
 دل ده ، صد بیابان خار در بار
 دل ده ، خسته تیغ صلاست
 دل کان ، سینه را ، هردم خراشد
 دل دانا و چشمی نیز بینا
 سرشکی ده که ، گل از گل ، دماند
 فغانی ده ، بدرد عشق اثر زاد
 بیانم را ، بلند آواز گردان
 الهی ! جذبه خواهم بافغان
 فغانم ، ساز بزم بلبل ، به
 به مرغ نغمه منجم ، هم قفس کن
 گل از تو ، بلبل از تو ، گلشن از تو
 تپی خمخانه و مستم کن از مل
 چگویم ، گل بحیب و دامانم کن

ز نعمت مصطفیٰ خرد گلشنم کن
که کوئین است زیر سایه او
وگر بلبل زند آهنگی، از وی
نفس، گلدسته بند رنگ و بو، هست
صبا را بنده ام، کاید ز کویش
جمال دلبر پایش دیده باشد
خوشا داغی که، هست از لاله زارش
کند حال که، خال هست جایش
ز مویش روکش چین و ختن هست

چمنها و قف جیب و دامنم کن
قد بی سایه بین و پاینه او
اگر گل هست، دارد رنگی از وی
دل و جان، باغ باغ از یاد او، هست
بگل مستم که، دارد رنگ و بویش
خوشا چشمی که، گر خوابیده ماند
خوشا باغی که، باشد او بهارش
خوشا سنگی که، دارد نقش پایش
خوشا کشمیر کور شک چمن هست

فرود آمدن در مقام لچول

بسر دارم سر گلگشت کشمیر
که جای بلبل اندر باغ، خوش تر
که آمد اردی و شد موسم دی
کنار چشمه اچمول رسیدم
گل و نریش، از دنبال آمد
ز هر سر گفت خیری (۱) خیر مقدم
صبا آمد، بگرد سر، بگردید
پذیرا گشته تا اسلام آباد
بود هر سنگ گوی منبع گنگ
شکایت های عمری، بر طرف شد
بمهمان خانه خوانی نهادند
که دانستند مهمان عزیزم
خوشا نزل، که شد نازل در آنجا
نه حلوا، بلکه به از، من و سلوا
شراب سرخ تر از ورد خوردیم
شراب غم گداز و کاهلی سوز
کند بازار سرما، گرمیش سرد

چو هستم، از هوای هند، دلگیر
بکشمیرم، الهی! زود تر بر
بسمحمد الله! ره کشمیر شد طی
سخن کوته، چو آن ره را بریدم
نسیم، بسم استقبال آمد
سپرده راه غم خواری سپر غم
لب جو، پای من از شوق، بوسید
اعزا شادمان و بسا دل شاد
روان صد چشمه، این جاهت، از سنگ
نگه ها چون بیک دیگر، طرف شد
عزیزان داد مهمانی بدادند
نسود از دعوت ایشان گریزم
خوشا بختی، که شد منزل در آنجا
کباب گرم و نان نرم و حلوا
هوی سرد و آب سرد، خوردیم
شراب محفل افروز و دل افروز
شرابی، کان برآرد گرد از برد

شرابی، کان بهر مشرب مباحست
 بنوشا نوش، چون بگذشت آن روز
 شرابی کش، بود نام دگر، چای
 بکشتی چون بهشتی بام کردیم
 شب شب گشت کشتی جاده پیما
 سحر چون گشت چشم از هور روشن
 رسیدم شیر گرهه بنگاه میران
 بدریا بود ماهی، موج در موج
 درون آب، ماهی زار دیدم
 کشادم دست، کاندازم درو شصت
 خبر دادند از احکام شاهی
 که، پیشین ماه، راج از ملک لاهوت
 بماهی گیر باید ره گرفتن
 پس از مرگ، آنکه گیرد شکل فرخ
 سخن کوته، ز ماهی دست شستم
 میگر صیدی بدام از راه افتد
 که اینجا، جلوه گاه مهر و ماه است
 زهر برجی عیان به پیکرانشه
 نگه دزدیده هنگام نظاره
 دو سو خوبان بمنظر جاگزیده
 کنار آب، هر یک جا نهوده
 سراسر پاک مشرب پاکبازانند
 بل کشمیر، جای پاک بازیست
 زیارت گاه جمع راست کیش است
 سراسر گوشه گیرند اهل کشمیر
 طریقت مشربان دور ایام
 تصوف مشربان صوف پوشنده
 همه نا خورده می، سرشار و سرمت
 طریقت با شریعت دین ایشان
 مزاری هست در هر مرغزاری

چراغ شام و خورشید صباحست
 بکشتی گشت ساقی بزم افسرد
 وزو، بنیاد تقوی هست، بر جای
 بکشتی شام و می در جام کدریم
 بکشتی هر یکی شد باده پیما
 سواد شهر شد از دور روشن
 که باشد جای سیر شیرگیران
 به ساحل کبک و نیمه، فوج در فوج
 هوا را پر ز ماهی خوار دیده
 که ناگاه، شصت و هم دل، رفت از دست
 که: باشد صید ماهی از مناهنی
 بمان ماه مندل کرده در حسوت
 بود ماهی گرفتن سه گزینش
 بسود فرخ بمائین تناسخ
 ز دارو گیر شاهی، باز رستم
 اگر ماهی نیفتد ماه افتد
 بره هر پنجره دام نگاه است
 بهر درجی نهان خوش گوهر افند
 گریبان مژه، میکرد پاره
 بمان مردمک در هر دو دیده
 عجب تر اینکه، دامن تر نموده
 سزد بر پاکبازی گزینش
 که هر یک جامه، بی شستن، نمازیست
 مقام ویشیان سینه ریش است
 ولی در گوشه گیرها جهانگیر
 سحرگه آفتاب آشام چون شام
 ز صوفی مشربها صاف نوشند
 صراحی در بقل، نی جام در دست
 بود آئینه تر آئین ایشان
 زیارت گاه هر زار و نزاری

چه سرما وقف خاک آستانست
ارادت مند پیری، هر جوانی
نه تنها هست بلبل، صاحب قال
نیکنجد زمستی، غنچه، در پوست
نماید خوشتر از سرخی و زردی
گل و نسرین که، نقش دلپسند است
بروی سبزه سنبل، در نماز است
زمستی بلبلان در قیل و قال اند
اگر، از حال جوئی، حال اینست

که هر جای، آستان راناست
قدر انداز پیری، هر کمانی
که دارد هر نهالی رنگی از حال
دریدن خرقه، خرق عادت اوست
بروی ورد رنگ سپروردی
مگر گل دسته بند نقشبند است
مرید حضرت گیسودراز است
درختان سر بسر در وجد و حال اند
وگر، از قال گوئی، قال این است

ذکر جامع کشمیر و خانقاه حضرت امیر کبیر قدس سره

اگر در مسجد جامع در آئی
عیان، شان حق از، کاشانه او
زهی مسجد زهی محراب و منبر
دو گوش، جبهه سائی آستان است
ستونها، کاندرو برپا به یی
شمارش، صد و اثنین و هفتاد
بسود ز آن چهار تا دروازه او
ز هر در، شهریان را حکم بار است
مصل خاققاهی همسر اوست
ز بس انبوه مردم، پنج نوبت
ملک را، بر لب اینجا هست، لبیک
خود این تعمیرها آئینه دار است
ز هر سنگ، عیان صیقل گری هست

بواج پایه طالع برائی
چو صاحب خانه، الحق خانه او
تمامی شانه الله اکبر
همانا کعبه هفت آسمان است
حریف سدره و طوبی به یی
بیاغ دین، بجای سرو و شمشاد
که باشد چار سو آوازه او
ولی غریبش، خاص شهریار است
که خلعتی جبهه فرسای در اوست
نباشد راه در وی، بنی صعبوبت
فلک را، نیست ره بی خلع نعلیک
که از سلطان سکندر یادگار است
ز سنگ، آئینه اسکندری هست

ذکر کوه ماران و ارک و فصل آن

مقام شهریاران، کوه ماران
بفرقش باره، چون گوش واره

که اکنون جای مورانست و ماران
کمر هم بر کمر دارد ز خساره

تعالی الله! چه عال باره هست
جدید و کهنه، محکم چون حدید است
شهی کان اولین بنیاد بنهاد
که جای سیر، هر سیاره هست
محل الامن - فی باس شدید - است
کرور و نه لک، از مخزن فرستاد

دو صفت سری نگر دارالسلطنت کشمیر

اگر از، غمری رانم سخنها
درین شهر فسیح بخش و فرحناک
بهر باسی زند بلبل ترانه
بهر بزمی ز گل، روشن چراغی
بهر کشتی، بهشتی جا گرفته
بود در حسن و خوبی طاق، این شهر
دگرها شهر ولیک، این شهریار است
چو بلبل، صد هزار او را، هوا دار
برای حسن و خوبی، جای ناز است
هماره شاعر سامانی المعبد
چه جای، این و آن، ما و شما، هست
هر آنچه آن میرزا حیدر (۱) نوشته
دلیل خوبیش تعمیر چوبی
ولی چشم بد گردون دوش
گهی شد قازمار از ترک تالار
بمبد زولجو بریاد رفته
نه هیچ از شهر غیر از شهره ماند
نه کوخی مانده و نی هیچ کاخی
گهی از پوهن دارالمن گشت
زمین در جنبش آید چون بزلزال
گهی کرد آب، بریاد و خرابش
رسد از چشم زخم اکثر گزندش
هنوز از تازگیهای خداداد

سخن بر خویش باله، چون چمنها
بود هر خانه زیر سایه تاک
پسائی خود رود گل خانه خانه
بود هر خانه را خانه باغی
چنان در هر مکان، ماوا گرفته
که باشد، شهره آفاق این شهر
حصار پای تخت کوهسار است
ثناخوان چون عزیزش، بوده بسیار
یکی از بندگان او، ایاز است
سخن آرد بوصفش، بهتر از شهد
که خود او، خود نما و خود ستا هست
بساطی بود، کان شد در نوشته
که چوبی خود بود تصحیف چوبی
کند پیوسته از گردش زبانش
که نی پودش بجا ماند و نه یک تار
ز بس بریاد رفت از یاد رفته
نه خرمه ماند و نی خرمره ماند
نه شوخی مانده و نی هیچ شاخی
چمن پر از خس و خار دمن گشت
فلک بر خویش میلرزد دران حال
گهی آتش، فقاد و برد آتش
که سوزد خانها همچون سپندش
بود هر گل زمینی نزهت آباد

بهر سو لاله زار و سبزه زار است
 ز بس شور صدائی خنده گل
 دو عالم ، یک گل رعنائی باغش
 جهان را ویوناگش آبرو داد
 ز بس گیرائی خاک این گلستان
 چه دور ، از خوبی این حسن آبداد
 مه‌رس از سبزه زار عیدگاهش
 ز جوش فرگس و گلپاشی خرم
 برد هر کس بسودا زعفرانش
 بشوقش گشته کوه قاف سیار
 بهر جانب که بیتی ، سبزه زاریست
 کشیده لاله و گل ، سر یافلاک
 غزانش را ، بهار دیگر آمد
 هوا را بوی صندل هست درمار
 برنگی حشرت انگیز ، این چمن هست
 بود بزم مفسی ، گلشن راز
 بهر سو فروشی از بی جاده بنگر
 بود دامان خاکش پاک ، از خاک
 چنان نشو و نما اندر تلاش است
 نباشد کس ، درین گلزار بیخار
 تراش کلک یاقوتی بهر رخس
 زمین صیدگاهش زر قاب است
 ببر ، هر مرغ دارد ، رخت طاوس
 هزار و کبک و تیهو سار و سارنگ
 تذرو آهنگ بلبل یاد دارد
 چه مطرب هندلیبان راه پیمای
 اگر گل گشوی بر آواز بلبل
 زهی عشق و تمام و حسن کامل

که داغستان و ملک مبرزوار است
 کسی میشنود فسریداد بلبل
 ارم ، گم کرده خود را ، در سراغش
 چنان را شاله مارش رنگ و بوزاد
 نمسی جنبید ز جا تخت سلیمان
 گر آید دیو ، بر گردد ، پری زاد
 زمرد غیز باشد خاک راهش (۱)
 بود چشم و چراغ هر دو عالم
 بزر گیرند در هندوستانش
 که میگردد برگردش آسمان وار
 بهشتی ، در زمرد گون حصارپست
 جنون کو ، قا گریبانی کند چاک
 چمن گوتی ، دکان زرگر آمد
 ازان در شهر گردد ناله مار
 که مرغ باب زن هم نغمه زن هست
 گل تر ، میده از شاخ آواز
 بهشتی سر بصیرا داده بنگر
 هبارش بوی گل ، آن نیز ، نمتاک
 که هر دم خامه محتاج تراش است
 که دستی نیستش ، در خط گلزار
 سواد خط ریحانی بهر کس
 و زان یک مرغ زرین آفتاب است
 بود هر مرغ زاری تخت طاوس
 هم آوا ، هم نوا ، هم دم ، هم آهنگ
 نوای چنگ بانگ عباد دازد
 بجای پای بسته زنگ در قای
 و گر بلبل خراب جلوه گل
 گل از بلبل ز گل بلبل برد دل

زمرد و لعل ، می خیزد ز راهش

۱- فلک قریان خاک هدگاهش

ز پس از یک دگر خوشتر نماید صنوبر از صنوبر دل ریاید
ندارد باغبایش زان درو بند که گردد میوه خوار از میوه خورسته

در طراوت اشجار و حلاوت اثمار

درختان ، همچو سیزان سبز بختان نه تنها سبز بختان ، سبز رختان
ز نار و نارون تا سرو و شمشاد نو آئین ، فوجوان ، فوخیز و نوزاد
چنان شان مادرست و دایه کوثر ارم شان عمه و طوبی برادر
نکلم شان به تحریک اشاره خود ایشان کودک و خود گاهواره
به طفل، خورده از جوی صل، شیر شکر بار آورد هر کو شود پسر
خوشا بادام ، کز وی چشم به دور سیه کرده برو چشم طمع حور
بصید دل بود بادام بادام که چیند در ره مدام مدام
بیار اوصاف سبیش ، ای سخن گور همین میدان ، همین چوگان ، همین گور
رسد از سدره اش هر دم درودی مثل باشد که ، سیبی و سجودی
ز پس دارد لطافت در سرشت او ربوده گوی سبقت از بهشت او
بسانگشت اشاره جانب سب نمایان میشود آثار آسیب
برونش زر ، درونش سیم خام است توانگر آن کش این دولت بکام است
ز توتش جان شیرین را بود قوت جوان از خوردن او پیر قوت
ز رویش چشم زخم انگین دور که این شان حق است آن شان زنبور
سیاهش هست خال چهره باغ سپیدش نور چشم نورگسین باغ
انارش حقه یاقوت باشد همانا قوت افزا قوت باشد
ز نیرنگیش خود هم رنگ بازد گهر در مشت گیرد لعل سازد
حریف آب دندان بهر قند او کند بر ریش بابا ریش خند او
بین یک خرمن از اختر یک برج بین یک معدن از گوهر یک درج
کنم انشا بوصف ناشپاتی ورق در دست من گردد نباتی
هنب نتوان رسید اینجا بعباب که باشد در میان حائل سر آب
بسود هم پختگی با گلبنانش که رنگین شد ز خون گل بنانش
لب خوبان که ، دارد این شکر خند بشفالو مگر بگرفته پیوند
زبان در وصف آلو ، بسکه بالود سخن شد ، چو آلو ، لذت آلود

گلبانگ قدوم حضرت بلبل شاه و رنگ اسلام گرفتن این سیاحت گاه

نخستین، شیخ بلبل شاه نامی	به بلبل، از گل آورده، پیامی
بهار تازه ناگاه آورد	برسم نورهان از راه آورد
که مرغان چمن را، با نوا کرد	زبان قمریان را، حق سرا کرد
علاقه گوی چون از ره در آمد	ز قلب لاله لاله الا الله برآمد
بظاهر در گلستان لاله کشته	بباطن لاله مثل — نوشته
الف شمشاد لا شد لاله بالذات	که گل کرده بهار نفسی و اثبات
بنکر جهر قمری مشتمل شد	که، شمشاد و صنوبر، اهل دل شد
برسم راستان، هر سرو و شمشاد	ز بند خود پرستی، گشته آزاد
بساز نار شد نذر گمنس	که گشته صرف در گلدسته بستن
بشاخ هر نهالی عندلیبان	خطابت کرده سر همچون خطیبان

ذکر بعضی از نور سنجان، که عندلیب چمن سخن بوده، و به خاک کشمیر آسوده اند

نهم منت بمرغان چمنها	که آرم از سخن، سنجان، سخنها
سخن ریزی، ز بس، کار نسیم است	نعل زار بر گور کلیم است
مزارش بر تلی نور علی نور	کلیم الحق سزد منزل گمش طور
چو قدسی، نغمه سنج این چمن شد	چنین بر درگاه حق، نغمه زن شد؛
درین گلشن که هم گل هست هم خار	مرا هم جای ده، یک آشیان وار
رسیده بر هدف تیر دعایش	بزییر گلبنی دادند جاییش
بخاک او، حرم از گلستانست	هجوم قدسیان از پلایان است
سلیم، آن طوطی قدسی مقام است	که این گلشن برو دارالسلام است
سلامت بنده طبع سلیمش	سخن سنجان کشمیری قدیمی
صبا جوید نشان قبر، جويا	نهان در خرمن گل هست، گویا
غنی، کاین گلستان را بود بلبل	بود گنجینه خاکش از زر گل
ز لوح تربت لسانی، بخوانی	و الیاتی و باقی جمله فانی
ندانم، عندلیبان تا چه گفتند	که لب از گفتگو بستند و خفتند
همه هشیار و سرمست و خراب اند	همه بیدار و از مستی بخواب اند
حریفان باده ها خوردند و رفتند	تهی خمخانها کردند و رفتند
چه میگویم که، شرم باد از خویش	ره میخانه ام چون هست، در پیش
بره پیر مخان سرشار و سرمست	کلید خانه خسار در دست

در میخانه را تا بر کشایسم در میخانه رفته من اکنون در آیم
 بیاساقی که از تائید باری به بحر و بر بود حکم تو جاری
 سرت گرم بکشتی پاده پیمای که سیر کشیم دل برده از جا

خواصی جویای گوهر نایاب در صفت دریا و تالاب

درین دریا، که نام آن بهت است نه دریا، چشمه سار ابهت هست
 بود آبش روان قالب شهر که میگیرند اهل شهر زان بهر
 جهانی، با نوا زین رود باشد دگرها رود و این شهرود باشد
 کند پیک نظر چندان که پویه بدریا خانها بیند دو رویه
 بود هر خانه را، جا بر کرانه رود، این رود خانه، خانه خانه
 چو مژگان، از دو جانب صف کشیده چنین خوش منظری، چشمی، نه دیده
 بروی آب، پلها بسته، از چوب خوش آثار و خوش آئین و خوش اسلوب
 رود بسیار پل، در کار پلها نه پلها باشد این انبار پلها
 بود بر هر سر پل، گرم بازار دکانها باز و صف بسته خریدار
 بخر، هر جنس و هر کالا که، خواهی گلیم فقر، یا سنجاب شاهی
 شود بازار خوبی چون بر او گرم دهد دل مشتری پیمانه از شرم
 یکی میجوشت و دیگر غروشد یکی دل میخرد دیگر فروشد

بیان بحر بیدل مسمی به دل

خوش آبی که، مشهور آن به دل هست نه دل، تسنیم را نعم البدل هست
 بوه زنجیر پا موجش، صبا را حبابش، در گره بسته، هوا را
 فلک در جنب او، برج حبابی ملاتک اندرو، مرغان آبی
 جنون خیزست چون آب و هوایش دمند از هم، چوماهی، موجهایش
 ز بس گردیده عو جلوه خویش ز دل دارد بهار آئینه در پیش
 موج بسکه گیرای نظرهاست تماشا کن که خوش دام تماشا است
 گریبان چاک موج از هوایش کتان مساحتاب جلوههایش
 شده آئینه گونی ز خساره بمقدار هلالی پاره پاره
 بدریا ماه اندر فقره کاری بگلشن زر فشان، باد بهاری
 کول، از فیض دل، کردست روشن چراغی را، که آبش هست روشن
 ز بس کشتی سبک تر آمد از گاه بموج سبزه هر سو میسرود راه
 روان هر سمت، کشتیهای خس پوش تو گونی، آب دارد، خلنه پردوش

مهیما هست هر چیز، بکشتی
 بکشتی هرکجا خواهی توان رفت
 مگر ببنند چون کشتی سواران
 بود این آب بازی اسب بازی
 مگو کشتی، بگر: قصر بهشتی
 بیامی ماه تا ماهی توان رفت
 سبق جویند بر یسار بهاران
 که بروی نیست سابق هیچ بازی

جریان فیض الهی در صفت چشمه شاهی

بطمع آبرو، این جا، گر آئی
 خنک آنکس که، از وی میخورد، آب
 خنک آنکس که، شد در وی شناور
 در آبش، چاره رنج روان است
 سریع البضم دارد آنچنان آب
 اگر غمهای عالم، خورده باشی
 کن، از سر چشمه شاهی گدائی
 نه بیند قابه محشر تاب در خواب
 نه پاک از آفتابش نی ز سآذر
 مگو، آب روان، گنج روان است
 خوری گر سنگ هم گردد چو فان آب
 بخور آبش که، عشرت کرده باشی

ذکر آبی دیگر موسوم به اولر

برون از شهر، آبی هست، اولر نام
 بقدر سی کسرویش، دور باشد
 سراسر چشمه سار این سرزمین است
 که تالابست گوئی: بحر آشام
 عشق، افزون ز حمد غور باشد
 بود گر عالم آبی، همین است

اظہار قدرت باری در صفت سوما و بر فباری

بیا ساقی! بیار آن آتشین آب
 بسآب آتشین کن گرم، خونم
 هوا شد چون سمن ریز و سمن کار
 چمن گوئی که، برد برد پوشید
 نه تنها پر ز یخ شد شاخ تا خ
 خنک از دیدنش شد چشم کونین
 بصابون جامه زد هر کوه و هامون
 شده هر وادی دشت پیاضی
 سواد شام او، صبح امید است
 خنک چشم و دل بینای این شهر
 دهد از رو سپیدی امیدم
 که از افسردگی، دل گشته بیتاب
 که از دم سردی دوران، زبونم
 زمین آمد سمن غیز و سمن زار
 که از فاعمرمان، رخ درد پوشید
 که دوران را بود بنیاد بر یخ
 سزد گر گوئی آن را، قره العین
 بل کافور کرده کار صابون
 به از باغ سپیدش هر ریاضی
 شب دیجور او، روز سپید است
 بود شبها مه شبهای این شهر
 که پیش آمد چنین روز سپیدم

و كان الشلج مثل المهن منغوش
سپیدی میکند اینسجا سیاهی
کزو، هر چشمه ساری شد، نمک سار
نه کوه نور، گوئی: کوه طور است
که پیدا جوی شیر از بیستون شد
که شکر ریز ابر کوهسار است

فلک را چرخ حلاجیت بر دوش
بهر سو بنگری نه تا به ماهی
تو گوئی، شور رعد آمد نمک بار
بهر سنگی که بینی، کوه نور است
سپید اندر تن فرهاد خون شد
شکر ریز عروس نو بهار است

گرم بازاری حمامیان

شده حمامیان را، گرم بازار
ز گرم و سرد دورانش دو آبه
چه آتش، شمع هر کاشافه هست
چه آتش، کافتاب شبنمستان
برات قازگی، پژمردگان را
که آهن کاری و زر بار آرد
طلائی آن بر آید نقره اندود
چنان، کز هر گوی، گوهر پر آید
که سازم، نقل مجلس نقل منقل
فروغ بخت جمشیدش، توان گفت
حریف غالب جام شراب است
قبای گرم و چای گرم و جا گرم
گرفته پیله زن، منقل در آغوش
که هست آتش پرستی می پرستی
هوا زر ریز باشد، خاک زر خیز
جوان شد از زر نو، دهر فروت
بخود رفتن گدازش رهنا بسود
بر آمد گل چو صبا از فبینه
شده کان زمرد کان الماس
که، میبینم زمین تا آسمان سبز

هوای سرد آمد، بر سر کار
چه حمام آفتابش کافتابه
بهر یک خانه، آتش خانه هست
چه آتش، نو بهار هر زمستان
بسود آب حیات، افسردگان را
فسون طرّفه در کار آرد
عیارش لیک روشن میشود زود
ز قلب رز، درین جا، زر پر آید
بخوری میکنم، از عود و صندل
نه منقل، تخت خورشیدش، توان گفت
ازو، سرگرمی هر شیخ و شاب است
نه گردد، از چه صحبتهای ما، گرم
نه ابرست این، بطرف باغ، در جوش
باآتش هر یکی در جوش مستی
بفصل گل، که گردد شاخ، زر ریز
چو آمد، در حمل خورشید، از حوت
چو از گل برف آتش زیر پا بود
شکست از سنگ یخ را آبگینه
هوا گسترده محمل جای کرپاس
الهی! گشت بخت دوستان سبز

گل کردن انبساط در تعریف باغ نشاط

بیا مطرب! که وقت انبساط است نشاط انگیز شو باغ نشاط است

نشیدی تازه نوآیین نواهی
 بزرگ و کوچک، این جا با نواهند
 خوشا باغ نشاط افزای، کشمیر
 پرنگ نه سپهرش نه طبق هست
 دو چار جنت این گلشن اگر گشت
 میان هر طبق، دارد رواقی
 نمیشاید قصوری در قصورش
 کشیده صف درختان سپیدار
 درختی، کس بدین رفعت ندیده
 بود زان راه، آمد شد ملک را
 چه دور ار، در هوای سیر این باغ
 چنان، تا دل بشوق دیدنش باخت
 ز یک گل هست دلکش تر، دگر گل
 بهشت از رشک این باغ خجسته
 شهید جلوه خویش، او فتاد است
 نه قمری هست بل خاصیت باد
 عجب نبود، اگر بلبل کند پر
 بهاق خویش، قمری هست خوشحال
 بشوق دیدن نرگس، بهر گام
 نظر بر سایه شاخ سن کن
 ز جوش سنبلستان نرگستان
 پر از فاز و نیاز، این تازه باغ است
 دمد نرگس سری افکنده در پیش
 ندارد لاله اش اندر چگر، داغ
 بود پرواز بلبل را، چه احوال
 فشاند زعفران، گر خنده گل
 پر از سرو و صنوبر، زیر و بالا
 ز گل، هر گلشن در زر فروشی
 ز جوش لاله و گلهای خرد رو

بیکنایش باید زد دو نالی
 سرود دلنوازی می سرایند
 که میگردد، جوان از دیدنش، پیر
 که هر هفت آن طبقها از شفق هست
 بر آمد در میان فرق نه و هشت
 کش این نه طاق نبود جفت طاقی
 ولیکن یافتیم خیالی ز حورش
 بگرد او، برنگ سبز دیوار
 تو پنداری قیامت قد کشیده
 همانا فردبان باشد، فلک را
 کند پرواز داغ لاله، چون زاغ
 چشم بلبلائش آشیان ساخت
 فتاده در کشاکش، عشق بلبل
 چو داغ لاله، اندر خون نشسته
 که نعل بوی گل، بر دوش باد است
 کف خاکستری را بال و پر داد
 که میخواهی، ز برگ گل کند پر
 ز پای سرو گویی، برده غلغالی
 کنیم از چشم محبوبان، نگه وام
 شب ماهست گلگشت چمن کن
 چو چشم، دیده صد خواب پریشان
 سن پروانه و گل چون چراغ است
 خراب انتظار جلوه خویش
 که، افکنده است آهو، نافه در باغ
 که بسوی گل، بگردون میزنه بال
 چکه خون گل از، فریاد بلبل
 شده نرغ بهار اینجا، دو بالا
 ز شبنم، سبزه در گوهر فروشی
 لب پان خورده معشوقان لب جو

لکر و خوش در صفت فواره و حوض

بوصف حوضش اکنون، تر زبان شو
سپهری، کهکشانش فواره او
بهر سو، لشکر موج است، در جوش
ستون خیمه ابر بهار است
ز بس پیالهدگسیهای خنداداد
شود چشون در علو بیحد غلویش
بداند شاعری کش طبع عالیت
بشوقش رفته، از خود جویبارش
ز حیرت، بسکه حال زار دارد
ببراهش، قطره زن آب روان شو
ز ماهی، اختر سیاره او
لوانی نصرت از فواره بردوش
که بنیادش بر آب و پائدار است
چهد از آب بالا عکس شمشاد
کند پستی، گردون سرفروزش
که خوش برجسته مصرع از زلالیت
زند از شوق، سر بر آبشارش
ازان رو، پشت بر دیوار دارد

ترو تازگی دماغ در اوصاف شاله باغ

بوصف شاله باغش گل فروشم
ز رنگ آمیزی گسلبهای ایوان
هوا هر گوشه، طرح طرفه ریزد
درین گلزار، رنگین بوته نیست
چمن مخمل بساط، از خوش قماش
برنگ سوسن و شمشاد باری
که از مستی به پیراهن نگنجم
کرامت کن ز راه مهر، چون بدر
سراپائی، نه تنها زینت دوش
سراپای تو، چون در بر گرفتم
زر خود، بر محک باید زد، اینجا
عمارانش همه از سنگ موسی
سواد آن، سواد لیلۃ القدر
سوادش بسکه باشد دیده افروز
چو از عکس بتان، بتخانه گردد
بنازم بر صفای حوضه حوض
بلی این چشمه، چشم نه فلک، هست
ز برج حوت، باشد راه، در وی
روان جوی، ازان قصر حیاهست
که دارد سایه گل، شال پوشم
چیمینها کارگاه شالبافان
ز هر یک خوشه، نقش تازه خیزد
که، بر فرش، نگارین فوطه نیست
نشسته شال پوشان در حواشی
الهی! ده بنم جامه واری
نه پیراهن، که در گلشن نگنجم
سراپای سراپا قیمت و قدر
بل از راه عط باشد، خطا پوش
سراپای سخن، در زر گرفتم
که ظاهر میشود نیک، از بد، اینجا
که هر سنگش بود طور ثعلب
ضیای آن، ضیای لیلۃ البدر
شب ماهست اندر نیمه روز
خود از آذر بود، دیوانه گردد
که رونق یابد از وی روضه حوض
سیه قصرش بجای مردمک هست
شناور، همچو ماهی ماه، در وی
بل اندر دل شب، قیضا هست

بود آن کعبه و این زمزم او
بگردون و گوش ماهی را بهاله
کشد آب ، از دل آه ، نیزه بالا
که هست انگشت حیرت در دهانش
که بود افزون ز اعداد ستاره
چون این قصر زمردگون در انجم

خوشا قصر سیاه او ، خوشا جو
ز بس فواره اش بر ، خویش باله
زند از بسکه آتش ، عکس گلها
بل این حوض محو گلستانش
زند فواره ، جوش از هر کناره
شود آن قصر در فواره گم

در صفت نسیم باغ فرح بخش دماغ

کش از هسایگان باغ نسیم است
که میخیزد ز خاکش هود و عنبر
ولی چون من ، درو بلبل هزار است
نه بر رخسارش از صنبل کلاله
نه بی ترگس بود ، بیتاب و بیخوار
ولی چون برگ گل ، نمناک دام
بهار ترازو دارد خدا داد
زمینش ، خاک عنبر نسیم دارد
بود مادام اینجا جلوه شام
چو نریاد گدایان ، بر در شاه
زمینش را ندیده چشم خورشید
چهار اینجا ، قزون تراز شمار است
که ، هر شاخیش باشد ، بال جبریل
بود کشمیر را در سایه اش جا

کنون دل ، مائل باغ نسیم است
نسیم بسی گل و نسرین معنیر
فضایش را ، نه گل هست و نه خار است
نه او را بر جگر ، داغی ، چولاله
نه بی گیسوی صنبل ، بر دلش تاب
ز خون ارغوانش ، پاک دامن
خدا او را فضای دلکشا داد
سواد او ، سواد شسام دارد
اگر در نیمه روز آبی و گریام
در دروغای مرغان ، گاه بیگاه
ز افبوه چنار و کثرت بید
زمینش ، سایه پرورد چنار است
بود در سایه اش آسوده صد میل
ز خورشید قیامت نیست پروا

در اوصاف اطراف نزت بهام علی الخصوص گمرگ مشهور

بعیش مقام

خمشوی بهر وصافت انصاف
مگو گمرگ هست آن مرگ بلبل
گلش صد رنگ و هر رنگی بصد رنگ
چو مسری بنگری زیر نگینش
رود هر جا فرو در خاک ، محتاب
مگر در سر هوای سهر لال است

برون از حد اوصافت ، اطراف
زمینی گمرگ کامد دخته گل
بود این گلزمین را ، طرفه نیرنگ
قدم هر جا گذاری بر زمینش
زمین او ، ز بس نرمست ، چون آب
پیا ساقی ! دگر سر پر خمار است

بیا! در سایه نسای نشینم رخ آسودگی تا کی نه بینم

گفتار خوشگوار در تعریف لار

خصوصاً تساکهای عطفه لار
 چه میپرسی، ز رفتهای تاکش
 بزیر فاک، باید کرد منزل
 خدا را، خوشه نسای، مجناب
 بخامی، هر که انگوری شکسته
 بود چشم و چراغ می پرستان
 ز تلمش، تخم عشرت میتوان کاشت
 صفا، از بسکه چون آئینه، دارد
 سر خود را، فرو نام، با فلاک
 کنسار آب لار و می کشی ها
 کند نوشته را، مسرور آتش
 ز آتش خوش جوان و کودک و پیر
 هم از تاثیر، آن آب و هوا، هست
 بود بر پاده نوشی، جای حیغم
 بسیر لاله و گی باغ، باغم
 کتم هر جا، بروی سبز، منزل
 چو آید زعفران در زر فروشی
 بهجام ما، مگر ساقی چها ریخت
 سخن را، مانیم، هنگام تحریر
 برین گل دسته بکشا دیده هوش
 بهر جا، نقش ساقی، رنگ بر بست
 بهر جا، غنچه را تصویر کردم
 اگر بلبل، ز درد عشق، در جوش
 بهر جا مرغ مضمون، کرده پر باز
 بآب از کلک من گردیده قر دست
 بهر جا، می نگارم حرفی، از گل
 گرفته رنگ گل تا نامه من
 رسد کشمیر را بر خروشتن ناز

که در غلش بود، گردون دوار
 که باشد سدره و طوباش، تاکش
 که آنجا رو دهد، جمعیت دل
 که برم میخورد، دلای مستان
 دل میخواره، گویا که، خسته
 که هست این کوکب اقبال مستان
 نه سری هست، کش پنهان توان داشت
 توان دیدن که، دل در سینه دارد
 که هستم، خوشه چین تارم تاک
 نگار بساده خوار و سرخوشی ها
 که هست، افشردۀ انگور، آیش
 که هم می هست و هم شهادت و هم شیر
 که، من از خویش، و کلکم رفته از دست
 حرامم باد می، چون نیست کیفم
 ولی، از دوری احباب، داغم
 غم سبزان هندم خون کند دل
 کنم یاد بست و زرد پوشی
 که این نیرنگها از کلک ما ریخت
 کشیدم یک قلم تصویر کشمیر
 که دارد هر گل باغی در آغوش
 صراحی در بتل بین جام در دست
 تبسم، زیر لب تحریر کردم
 و گر گل، از غرور حسن، خاموش
 بسویش، چشم دامی هم بود باز
 بهر سطری که بینی موجزن هست
 ز کلکم، می قرارود خون بلبل
 شده منقار بلبل غاصه من
 که دارد چون (عزیزی) نغمه پرداز

ز بس، گل چیده ام زین باغ و زین راغ
بهندستان فرستم، اره فاش
وزین نیرنگها بیرنگ گیرند
پذیرای دهند این ارمغان را
که نامش: ارمغان لاجواب است

۱۳۲۵-۱۲-۱۳۲۳

به نظمش، همچو گوهر، در کشیدم
وزان، گلدسته بهر دوستان، بست
اگر خلد است، هم دلکش نباشد
شوم چون کلک مانی، رنگ آمیز
که هست آئینه دار دور ایام
وزان میخانه و می پاد آرام

(۲۸۵-۳۱۱)

ز بس، گردیده ام هر روز درین باغ
بکاغذ، بسته همچون زعفرانش
کزین گلنهای رنگین، رنگ گیرند
کنند سرمست و سرخوش ارمغان را
برای سال تصنیف انتخاب است

هر آنچه اینجا، بچشم خویش، دیدم
طرفها، طبع من، زین بوستان بست
که سیر باغ، تنها خوش نباشد
کنون، از نامهای راستی خیز
بیا ساقی! بیار آن خسروی جام
بن ده کز جم و کی یادگارم

مجمعی از احوال تاریخی کشمیر جنت نظیر

سر مینای می مستانه بکشا
خصوصاً وقت گل، در باغ کشمیر
زند هر چشمه اش، چشمک به نسیم
بود در وسط اقلیم چهارم
کنندش، داخل ارض خراسان
بهر فصل برنگ جلوه پرداز
شواد شرقش را، چین بگیسو
بود بکلی، بمغرب خاکرویش
چهل فرسخ بطول و بیست در عرض
بر از سرو و صنوبر بید و شمشاد
سخن زین سان رود در حکمرانی
تسلط یافته بر ملک کشمیر
زد اینجا کوس جمشیدی بگردون
بجز حالی، بنوک خامها نیست

بیا ای دل! در میخانه بکشا
به مینوشی، نباید کرد تاخیر
چه کشمیر؟ آبروی هفت اقلوم (۱)
بهشتی، اندرین فیروزه طارم
مساحت سنج، سیاحتان دوران
عروسی هست، اندر حبله ناز
شمائش را، بدخشان لعل بازو
دهل زن هست دهلی، در جنوبش
مسطح پهنه باشد درین ارض
هزاران قریه، دوری هست آباد
بهندی نامهای باستانی
که گاهی پاندوان با حسن تدبیر
گهی جم پایه از ملک جمون
ول نامی ز کس در نامها نیست

که نام راجگی، از وی، بلند است
 ربهوده گوی از گودروز و گیو آن
 که رای او، برپایان بود، بی ریو
 که، آبی رفته باز آورد، در جو
 که از روزیکه شد کشمیر مهور
 نچهارالف است و کسری بر سه صد سال
 همه دادند، داد حکمرانی
 دل، زین باغ، آخر بار بستند
 فلک در انتظار خواجگان بود
 که گشت این ملک پای تخت شهمیر
 ز اولاد سلاطین قوروشه نام
 دل او، گنج اسرار کجاست
 در اثنای گهر سفتن، چنین گفت
 کند شهمیر روزی شهر یاری
 بفرمان ازل، فرمان روایند
 در آمد، اندرین ملک خداداد
 بخاک باز موله کرد اقامت
 که جایش داد و جاگیری نرودش
 سه سالار شد، انجام کار، او

اگر هست ابتدا، از او کنند است
 پسین شان، که آمد سیه دیو آن
 پسین راجگانش نسام سودیو
 و ژان پس، آمد از تبت، و تن جو
 بود در نسامهای پیش مسطور
 همانا، تا بدور این خوش اقبال
 درین مدت، ز راه مهربانی
 کمر درکار، چون زفار، بستند
 جهان در اختیار واجگان بود
 شده بیدار ناگه، بخت کشمیر
 بنایش بود مرد نهک انجام
 رخ او، مظهر نور الهی
 لبش، روزی ز هر دو، در همیست
 که، در کشمیر از نائید باری
 ز نسلس، چند تن، صاحب لوائنه
 چوبشید این سخن، شهمیر، دلشاد
 بامید ظهنور آن کرامت
 بدوران رفتن جوشد، و رودش
 گرفته، رفته رفته اقتدار، او

تاخت آوردن ذوالقدر خان و تباهی شهر و شهریان و حکومت
 یافتن رفتن جو و مسلمان شدن آن

برفت، قال بشنو! حال بشنو
 بخوی زشت، محکم ریشه کردند
 دناات گشت رائج م خیانت
 حیا از دیده، و دل از صفا رفت
 که نازل شد بلای آسمانی
 که م، ذوالقدر غانش خواند ایام
 مگو ذوالقدر، بل ذوالقدر غانش
 به کشمیرش میخوانند ذوالجو
 زمین تا آسمان، زان تاخت، دل پانعت

کنون، تفصیل این اجمال، بشنو
 چو مردم، زشت خوئی، پیشه کردند
 دیانت از جهان رفت و امانت
 ز انجم مهر، و از مردم، وفا رفت
 نه مهری مانده و نی مهربانی
 بناگه، فتنه جوی زولجو نام
 ستمکاری لقب، ذوالقدر غانش
 ز ترکستان و اولاد هلاکو
 بناگه، جانب این ملک، تاخت

دوان اندر رکابش ، توک و تاجیک
 همه خون تشنه و خونخوار و سفاک
 دمی کان فوج در شهر اندرون شد
 منادی ، بهر قتل عام ، کردند
 رمیده شهریار و شهریان هم
 قشد تنها ، تهی از شهریان ، شهر
 زدند آتش بخان و خانها
 نه قصری ماند بر جا و نه جبری
 بنای را بجا ، آن سیل ، نگذاشت
 بنیر از ذکر جفت و حرف طاقی
 نه صاحب خانه و نی خانه ماند
 غلای غله ، صاحب غله را ، سوخت
 شد از بس قحط ، آخر کار شان تنگ
 هم آمد ، بر سر آن فوج ، سرما
 ندیده پوششی جز چشم پوشی
 روان شد آخر آن لشکر ز ، کشمیر
 بیه شان ، برف بارید ، آن قدرها
 بجای آب ، برف از سر گذشته
 نه کس از دستبرد برد ، جان برد
 نه گیوی ماند و نی گوی و نی خر
 درون برف ، هر شی یک بیک رفت
 نه برفست اینکه برق غیرتست این
 چو در اطراف ، شایع این خبر ، گشت
 ز سر آن خطه ، آبادی گرفته
 درین مدت که ، گیتی شور و شداشت
 بهر مرزی که ، بودش مرز بانی
 پس از جنگ و جدال و کار و پیکار
 ز سرداران قبت رفتن جو نام
 بمشدش ، سبز و خرم هر زمین شد
 بکیش خویش چون می یافت سستی
 ز قانید خدا ، ناگاه ، این جا

نه بیم از راه باریک و نه تاریک
 همه خون ریز و خون آشام و بیباک
 روان از هر طرف ، دریای خون شد
 بجای باده ، خون در جام ، کردند
 پریده رنگ و روی مرغ جان هم
 که آب از شهر رفت و ماهی از نهر
 مکین بر جای ماند و نی مکانها
 نه کسرا و نه از وی هیچ کسری
 بفیر از آسمان ، کانهم ، خطر داشت
 نهانده زیر این نه طاق طاقی
 نه دام و دد نه دام و دانه ماند
 نه قنبا غله ، گوی ، گله را سوخت
 که هر یک بر شکم بست آسیاسنگ
 که هر یک شد گریزان همچو گرما
 نخورده جز غم پیهوده کوشی
 چو سیل ، کاید از بالا ، سوی زیر
 که شد ، سدود هر سو ، رمگذرها
 نه از سر ، بل ز کوه و در ، گذشته
 نه خس ، زان ورطه خود را ، برگران برد
 نه اشتر ماند و نی استر نه بستر
 نمک شد ، هر چه در کان نمک رفت
 معاذ الله ! مقام عبرتست این
 یکی از صد بسوی شهر برگشت
 شده معمور آخر ، رفته رفته
 سر صاحب کلاهی هر یک افراشت
 بجای خویش آمد حکمرانی
 پس از آویز و ریز و کشت و کشتار
 حکومت یافت ، از قانید ، ایام
 ز فیض ، خار و خس هم ، یاسمین شد
 دلش میداشت میل حق پرستی
 رسید از راه ، بلبل شاه این جا

طلب داد دل جو یای او داد بگن گوی که: بلبل رنگ و بو داد
گروه اندر گروه، از خاص تا عام مشرف گشته از تشریف اسلام
بنصفت رونقی ایام از یساعت به کشمیر، ابتدا اسلام، از یافست

بعقد آوردن شهبیر سه سالار، کوتاه رین زوجه رتن جو را، و
درگذشتن و ناکام از وصل خود گذاشتن او را

پس از وی، کوتاه رین آن هسراو
بپشم نیک مردان گرچه زن بود
بهار گلشن کشمیر رویش
سر سودا بسودا پیش بسر داشت
اگر، شیرین نمک پرورده او
نکرده کوتاه رین آهنگ نخچیر
سر صید های داشت شهباز
پیامش داد تا، با خود کند جفت
که داند، تا چه بازی، آرد آفاق
چو روز کدخدائی را، شب آمد
هروس حجله امید شهبیر
ز غیرت، پهلوی خود را، درید او
که لعل خاتم دامادی این بس
تورنج و تیغ رنگین کرد سودا
ازین اندوه شد شهبیر غمناک
چو رفت، از چنگ شهباز، آن کبوتر
بدام افتاده نخچیری رسید، آه
دران هنگام، یاد آمد به شهبیر
سخن کوتاه، بزور دست و پا زو
نگارش چون نگار از دست رفته
چو از انوار فیضش، روز شد شب
ز هجرت هفت صد بود و چل و هفت
پس از وی شد جهان افروز خورشید
چو از دار جهان او رخت بسته

نهاد بر سر خود، افسر او
ولی هم رای زن هم تیغ زن بود
ختن یک خوشه چین چین مویش
لب نوشابه از لعلش شکر داشت
دگر، پرویز ادنی بنده او
بدام آورد شهبازی چو شهبیر
که کردی در هوای شوق پرواز
چو بشت او، بصد اکراه پذیرفت
که گوید، تا چه زاید جفت یا طاق
هیوطی در هروج کوکب آمد
دریفا گشت هم آغوش شهبیر
جگر، از اندرون بیرون کشید، او
نثار بزم عیش و شادی این بس
درین سودا بود سود زلیخا
گریبان چاک گشت و هم جگر چاک
بخون خود سزد، چنگ آر کند تر
چو رنگ از چهره عاشق پرید، آه
کلام جد که: بود آن حکم تقدیر
بملک و مملکت، او یافت قابو
هروس مملکت در بر گرفته
بسلطان شمس دین آمد ملقب
که از باغ جهان سوی جهان رفت
رخ سلطان علاء الدین جمشید
بجای او شهباب الدین نشست

همه له سلطان شهاب الدین بر هندوستان و اختتام سلطت در

خاندان ایشان

شهابی بود او، بهر شیاطین
بنوعی ربط و ضبط ملکت کرد
چو فارغ از نظام ملک خود، گشت
پی تسخیر هندوستان، چو کیوان
ز پیلان گشت پر از کوه هامون
به دهلی آندم از مه تابامی
دو لشکر از دو جانب چون در آریخت
شد آخر صلح، بر تسدید این سد
بسرعت موکب او بعد ازین کار
دسی کاو، رهرو باغ پرین شد
بواج علم و دانش، بود ماه او
سیس سلطان سکندربیت شکن بود
بسی ویرانه شد پشخانه، از وی
جگر خون، احتسابش کرد، می را
شکسته آن، همه آلات، چون لات
ز ساز برگ فیض او، به کشمیر
نه تنها، نی در این جاء بی نوا بود
چو از تاراج تیمور او خبر یافت
فسرورخ دیده زین العابدین را
روان فرمود، موکب تیز راند او
بدین عجز و نیاز این مدارا
چو زین العابدین تاج نگین یافت
بدین سان، چند تنه از یاری بخت
در ایشان بود با صد عزو اقبال
پسین شان که، نازک شاه نام است

فروزان آفتابی، در سلاطین
که از شاهان پیشین هم سبق برد
فراهم کرد لشکر، دشت در دشت
برون آمد ز ایوان، شد بیدان
روان آن کوهها مانند گردون
زدندی نوبت فیروزشاهی
دو بهر آتشین گویا در آریخت
که، سلطان را بود، سرهنده سرحد
بسی مرکز آمد همچو پرکار
مدار دین دنیا، قطب دین شد
یغن شعر، شعری دستگاه او
که از آئینه دین زنگ بزود
بسی ویرانه، طاعت خانه، از وی
فتاده عقدها در کار، فی را
کدو سان شد تپسی سر، زین عیالات
نمانده بی نوا، جز مزامیر
شکست بشیبه می، هم بی صدا بود
که بر اقواج هندوستان ظفر یافت
که وارث بود او تاج و نگین را
رسید و پیشکشها هم رساند او
سکندر یافته خلعت ز دارا
جهانی زینت از دنیا و دین یافت
یکی بعد از دیگر شد، صاحب تخت
مقر سلطنت، پیش از دو صد سال
بذاتش سلطنت را اختتام است

بیان حکومت قوم چک

چکان هم چارو چل سال از پس شان
بقوت، قوم چک، ضرب المثل بود
حکومت کرده با صد شوکت و شان
دل شان، در دلیری، بی بدل بود

سرو سر دفتر افراد ایشان
 بمهد مهد شمعین الدین رسید او
 گرفته ، قدرو قیمت ذریاتش
 بتقریب و رعایت شیر و شکر
 مقرب شد بتقریب قرابت
 که دختر اختر اقبال شان بود
 که آمد خانه شان خسر خانه
 بدین علت شده خود خسر خسرو
 بنام ارتباط کاف و نون را
 ز دولت ، بر رخ او ، غازه آمد
 سرافراز آمد و شد صاحب انسر
 همایون پادشاه از پام التاد
 بغوجی آمد این جا بوالعالی
 ز حاجت و نشست و غمت و بشکست
 بکشتن داد ، بعد از دار و گیر او
 رسیدند ، از بر اکبر ، سفیران
 بیاطن ، راز جوی اختر او
 زد آهنگ — سمعنا و اطعنا —
 بنامش خطبه خواند ، الله اکبر
 پری رو دختر خود نیز داده
 بساز مملکت دمساز گفشتند
 نهانده هیچ کس در شهر محتاج
 بمهد خویش ، عادل بود و باذل
 محابا داشتی از کین گرگان
 که شد صاحب لوا از بس ولا او
 بقصد گاه با اسباه برگشت
 شکسته قیمت گوهر چو گوهر
 گرفت و میل در چشمش کشید او
 بچشم خویش آن روز سیه دید
 دو یکتا گوهر او ، بی صفا شد
 که یوسف سوی کنعان باز آمد

بود لنگر چک از اجداد ایشان
 و ملک خویش رخت این جا کشید او
 بسک چاکران ، بعد از وفاتش
 شده با خاندان شاهی ، اکشر
 هر آنکس گشت فائز بر نیابت
 قرابت باعث اجلال شان بود
 بنما کرده قصور خسروانه
 نجس رو داد چون این دولت نو
 مسلط گشته بیرون و درون را
 چو غازی چک بلند آوازه آمد
 بسال نه صد و شصت و دو ، آخر
 بمهد او ز پا لغزی که ، رو داد
 عتاب آما ز راه تیز پای
 برای دفع او غازی کمر بست
 هزار و هفت صد کس ، از اسیر او
 علی شه گشت چون صاحب سریر آن
 بظاهر ، خواستار دختر او
 ولی چون بود او پینا و دانسا
 بنامش سکه زد بر نقره و زر
 پی عقد سلیم آن شاهزاده
 سفیران ، پیش اکبر ، باز گشتند
 چو گوهر شاه آمد گوهرین تاج
 بعدل و بذل ، طبعش بود مائل
 ولی یوسف که بود او راز اخوان
 بسوی اکبر آورد التجا او
 پس از یکسال ازان درگاه برگشت
 شده بی جنگ گوهر شاه مضطر
 ز دستش ، چشم زخمی تازه دید او
 کسی کش روز و شب غورفید و مه دید
 دو روشن اختر او بی ضیا شد
 جهانی تهیت خوان باز آمد

سرافراز کلاه مصر گشت او
 که از دربار اکبر گشت غافل
 رسانیدش پیام دار و گیری
 که، گشتی در ادای شکر، خاموش
 نه سر، بر آستان ما، نهادی
 تو گوئی کرد یوسف خویش را گم
 ولی مانع برفتن گشت سرخیل
 ز ملک خود مخالف را برانیم
 فراوان پیشکشهای گران را
 بسوی بسارگه بادهاشی
 رساند آن پیشکشها پیش شه او
 شه از بس خشم، رود رم کشیده
 منور شد فضای ملک لاهور
 سپاهی دژ کشا و غلکت گیر
 سپه سالار شد بهگوان داسش
 که نازل شد عتاب از عتبه شاه
 رسید اندر وطن چون، گرد گردان
 که این سرتابی از وی گشت سرزد
 براند آخر ز پیش خویش او را
 سپه آرامت با تریب و سرتیب
 که، قومو القیام الحسب، الیوم !
 بمثال دو کف هنگام افسوس
 سران را در میان شد پا و سر خورده
 که از هر سوی ابری خونچکان خاست
 فلک بر خویشتن چون گرز لوزان
 نکرده پاس نام و ننگ یوسف
 پاهشان ساخت اما ملک را باخت
 به تنها میزدی خود را به انبوه
 که داس مزرع بهگوان داس است
 بگو، افتاد همچون گاو بر کیو
 زمین، گردون شد و گردون زمین شد

عزیز مصر و ماه مصر گشت او
 بنای و نوش شد، یکچند مائل
 رسید از درگاه اکبر، سفیری
 که: کردی حق نعمت را، فراموش
 نه حال خویش، چیزی عرضه دادی
 فساد از لوزه جانش در نلایم
 دل او سوی اکبر داشتی میل
 که تا جان هست در قن جانفشانیم
 پس او یعقوب فرزند کلان را
 فرستاد، از برای عذر خواهی
 رسید از راه، چون دربارگه او
 خودش را حاضر خدمت ندیده
 همی کز مہچہ رایات پرنور
 سپاهی شد روان بر ملک کشمیر
 سپاهی بود پس محکم اساسش
 ازین احوال شد، یعقوب، آگاه
 بسرعت شد، از آن در، روی گردان
 پدر طعن ملامت بر پسر زد
 ملامت کرد بیش از پیش او را
 ولی میداد او، بر جنگ ترغیب
 منادی زد ندا: یا ایها انقوم!
 بهم برزد دودست از زیست مایوس
 دو کوه از هر دو سو با همدگر خورده
 چکاچاک ز شمیر چکان خاست
 ز بیم ضربت البرز گرزان
 ز بس دلتنگ شد از جنگ یوسف
 با فواج مغل خود را در انداخت
 ولی یعقوب بر جا ماند چون کوه
 فلک گفتش که: تیغ برق اساس است
 روانو زد بهر جانب که بی دیز
 جهان، زیر و زبر هنگام کین شد

خزیدی پیل در سوراخ موران
 شده هرچشمه ساز این چا نمک سار
 بجای خوی ز تنها ریخت خوناب
 بجای نیل آتش میکشیدند
 که هر جو قیمت جوهر گرفته
 تجمل ماند و فی تاب و تحمل
 گریزان آبرو بر خاک ریزان
 که طرح صلح با یعقوب انداخت
 که با آن ریش و فش دلریش برگشت
 که در دامش پهای خود درآمد
 همانا گرگ یوسف را رها کرده
 کند فی الجملة تا رفع غجالت
 شد این جا مستقل بالذات یعقوب
 یکج خلقی شده مشهور آفاق
 بجای گل ز دستش ، خار چیدند
 قضا را ، کشت قاضی را به بیداد
 جگر خون گشت و خون از دیده بیرون
 دل هر کس شده رنجیده از وی

ز راه بهیم پامال مستوران
 ز بس شور سلحشوران خون خوار
 خورش ، خون جگر بود آب قایاب
 بخنجر ، بطن پیلان میدردند
 سپاه قحط کوه و در گرفته
 بافواج مغل افتاد غلغل
 ششیزان فرج دهنال گریزان
 سپه سالار ، ناگه هوش در باخت
 ازان وادی ، چوبخت خویش ، برگشت
 ازان در بند با صیدی برآمد
 فریب از جانب اخصوان نبوده
 رسانیدش بدرگاه جلالت
 چو افواج مغل را کرد مغلوب
 ولیکن ، بود بد وضع و کج اخلاق
 بزرگان ، در زمانش ، ونج دیدند
 ز بس داد جفا و جور و بیداد
 ز خورش ، شد جهانی را جگر خون
 چنین نا دیدنی ها دیده از وی

لشکر فرستادن اکبر پادشاه به تحریک حضرت شیخ یعقوب صوفی
 بر کشمیر ، و آوردن این ملک به حیطه تسخیر

که شیخ وقت بود از پارسائی
 سخن را صیرفی مشهور صوفی
 اویسی واقف معروف و محبوب
 چه دفتر ها ، که کلکش کرد تحریر
 ملقب گشته با جامی ثانی
 رقم فرمود ، با کلک گهر بیز
 نیای مادری زین دوده باشد
 درود از من قبول از حضرت حق
 بجهان شهریان و شهر مدام
 بدزد آمد ، دلش از آه ایشان

جهان علم ، یعقوب گنائی
 فقیه و منطقی نحوی و صوفی
 ادیبی جامع معقول و منقول
 ز علم فقه و دینیات و تفسیر
 یفن شعر از شیرین زبانی
 جواب پنج گنج گنجوی ، نیز
 مولف را که مشکین دوده باشد
 روانش شاد باد از رحمت حق
 جفا میرفت چون از حکم حکام
 شد او آگه ، ز حال سینه ریشان

بر اکبر، بهجمنی از اکابر
 محرک گشت بر تسخیر کشمیر
 دعا بر مدعا کرد و اشارت
 شده حالی بدرگاه خلافت
 پس از تصمیم عزیزی اندرین کار
 فکیرند از رعایای بنده و داه
 ز بند بستگی آزاد باشند
 ز هر تکلیف فارغ بال مانند
 چو طی شد، دفتر آن عهد و میثاق
 امیرالبحر قاسم خان سرتیب
 سپه شد ره گرا از درگاه شاه
 ولی، یعقوب چون آگاه ازان شد
 سپاه وی که از وی بود دلگیر
 نه تنها، فوج ازو چون بخت، برگشت
 ز میدان رفت بسی مانی و بی کشت
 چگویم اینکه بازی پیش برد او
 دران وادی، چو دریا، موج در فوج
 نشد کس، سد راه لشکر جم
 گذشته مدتی در جنگ و پیکار
 ولی یعقوب باز از کوه و هامون
 شنید از بس غریبای مکدر
 برسم ایلغار، از ره درآمد
 چو بوی پیرهن یعقوب دریافت
 بر برکنش اکبر سر بکف شد
 معین گشته اصحاب درایت
 چو فارغ از نظام گروه و درگشت
 وزان هنگام با صد کاروانی
 ولی تا عهد نورالدین جهانگیر
 سلحشوری بهر سو، شورش کرد
 کمانداری بهر مکن مکن گیر

شکایت پیش برد از، جبر جابر
 مویده شد به تدبیر و بتقدیر
 جسارت داد و بر نصرت بشارت
 که، رفته والیش راه جلالت
 گرفته شیخ، عهد از اهل دربار
 که هست از بنندگان خاص درگاه
 چو سرو، آزاد و هم دلشاد باشند
 بجز شرعی، که خاص از بهر آند
 بحکم بندگان شاه آفاق
 سپاهی دادشان با نظم و ترتیب
 دعای شیخ و هم خود شیخ همراه
 سبک از جای با فوج گران شد
 ز دست اختیارش رفت چون تیر
 که گوئی: بخت و تخت و بخت برگشت
 سرش بشکست بسی سنگی و بی خشت
 بود این بس که، جان خویش برد او
 رسید از هند پیغم، فوج بر فوج
 بسود سال ورودش خیر مقدم (۱)
 نمانده فوج شاهی، گاه بیکار
 به شهر و شهریان آورد شیخون
 بناگاه خود جلال الدین اکبر
 مراد خلیق گوئی در برآمد
 دلش نوری و چشم او بصر یافت
 که از پابوس اشرف با شرف شد
 برای نظم و نسق آن ولایت
 ازینجا رایت اقبال برگشت
 شده این ملک ملک گورگانی
 ندیده نظم و نسق تام کشمیر
 سپهبداری بهر کو، یورشی کرد
 زمینداری بهر مسکن زمین گیر

نه از شمیر، فتح الباب بودی
 که گوئی حیرت افزا یادگار است
 بروز روشنش بنشاند بر تخت
 بفتوح عارج اوج معارج
 پی گشت، این سو بود راهی
 که، گوران را، رساند زنده درگور
 ز هیبت گشت چون خفاش روپوش
 که گوئی: یادگار، از یاد رفته
 براه آن اثر، بشتافت دریافت
 بسپای مرکب شاهیش آورد
 نصیب بندگان، فتح و ظفر شد
 به تشریف نظامت شد مشرف
 امور نظم مالی شد حوالت
 فیصلی شد بنا، چون کوهساران
 جهانان بود اکبر، هفته سال

نه از تدبیر، کاری میکشودی
 ظهور امر مرزا یادگار است
 گروه کور چشمان سیه بخت
 خسروچی کرده مانند خوارج
 بنائید خدا، رایات شاهی
 سه لشکر، از سه جانب گشت، مامور
 رسید این غفلش، آنکه که در گوش
 چنان، از چشم مردم، رو نهفته
 ولی، جمعی ز بنگاهش اثر یافت
 سرش بپریده و جای ره آورد
 مهم سرسری بود، آنکه سر شد
 امیرالبحر از فرمان اشرف
 به تودرملی ز ایوان جلالت
 دران ایام، گرد کوه ماران
 پس از تسخیر این الکا، باقیال

گلگشت جهانگیر به گل زمین کشمیر و بیان عهد شاهجهان و عالمگیر

زده کوس جهانپانی جهانگیر
 که شه این گل زمین را رونق افزود
 بسی، از قصر و جسر، ایجاد کرد او
 که باقی نیست زان سنگ و خشتی
 که شد، هر هفت، از نقش و نگار او
 کهن نقش ازان نقش و نگار است
 که او بالذات خود ذات الهماد است
 نظامت یافته بعد از ارادت
 کلید آمد پی فتح تپوچ او
 که آنجا، مسجد جامع بنا ساخت
 گهی میکشت گاهی قید میکرد
 چو حرف باطلش میکرد او حک
 شده نابود، و مفقود است ایوم
 بحال شده زان روز مسائل

چو اکبر، از جهان آمد کران گیر
 شمار، یک هزار و پست و نه، بود
 بسی، از باغ و راغ، آباد کرد او
 به نزهت بود هر قصری بهشتی
 سوی کشمیر آمد، هفت بار، او
 لوح بخش، آنکه از وی یادگار است
 فلک را، بر بنایش، اعتماد است
 چو خان اعتماد از بس جلادت
 ز راهی با سپاهی کرده کوچ او
 بنای دین و دولت، گوئی: انداخت
 چکان را چون چکاوک صید میکرد
 بهر جای که، فردی یافت از چک
 ازان هنگامه و هنگام، آن قوم
 کشیده گردن از زرین حمائل

که هر یک چون گدایان در بدر شد
 فنالد کس بجز کبک و چکاوک
 مظفر بر نظامت شد ظفر خان
 رسوم اعتقادی جمله برداشت
 نهالش شد ثرور نیک بهختی
 شده مرفوع اصل تا بفرعی
 نوشت او یک قلم، تفسیر تبت
 نوید فتح، سوی شه رقم کرد

هروی* سلطنت از سر، بدر شد
 پانگ چکاوک، در هم چک
 چو شد، شاه جهان ماه جهانیان
 ندیده در رعایا حمل و برداشت
 سرداری گذشت از سر درختی
 بمیدش، جمله فتوحات شرعی
 بکلک تیغ، در تسخیر تبت
 چو دستش، دمت اعدا را، قلم کرد

بیان نهضت هالگمیر اسوی کشمیر

ز عالمگیر، شد این خطه، آباد
 ز نسرودیک هلی آباد رهبر و
 بحکم جذر گوی نیل برگشت
 همانا کوهی از کوهی بملطید
 که آن روز سیه دیدند مردم
 که، از ماهی رسید این فتنه، تا ماه
 که در اندیشه های پیل ماتست
 که برد آرام از دل هم دلارام
 که امید و امل شد مات ازین کشت
 کسی مرد و کسی زان عرصه، جان برد
 غیاری تا بدامان جلال
 ازینجا شد روان بعد از سه ماهی
 ازان المردجی ملا غنی بود

هزار از هجرت و سه بود و هفتاد
 چو شد رایات فتح آیات خسرو
 ز کوهی با شکوهی پیل برگشت
 جهانی، یک بیک پامال، گردید
 ز حیرت، خیره گشته، چشم انجم
 مهرس از بیگمان شاهی و شاه
 ز کج بازی گردون، کی نجات است
 دریغ از دست برد دور ایام
 چه جای پائمال مزرب و کشت
 بلای بود، کان ناگه رخ آورد
 رسیده از ره رنج و سلاست
 ازین ره، موکب شاهی ز راهی
 بمیدش هر یکی اینجا غنی بود

بیان زمان محمد شاه پادشاه

نیابت یافت احمد خان به کشمیر
 که بود از عمده جاگیرداران
 که ذمی را بود بر ذمه مادام
 محرک گشت و امرش یافت اصدار
 نه بشد هیچکس دستار بر سر
 نه پوشد، گفش چرمین، پای ایشان
 نمالد، تا ز درد سر، نمالد

بدوران محمد شاه ز تقدیر
 یکی از اهل منصب محتوی خان
 پی اجرای آن احکام اسلام
 به احمد خان بعد تاقید و اصرار
 منادی کرد، کز هند و سراسر
 نیاشد، بر سر زین، جای ایشان
 برسم قشقه، کس سندان، نمالد

دوروش، باعث صد دره سر شد
 کشادند و بگردن در کشیدند
 کشیدندی بخاک رهگذارش
 که کرده نی سوری را، فراموش
 بر کفش و ته پا بود دستار
 بر صاحب کلاهی گوئی افراشت
 مسلمان، کرده یک سو، حشر بر پا
 کشاد از مسجد و بتخانه هر بند
 حریف صور آمد شور ناقوس
 بر آمد گردی از هر راه اینجا
 که نفع و ضرر و خیر و شر یکی شد
 بلای جان خاص و عام گفتند
 شده هر آبجوی آتشین جوی
 نه تنها خانها، پروانها سوخت
 همه بی شرم و بی آرم و بی حلم
 مخالف از عناد آشفته چند
 کشاده هر یکی دست زد و کوب
 سر هندو شمرده هندوانه
 چو داغ لاله، هندو، غرق خون شد
 بتازی ترکمان در ترکتازی
 بساویزش حریف امرمن بود
 یکف از سنگ گرزده منی داشت
 پی تنبیه شان، فوجی فرستاد
 سال آن همه پیبوده اسماعل
 در آمد شهر، همچون بحر، در موج
 قیر زن، تیغ زن، هر مرد و هر زن
 که گوئی: رفت از جا، کوهساران
 جهان قاراج و نامش ماج کردند
 نو گوئی: لحم خر، دندان سگ بود
 که مشت خاک شان، بر باد میرفت
 که غرمای تری از نخل چیدند

رواج ترک صندل، هین شر، شد
 بفرق هر کسی، دستار دیدند
 ز هندو هر که دیدندی سوارش
 چنان ترسیده طفلان لب کوش
 جهانی شد، ته و بالا، درین کار
 نگویم، هر کسی دستار بگذاشت
 بیک سو هندوان هنگامه آرا
 گسته، سبزه و زناز پیونده
 بلند آواز شد، تکبیر، چون کوس
 پسا شد فتنه ناگاه اینسجا
 بساویزش مهیا هر یکی شد
 حوام انبوه کالانعام گشتند
 زدند آتش بهر برزن بهر کوی
 ز برق فتنه، هر سو خانها سوخت
 گروهی طالبان علم و بی علم
 موافق بسا فساد آلفه چند
 بسنگ و خشت و مشت و تخته و چوب
 همه خون تشنه و بی آب و دانه
 زمین، از خون مردم، لاله گون شد
 بهندی هندوان در دست بازی
 ز بس برم، مزاج برهن بود
 بجرأت دستگاه بهمنی داشت
 پس احمدخان صاحب نصفت و داد
 رسیده لشکر نظام، ز دنیال
 زد آنجا حلقه، چون گرداب، آن فوج
 بر آمد هر یکی از کوی و برزن
 چنان، از بامها شد، سنگ باران
 غروبی، از پی اخراج کردند
 نبود از غارت اموال بهبود
 نه تنها بر جهان، بیداد میرفت
 ز یسودی چنان سر میبردند

چه سرها گشت وقف نیک و سندان
 بخون خلق کرده ، دست بازی
 برنگ میوه ، آن بر شاخ میبخت
 نه بر یک کله ، بر صد کله میزد
 که مرد هفت خنوان در کار بود او
 مفنی که دف و گه چنگ میزد
 بجای پیرهن ، از وی کفن برد
 بسوزن رخنهها در سنگ میکرد
 مژه برم زد و چشم از جهان دوخت
 نماند از شال و شالی یک سر موی
 چه پشم ، از خایه و ندان ، شود کم
 که کردی مغزها ، چون پنبه ، منفوش
 مسوزن نمره تسکیر میزد
 نبوده از جسارت جز خسارت
 جنون بود و جنون بود و جنون بود
 بکنگاش اندر ایوان عدالت
 رسید و دید ، کار خود ، دگرگون
 نه خود را ، از میان بردا و که ، جان برد
 گرفتندش گدرومی در میانه
 بجای بت شکستن سر شکستند
 شکست کافران (۱) سالش نگارند
 ز جای خود بر آمد در بدر شد
 خدایش خواند خود ، در خانه خویش
 درون مسجدی منزل گرفته
 فرگوشی: عید قربان بود و قصاب
 چو گرز گاو سر در دست گیوان
 شکست هندوان را استخوان پس
 دور کردن آن خصومت و پیکار
 شد احمد خان در آن هنگام معزول
 بدین خدمت شده مخصوص از اخلاص

چه خونها ریخت از چنگال و دندان
 گذشته رنگ رز ، از رنگ سازی
 خیال خام ، گر طباخ ، میبخت
 بگرمی ، کله را بر کله میزد
 نمیگویم که : خنوان سالار بود او
 یکی گر مشت ، دیگر سنگ میزد
 سوی خیابا ، گر مردی ، ره آورد
 برای جنگ ، چون آهنگ ، میکرد
 بخون هر که چشم سوزن آن دوخت
 نبود از فتنه غالی یک سر کوی
 اگر شد کارگاه شال برم
 کمان خویشتن حلاج بر دوش
 کسی تیر و کسی شمشیر میزد
 چو شد آن حکم جاری از جسارت
 خلاف رای اهل الرای ، چون بود
 فراهم گشته هر کان عدالت
 طلب شد ، متهوی خان هم ، بافسون
 ولی خود را ، بحیلت از میان برد
 برون چون گشت از کنگاش خانه
 چو زنار ، آن گروه ، از هم گستند
 سخن سنجان که ، سال و مه شمارند
 ز غفلت متهوی خان با خبر شد
 نداشت کس ره بیگانه و خویش
 کشیده او ، ز هر سو دل گرفته
 روان خون گشت از هر خانه ، چون آب
 بدستش استخوانی همچو دیوان
 برای لشکری تیر و کمان بس
 رسیدن سیف الدوله از لاهور بایلغار
 سخن کوته ، کشید این فتنه چون طول
 عیدالله خان آن بنده خاص

خلل شد بیشتر از پیش اینجا
 ز راه همدگر، گردی دگر، خاست
 فساد و کرد تکلیف ضدای
 ز دست دشمنان مقتول، فی الفور
 که شد بیدار، گوئی: خون خفته
 که صبح عیش شان شد تیره، چون شام
 رسید و گشت طالع از افق هور
 شب تاریک، آمد روز روشن
 ز چشم مردمان، آن غیری رفت
 بدستار آمده هندو سرافراز
 جبین را گوئی: آن نقش نگین شد
 بهر سرور، عنایت اسپ رهوار
 شادان بر طرف شد، شاد گشتند
 خلایق شاد گشت و ملک آباد

نبرد او نیز کاری پیش اینجا
 که در دوران سر، درد جگر خاست
 میسان، شیخه و سنی، نزاعی
 قصار، محتوی خان شد، دران دور
 ز خون او، گل دیگر، شگفته
 بقتلش شیخه، را کردند بدنام
 که سوف الدوله با فوجی ز لاهور
 زمین، از مقدم او، گشت گلشن
 جهان، روشن شد از وی، تیرگی رفت
 ره، دستار بستن، باز شد باز
 ز داغ تشقه هر یک مه جبین شد
 بهر سر، شد حوالت کفش و دستار
 بویرانی، هندو آباد گشتند
 ز پس، او داد داد نصیب و داد

امان باریابی خویش بدو بار دلپذیر زبیر سنگه مهاراجه کشمیر

فریدون اقتداری آسمان مه
 سرافراز زمین بسوس جنانش
 عرق کرد از خجالت ابر نهان
 که از، آثار این بستان اثر جست
 ز عهد حال و مه پاستان رفت
 که ساز دولتش گیتی نواز است
 که پیل انگشت در دندان گرفته
 جهان آباد و کان از وی خراست
 که باشد باغبانی این چنینش

بود دارای کشمیر اندرین عهد
 شدم روزی، ز لطف بهسایش
 شد از هر در که لعل او در افشان
 که از، اغیار هندوستان عبر جست
 سخنها، داستان در داستان رفت
 ز نصیحت گستری کارش پراز است
 بهمدش، ترقی سوران گرفته
 دلش بیدار و چشمش بست خوابست
 غمنا باغی و غم گل زمینش

اختتام گلگشت این بوستان و رجوع بهندوستان

رم بنا که، خواهی رفت از غریبش
 روم تا هند، زیر سایه گل
 که دل با هر گل پیوند دارد
 قدم در راه و چشم بر قفا هست

بها ساقی! ده هند است در پیش
 کنی گر، مستم از یک ساغر مل
 از آن این گلشن پابند دارد
 از اینجا رفتن حسرت فرا هست

بحرمانی که ، آدم از چنان رفت
 ازین گلزار تما ، بیرون نیام
 زند دستی و گیرد دامن من
 ولیکن ، مانع این اندوه باشد
 که ، برگرداندم از راه ، فی الحال
 که در رفتن ز بیهوشی نکوشم
 کشت دیوار پیش رو سپیدار
 کند سرو و صنوبر دلداری ها
 دل سوزن بحیرت هست خاموش
 گل و نسرین بود همپای و همراه
 شده شب‌دیز من ، همرنگ گلگون
 خموشی هست بهتر ، زین نواها
 نه چون بلبل ، فدای گلستانم
 نه از فرگس ، مرا چشم نگاهی است
 نه یا بلبل ، سری دارم ، نه با گل
 نه بر خاتم ، نگینی زین حقیقم
 نه اندر دست ، خاری دامن من
 بهار غنچه دل‌تنگ خویشم
 وگر در گریه ، ابر نوبهارم
 ز طوبی ، افتاد است ، آشیانم
 ز گل نازک تر است آری دماغم
 که بوی گل ، بود چون دود ما را
 بر صفت گلستانم کرد ، مسائل
 سنگسوی و سهندان و سخنور
 اجابت چشم ، در راه دعا هست
 به بحر لطف و ابر رحمت خود
 که او را کس ندیده سایه بر خاک
 بفریاد ، اسیران جگر ریش
 بدان سنبل که ، بر گل حلقه بسته
 بطاوسی ، که میرقصند بمحفل
 دهی زیر لولای احمدم ، جا
 (کلیات عزیز ۳۸۵-۴۳۲)

ازین گلزار ، بیرون میتوان رفت
 دیاحین هر قدم افتد پسایم
 ز هر سو شاخ گل پیرامن من
 نه هامون ، سنگ ره ، فی کوه باشد
 نسیم نور بهار ، آید بدنپال
 ربایند نکست گلها ز هوشم
 برآیم چون ازین گلزار بیخار
 صبا آید ، برای مهری ها
 ز غیری غیر بادی میکنم گوش
 روم چندانکه ، این ره گاه و بیگاه
 ز جوش رنگ گل ، در کوه و هامون
 (عزیز) این گل فروشی ، تا کجاها
 نه مزدور گسلم ، نس باغبانم
 نه از باغم ، امید برگ کاهی است
 نه در دستم ، سرگیری سنبل
 نه بر دل هست داغی ، از شقیقم
 نه بر ، شاخ گل دارم ، نشینم
 گلستان شکست رنگ خویشم
 اگر در خنده ، کبک کو بهارم
 شکست دل ، تراود از فغانم
 نمسازد بدل گلگشت باغم
 دماغ وصف گل ، کی بود ما را
 ولی ، تحریک سعدالدین مسائل
 برادر هست و هم با جان برابر
 دلا ! هنگام عرض مدعا هست
 خداوند ! بحق عظمت خسود
 بآن حرم نهال بساخ لولاک
 بصرغان بدام افتاده خویش
 بریحانی که ، رنگ گل شکسته
 برغی ، گشته از مضراب بمسل
 بود روزی که ، شهور یک نیزه بالا

۱۵۲ = عسکری، میر حسن کاشانی

● میخانه: عندلیب گلزار معانی عسکری کاشانی، از بزرگ زادهای کاشان است. نام پدرش میر حسین و نام خودش میر حسن است. بمناسبت اسم حسن تخلص خود عسکری قرار داده. در اول جوانی و هنگام نشو و نمای زندگانی، از وطن با سامان بسیاری برآمده بجاناب روم تجارت رفت و مدتی دران دیار ماند، و خرید کرده کاشان عود نمود. این مرتبه در مسکن چندانی توقف نکرد، از راه هرمز بدکن رفت و در اطراف و اکناف آن دیار، عزیزان خوب، مثل میرسنجر و مولانا ملک و مولانا ظهوری و میر حیدر ذهنی و اکثر اعزه آن ملک، صحبت ها داشت. در گلکنده و بیجاپور محمد قلی قطب شاه (۱) و ابراهیم عادل شاه (۲) مکرر او را تکلیف ملازمت خود فرمودند. میر حسن بنا بر جمعیت سامان و اطمینان خاطر نوکری اختیار ننمود.

بعد از هشت سال از دکن برآمد و بکشتی نشست تا بمکه معظمه رود، باد مخالف سفینه او را در یکدگر شکست. اکثر سکان آن کشتی غرق شدند، میر عسکری با یک خواجه سرای بر تخته پاره چسبیده از دریا جان سلامت برآورد و از راه بندر سورت بگجرات آمد، و چندگاه دران بلده با مولانا محمد صرفی و مولانا نظیری صحبت ها داشت، تا از مجالس ایشان فائز و بهره ور گردید. و هنگام وداع، مولانا نظیری فراخور حال میر، و بقدر وسع خویش، باو مردمی فرمود. و عسکری از گجرات به اجمیر آمد بسعادت زیارت

۱- از ۹۸۸ تا ۱۰۲۰ هـ

۲- از ۹۸۸ تا ۱۰۳۰ هـ

قطب‌المحققین خواجه معین‌الدین مستعد گشت، و از انجا با آگره روانه شد. وقتی با آگره رسید که خدیو جهانگیر کشور کشا خسرو سکندر شکوه دارا لوا، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه حکومت دارالعیش کشمیر را، به هاشم خان ولد قاسم خان (۱) مرحمت فرموده بود. میر حسن در خدمت خان مذکور بکشمیر رفت، دران بلده دلبذیر مدتی مدید بعیش و عشرت گذرانید. وقتی که هاشم خان بمهم تبت رفت او نیز همراه روانه شد، و دران سفر ترددات خوب نمود. و زخم تفنگی بر بازوی چپ خورد. آن خان قدردان ذران زحمنداری کمال مهربانی باو فرمود.

چون در (۲) سنه ثلث عشرین و الف (۱۰۲۳هـ) بندگان حضرت خلافت پناهی حکومت دارالعیش کشمیر را، به تقریب تقصیر خدمت تبت، از هاشم خان تقیر نمود به ولد ارشد میرزا یوسف خان، صفدر خان مقرر فرمودند، عسکری همراه خان معزول از ان عشرت آباد بدر نرفت.

وقتی که صفدر خان داخل آن ملک شد او را ملازمت نمود و قریب بدو سال دیگر در انجا ماند. دران ایام این ضعیف، دران بوستان همیشه بهار نوطن داشت، با عسکری صحبت ها داشت، و اکثر چگونگی احوال او از قول او درین تالیف بر بیاض برد. وقتی که از کشمیر بر میآید یک غزل در مفارقت کشمیر باین فقیر طرح کرد، این دو بیت از ان ابیات است :

۱- ۱۴ دی ماه مطابق سلخ شوال (۱۰۲۰هـ) رخصت کشمیر یافت. پدرش در عهد اکبری کشمیر را گرفته بود. (توزک ۹۹- مائرا ۳: ۹۴۱)

۲- در توزک ص ۱۲۵ تاریخ رخصت صفدر خان بحکومت کشمیر ششم دی (وسط ذی قعدة) سنه (۱۰۲۲هـ) درج است. نیز رک: مائرا ص ۴: ۷۳۶

من ز کشمیر سیه چشمان نه آسان میروم بادل حد پاره و چاک گریبان میروم
کاروان در کاروان از اشک حسرت میبرم چشم به دور از متاع خوش بسامان میروم
این ضعیف گوید :

میروم از حسرت کشمیر بر دل داغها بوستان مائدم بجسا و با گلستان میروم
القصه ، آن عزیز در سته خمس و عشرين و الف (۱۰۲۵) از کشمیر
بر آمد ، و همراه صفدر خان به لاهور رفت . (۱) و درانجا از خان
مذکور جدا شد و خود را در اجمیر بخدمت شاهزاده معظم مکرم شاهزاده
سلطان خرم رسانید ، و در جرگه بساط بوسان او در آمد . الحال در خدمت
آن شاهزاده بلند اقبال است .

اشعار او همگی قریب به سه هزار بیت میشد . فاما تا آن وقت که ،
مولف این تالیف ، او را دید ، دیوان بجهت خود ترتیب نداده بود . صافی
نامه که در بحر مثنوی گفته درین نسوید مرقوم قلم شکسته رقم گردانید .
امید که منظور نظر ارباب هنر گردد (۲) . (لاهور ۲۷۷-۲۹۱ تهران ۷۱-۷۲۱)

۱۵۳- عشرت ، جی گشن کشمیری

● مجمع النفاس : از براهمه کشمیر است . مدتھا ملازم سرکار نواب
موتمن الدوله بهادر مرجوم و نواب شهید مبرور نجم الدوله بهادر بود . از
مدت پانزده سال با فقیر ربط اخلاص دارد . شعر را خوب می گوید ، اکثر

۱- رک : توزک ۱۲۹ . عزلش در ابتدای ذیقعدہ سنہ (۱۰۲۲) واقع شده و احمد بیگ خان
دران ایام بصاحب صوبگی کشمیر سرافراز شده بدان صوب رخصت شد . اما قرین قیاس اصف
که واپسی صفدر خان (و عسکری) دو اوائل سنہ (۱۰۲۵) شده باشد (شفیع) .

۲- رک : در میخانه . ساتی نامه ۲۲۲ بیت دارد .

تبع غزلهای فقیر نموده . مثنوی — رام سیتا — بسیار بتلاش گفته و از
— رام سیتای مسیحای پانی پتی — خوب تر گفته .

خیلی جوان اهل است . نواب مغفور یحیی خان دیوان خالصه ، قانون گوئی
تمام صوبه کشمیر ، باو داده اند . خدا از چشم مردم ملک خودش نگاهدارد!
بیچاره مرد غریب باوفای است . ازوست :

کس نیارد دید چون خورشید عشرت نان ما (۱)
پر سادگیش خنده زده چاک قفسها
میتوانم دل شدن ، عشق او دهد پهلومرا
لب دریا بلب تشنه دهد ، بوس اینجا (۱)
نداشته است چنین چشم ، از تو روزن ما
از حرم ، عشق سوی دیر فرستاد مرا
بکوی باده فروشان مرا گدا کرده است (۲)
جای قد سرو انفعال کشید
بگوش قلقل مینا ، صدای نوحه گر است
پای دیوانه دست گلچین است (۳)
دست شوقم ، هوس جیب دریدن دارد (۳)
ناکامی ما را ز حیا رو بفا بود (۱)
آب اندر دهن آبله ما گردد (۲)
(۲۵۵ الف)

از معاش خروشتن محسود عالم گفته ایم
(عشرت) ز تو صیاد طمع کرد رهائی
کتر از یک قطره خونم ، بچشم روزگار
فیض عشق است ، نباشد دل مایوس اینجا
نفاقت ، مهر رخت هیچگاه ، بمسکن ما
غول راهم ، مشوای شیخ دگر ، بهر خدا
همین منت بخت خودم ، که در همه عمر
دیدم تا سرو قامتش (عشرت)
بیزم ، از غم هجر تو ، چشم جام تر است
دشت از لاله بسکه رنگین است
جامه پهر من بی سرو پا ، قطع کنی
چشمک زن صد بوسه لبش شب که بما بود
خار کوی تو ، گر از دور ، هویدا گردد

● گل رعنا : عشرت ، جی کشن از براهمه کشمیر است . مدتها در
ملازمت نواب نجم الدوله امیر خان انجام تخلص (۲) و نواب موتمن الدوله

۱- گل رعنا دارد .

۲- سفینه هندی دارد .

۳- گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۴- در سال (۱۱۵۹) بتاریخ جمعه ۲۳ ذی الحج اندرون جلو خانه و دیوان خاص بدست یکی
از نوکران خود کشته شد عمرش ۵۹ سال . شاعر فارسی و اردو بوده و انجام تخلص میکرد .
اصلش از یزد و از اولاد شاه نعمت الله بود . (تاریخ مهدی ۱۳۳)

اسحاق خان (۱) گذرانید. یحیی خان (۲) دیوان خالصه در عهد مجد شاه قانون گوی تمام کشمیر باو تفویض نمود. خوش فکر است — مثنوی رام سیتا — بسیار خوب به نظم آورده و از — مثنوی رام سیتای مسیحا پانی پتی — خوب تر گفته. ازوست :
(پنج شعر دارد ۱۱۵)

● سفینه هندی : جی کشن ، عشرت نخلص ، کشمیر پست . مدتی در دهلی بخدمت مجد اسحاق خان بسر برده ، — مثنوی رام سیتا — موزون کرده . راقم بر سرپای آن گذشته .
(در شعر دارد ۱۳۵)

● صبح گلشن : عشرت ، نامش جی کشن ، از براهمه کشمیر ست . در سخن طرازی سلیقه اش نیکو و تقریر لطیفش عشرت انگیز و دلپذیر . مدتی بملازمت نواب نجم الدوله امیر خان بهادر انجام بسر برد ، و لختی بچاکری سرکار نواب مومن الدوله مجد اسحاق خان بهادر روزها بشب آورد . آخر الامر به پرداخت یحیی خان دیوان خالصه شریفه ، بقانون گوئی تمام خطه کشمیر سرفراز گشت . و بقیه عمر در وطن بفراغت خاطر گذرانده ، ازین جهان درگذشت .
(دو شعر دارد ص ۲۸۵)

۱۵۴- عصری ، غفور دامغانی

● تذکره میخانه : عصری ، اسم این جوان غفور است . و مولدش از

- ۱- مومن الدوله مجد اسحاق خان بهادر بن علی رضا خان مخاطب بفلام علی خان دز فولی ، از کپار امرای عصر ، ۵ صفر (۱۱۵۳ هـ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش از پنجاه سال متجاوز بود . و او بفضل و کمال و حسن اخلاق اقصاف داشت . (تاریخ هندی ۱۱۲)
- ۲- یحیی خان بن بابر بیگ ، دیوان خالصه و میر مثنوی پادشاه مجد شاه ، ۲۰ رجب (۱۱۶۰ هـ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش ۸۲ سال . او عالم بود بمعقولات و اکثر حیثیات و بتدین و اخلاق حسن اقصاف داشت . (تاریخ هندی ۱۲۰)

دامغان خراسان است : در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده، صرف و نحو را خوانده، علم رمل را نیکو دانسته : در اول جوانی به هندوستان آمد و این کمترین نیز دران سال — که او تازه از ایران بدارالامان آمده بود — باوی در لاهور ملاقات کرد و صحبتها داشت. و آن عزیز از انجا بآگره آمده نخست ملازمت عالی مقدار مرزا یادگار — که از ارباب مناصب درگاه عرش اشتباه جهانگیر است — اختیار کرد. بعد از دو سال از وی جدا شده بدارالعیش کشمیر آمد، و وسیله مرزا نظامی بخشی داخل ملازمان خلف ارشد میرزا یوسف خان، صفدر خان — که در آن ایام حاکم آن ملک بود — گردید. آن خان قدردان ویرا کتابدار سرکار خود ساخت و در صدد تربیت او شد. ایات هموار بسیار دارد، این بیت از واردات طبع اوست :

ز آب دپده گریان مندیابانست طراوتی که، بود با گیاه در گلزار
(۹۱۳)

۱۵۵- علوی، جمیل بیگ کشمیری

● مجمع النفاس : جمیل بیگ علوی، در کشمیر میبود. تقی اوحدی گوید که : در تعصب و تسنن بسیار کوشیده، کتابی نوشته موسوم به — ردالروافض — در آزار شیعیان بسیار داشت. و در سنه (۱۰۲۰هـ) در گذشت.

فقیر آرزو گوید که : این قسم تعصبات از جانبین است. خصوصاً دران وقت که، مثل قاضی نورالله شوستری بود. و او در مسئله امامت کار بجای رسانیده که مافوقش متصور نیست. چنانکه از کتاب — مجالس المومنین — وغیره کتب او ظاهر است. عجب است از تقی اوحدی که، این معنی را تعرض نموده و از راه طعن نوشته. عجب آنست که سلاطین صفویه آن همه

تعصب داشتند ، که مقابر اکابر سنیان را کافته ، استخوان مرده اگر میباشد میسوختند ، و این معنی کمال سفاهت بود (۱) . تقی اوحدی باوجود دعوای تصوف و صوفی زادگی هیچ جابران طعن ننموده . (عفی‌الله عنهم) ازوست :

دوشینه بجان شورش شوقی ، که در افتاد	هر چاک‌که، در جیب زدم، در جگر افتاد (۲)
خون ریزدم آن چشم بنازی ، و پس انگاه	انغمزه زند چشم که خونریز و تغافل
بدان ماند که ، درد من نیارد روی بهبودی	وداع ای همراهان ، کز سینه بیرون میرود دودی
نخوام رحم ازان بی رحم، لیک از بشنود پیکره	تظلم کردم ذوقست پیش او ز بیداش
ز بس گرم شکایت‌های بیتابانه رشکم	شد از روی غضب او آتش سوزان و من بادش
(جمیل) از اهل معنی هر که نبود، چون شود روشن	چراغ دودمان از شعله شوق هوس زاده‌اش (۱)
کو عصا، از مژه کن چشم و تپسی کاسه خویش	بدر دوست بدریسوز دیندار رسان

فقیر آرزو گوید که: تقی اوحدی تخلص جمیل بیگ — علوی — نوشته و غزلی که از او آورده — جمیل — تخلص دارد . چنانکه گذشت . و این نهایت تعجب است .

(۲۴۱ ب — ۲۴۲ الف)

● گل رعنا : علوی، جمیل بیگ کشمیری . در مذهب تسنن قدمی راسخ داشت ، و در ایذای مخالفان مذهب خود قصور نمیکرد . در سنه عشرين و الف (۱۰۲۰هـ) ره گرای عالم نیستی شد (۳) .

تقی اوحدی تخلص جمیل بیگ — علوی — نوشته و مقطعی که آورده — جمیل — تخلص دارد، شاید هر دو تخلص اختیار کرده باشد . چنانکه میر عبدالجلیل بلگرامی — طرازی — و بعد ازان — واسطی — تخلص میکرد و آخر عبدالجلیل نام خود تخلص قرار داد .

(۴۵۹ — ۴۶۰)

۱- غالباً اشاره به واقعات هرات است .

۲- گل رعنا دارد .

۳- اینجا دو شعر ثبت است که در جمیع النفاث آمده .

۱۵۶- علی، خواجه علی اکبر خوافی

● تاریخ اعظمی: از اکابر زادگان مردم خاف و باورد ست که نزدیک بهرات واقع شده. در اواخر روزگار شاه عباس ثانی از ولایت بقصد هند بر آمد. بنا بر بعض واردات — که خود در نسخه بقلم آورده است — مراجعت کرده، ثانیه باز بهند رسید و در سلک ملازمان بادشاه منسلک شد، و به تقریب بعض خدمات بکشمیر آمد. هر چند در میان، اتفاق سفرهاش افتاد، اما تا آخر عمر سکونت و قوطن در کشمیر قرار داد. باوجود تقید بصلاح و عبادت مردی صالح طبع و سخور و تاریخ گو و خوشنویس بود. و نظم و نثری داشت. رقعات رنگین و منشآت دلنشین یادگار او مانده است. این چند شعر — که بلا واسطه بر اقم حروف رسید — مرقوم میشود:

توتیای بصرم، خاک سرکوی تو بود
اثری، از نگه چشم سخن گوی تو بود
این چه لائق ز تو و طبع جفاجوی تو بود
چشم این چشم که از نرگس جادوی تو بود
دهن تنگ تو، پیدا نشود
قطره تا، واصل دریا نشود
تلخی مرگ، گسوارا نشود
کار چشم ز مسیحا نشود
سبیل از نیست که دریا نشود
چون دگر نشه دوبالا نشود

یاد آن روز که، دل در خم گیسوی تو بود
هو گردیدن و پیخود شده، افتادن من
هی سبب رنجه شدن در نظر انداختنم
دل ربود از من و انداخت دگر از نظرم
تا لب لعل تو، گویا نشود
فکشاید گره از پیشانی سی
گر دم نزع، ببینم رویت
مرده را زنده کند از نسکنی
سعی پیسوده ندارد حاصل
چشم مست تو، مرا داده شراب

دگر از فرائد صحبتش که مشتمل بر نقلیات و غرائب مجلسش — که تمام ذوقیات بود — خود معاینه کرده شد، کسی تا کجا بنویسد. و عمری با برکت و حلاوت یافت، زیاده بر نود سال (۹۰) رسیده و بکمال تمکین و آسائش گذرانیده. اواخر سال هزار و یکصد و سی و یک (۱۱۳۱ هـ)

در گذشت و در مقبره — که بیرون خانه مثل مسجد بنا کرده بود — آسود .
(۲۴۰-۲۲۹)

۱۵۷- علی ، میرزا علی اکبر بدخشانی

● مجمع النفائس : میرزا علی — اکبر شاهی — از بدخشان بود . در خدمت اکبر پادشاه این خطاب یافته ، و در کشمیر مدتها صاحب صوبه بود . و در سنه (۱۰۲۵ هـ) همراه جهانگیر پادشاه بزیارت حضرت خواجه معین الدین چشتی باجمیر میروید و صد روپیه میبرد ، و بعد از زیارت چون بر میگردد ، بر سر قبر شهباز خان کنبو (۱) — که از همچشان او و سالها قبل از وفات شده بود — میرسد و خبر میابد که این مدفن کیست ، همانجا مینشیند و در میگذرد . و در دران جان مدفون است . ازوست :

می خواره من ، اگر خوری می بزم طرب آشکار باشد
یک جرعه اگر ، بخاک ریزی یاد من خاکسار باشد

(۱۲۱ الف)

۱۵۸- علی ، میرزا علی بیگ کشمیری

● سفینه خوشگو : علی ، گویند اصلش ایران است . چون در کشمیر متولد شد کشمیری مشهور است . مردیست خوش ظاهر و باطن . بشاگردی میرزا عبدالغنی بیگ قبول در شعرا سری میکشد . صاحب تلاش است :

نیستند از یکدیگر نواز یک جو بیش و کم همچو نرگس گویا یکدمه اند اهل قلم
خواجه آئین خود از بس ، زن پرستی کرده است نیست جز حج نساء منظورش از طوف حرم
با غبار غم ، بسان ریگ ماهی ، ساختم من ازین دریا ، نیم شرمندۀ دام و دم

۱- از ابرای کبار اکبری بود . در سال چهل و سیوم باجمیر تقرر یافت و آنجا در سال (۱۰۰۸ هـ) در گذشت .
(مائرا ۲ - ۵۹۰ - ۶۰۱)

به چشمی که همچون صبوی پر آب است چو گهریال تازی کنم پاسبانی (۱)
حدیث معجز صحر آفرینش دل پژمرده را، عین الحیات است
(ص ۲۶۴)

● گل رهنا : علی بیگ کشمیری، اصلش از ایران است : تولد در کشمیر
صورت بست بنایران بکشمیری مشهور شد : نسبت قلمذ خود بمیرزا عبدالغنی
بیگ قبول کشمیری میرساند . مردی خوش ظاهر بود : چون اطلاع بر تخلص
او نیست نامش در حرف العین بقلم آمد :
(چهار بیت دارد ۸۲۴)

۱۵۹- علی، مولانا میر علی

● تاریخ اعظمی : مولانا میر علی، از اصحاب کمال و شعرای با قیل و قال
بود، از ولایت به کشمیر آمده و پیش حسین شاه قربی داشت . در نستعلیق
نویسی بی نظیر روزگار بوده، کسی در آن وقت مثل او نه نوشت . فکر شعری
جسته جسته میکرد، و این دوییت از زادهای طبعش، وقت تحریر پیاد آمد :
گل بدستم چه نهی؟ در کف من، خار خوش است این گل تازه، بران گوشت دستار خوش است
سبوی ده و غم غم دل لوند مرا قدح چه آب زند آتش بلند مرا
مسجد مختصر سنگین در اطراف نوشهره، قریب بوته کدل — جائیکه
الحال باغ علی مردان خان است — ساخته اوست . ظاهرا مسکن بلکه مدفن
او همانجا است . و این میر علی سوای میر علی قدیم است که واضع الاصل
خط نستعلیق بود، و در عهد میرزا الغ بیگ در توران ظهور کرده . چنانچه
این رباعی، که بخط میر علی ثانی دیده شد، شاهد حالست (۲) . (۱۱۵)

۱۶۰- علی، امیر کبیر مهید علی همدانی

● نفعات الانس : امیر سید علی بن شهاب بن محمد الهمدانی (قدس الله سره).

۱- این چهار بیت گل رهنا دارد .

۲- رباعی ندارد .

جمع بوده است میان علوم ظاهری و باطنی: وی را در علوم اهل باطن تصنیفات مشهوره است. چون — کتاب اسرار النقطه (البیظه) — و — شرح اسماء الله — و — شرح فصوص الحکم — و — شرح قصیده خمربه فارضیه — و — ذخیره الملوک — و غیر آن.

وی مرید شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی بود. اما کسب طریقت پیش صاحب السربین الاقطاب تقی الدین علی دوستی کرد. و چون شیخ تقی الدین علی از دنیا برفت، باز رجوع بشیخ شرف الدین محمود کرد و گفت: فرمان چیست! وی توجه کرد و گفت: فرمان آنست که، در اقصاء بلاد عالم بگردی!

سه نوبت ربع مسکون را سیر کرد و صحبت هزار و چهار صد ولی را دریافت و چهار صد را در یک مجلس دریافت. و سادس ذی الحجه سنه ست و ثمانین و سبعین (۸۷۶هـ) نزدیک بولایت کبر و سواد فوت شد. و از انجا بختلانش نقل کردند. (۲۲۷)

● مجالس العشاق: دارالملک معانی امیر سید علی همدانی: بسیار بزرگ بوده اند، وسائل زیبا بسی نوشته اند. ذوق و حالت آن حضرت از سخنانش ظاهر است. سیر سلوک، آن مقدار که او کرده، کم کسی را برابرش میسر شدی.

یک نوبت در مغرب بموضعی رسیده اند، شخصی بد شکل بدهیات ایشان را به خانه خود فرود آورد و شب کمر خدمت یرمیان بسته و طعامهای لذیذ و شربتها و میوها ساخته: در قیامت معلوم کرده بودند که، آن صورت دلالت بدان حالت نمیکند. چون آثار نیک از او مشاهده مینمود، در جبروت

میافتاد. تا در وقت عزیمت ازان موضع، در محلی که میخواستند سوار شوند، طوماری بیرون آورده، مشتمل بر آن که، خرج آن بزرگ کرده، فاما یکی را ده نوشته بود، و خشونت بسیار نمود: آن حضرت شکر میکرد که، الحمد لله! علم مردان غلط نشد.

آنحضرت را در سفرها عشقبازی ها با جمال مطلق بسیار دست میداد و تعلق به جوانان با حسن و ملاحات در عالم مثال او را بسی واقع میشد. نوبتی مقید یکی از قربان حضرت تیمور خان شده بودند. این رباعی را بدو نوشتند:

دل تنگم، و دیدار تو در بیان منست بیرنگ رخت، زمانه زندان منست
بر هیچ دل مباد! و بر هیچ تنی! آنچه از غم هجران تو، بر جان منست

درویشی، بعرض آن حضرت رسانید که: این شخص ترک نشد خوئیست، مبدا که، از خواندن این رباعی و واقف شدن این سر، بر آشوبد و ضرری بدرویشان رساند، که آلت جارحه دارد و قوت عاقله مانع ندارد. اگر بالفرض او چیزی نگوید، خلق چه گویند! آن حضرت در جواب آن درویش — که بسیار مقید عقل بوده و از عشقش نصیبی کمتر داشت — فرمود:

حاشا که ز زخم نیر و غنجر ترسیم و ز بتن پسا و رفتن سر ترسیم
ما گرم روان، دوزخ آشاسیم از گشت و شنید خلق، کمتر ترسیم (۱)

آن میرزاده خود بسی با مشرب و خوش طبع بود. چون واقف گشت، اکثر اوقات آن بزرگ را ملازمت میکرد، و از عشقبازی آن حضرت مباحات مینمود، و سرافرازی میکرد. فهم و ادراک تمام تر میداشت، هر

روز مهر و محبت آن حضرت با او زیاده میشد: روزی، از آن حضرت در مجلس امیر بزرگ سوالی کرد که: سیاه چرا بر سر میبندید، درین چه حکمت است و حقیقتش چیست؟ آن حضرت فرمود که: نفس را کشته تعزیه میداریم! حضرت امیر بزرگ سوال کرد که: این نفس کشتنی بود یا کشتنی نبود! اگر کشتنی نبود چرا کشته اید! و اگر کشتنی بود تعزیه چرا میدارید؟ باوجود کمال آن بزرگوار ملزم شدند. و آن جوان چون از امیرزادهای برلاس بود، و امرای برلاس را اعتقاد تمام بدان حضرت ثابت، اعتقاد او هر روز زیاده میشد. حالا نیز درمیان آن طائفه معتقدان ایشان بسیارند. و در تاریخ ششم ذی الحج هفتصد و هشتاد و شش (۸۷۶) از عالم رفته اند، و قبر آن حضرت در ختلان است. (۱۳۶)

● حبیب السیر: امیر سید علی بن شهاب بن محمد الهمدانی، حاوی علوم ظاهری و باطنی و جامع فضائل صوری و معنوی بود. در اوائل حال بقدم ارادت ملازمت شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی مینمود، اما از شیخ تقی الدین علی الدوستی کسب روش طریقت فرمود. و بعد از فوت شیخ تقی الدین باز رجوع بشیخ شرف الدین محمود کرد. گفت: فرمان چیست؟ شیخ متوجه شد فرمود که: حکم چنانست که در اقصای بلاد عالم بگردی! امیر سید علی بموجب فرموده عمل نموده سه نوبت ربیع مسکون را طواف کرد، و بصحبت هزار و چهار صد ولی رسید، و چهار صد را در یک مجلس دید:

مصنفات امیر سید علی مانند کتاب — اسرار النقط — و — شرح اسماء الله — و — شرح فصوص الحکم — و — شرح قصیده خمر به فارسیه — و — ذخیره الملوک — درمیان عرفا اشتهار دارد.

وفاتش در سادس ذی حجه سنه ست و ثمانین و سیماته (۸۷۶هـ) اتفاق افتاد. مرقد عطر افشانش در ولایت ختلانست. (جز ۳ مجلد ۳: ۵۲۲)

● هفت اقام : امیر سید علی بن شهاب بن مجد همدانی : حاوی عاوم ظاهری و باطنی و جامع فضائل صوری و معنوی بوده. در اوائل حال ملازمت شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی مینمود. اما از شیخ تقی الدین علی دوستی کسب روش طریقت میفرمود.

بعد از فوت شیخ تقی الدین باز رجوع بشیخ شرف الدین کرد و گفت : فرمان چیست ؟ شیخ فرمود که : حکم چنان است که، در اقصای بلاد عالم بگردی ! امیر سید علی بفرموده عمل نموده سه نوبت ربع مسکون را بگردید، و بصحبت هزار و چهار صد ولی رسید، چنانچه صد ولی را در یک مجلس بدید.

مصنفات امیر علی بسیار است. از انجمله :

- (۱) اسرار النقوط.
- (۲) شرح اسماء الله.
- (۳) شرح فصوص الحکم.
- (۴) شرح قصیده خمربه فارضیه.
- (۵) ذخیره الملوک.

آشتهار دارد.

وفاتش در هفصد و هشتاد و شش (۸۷۶) بولایت کابل اتفاق افتاده، و در ختلان مدفون گشته.

آورده اند که : الجایتو سلطان در سلطانیه مضجع خود را بساخت. امر عالی

باحضار افاضل و اکابر و اهالی و علمای گرامی و سادات و مشائخ سامی نافذ گشت که : از ممالک جمع آیند و در آن روضه ، هر یک آنچه گنجینه خاطر دارند ، بر صفحه ظهور رسانند . تا آن افادات موجب زیب و زینت آن محل عالی و گنبد (۱) متعالی گردد و امیر سید علی در آن وقت هفت ساله بوده ، و خالش ، آن جناب را بردوش گرفته در آن مجلس حاضر ساخت . و هر کدام از محادیم که آیات و احادیث نقل میفرموده اند ، آنجناب در آن من ، جمیع آنها را در ذکر گرفته و بعد ازان بهم ترتیب داده موسوم به — اوراد فتحیه — گردانید .

و از آنجناب اگرچه اشعار بسیار ذکر میکنند ، اما درین وقت بغیر این ابیات چیزی دیگری استماع نیفتاده :

گر بدر منیری و سما منزل تو	در کوثر اگر سرشته باشد گل تو
گر مهر علی ، نباشد اندر دل تو	مسکین تو و سیهای یی حاصل تو (۲)
گر حسب علی و آل بتحولت نبود	امید شفاعت ز رسالت نبود
گر طاعت حق جمله ، بجا آری تو	بی مهر علی هیچ قبولت نبود (۳)
در کنار خویش میبایم دمام بوی یار	زان همیگیرم ، بهردم غویشتن را ، در کنار (۴)

(۲ : ۵۳۹-۵۴۰)

● تاریخ اعظمی : در ضمن شرح حال سلطان قطب الدین مینگارد ... از برکات و عطایات خاصه الهی که ، در زمان میمنت اقران او فائض یکشمیر شد ، قدوم سعادت لزوم جناب اکتساب نبوت انساب سیادت مرتبت قطب الاولیا محبوب ربانی حضرت سید علی همدانی است (نورالله مرقده) ، که در شهر سنه هفصد و هشتاد و یک (۸۷۸) نزول

۱- این گنبد در عهد خدا بنده در فاصله سالهای ۷۰۳-۷۱۳ بینیان نهاده شد و تاکنون بر جایی هست . سلطانیه در زنجان است .

۲- ریاض الشعرا و ریاض العارفین و مجمع الفصحا دارد .

۳- ریاض الشعرا و ریاض العارفین دارد .

اجلال در کشمیر جنت نظیر فرموده اند . تاریخ مقدم شریف او :

— مقدم شریف او —

۸۷۸۱

است ، چنانچه جناب حضرت سید مجد خاوری — که ذکرش درین اوراق میآید — این ابیات شیرین تر از نبات در باب قدوم آن حضرت سید سادات گفته اند :


میر سید علی ، شه همدان سیر اقلیم سیمه کرده نکو
شه مشرف ز مقدمش کشمیر اهل آن شهر از هدایت جو
سال تاریخ مقدم او را یا بی از : مقدم شریف او

۸۷۸۱

به تحقیق پیوست که ، از رفقا و سادات (۱) و خدمه ، قریب هفصد کس

۱- رفقا و سادات که همراه ایشان در کشمیر وارد شدند و در آنجا ماندند :

(۱) میر سید حسین سامانی : بعضیها سمنانی میگویند ، که شهریت در ایران . هروی الاصل بوده ، و از سبب فتنه در هند افتاده . میتواند بود که در سامانه — که قصبه ایست از نواحی دهلی — جا گرفته باشد ، ازین جهت ملقب به سامانی شده . چنانچه سادات سامانه مشهورند . و لیکن روایت سمنانی معتبر تر است .

جناب سید حسین مسطور و سید قاج الدین از فرزندان سید مجد — برادر زاده حضرت میر شهاب الدین والد ماجد حضرت سید علی همدانی — یار حضرت علی ثانی بجهت تحقیق راه و حالات کشمیر و متعلقات آن ، در زمان سلطنت سلطان شهاب الدین « متوجه کشمیر شده بودند . و حضرت امیر کبیر خود در غور میباندند . جناب سید حسین با اهل و عیال و متعلقان بسیار ، در این دیار رسیده ، سکونت اختیار فرمودند . مشهورست که : بر سر کوه — پیر پنجال — اسپ او مانده شده ، چون محل فرود آمدن و منزل ساختن در آنجا محل نبود ، بر سنگی ، که باسم — پیر پل — مشهور است ، سوار شده آن سنگ را چون اسپ راهوار میدواند . دید که ، الحال آن سنگ طی منزل کرده رسید ، بخوف اشتها ، آن سنگ را در همانجا گذاشته فرود آمد و بر لب دریای ویشودردی که — بگوله گام — موسوم است ، رسید . چون فضای روح افزا و صحرای دلکشا بوده ، همانجا سکونت اختیار فرمود . فرزند ارجمندش 

همراه آن جناب بودند . و خاص و عام این ولایت را به ارشاد و هدایت رهنمائی نمودند . فروکش جناب آن حضرت در محله علاؤالالدین پوره در رباطی — که در آن جا بود — شد ، و برای خمس الاوقات بر لب دریای بهت صفت مربی — که الحال خانقاه فیض پناه است — آراسته بودند

حضرت سید حسن نام و سید حیدر برادر زاده اش را ، نیز حضرت امیر عقب فرستاده بودند . چون کشمیر را از تصرف امیر تیمور خالی یافتند صورت احوال را به حضرت امیر نوشتند . و بر طبق آنجناب سیادت نشان نیز قدوم فرمودند .

بالجمله خدمت میر سید حسین در موضع — گوله گام — سکونت فرمودند ، و عالمی را از فیوضات ظاهر و باطن مستفید نمودند . آب و آتش در تصرف و تسخیر آنحضرت بود ، و کرامات بی غایات ظهور مینمود . شیخ المرتاضین حضرت شیخ نورالدین از موضع کیموه ، بجهت تحقیق سلوک باطنی و کسب فوائد معنوی اکثر بجناب آن قطب الاقطاب میرفتند ، روزی بجهت استراحت حضرت سید ، ملاقات میر نشد ، نظر خود را بر خوابگاه آنجناب رسانید و جواب یافته رفتند .

(۲) سیادت و هدایت آئین ، سید جلال الدین عطائی : از سادات عالی درجات بوده ، و مظهر جذبات و کرامات . همراه حضرت علی ثانی کشمیر را مزین فرمودند . و بسبب قاهر بعد رحلت آنحضرت در همین شهر سکونت نمودند . و چند کس از سادات و اهل ارادت و اهل بیت همراه داشتند . در موضع — جهتر پرگنه کپاور — پاره از اطراف پاره موه ، قریب بر موضع کیجهامه ، مدفون شدند . و سادات بسیار در آن مزار فائض الانوار موجودند . مکن فیض و محل نورست . اکثر ارباب باطن فتوحات بسیار در آن موطن یافته اند .

(۳) قدوه اصحاب حال حضرت سید کمال : سید عالیشان بودند . در رفاقت حضرت امیرگیر تشریف آوردند . صاحب کشف و کرامات و قوی الحال . بودند بامر سید السادات بجهت تعلیم احکام شریعت و تربیت سلطان قطب الدین ، در کشمیر توقف فرمودند . و در محله قطب الدین پوره آسوده اند .

(۴) اسوه اولاد و ابدال حضرت سید کمال ثانی : نیز از همراهان حضرت امیر بودند . و بجهت قاهر درین شهر سکونت نمودند . و در موضع — ناید کسی — مدفون اند . درگاه ایشان عجب مهابتی و فیضی دارد .

(۵) قطب ارباب یقین حضرت جمال الدین محدث : از رفقای و تربیت یافتگان حضرت امیر

و آنجا نماز میخواندند. و سلطان به اخلاص درست بخدمت خدام عالی مقام میرسید و آداب ارادت و محبت بجای میآورد و نصیح و نصائح ازان جناب شنیده بکار میبرد. چنانچه عقد دو خواهر — که بنا بر جهالت معاً به نکاح آورده بود — برهم زد. چون علم شریعت مجددی (علیه الصلوة والسلام) درین

و علامه روزگار و برگزیده پروردگار بود. بآلتیاس سلطان قطب الدین، بجهت تعلیم آداب دین، درین شهر بهشت آئین، از حضرت امیر سکونت مرخص شده. تا ایام حیات، فیض بخش کائنات بود. بعد رحلت در — محله آریوت — قریب بلب بهت آسود، و اکابر دیگر هم در آنجا مدفون اند. محل قبوض و برکات است.

(۶) حضرت سید فیروز معروف بجلال الدین: از رفقای علی ثانی بود. بامر حضرت امیر ساکن کشمیر شد. بسیار بزرگ و عالی مقام است. و در موضع — سمپور — پرگنه دھو، بر لب مشرب بهت، ابتدای زعفران زار جا گرفت، و هم آنجا مدفون شد.

(۷) منظر مفاخر و مجمع مکارم سید محمد کاظم: از رفقای حضرت امیر صاحب ریاضت و کمالات بود. و طی ارض میشود. حواله دار کتب حضرت امیر بود. چون حضرت امیر در قصبه پانیور — کتاب فتوحات — طلبیدند، و آن در طائفان مانده بود، سید مزبور بملی مکان در همان آن حاضر کرد. چون بتخانه لته پور را — که در آن وقت شهرت داشت — ویران کرده، بامر حضرت امیر بجهت تعلیم صغیر و کبیر همانجا سکونت فرمود، و مدفون شد. بر زبان عوام مشهور بسید قاضی است.

(۸) حضرت میرزکن الدین و

(۹) سید آغورالدین: دو برادر، صاحب تجرید و تفرید و جامع علوم ظاهر و باطن، بامر امیر کبیر در موضع — آون پوره — پرگنه اولر سکونت کردند، و همانجا مدفون اند.

(۱۰) قطب امجد سید محمد قربشی: از رفقای حضرت امیر بسیار بزرگ و صاحب حالات علیه. بامر حضرت امیر بتخانه بحاره را — که بسیار مزین و مکلف بود و مبالغ خطایر صرف آن شده — ویران کردند. و سه صد و شصت بت کلان و خورد آن را بشکستند، و در آنجا مسجد جامع کلان ساختند. و متصل مسجد مقبره ایشان است.

(۱۱) میر سید عزیز الله و

(۱۲) سید محمد مراد: از رفقای آنجناب نیز در جوار ایشان اند. برکات مقبره و مسجد بر اهل صفا پوشیده نیست.

جا روز کمتر داشت و مسلمان هم کمتر و احکام اسلام و شریعت هنوز بخوبی شایع نشده بود و سلطان هم لباس قوم کفره میپوشید، آن را باور و نهی، حضرت سید، ترک داد و اوامر آن حضرت را بدل و جان بجا آورد.

(۱۳) مولانا پیر محمد قادری : حافظ کلام الله به هفت قرائت ماهر و جامع علوم باطن و ظاهر بود. حسب الامر امیر کبیر برای تعلیم سلطان قطب الدین و اهل شهر سکونت در کشمیر ورزیده. در مقبره سلطان قطب الدین در محله لنگر ته مدفون است. و قبرش بانوار و فیوض مشحون.

(۱۴) مظہر ایقان شیخ سلیمان : از اکابر طائفه هندو کشمیر بود. شرکت نام داشت. برهنمونی و جدیه ازلی در مدرسه اسلام آمده، قرآن را یاد گرفت. و به یم قوم خود — که اطلاع یابند — از شهر فرار نموده بسمرقند رفت و بهروز علوم شده معاودت به کشمیر نمود. و بسبب عداوت بنی اصبام، باز انتقال نموده بکولاب رفت، و شرف ملازمت امیر کبیر حاصل نمود. از وطن و مسکنش پرسیدند. کشمیر را — بیاغ سلیمان — نامیده عرض احوال کرد. از جناب آن قطب الاقطاب، مسمی بشیخ سلیمان شد. و پسرش شیخ احمد — که همسرا بود — نیز مورد الطاف شده، به تعلیم و تربیت فائز گردید. در جوار مسجد جامع روپوری مزار سید محمد لورستانی مدفون است.

(۱۵) شیخ احمد خوشخوان : ولد شیخ سلیمان همراه والد کثیر الایقان. در صغر سن بسمادت ملازمت امیر عالیشان رسید و بتربیت ظاهر و باطن فائز گردید. و در زمان ورود مسعود آنحضرت بکشمیر، خیلی منظور نظر عنایت و اکرام آن امام الانام بود. وقت مراجعت آنجناب بکولاب، به خلافت سرافرازی یافت. و تربیت پدرش شیخ سلیمان — که ریش سفید بود — حواله او شد. چون درین باب معروض آن سیادت انتساب کردند، فرمود که : ریش سفیدی موجب خلافت نمیشود، کار بعنایت حق است !

بالجمله بمده رحلت آنحضرت، شیخ احمد بر سجاده ارشاد و جاده سداد استقامت ورزید، و عالمی را بفیض خود بهره ور نمود. چون تلاوت قرآن بحسن الحان میکرد، مشهور به — خوشخوان — شد. و متصل مزار سید محمد لورستانی بسا پدر بزرگوار آسوده است. در میان این دو مزار راه عام است. درین وقت مزار حضرت سید، بر شارخ و ظاهر و نمایان، و مقبره شیخ درون دیوار پوشیده است. و اکثر حضرات عالی درجات خبر از ظهور فیوض و انوار آن مزار میدادند، اما از آمد و رفت میر محمد قادری المعروف پیر حاجی محمد در عوام الناس مسطور است.

جناب حضرت سیادت دستگاه قطب الاولیا ، بشاه قطب الدین ، از راه کمال لطف و کرم ، کلاه مبارک عطا فرموده بودند : سلطان آداب قبول آن بجا آورده ، در تاج خود تعظیماً و تکریماً نهاد . و این سنت و برکت ، تا آخر سلطنت فتح شاه ، در اولاد ایشان بود . و فتح شاه آن را در کفن خود پیچید و برد .

خدمت مولانا آتی — که در عهد فتح شاه علامه و عارف روزگار بود — گفت که : برکت و سلطنت را زیر زمین برد . بعد آن پادشاهی اولاد قطب الدین خلل پذیرفت ، تا رفته رفته بعدی رسید که ، انتقال بقوم چکان نمود . چنانچه این مذکورات به تقریب مشروح بمحل خود میشود .

در تواریخ قدیمه ، قدوم مبارک آنحضرت را ، در هفصد و هشتاد و یک (۸۷۱ هـ) ، و مراجعت در هشتاد و شش (۸۸۶ هـ) نوشته اند . اما کسی قائل نیست ، باینکه آنجناب پنج شش سال در کشمیر توقف کرده باشند . پس عقل حکم میکند به تعدد قدوم . چنانچه مشهور است که ، سه سال این بلده را از مقدم مبارک مشرف کردند . سیر سه باره ربع مسکون آنحضرت ، موید این معنی است . و قاضی ابراهیم ولد حمیدالدین — که قریب به آن عهد بود — در تاریخ خود این معنی را نوشته .

علی ای حال بالای صفة — در جائیکه این وقت حجره خاص است — اکثر اوقات سکونت میفرمودند . و میگویند که : بتجلی ذات دران مشرف

۱۶) سید حق آگاه سید نعمت الله : از رفقای حضرت امیر بود . در قصبه پانپور آسوده است .

مقبره ایشان بالاندر از مقبره ولایت دستگاه خواجه مسعود است .

بودند. چون قصد رحلت ازین شهر فرمودند، بالتماس سلطان قطب‌الدین، مولانا مجد قاری را — که همراه بودند — حکم اقامت فرمودند:

چون بسواد کبر رسید، ندای — یا ایته‌النفس المطمئنة ارجعی الی ربک — بگوش رسیده، مرغ روح ولایت بخش ایشان، بسایه عرش الله پرواز نمود، (انا لله وانا الیه راجعون). سنه هفصد و هشتاد و شش (۸۷۶هـ) ششم ذی‌الحجه.

چون وقت انقطاع نفس (بسم‌الله‌الرحمن‌الرحیم) بر زبان مبارک رانده بودند، همین تاریخ شد. شیخ مجد بسرالشی — که از صلحای و بلغاء وقت بود — چنین گفت:

مفخر عارفان شه همدان	کز دوش، باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق، که رویش را	عاقبت از جهانیان بنهفت
عقل تاریخ سال رحلت او	سید با عل ثانی: گفت

۸۷۶هـ

درمیان مردم کشمیر و اهل طائفان و والی بهکلی — که سلطان مجد بود — بجهت دفن نزاع شده، هر طائفه بجانب خود میخواست. بعد غسل و جنازه شیخ قوام‌الدین بدخشی — که از حرمان خاص و ملازمان با اختصاص بود — گفت: از هر قوم، کسی که قابوت مبارک را تواند برداشت بآن طرف ببرند! هر کدام سعی کرده بودند و کسی نتوانست برداشت، مگر شیخ قوام‌الدین که تنها متحمل شد. بنابراین ملازمان نعش مبارک را از راه سواد کبر و کوهستان چرار به ختلان بردند. و پنجم شهر جمادی‌الآخری دفن نمودند، و آنجا زیارتگاه عالم و عالیمیان ساختند.

و، علمی که، از حضرت شیخ مجد ازکانی تبرکا وقت اجازت یافته بودند، و چند بار در حرمین همراه حضرت میر رسید، و در کشمیر وقت سفر، لدی‌ماکری را علمداری فرموده بودند، چون واقعه ناگزیر آن حضرت

شد، ملک دیوی کناهی سعی کرده با اتفاق لدی ماکوری علم به کشمیر آوردند، و بر صنفه — که الحال حجره خاص است — گذاشتند. و سلطان قطب الدین و اکثر اعیان برای زیارت بر آن صنفه میآمدند؛ و در عرض راه کتابخانه باز مانده آنحضرت، برای حضرت مولانا احمد، بالاس سلطان، فرستادند.

ذکر کمالات ظاهری و باطنی حضرت امیر، از کمالات شهرت و اعتلا عین جرأت است. کیفیت بنای خانقاه معلی را در — ثمرات — شرح و بسط داده و درین کتاب هم در مواقع خود مرقوم میشود. ازان باز که، عبادت گاه خمس الاوقات آنجناب شد، معمور و زیارت گاه خاص و عام است. و تا حال مکرر به تجدید بنا شده و تعمیر یافته از نوادر امکنه این شهر است. بیت:

بر زمینی که، نشان کف پای تو، بود سالها، سجده صاحب نظران، عواهد بود

نسب حضرت امیر کبیر بدین موجب است:

جناب امیر کبیر، بن میر شهاب الدین، بن میر سید محمد، بن سید علی،
بن سید یوسف، بن سید شرف الدین، بن سید محب الله، بن سید محمد ثانی،
بن سید جعفر، بن سید عبدالله، بن سید محمد اول، بن سید علی حسن،
بن سید حسین، بن سید جعفر الحجه، بن سید عبدالله زاهد، بن سید حسین،
بن امام همام زین العابدین علی، بن الحسین الشہید (رضی الله تعالی عنهم).
(۲۵-۳)

تعمیر خانقاه علی همدانی

صاحب تاریخ اعظمی در تذکره حضرت میر سید محمد همدانی، فرزند اکبر حضرت امیر کبیر — که در عهد سلطان سکندر پسر سلطان قطب الدین (المتوفی ۹۶۷) —

دوازده سال در کشمیر تشریف داشتند و رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند — مینویسد که :

چون پادشاهان هند طرح عمارات انداختند . . . بالای آن صدفه — که حضرت میر کلان (قدس سره) برای خمس اولاقات برکناره دریای بهت آراسته بودند — خانقاه عالی بنا کردند : ابتدای تعمیر خانقاه معلی در سنه هفصد و نو دو هشت (۵۷۹۸) بود . و اتمام آن در نود و نه (۵۷۹۹) .

جناب سید محمد یک لعل بدخشان همراه داشت تبرکا بسطان (سکندر) داد، و در بدل آن ، از سه پرگنه سه قریه بجهت مصارف خدمه و لوازم خانقاه گرفتند . یکی وحی از پرگنه شاوره ، دوم نونه ونی از پرگنه مارتند ، سوم نزال از پرگنه اولر . و خدمت تولیت آن بنام مولانا سعید تقرر یافته و دهات بطور خادمان گذاشته و برای مطبخ و غیره مصارف دیگر ، تعین مواضع نمودند : (۲۲)

● ریاض الشعرا : میر سید علی همدانی ، بفضائل ظاهری و باطنی مشهور زمان بوده . مسافرت بسیار کرده . وفاتش در سادس ذی الحجه سنه (۵۷۸۶) در ولایت ختلان بوده . اوراست :

گفتم : بیولایت که عل همدانم
من زان همدانم که، علی راء، مه دانم (۱)
جز شاه امیدوار حرم نروم
نومید کسی نرفت ، من هر نروم (۲)
نه کام و زبان، که گفتگویش نکند
گر، پیش سگ افگنید، بوشش نکند (۳)

پرسید عزیزی که : فلانی ز کجا هست
نه زان همدانم ، که ندانند، علی را
غناکم ، از در تو باغم ، نروم
از درگاه تو همچو کریمی، هرگز
نه دیده بود، که جستجویش نکند
هر دل که، درو مهر الاهی نبوده

۱- ریاض العارفین و مجمع الفصحا داره .

۲- مجمع النفائس و روز روشن داره .

۳- ریاض العارفین داره .

و این رباعی را تقی اوحدی در تذکره خود، بنام شاه مباحان و هم بنام میر سید علی ثبت کرده : ظن این است که، از میر سید علی باشد. چه از ابیات دیگرش مستفاد میگردد باقی والله العالم : گربدر سنیری الخ (۱)

● مجمع النفائس : میر سید علی همدانی، از اکابر اولیاست. از کمال شهرت محتاج تحریر تعریف نیست : ازوست : (درباعی دارد ۲۲۳ ب)

● ریاض العارفین : علی همدانی (قدس سره) و هو سید الاجل سید علی بن شهاب الدین مجد، نسب شریفش یچند واسطه بحضرت امام همام امام زین العابدین (علیه السلام) منتهی میشود.

جناب میر، از دوازده سالگی سالک مسلک سلوک شد، دست ارادت به شیخ شرف الدین محمود عبدالله مزدقانی مرید شیخ علاءالدوله سمنانی داد و کسب طریقت در پیش تقی الدین علی دوستی سمنانی کرد، جامع علوم ظاهر و باطن گشت.

سه نوبت ربع مسکون را سیاحت نمود. گویند بصحبت هزار و چهار صد نفر از اولیاءالله رسید. غریب تر اینکه چهار صد تن را در یک مجلس دید. احوال و اقوالش در کتاب — خلاصه المناقب — مندرج است. بالاخر در ماوراءالنهر بیلادی در گذشت، نعشش را بختلان نقل نمودند. مدت عمرش هفتاد سال وفاتش در سنه (۸۷۶هـ). ازوست : (چهار رباعی دارد ۱۶۹)

● مجمع الفصحا : علی همدانی، اسمش میر سید علی بن شهاب الدین. از اکابر سیاحانست و سه نوبت ربع مسکون را سیاحت کرده، زیاده از هزار کس

صاحب حال دیده . بعد از هفتاد و سه سال در سنه (۸۷۶هـ) در گذشته :
(در رباعی دارد ۸۶۹) ازوست :

● روز روشن : علی همدانی . امیر سید علی بن شهاب بن مجد همدانی : از قدوة مقربان بارگاه الهی و زبده عارفان معارف و آگاهی ست .
دست ارادت به شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله مزدقانی داده ، و برای کسب طریقه معرفت بخدمت صاحب السربین الاقطاب شیخ تقی الدین علی دوستی سر نهاده . و بعد وفاتش باز رجوع به شیخ شرف الدین آورده .
و به اجازتش سه بار ربع مسکون را پی سپرد کرده . و در یک مجلس هزار و چهارصد ولی را دریافته : و در علوم باطنیه کتاب — اسرار النقطه — و — شرح اسماء الله الحسنى — و — شرح فصوص الحکم — و — شرح قصیده همزیه فارضیه — از تصانیف اوست .

و سادس ذی الحجه سنه ست و ثمانین و سبعمائه (۸۷۶هـ) در سواد کشمیر بجوار رحمت رب قدیر پیوست . رباعی :
(یک رباعی دارد ۴۶۸)

● بزرگان و سخن سرایان همدان : میر سید علی بن شهاب الدین مجد همدانی ملقب بعلی ثانی . پیشوای عارفان دل آگاه و زبده روحانیان و راهروان سیر و سلوکست . نسب شریفش به ۱۲ واسطه بامام زین العابدین میرسد .
هدایت مینویسد : و در هفتاد و سه سالگی دارقانی را پذیرد گفت .
و چون تاریخ وفاتش بسال (۸۷۶هـ) میباشد ، بنابر این ، سال تولد وی در حدود (۸۱۳هـ) خواهد بود .

عرفان و سیر و سلوک

میر سید علی که بامیر کبیر نیز معروفست ، از ۱۲ سالگی — یعنی اندکی

پیش از بلوغ — بطریق عرفان و سیر و ساوک تقدم نهاد، و دست ارادت بشیخ شرف‌الدین محمود بن عبدالله مزدقانی داد و مرید او گردید، و با اشارت وی یک چند برای کسب طریقه معرفت و درک حقیقت بخدمت شیخ نقی‌الدین علی دوستی — که از عرفای مشهور زمان بود — مشرف گردید. و پس از مرگ او مجدداً بخدمت پیر و مرشد خود، شیخ شرف‌الدین محمود شتافت، و از او دستور خواست. شیخ او را بجهان گردی و سیر و سیاحت فرمان داد. میر سید علی روی براه نهاد و مدت ۲۱ سال بگردش در آفاق پرداخت، و سه نوبت ربع مسکون و اکثر بلاد اسلامی را طی کرد. و در اثنای سفر بصحبت هزار و چهار صد تن از اولیا رسید، و چهار صد تن را در یک مجلس ملاقات کرد. (۱)

ورود بکشمیر

میر سید علی بسال (۸۷۱ هجری، با هفتصد نفر از مریدان خود، به کشمیر رفت و در شاه و بزرگان و سائر مردم آن دیار، نفوذ مذهبی بسیار کرد، و خلقی را مرید خود ساخت. و عاقبت بسال (۸۷۶ هجری) در ماوراءالنهر در گذشت. و نعش را بختلان (تاجیکستان امروزی) انتقال دادند. بنا برخی اقوال، در سواد کشمیر یا نواحی آن، از جهان در گذشت. جامی مینویسد: در ولایت — کرد سوا — (بکسر اول) فوت شد.

۱- بنا بنقل صاحب — طرائق الحقائق — ملاقات این چهار صدتن در حوال کوه سراندیپ بوده. در صحیفه الاولیا آمده است:

دگر شیخ شیخ، که او سید است	علی نام و السونیدی الولید است
بگشت او جهان را سراسر سه بار	پدید اولیا چار صد با هزار
نموده است پنجاه سال اختیسار	تجانی ز مضجع زهی مردکار

بنا به تحقیقات آقای حکمت (۱)، وی درحین مسافرت از کشمیر به ترکستان در محل بنام — پاکلی — (واقع در مرز شمال غربی پاکستان امروزی) وفات یافت . و جسد او را ازانجا بختلان بردند و گنبدی نیز برای آن بنا نهادند که امروز بر جا ست .

خانقاه در کشمیر

در سری نگر (کشمیر) نیز خانقاه‌ی بنام میر سید علی برپاست که دو بیت زیر :

حضرت شاه همدان کریم آیه رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد بسم الله الرحمن الرحيم

۸۷۸ هـ

در کتبه محراب آن نوشته شده است، که مصراع آخر آن، ماده تاریخ وفات میر سید علی (۸۷۸ هـ) میباشد .

مقال طرائق الحقائق و میرزا حیدر

در این جا بی مناسبت نمیداند برای تکمیل مقال ، قسمتی از عبارات — طرائق الحقائق — (۲) را ، چون متضمن و کاشف از بیان مطالب جدیدی است ، نقل نماید :

صاحب — طرائق الحقائق — ضمن شرح حال سید علی همدانی مینویسد :
تفصیل حالاتش در کتاب — خلاصه المناقب — که ، یکی از مریدانش
تالیف کرده ، مسطور است و قاضی نورالله بسیار نقل از وی نموده ، در

۱- آقای عل اصغر حکمت نویسنده جلیل‌القدر ایران .

۲- تالیف معصوم علی شاه .

مقاله دهم — تاریخ فرشته — در ذکر سلطنت قطب الدین مسطور است که :
در عهد شاه قطب الدین ، امیر کبیر سید علی همدانی (قدس سره العزیز)
بنواحی کشمیر آمده . کتابتی سلطان قطب الدین نوشت و شاه بتعظیم تمام
جواب کتابت او نوشته ، استدعای حضور فرمود . و چون حضرت میر بشرف
قدم ، حوالی سرینگر را مشرف گردانیدند ، شاه استقبال کرده باعزاز و
اکرام ملاکلام بشهر در آورد و خرد و بزرگ کشمیر بالتام نسبت بانجناب
عالیمقام ارادت صادق بهم رسانیدند .

و بروایت مرزا حیدر دو غلات که : در کتاب — رشیدی — درج کرده است :
زیاده از چهل روز در آن شهر اقامت نکرده ، بجانب وطن مالوف مراجعت
فرمودند . و قیاس چنین است که ، خانقاه معلی که آن حضرت در آن شهر بنا
فرمودند ، بحضور ایشان مردم آن شهر طرح انداخته اند ، یا در غیبت
آنحضرت باتمام رسیده باشد . باین سبب جناب امیر مدت مدید در کشمیر تشریف
داشته باشند و اگر نه در مدت چهل روز تمام شدن چنان خانقاهیی ، معلی و
عالی شان ، خالی از صعوبت نیست (۱) .

و در سنه (۸۹۲ هـ) که در شهر آتش زدند ، آن آتش متصل بخانقاه
معلی رسیده و منطفی شد و آسیبی بدانجا نرسید .

گنبد علویان همدان

همچنین این شرح نیز در — مقالات دانش آموزان — درج است :
میر سید علی همدانی معروف به سیاه پوش . . . سید در همدان چله خانه

۱- تا اینجا عبارت - تاریخ فرشته - بود و عبارتی که در کتاب - بزرگان همدان - ثبت است
تفاوتی دارد و اینجا در متن از - تاریخ فرشته - عبارت را کامل کرده ایم . رک : تاریخ فرشته

یا معبدی داشته ، که هنوز آثار آن باقی و با گنج بری ممتاز زینت داده شده است : معبد بدو قسمت فوقانی و تحتانی تقسیم میشود و او قسمت تحتانی ، بخانه مسکونی سید راهی داشته ، که شب های جمعه و هنگام سحر ، سید ازان راه بمعبد میآمده و تا صبح مشغول عبادت بوده است . هنوز همدانیان میگویند : از خانه سید بخانه کعبه راه نزدیکی است . و ظاهراً مقصود شان از خانه کعبه معبد مذکور میباشد . در قسمت تحتانی این بنا ، چند تن از اولاد سید مدفونند و باین جهت این بنا در همدان — بگنبد علویان — معروف و یکی از آثار قدیمه ایست ، که ظاهراً در قرن هفتم یا هشتم هجری ساخته شده است .

نگارنده در میان کتبی که مطالعه نمود این مطلب را نیافت ، و بجز در — طرائق الحقائق — و — مقالات دانش آموزان — مذکور جای بنظر نرسید که ، گنبد علویان معبد میرسید علی باشد ، محتمل است ، این بنا متعلق بخاندان علویان بوده که دو قرن قبل از سید ، در همدان نفوذ و شهرت و ریاست داشته اند (۱) .

چنانکه مطالعات ، باستان شناسان نیز ، در مورد ساختمان و سبک بنای گنبد علویان ، این نظر را تأیید میکنند و بنا را مربوط باوایل قرن ششم میداند .

بنا برین باید گفت ، شاید این بنا از آثار قرن ششم بوده ، ولی پس ازآنکه ، سید را در همدان مقام و منزلتی حاصل شده ، بدو اختصاص یافته و اشاره — تاریخ فرشته — هم در مورد انجام کار آن بنا مربوط بتعمیر و مرمت

۱- رک : در بزرگان همدان شرح حال خاندان علویان . ص ۲۱۸ نیز رگ : عکس گنبد علویان در آخر کتاب حاضر .

آن بوده ، که در مدت چهل روز اختتام پذیرفته است :

و هم چنین مطالب و مندرجات — مقالات دانش آموزان (۱) — اگرچه مایه‌ی
برای آنها ذکر نشده ، بظن قوی ممکن است ، متکی بر اساس و مایه‌ی باشد ،
چنانکه احتمال داده میشود این شعر هایمانه :

دلا دروشم دلا دروشم دلا دروشم بحق گنبد سبز سیا پوش

که من بنده در دوران کودکی ، مکرر آن را از زبان برخی از مردم همدان
میشنید مربوط بهمین گنبد باشد :

سائر مطالب مندرج در کتاب — مقالات دانش آموزان — در نزد مردم
همدان مشهور و معروف است .

مقام سید در نزد مردم همدان

چنانکه گفته شد ، سید علی را در زمان حیات عزت و احترامی بسزا
بود ، و در غالب بلاد ایران و ترکستان و هندوستان و نزد امراء و پادشاهان
و عموم طبقات مردم مقام و منزلتی خاص داشت : مردم همدان نیز ویرا
حرمی عظیم مینهادند و برای او حتی پس از وفاتش کرامات و مقامی
عالی قائل بودند ، و بقدر و جلالش اعتقادی عجیب داشتند . چنانکه نمونه آن
را از سوگندی که — بگنبد سبز — معبد وی یاد میکرده اند ، و قبلا ذکر شد ،
میتوان دریافت .

وی از عارفان نیک اعتقاد و از صوفیان صافی ضمیر پاک نهاد بشمار
است ، و علاوه بر زهد و تقوی در علم و دانش نیز مقامی رفیع داشته و
میان علوم ظاهر و باطن جمع کرده . و در هر قسم او را تصنیفات و آثار و
رسائل مشهور است .

میر سید علی، نوزدهمین قطب و شیخ سلسله ذهبیه است که بعد از پیر و مرشد خود، شیخ شرف الدین محمود، بمقام شیخوخیت و قطبی رسید.

آثار و تصنیفات

آثار و تصنیفات او بسیار و از آن جمله است :

۱- ذخیره الملوک یا ذخائر الملوک : (۱) در تدبیر و سیاست و کشورداری و نصیحت پادشاهان و امراء دولت . بطوریکه هرمان اته مینویسد : در فصل اول این کتاب، سخن از اعتقادات و عبادات است. بعد از وظائف اعضا^۱ خانواده بحث شده و در فصلهای پنجم و ششم — که مهم ترین قسمتهای کتاب است — قوانین حکومت و اغراض و اصول یک دولت کامل مطرح شده و مطالبی در باب اطاعت و حق شناسی و شکیبائی و مدح و تواضع و قدح و شتاب و تکبر بر آن الحاق است . (۲)

۱- نسخه خطی ازین کتاب در کتابخانه مجلس (تهران) موجود است .

۲- فهرست ابواب :

باب اول : در شرایط و احکام ایمان و لوازم و کمال آن که سبب نجات بنده است از عذاب ابدی و وسیلت او بدوام لذات نعیم سرمدی .

باب دوم : در ادای حقوق عبودیت .

باب سوم : در مکارم اخلاق و حسن خلق و وجوب تمسک حماکم و پادشاه و بر سیرت خلفاء راشدین (رضی الله تعالی عنهم اجمعین) .

باب چهارم : در حقوق والدین و زوج و زوجه و اولاد و همیده و اقارب و اصدقا .

باب پنجم : در احکام سلطنت صوری و ولایت و اسارت و حقوق رعایا و شرایط حکومت و خطر عهده آن و وجوب عدل و احسان .

باب ششم : در شرح سلطنت معنوی و اسرار خلافت انسانی .

باب هفتم : در بیان امر معروف و نهی منکر و فضائل و شرائط و آداب آن .

کتاب — ذخیره الملوک — در شهرت و اهمیت هم سنگ — اخلاق ناصری — و کتبی نظائر آن است . و در سبک انشا و روانی اگرچه مانند — گلستان — نیست ، ولی به کتابهای مصنوع قرن هشتم نیز ماندگی ندارد :

۲- کتاب اسرار النقطه .

۳- شرح اسماء الحسنی :

۴- شرح فصوص الحکم : در حکمت و عرفان و علوم باطنیه .

۵- شرح قصیده خمیره فارصیه .

۶- اختیارات المنطق در تصوف : ذکر این کتاب در — معجم المؤلفین — آمده است .

۷- اوراد الفتوحه : که با شرحش بچاپ رسیده است .

بنابر روایت امین احمد رازی ، در آن هنگام که اولجایتو (متوفی ۸۱۵هـ) گنبد سلطانیه را بنا (۸۱۰هـ) نهاد، علما و افاضل را بخواند تا، هر یک آیه و حدیثی بجهت تبرک و تبیین ذکر کنند تا بر کتیبه نوشته شود . خال سید نیز در میان آن جمع بود و سید را که ، طفلی هفت ساله بود (۱) ، بر دوش داشت . سید آن سخنان و آیات تمام بشنید و جمله فرا گرفت ، چون بکمال رسید آنها را جمع و تلفیق کرد و — اوراد فتحیه — نام نهاد .

باب هشتم : در بیان حقایق و شکر نعمت و ذکر اصناف انعام و انفضال حضرت صدیق .

باب نهم : در بیان حقیقت صبر بر مکاره و مصایب دنیوی که آن از لوازم امور ولایت و سلطنت است .

باب دهم : در مذمت تکبر و غصب و حقیقت آن و ختم کتاب .

(این کتاب در سال ۹۴۲۱ در آرتسر (هند) چاپ شده است)

۱- این سید در آنوقت هفت ساله بود ، پس ولادت وی در حدود (۸۰۳هـ) بوده باشد .

- ۸ - الذاتیة : رساله در تحقیق ذات .
 - ۹ - فوائده العرفانیة : رساله مختصر .
 - ۱۰ - رساله در اثبات تشیع .
 - ۱۱ - رساله سبع المثانی .
 - ۱۲ - رساله چهل مقام و عقبات . (۱)
- صاحب — ریحانة الادب — کتب و رسالات دیگری بنام
- ۱۳ - اسرار القلبیه .
 - ۱۴ - المقله فی بیان النقطة .
 - ۱۵ - اخلاق محترم یا محرم .
 - ۱۶ - سرالنقطه .
- و غیره برای او ذکر میکند :

(۸۴-۹۰)

● صوفی : سید علی همدانی بتاریخ ۱۲ رجب روز دو شنبه (۸۷۱۴)
از بطن بی بی فاطمه در همدان ، چشم بدنیا کشود . از :

— رحمة الله —

۸۷۱۴

تاریخ بومیاید : پدرش سید شهاب الدین بن میر سید محمد حسینی بود :
در — خلاصة المناقب — است که : نسب ایشان بشانزده واسطه بحضرت
علی (کرم الله وجهه) میرسد . علاء الدین سمنانی عمویش بود ، و شاگرد

۱- این رساله بنام چهل اسرار (مشتل بر چهل و یک غزل) در امرتسر (هند) دو بار چاپ شده
است (۵۱۳۰۳ و ۵۱۳۳۳).

و مرید شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی دوستی بودند و بعد از فوت او بشیخ شرف الدین محمود مزدقانی پیوستند :

در عمر بیست و یک سالگی (۲۱) آغاز مسافرتها کردند، و از اختلال نیمور همدان را ترک کرده، همراه هفت صد سادات در عهد حکومت سلطان شهاب الدین در سال (۸۷۷ هـ) (۱) وارد کشمیر شدند. از آنجا بحج شتافتند و کثرت ثانی در سال (۸۸۱ هـ) (۲) بعهد سلطان قطب الدین بکشمیر رسیدند. دو سال و شش ماه آنجا ماندند. و در سال (۸۸۳ هـ) از راه لداخ بترکستان راه وطن گرفتند. بار سوم در سال (۸۸۵ هـ) تشریف فرمودند و بعد از توقف چند روزه بوطن بازگشت نمودند و بمقام پاخلی — که داخل پنجاب غربی کنونی است — ده روز مهران سلطان مجد حاکم آنجا شدند. و از پاخلی (پاکهلی) (۳) و قتیکه بمقام کونر (کافرستان) رسیدند، بتاریخ یکم ذی الحج (۸۸۶ هـ) بیمار شدند و تا پنج روز بغذا میل نه کردند. روز سه شنبه ۵ ذی الحج چند بار آب خوردند، و در همان شب بعمر (۷۲) سال، رخت حیات بر بستند. تاریخ است :

چو شد از گاه احمد خاتم دین ز هجرت مفصل دست و ثنائین
برفت از عالم فانی به باقی امیر هردو عالم آل یسین (۴)

$$۱۲۱ - ۱۱۲ = ۲۸ + ۷۸ = ۸۸۶$$

۱- تاریخ : سال تقارین مقدم او را گفت از — مقدم شریف — بجزو

۸۷۷

۲- تاریخ : هاتف غیب، سال مقدم او — آمد اینجا علی ثانی — گفت

۸۸۱

۳- رک : بایرنامه ترجمه کنگس، ۲ : ص ۳۰۱، آئین اکبری جیرت، ۲ : ص ۳۹۱، بایرنامه بیورج، ۲ : ص ۴۸۴، پاکهلی در تحصیل مانسرها ضلع هزاره.

۴- حسب روایت (J. A. S. No. III 1864) این اشعار بر مسجد شاه همدان یاد و کتیبه زیر

ازانجا نعش را به ختلان (کولاب) بردننده مدفون کردند : در پاخلی
— جای که وفات یافتند — برای یاد بود، خانقاهی زیبا بنا کرده شد که
تاکنون برجا است :

ابوالفضل در آئین اکبری (۱) نوشته است که : علی همدانی دز باجور
(نزد سوات) وفات یافت و جسدش را طبق وصیت به ختلان بردند :
بابر نوشته است : سید علی اینجا (کونار نورگل در کافرستان) رسید،
دو میل بالا از کونار بر شارع وفات یافت. نعش را به ختلان رسانیده
دفن کردند : و جای که فوت شد، در یادبود بنای ساختند : وقتی که بابر
در سال (۹۲۰هـ) چاغان سرای را در دست آورد، آنجا رسیده طواف کرد (۲).
شاه همدان در سلسله کبرویه — که بانی آن شیخ نجم الدین کبری
خوارزمی (متوفی ۶۱۸هـ) است و تعلق بسلسله سهروردیه دارد — منسلک
بودند .

ثبت است . و این مسجد بنام — مسجد شاه همدان — (خانقاه معلی) بین فتح کدل و زینا کدل
واقع است .

کتیبه اول :

در پیروی حضرت شاه همدان است
ای خاک بر آن دیده، که در رب و گمان است

هر فیض که در سابقه هر دو جهان است
شاه همدان بلکه شهنشاه جهان است

کتیبه دوم : اشعار متن .

کتیبه سوم :

رو بر در شاهنشاه همدان است
هرش است درش بلکه از وعرش نشان است

ای دل اگر، مطلب فیض دو جهان است
مقرون اجابت، ز در اوست، دعا را

نیز رک : پاورقی ص ۹۱۰ کتاب حاضر .

(ص ۲۸۰-۲۸۱)

۱- جیرت، ۲ : ۳۹۲ .

۲- بابر نامه، پیورج، ۱ : ۲۱۱ .

همراه شاه همدان، سید میر حیدر، سید جمال الدین، سید کمال ثانی، سید جمال الدین علائی، سید رکن الدین، سید محمد، سید عزیزالله، در کشمیر وارد شدند. و بجاهائی مختلف (در کشمیر) سکونت ورزیده در اشاعت اسلام مشغول شدند.

خانقاه‌ای که در سرپنجر بیادبود شاه همدان است، در سال (۸۷۹۸) سلطان قطب الدین بنا کرد است. (۱)

۱- آقائی علی اصغر حکمت نوشته است: خانقاه او موسوم به -- خانقاه معلی -- یا -- مسجد شاه همدان -- در محله علاء الدین پور مابین پل سوم و چهارم (فتح کدل و زینا کدل) در شهر سرپنجر واقع شده است. تمام آن بنا از قطعات چوب ضخیم و مکعب است، که بروی هم، مانند خشت نصب کرده اند. و در وسط آن بنا قالار وسیع مربعی قرار دارد. گویند. آنجاست که میر سید علی نیاز میگذارد در سر در ورود این خانقاه در سمت دست راست این بیت فارسی مکتوبست:

ای دل! اگر طلب، فیض دو جهانست / رو، بر در شاهنشاه، شاه همدانست
و در سمت چپ این بیت دوم:

مقرون اجاب، ز در اوست، دعاها / هرشت درش، بلکه ازو عرش نشانست
همچنین در طرف راست این بیت:

خانقاهست این مکان، یا مسجد اقصاستی / مسکن امن و امان، یا جنت الماواستی
و درست دست چپ بیت دوم:

قبه نور است یا سر چشمه آب حیات / یا مگر، از رحمت حق، خیمه برپاستی
و در بالای سر در ورود، این رباعی:

چو شد از گاه احمد خاتم دین / ز هجرت هفصد و ست و ثمانین
برفت، از عالمی فانی، بباقی / امیر هر دو عالم آل یاسین

همچنین این رباعی در پیشانی بنا کتیبه شده است:

هر فیض که در سابقه هر دو جهانست / در پیروی حضرت شاه همدانست
شاه همدان آنکه شهنشاه جهانست / ای خاک بر آن دیده، که در دیب و کمانست

آثار شاه همدان بقرار ذیل است :

۱- ذخیره الملوك : در سال (۱۳۲۱هـ) ذر امرت سر چاپ شده است.
و ترجمه لیتن (Latin) در سال (۱۸۲۵ء) از E. F. C. Rosenmueller و ترجمه
فرانسسی (French) از C. Solvent در سال (۱۸۲۹ء) چاپ شده است :
این کتاب قبل از دوره مغول در هند بین علما و نویسندگان بسیار مقبول و
معروف بود (۱) .

۲- رساله نوریه :

۳- رساله مکتوبات .

۴- رساله در معرفت صورت و سیرت انسان

۵- در حقائق توبه .

۶- حل النصوص علی الفصوص : شرح فصوص الحکم :

۷- شرح قصیده خمیره فارضیه : شرح بر قصیده عمر بن الفارض متوفی
(۸۷۶هـ) .

منقذ در داخل خانقاه در بالای محراب این رباعی که شامل ماده تاریخ وفات اوست :

حضرت شاه همدان کریم آینه رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد بسم الله الرحمن الرحیم

۸۷۶هـ

نیز این رباعی، که ظاهراً از خود آن سید است، در بالای محراب منقوشست :

شاه! ز کرم بر من درویش، نگر بر حال من خسته دلریش نگر
هر چند نیم لایق بخشایش تو بر من منگر، بر کرم خویش نگر

(نقش پارسی بر احجاز هند ص ۶۷-۶۹)

- ۸ - رساله الاصطلاحات : در اصطلاحات تصوف :
 - ۹ - علم القيافه .
 - ۱۰ - ده قاعده :
 - ۱۱ - کتاب الموده فی القربى :
 - ۱۲ - کتاب السبعين فى فضائل اميرالمومنين : هفتاد فضائل حضرت علی علیه السلام .
 - ۱۳ - اربعين اميريه : چهل احاديث راجع بحیات بعدالمیات :
 - ۱۴ - روضة الفردوس : شرح - فردوس الاخبار - شجاع الدوله شيرويه :
 - ۱۵ - منازل السالکين .
 - ۱۶ - اوزاد الفتحيه :
 - ۱۷ - خلاصة المناقب : در ملفوظات شاه همدان كه مولانا نورالدين جعفر بدخشانى مرید ایشان جمع آورى نموده است .
 - ۱۸ - چهل اسرار : چهل و يك غزل بتخلص (على) و (علائى) .
 - ۱۹ - رساله منهاج العارفين : يك صد و چهل و يك (۱۴۰) نصائح و اقوال شاه همدان . اين رساله در امرت سر در سال (۱۳۲۰هـ) چاپ شده است : و در اوراق آئنده نيز ثبت كرده ايم . (۱ : ۸۲-۹۲)
- عرفانى: در اواسط قرن هشتم هجرى (قرن چاردم ميلادى) سيد مير على همدانى باتفاق سيد قاج الدين و سيد حسين سمنانى (پسران دائى اش) و سيد مسعود و سيد يوسف و تقريباً (۷۰) نفر ديگر از سادات ، براى تبليغ اسلام بکشمير مسافرت نمودند :

اسم شاه همدان نسبت بتمام مبلغین دیگر اسلام، در کشمیر معروف تر است: و امروز نیز خانقاه شاه همدان و مسجد شاه همدان در شهر سریناگار موجود است

... از همراهان شاه همدان، عده زیادی در خاک کشمیر ساکن گردیدند: و بیشتر سادات کشمیر از احضاد و اولاد آنها میباشند.

سید تاج الدین سمنانی و دو نفر از مریدان و همراهانش سید یوسف و سید مسعود، در شهر سریناگار محله شهام پور مدفون هستند. برادر سید تاج الدین سمنانی، سید حسین سمنانی، در یک مقبره نسبتاً زیبایی، نزدیک اسلام آباد — در حدود ۶۰ کیلومتری سریناگار — مدفون است. اما خود شاه همدان هنگام مراجعت از کشمیر در نزدیکی شهرستان — هزاره — در گذشته و مریدانش او را طبق وصیت او در (ختلان) بخاک سپرده اند.

... همکاران شاه همدان، در سر قبا سر کشمیر (لنگر خانه) یا خانقاه‌های برای تبلیغ برقرار نمودند. و تبلیغات ایشان — که توأم با اخلاق بسیار عالی بود — موثر واقع شده، و در مدت کوتاهی مردم کشمیر مشرف بدین اسلام شده، و زبان مبلغین اسلام را با دل و جان پذیرفتند.

میگویند: مرتاضین هند او (شاه همدان) را مورد آزمائش و امتحان قرار دادند، و سپس در مقابل قوه روحانی او، تسلیم شدند و دین اسلام را قبول کردند:

همچنین در تذکره ها نوشته اند که: للہ (۱) معروف ترین زن عارفه.

۱- در سال (۸۴۳۵) دنیا آمد: عبدالوهاب شایق تاریخ گفته:

فزون بود، بر هفت صد، سی و پنج ز ویرانه شد، پدیدار گنج

کشمیر (که زندگانی و شعر عرفانی او با بابا طاهر بی شبهات نیست) در سن چهل و چند سالگی بدست شاه همدان مسلمان شد: و نیز نقل میکنند که: للہ مثل دیوانہ ہا نیم لخت و عریان، در بیابان و آبادیہا میگشت، و شعر میسرایید، و اگر مردی برویہ او ایراد میگرفت، جواب میداد کہ: من بین شما مرد حقیقی نمیبینم و احتیاج بحجاب ندارم.

اتفاقاً، روزی از دور، چشمش بہ سید علی ہمدانی افتاد. فی الفور فریاد زد: وای! او مرد است! و با عجلہ و شتاب فرار کردہ ازانجا دور شد. و سپس لباس پوشیدہ بخدمت او رسید، و مشرف بدین اسلام گردید. ہمین زن شیخ نورالدین رشی (۱) را کہ سرچشمہ الہام بودہ، در دوران طفولیت شیر دادہ است.

در بیج بہارا (۲۸ میل از سرینگر) جہان را پدرود گفت. مزارش متصل جامع مسجد (صوفی ۲: ۳۸۳) دیدہ میشود.

۱- بعد از شاہ ہمدان بزرگترین شخصیت روحانی کشمیر شیخ نورالدین رشی بودہ است. در زمان کودکی شیخ رشی از نفوذ روحانی سید تاج الدین سمنانی و نیز شاہ ہمدان برخوردار بودہ است. شیخ نورالدین در سن (۶۳) سالگی وفات یافت

— شمس السارفین —

۸۸۴۲

تاریخ وفات او میباشد. در اشاعت دین و تصوف اسلامی شیخ نورالدین خدمات شایانی انجام دادہ.

بابا نصیب الدین غازی در — نورنامہ — شرح احوال و گفتارہای شیخ را، بہ شعر فارسی بیان کردہ است. داستانہای کرامات و کشفیات بر سر زبانہا است.

بابا داؤد خاکی در تجلیل از مقام او گفتہ است:

زاهدی خوش بود، با حق داشت بسیار اشتغال	شیخ نورالدین رشی، پیر جمع ریشیان
ہم اویسی بود، گفت این راوی صاحب مقل	صاحب کشف و کرامت ہر دو نطق خوب داشت

● رساله منہاج العارفین : نصایح از مقالات حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی (قدس سرہ):

حمد بی حد و ثنای بی حد، مر آفریدگاری را کہ، سینہ عارفان مخزن اسرار خود ساخته، و لوح دل عجبان از نقش غیر خود پرداختہ، و درود وافر بر جان پاکیزہ خلاصہ موجودات، خواجہ کائنات، مجدد مصطفی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کہ بہ تشریف خطاب — و ما ارسلاک الاربعة للعالمین — مشرف و مخصوص است بآد. و برہمہ اولاد و یاران و پس روان او.

بدان ای عزیز! — و فقک اللہ تعالیٰ بما یحب و یرضی — کہ این چند سخن از کلام اہل حکمت و معرفت جمع آورده شد، و — منہاج العارفین — نام نہاد، تا مگر از شنیدن و خواندن این، کسی را فائدہ حاصل آید. بدان ای عزیز:

● زنہار از حق غافل میاش. ● از ہمہ نریمد شو، تا امید تو بر آید. ● آزار کس نخواہ، تا امان یابی. ● از جہت دنیا اندوہگین میاش، تا پریشان نگردی. ● از ہمہ جدا شو، تا بحق برسی. ● اگر در بند چیز کمانی، خود را بندہ ایشان دان. ● از خلق عزت کن، تا بحق انس گیری. ● ایمن باش، تا امان یابی. ● از صحبت اہل دنیا بہ پرهیز، تا تیرہ دل نشوی. ● از ہمہ مفلس شو، اگر محبت خواہی. ● از خود طلب، اگر جوانمردی.

مریدان متعددی کہ شیخ داشت تعلیمات و فکر و نظر اسلامی را در کشمیر رست دادند.

تقریباً صد سال بعد از سادات ایران، کہ در قیادت شاہ ہمدان بکشمیر آمدند، یک مبلغ بزرگ دیگر بنام شیخ شمس الدین عراقی — کہ خود اہل طالش و مادرش اہل قزوین بود — در سال (۸۹۱ھ) بکشمیر کسوچید و ہزارہا کشمیری بدست او مشرف باسلام شدند. شیخ عراقی نیز در سرینگار مدفون است. (عرفانی: ۱۲)

● از افتادگان بگذرد، تا در لیفتی . ● از حکم دو متاب، تا ماضی نشوی . ● افتاده را در یاب، تا دستگیر یابی . ● انصاف خلق را بده، تا مستیگار نشوی . ● آن کارکن، که حق پسندد . ● آنکه با تو بدی کند، با وی نیکی کن . ● اندیشه دنیا دور کن، تا پریشان نشوی . ● اختیار خود را در گوشه نه، تا غنثار گردی . ● از حق نصرت خواه، تا یاری یابی . ● بغیر حق اعتماد نکنی، تا پشیمان نشوی . ● بهیچ چیز منور مشو، تا هلاک نگردی . ● بهیچ کس انگشت راء، سر همه آفتابا دان . ● با حق باش، اگر عیش جاودانی خواهی . ● هر حرف کسی انگشت منه، تا مواخذه نگردی . ● بر در باش، تا بکشایند . ● بصدق طلب، تا بیابی . ● با همه نرمی و مدارا کن . ● بر نعمت کسی حسد مکن، تا عاقبت یابی . ● بار همه بکش، تا محشم گردی . ● بر زیر دستان شفقت کن، تا برهی . ● بد خوئی ترک ده، تا هیش بر تو تلخ نگردد . ● با همه آسانی کن، تا برهی . ● با هر کسی منشین، تا تباها نگردی . ● با قافله رو که، رهزنان بسیار اند و دشمنان در کار اند . ● بار خود بر کسی منه، اگر عزت خواهی . ● بزرگی بر هیچکس منه، تا غوار نگردی . ● پند بشنو، تا سود کنی . ● بکوش، تا بیابی . ● بحق پناه گیر، تا خلاص یابی . ● بضاعت دنیا را خریدار مشو، تا زیان نکنی . ● پاس افلاس دار، اگر بیداری . ● بحق بگریز، تا از دشمن برهی . ● بی یار شو، تا یار یابی . ● بیکس باش، تا با کس باشی . ● بیخود باش، اگر بیگانگی میخواهی . ● بی همه باش، تا بحق بماشی . ● ترک گناه گیر، اگر لقمه حلال خواهی . ● توقع از کس مکن، تا عزت یابی . ● توفیق از حق بین، تا غر نشوی . ● ترک لذت گیر، اگر لذت خواهی . ● تیر یلا را هدف شو، اگر دوستی . ● جز حق دوست بگیر، تا خسته نگردی . ● چون با اهل دنیا نشینی، دین را فراوش مکن . ● جز حق میندیش، اگر طالبی . ● جان را در باز، اگر صادق . ● حاجت روائی را کار بزرگ دان . ● حریص مباش، تا خسوار نگردی . ● حرمت نگهدار، تا محترم گردی . ● حق را یاد کن، تا دل تو سیاه نگردد . ● خلق را بخود امیدوار گردان . ● خدمت بزرگان کن، تا بزرگی رسی . ● خود را بحق بسیار، تا پشیمان شوی . ● خود را هیچ قدر منه، تا با قدر گردی . ● خود را مبین، تا بمعرفت رسی . ● خوشخوی باش، تا عزیز گردی . ● خشم فرو خور، تا راحت یابی . ● خلاف ترک ده، تا سلامت مانی . ● خود خواه مباش، اگر دولت خواهی . ● خود را مباش، تا خود را باشی . ● خود را در رنج بدار، تا راحت یابی . ● خود را گم کن، تا بچویندت . ● دل از حرص خالی کن، تا راحت یابی . ● در کار حق باش، که کار تو ساخته گردد . ● دل بکس میند، تا زیان نکنی . ● در تنگها صبر کن، تا فرح یابی . ● در امانت خیانت مکن . ● در حق خود خطا مکن . ● در هر جائیکه باشی، خدای را حاضر دان و گستاخ مباش . ● دست در دامن صاحب دولتان زن، اگر دولت خواهی . ● در حق بین و تا از خود فانی گردی . ● دل بکس میند، تا در دغا نه افندی . ● در کس مبین، اگر

مصرفت خواهی. ● در بند چیزی مباش، تا آزاد شوی. ● در عیب خود فرو شو، اگر باکاری. ● در کارها آهستگی کن، تا شیطان بر تو ظفر نیابد. ● دلها را دریاب، تا خوشنودی حق یابی. ● در معامله سخت مپیچ، تا خسته نگردی. ● دیگران را از خود بهتر دان، تا از خود خلاص یابی. ● درشتی بگذار، تا نزدیک همه دوست گردی. ● در گذار، تا درگذارد. ● در ماندگان را دریاب. ● دوستی آن که برای خدا بود. ● در دریا فرو شو، تا گوهر یابی. ● در مایه‌نمی مشغول شو، تا حسرت نخوری. ● دلها را دریاب، اگر هشیاری. ● راستی روز، تا رستگار شوی. ● رهبر طلب، اگر بهروی. ● راه خرابه گیر، اگر عاشقی. ● زنان را بر مردان در هیچ جا استوار بدان. ● سودای پیش گیر، که دران سودی کنی. ● سر برین در بنه یا برو سر خود گیر. ● سر بر خط فرمان نه، اگر بنده ای. ● سودای کن، که حق سود آن بود. ● شکر حق بجا آر، اگر نعمت دنیا و دین خواهی. ● صبر پیش گیر، اگر عاقبت خواهی. ● ضعیف ترین حیلتی را، قوی ترین قوتی دان. ● طمع از دل دور کن، تا خوار نگردی. ● طمع از خلق بردار، تا محتاج نگردی. ● عقوبت بافداز گناه کن. ● عهد را در حال سخت و رضا نیکو نگه دار. ● غیبت را دوست مدار، تا حق از تو دشمن نگردد. ● غم دنیا بخور، تا دل ترو تبا نشود. ● غم فردا بخور، تا امل کوتاه شود. ● فروتنی کن، تا به بزرگیرسی. ● قدر نعمت بشناس، تا از تو نستانند. ● قناعت کن، اگر توانگری خواهی. ● قدر خود بشناس، تا با قدر گردی. ● کس را عیب مکن، تا عیب خود مبتلا نشوی. ● کار باخلاص کن، تا جزایابی. ● گناه پر کس منه، تا در گناه نیفتی. ● کس را بحقارت مگیر، تا خوار نشوی. ● کردار خود را منه، تا با قدر گردی. ● کاری کن که، پشیمان نگردی. ● کار دیگران کن، اگر بیکاری. ● کار باندیشه کن، تا زیان نکنی. ● مرگ را پاه کن، تا دل بدینا نگراید. ● مزاح کردن عاقبت وخیم شمرد. ● منت بردار و منت منه مسکین باش، تا مقبول شوی. ● نیکی اندیشه کن، تا همه نیکی پیدا آید. ● تمام را بخود راه منه. ● نفس نفس را استوار مدار، که دروغ گو است. ● نقد را بار مگیر، اگر قلاشی. ● نفس را پاس دار، تا بجان نرسی. ● وقت را بشناس، اگر سرافسی. ● همت بلند دار، تا قیمت بفزاید. ● هوای نفس را خلاف کن، اگر دلاوری. ● همه حال با ادب باش، اگر مقبول شوی. ● پاره نه باش، اگر مرد راهی. ● یاد دوست چندان کن که، خود را فراموش کنی. ● یک همت باش، تا جمعیت یابی. ● یاد خدا موجب راحت است تا دانی. والسلام!

● چهل اسرار: عبارت ذیل در رساله — چهل اسرار — بصورت دیباچه

ثبت است:

نقل است که روزی: حضرت مخدوم الانام، سید ابن الاحام، مفتخر آل طاهرا و یاسین، قدوة العارفین، مرشد السالکین، مرجع المحتاجین، زبدة العاشقین، حمدة العابدین، غیاث المستغیثین، سلطان الواعیلین، محی الاسلام والمسلمین، ربی بنی آدم، مزین دوعالم، عامل اعمال مصطفوی، قایل احکام و اوامر قرآنی، قابل کلام آسمانی، امیرالمومنین علی الثانی، امیرکبیر نهر سیده علی همدانی (قدس الله تعالی اسرار و اسرار من اتبع باسراوه) در خانقاه فختهگه دولت پناه سعادت نگاه نشسته بودند، و جماعه کثیره در خدمت عالیہ مشرف شدند، و هر یک التماس کردند که: ای پرنور زمان! و ای کاشف اسرار نهسان! کلیه فقیر را یایده مشرف ذات اشرف ساخت! جناب سیادت مآب نسبت بهر کدام سائلین جواب باصواب بلفظ، بلی! و نعم! فرمودند، و بموجب حکم نبویه سوال هر کدام را رد نکردند.

و دران هنگام که قوام الدین نعیم یکی از بوستان بوستان آن درگاه حاضر بودند، بر اقدام ادب ایستاده عرض کرد که: ای قطب عالم! هر کس را بالطاف عام اجابت فرمودند، البته جان و دل خود را مصروف و مبدول در راه اخلاص خواهند کسرد، در مطایبههای خویش طعام لذیذ و نان خورش گوناگون تیار خواهند کسرد، و ضیافت ایشان در یک وقت چه قدر میتوانند خورد؟ اگر حکم عالی باشد، ایشان را از پختن در یک روز مانع آئیم، تا فقرا این همه مہمانداری به تفریق بخورند!

جناب سیادت مآب منع کردند که: هر چه در ضمیر سید است هرگز در وهم و فهم عام جای نگیرد، و سری که درین عجلت سائلان است، واقف آن بجز عالم عالم اسرار کسی نیست! پس چون وقت دیگر، باز چند کس دیگر تا عشا، آمده عرضداشت مہمانداری نمودند. بعد از عشا در حجره متبرکه رفتند و دوگانه شکرانه گذاردند و بیرون آمده خادم را فرمودند که: از طلوع صبح تا غروب شفق، چند کس سائل درویشان جمع شدند؟

خادم عرض کرد که: سی کس از مردم اغنیا و یازده کس از فقرا، جمله چهل و یک کس جمع شدند! جناب سیادت مآب جماعت حاضران را رخصت فرمودند. و چهار کس از ندماہ همراه ذات فرخنده صفات گرفته، در خانه هر کدام سائلان تشریف فرمودند. کما ینبغی خسروند، و در هر خانه عزلی — از اسرار و انوار رب المطلق — بزبان فیض رمان تصنیف فرمودند.

چون صبح دمید و روز روشن شد مریدان و مخلصان در خانقاه جمع گشتند و دیدار فیض آثار مشاهده نمودند، و عرض کردند که: دوش بعد از عشا خدمت حضرت تشریف در خانه من بیچاره فرمودند، و قلوب ما را مشرف و منور ساختند. و این غزل از اسرار الهی تالیف کردند. تا شده شد هر یک چهل و یک کس جمع شدند، همین واقعه گذشته را مع غزلیات مشروساً بیان کردند. دوستان مسرور گشته تمسین نمودند. و بیگانگان تعجب خورده حایه جان را

با دین و ایمان چاک کردند . تا کمال حضرت ایشان تمام و کمال در صحائف نبیند و در قلم آوردند و - چهل اسرار - نام نهادند .

● انتخاب اشعار از چهل اسرار :

از شادی و نعیم دو عالم رسیدند
تا از صفات روی تو ، رمزی شنیده اند
ز آلودگان جیفه دنیسا ، بریده اند
تا در فضای شوق تو ، روزی پریده اند
بسر خوان درد هجر ، صلابی غنا زنند
خوش تیغ ترک ، بر رخ دارالها زنند
ز نام و ننگ و کفر و دین ، بکل بیخبر باشد
از بد و نیک وجود خویش ، بی پروا شود
که بغیر از غم یسایش ، نبود پروای
در همه عمر « دمی روی جهان آرای
هزار محنت و ناکامی و جفا دیده
حرب نار هجران را ، ز آتش راحت افزاید
باد شوقش ابر جانم را ، پریشان میکند
عقل را میدوزد و قصد دل و جان میکند
کز لطف جان فزای همه راحتنی مدام
زین جهان مستمند رسانی یکی پیام
بر خاک راه حیرت میگویدت سلام
بسا دیو نفس در قفس طبع و بشند کام
نی صبر ، و نی امید ، مگر رفت گرام
کار دو کون را ، که کنی یک نظر تمام
مرکب (علائیا) مگر آنجا کنند مقام
جام غم بر روی ایشان نوش کن در هر زمان
هاشاقان را ، لذت از درد است ، راحت سوز جان
یک سرموی ازان ، هر دو جهان از درماست
قدر این تحفه ، کسی یافت که ، از اهل صفاست
کشته تیغ جفا های ترا ، ملک بقاست
زانکه زین غم دل مجروح مرا مرهم هاست
ره نا محرممان اندر حرم نیست

ارباب ذوق ، در غم تو ، آرمیده اند
حوران خلد را ، به پیشیزی نمیخرند
پالوده شکنجه عشق اند ، زان سبب
مرغان عشق را ، بدو کون ، انتفات نیست
رزدان جانفشان ، که قدم بر فنا زنند
چون در ریاض انس ، شراب بقا کنند
کسی کز غمزه چشمش ، چو زلف او ، پریشان شد
هر سری کز سر عشقش ، وائو و شیدا شود
سخن دوست درین کوی ، کسی را زبید
شرح درد دل خود ، کردمی ، از یافتنی
بر آستان وفا ، هر دمی ز دشمن و دوست
نسیم زلفش ، از بر کوی مشتاقان ، گذر سازد
تا پریشان گشت زلفش ، بر رخ چون آفتاب
تیر عشقش ، کز کمان ابروان گردد رها
بر خاک کوی ، دوست ، گذشتی مگر سحر
گر در سرادقات جلالتش ، رمی دمی
کین ، مفلس شکسته مهجور آن جناب
عمریست نا رسیده قربت فساد است
فی پای سیر ، و نی ره مقصود ، و نی قرار
درگاه جود را ، چه زیان کرده میشود
دریای فضل ، موج کرم میزند ، هر آن
ناله را همدم گزین و گریه را همسایه گیر
بیدلان را ، ساقی ! از اشک است ، مطرب ساز دل
درد عشقش ، که دوی دل شوریده ماست
از صفای غم تو ، بی بصران را چه خبر
مرده است آنکه ، نه مرده است ز درد ، روزی
جز غمت نیست مرا ، در دو جهان هیچ مراد
بسیا ! در عشق محرم باش ، زیبرا

۱۶۱- عالی، مرزا علیخان

● تاریخ اعظمی: میرزا علیخان ولد محرم بیگ - که از امرای همایون پادشاه بود - طبع زیرک و سلیقه شعر داشت. در سنه نهصد و نود و شش (۸۹۹۶) در کشمیر، شبی که یعقوب خان ولد یوسف خان کشمیری بر سر قاسم خان میربحری شیخون آورد، در جنگ مغلیه به قتل رسیده. صاحب دیوانست از وست:

شام، چو از چهره فگندی، نقاب تاب نیارد و نهفت، آفتاب

(۲۱۲)

۱۶۲- عالی، ناصر علی سرهندی

● تذکره نصرآبادی: ناصر علی سرهندی بچله مشهور است. چون چله غلام را گویند. کشمیر یست کمال استغنا دارد. و در خدمت پادشاه میباشد و شفقت بسیار باو دارد. چنانچه - صایبای ثانی - لقب باو داده. پیوسته در خدمت است. شعرش اینست:

(شش بیت دارد ۲۲۷)

● کلمات الشعرا: آبروی هندوستان، میان ناصر علی سرهندی از اهل هند. سخنور بلند خیال، معنی یاب، ذوالهمت والکمال، همچو او برنخاسته. هر بیتش چون ابروان دلبران بخوبیها بیمثل، و هر مصرعش چون قامت معشوقان برعنائی ممتاز و بسی بدل. اشعار بلاغت شعارش عالمگیر، و فکرهای تازه اش یکی از یکی بی نظیر: در ایران صائب است و در هند ناصر علی. سوای شعر، حسن خلق، و دل گرمی، و خدا شناسی، و همت، و سخاوت، و استغنا، و بسی پروای، بمرتبه دارد، که در هیچ مخلوق دیده نمیشود. چنانچه خود فرمود:

از سخن، ما را دماغی دیگر است چون صدف مغز سر ما گوهر است

در اوائل شهرت ، همت خان خواهش دیدنش کرد : بواسطت میرزا محمد علی ماهر رفت . بعد شعر خوانیها بتقریبی گفت : که در مردم مغلبه ما خوب رسم است که یاران در خانه یک دیگر مهمان میشوند : امروز من بخانه یاری خورم و فردا یار بخانه من خواهد خورد : مردم هند رکیک طبع اند که از غایت خست بخانه خود پنهان شده میخورند !

ناصر علی گفت : مغلان نان را بقرض میدهند و اهل هند ازین شیوه عار دارند . همت خان برهم خورد :

روزی همراه سیف خان — که با او بسیار دوستی داشت — بخانه خان جهان خان بهادر کوکلتاش رفت . چون تکلیف شعر خوانی کرد ، این بیت خواند :

اهل دنیا را ز غفلت زنده دل پنداشتم غصه دائم ، مردگان را زنده میبندد ، بطواب

نواب پنج هزار روپیه گذرانید قبول نکرد ، و رو بسیف خان کرده گفت : بآن بزرگ میباشم ، هرگاه گرسنه میشوم از مطبخش شوربای میرسد! فقیر در تعریف همتش گفته :

غصمت بهمت مثل بدل و مطا از چهره او هست عیان نور مطا
گر صورت آدمی گزفتی هست میگشت بصورت (مل) جاوه نا

از یاران قدیم فقیر بود . از خوردن سالی یکجا بنام مشق سخن میکردیم و صحبتها میداشتیم . این شعر حسن بیگ رفیع (۱) مناسب حال من و اوست :

طالع شهرت رسالی سجنون ، بیش است ورنه ، طفت من و او ، هر دو ، ز یک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت . در زمان بی فیض

واقع شد ، والا این چنین نازک خیال میباید که — ملک الشعرای — عصر باشد . این رباعی فقیر در وصف او شاهد کمال اوست :

در ملک سخن بسود جهانگیر علی در مشرب دل ، دل علی پیر علی
 بسا شعر علی ، نمیرسد شعر کسی زان سان که خط کس بخط پیر علی (۱)
 آخر عمر ، با اشاره مجذوبی ، مسلوب العقل گشته در دارالخلافة بدعوای
 قطیبت اقامت ورزید . جنون ساخته بهم رسانید و دم از دوستی بوعلی
 قلندر میزد ، و شوخیها میکرد قریب شصت سال عمر رساند . بیستم رمضان
 (سنه ۱۱۰۸) در گذشت . در راه سلطان المشائخ مدفون گشت . فقیر تاریخ
 رحلتش یافته :

وارسه (علی) بهمت بی پروا از راحت و رنج دهر ، مستغنی رفت
 دائم چو ، توجیش ، سوی معنی بود دل کننده ز صورت کده هستی رفت
 (سرخوش) ز خرد سال وفاتش پیر سید گفت : آه علی به عالم معنی رفت (۲)

۱۱۰۹

روزی ، فقیر در اوائل مشق باو گفت که : بعضی مردم میگویند که ،
 مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتاده ، آن را بنام خود میخواند !
 گفت : امتحان شاعر ، طرح غزل است ! بیائید باهم غزلی طرح کنیم . این
 غزل در پیش بود :

آب استاده است ، آفتاب استاده است .

اول فقیر در میدان نافت و این مطلع بدیهه گفت :

تن ز اشکم نا بگردن غرق آب استاده است سر بروی او عیان همچون حجاب استاده است (۳)
 میان ناصر علی حسن مطلع رسانده جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد :
 اهل همت را نشاید تکیه ، بر بازوی کس غیمه افلاک بی چون و طناب استاده است (۳)

۱- سرور آزاد و سفینه خوشگوارگی رعنا دارد .

۲- این بیت آخر در چاپ مدراس نیست ، طبع لاهور دارد نیز سفینه خوشگوار دارد .

۳- کنگ رعنا و سفینه خوشگوار و نتایج الافکار دارد .

روزی گفت: در تمام عمر به ازین شعری نگفته ام، چیزی که بمن داده اند، همین بیت است. با اعتقاد خود به از همه شعرهای خود میدانم:

نو چون ساقی شوی در وی تنک ظرفی نپایاند بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها (۱)

فقیه گفت: قریب باین معنی بیتی دارم اما داخل انتخاب خود نکرده ام:

عشق بنشد انبساطی در دل غم پرورم همچو مه، باند بقدر باده، بر خود ساغر

اگرچه اشعار میان ناصر علی، از انتخاب مستغنی است، و با اعتقاد فقیر هر چه گفته خوب گفته. اما این چند بیت خوش کرده میر معز موسوی (۲) است:

- وحشتم، از دل هر ذره، نمایان کردند
جاده راه محبت، که دم شمشیر است
یک شهر چشم خوش نگهان، فرش راه اوست
بمحفلی که، حریفان بیاد حق مستند
توبه ها را نفس بساز پسین دست رد است
برق تازان فنا، تا کمر دل بستند
هر چه پروشمع، از خجالتها، چه حسنت این
شکر لب صید بندی طوطی ما در کمین دارد
هوای ابر، ز خود میبرد مرا، امروز
جفا جوی که، صحرا را برقص آورد نخچیرش
(هل) از اضطرابم کام دل حاصل نمیگردد
کریم را، نرسد بهسره، ز مایه خویش
در وادی که، تیره شدم جلوه نمود
روشنی کم میکنند در ظلمت کاشانه ام
اگر آن هلال ابرو، بیمان نشسته باشد
- آن قدر جمع نیسودم، که پریشان کردند (۲)
نفس سوخته بود، که پنهان کردند
آنجا که سرمه گرد کند، جلوه گاه اوست (۲)
نفس زدی، و چو آئینه بر تو، در بستند
بیخبر! دیر رسیدی، در منزل بستند (۵)
چون شرر، بر نفس سوخته، محمل بستند
بهر محفل که باشی خوشه تاکت فانوش (۵)
که چون شان علی لبریز شیرینی بود دامن
چو برق جسته ام از جا پی گرفتن خویش
ز سیلای خون من، سیه قابست شمشیرش
خطا شد بارها، از بیقراری های من، تیرش (۳)
هما، چگونه نشیند، بزیر سایه خویش
نور هزار شمع زبان غزال داشت (۵)
هست خصال چمسه زانگی چراغ خانه ام (۵)
مه نو، بچشم مردم، مژه شکسته باشد (۵)

۱- گل رعنا و سفینه خوشگو و نتایج الافکار دارد.

۲- چاپ لادور دارد: میر معز خان موسوی وغیره اعزه صاحب کمال است:

۳- نتایج الافکار دارد.

۴- سفینه خوشگو و سرو آزاد دارد.

۵- سفینه خوشگو دارد.

چنان تقریر حال خود کنم پیش صبه چشمی
 دم خوردگان تجربه، جای که برق تازه
 چرخ سیل خورده، طوفان استغای، ماست
 بجز من کسوت دیگر نهوش آفتاب من
 یکی شد همچو درد و صاف می روز و شب عالم
 هست و رویش از منعم شدن کمتر شود
 بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیاحت
 که گردد شمع خاموش از نگه سرمه آلودش (۱)
 یا در حسا نشانند رنگی بخروش بستن (۲)
 در غبار شب، مه نور، نقش پشت پای ماست
 ز درد خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من (۳)
 ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من (۴)
 از چکه‌دن باز ماند قطره چون گوهر شود (۵)
 که چون فرگی، درون دیده خالی کرده ام جای (۶)

مثنوی در بحر — یوسف زلیخا — بسیار رنگین و طرز تازه گفته . ازوست :

نخفتم یک شب از خندیدن دل
 بستی میگفت پنهان، با برهنه :
 مرا، بر صورت خویش، آفریدی
 که دیر سونساتم بود منزل
 خدای من نرئی ای بنده من
 برون از نقش خود آخر چه دهی (۲)

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود :

به دنیا و بمقبی، در ستیزند
 چو برق از هر دو جانب میگریزند
 مرد پیری از باران قدیم او — که نامش بردن باعث ریشخند او قانابد
 است — در مطلع این مثنوی تصرفی کرده پیش فقیر خواند، و فقیر آنچه
 جوابش گفته بنظم در آورده :

عل، آن پیشوای خوش غیبالان
 رساندش پایمه از معنی، بمسراج
 الهی! ذره دردی بجان ریز
 درین مطلع، نمود از احسبها
 که باشد پنه نرم و استخوان سخت
 بتصور حروف چند، فی المنور
 الهی! ذره دردی، بستن ریز
 من این حرف، از زبانش چون شنفتم
 چرا آن حاجت از حق خواهی، ای یارا
 چو شد در مثنوی، گلکش در افشان
 بود این مطلع آن را درة النجاج
 شرر، در پنه زار استخوان ریز
 یک از پیران جاهل، دخل بیجا
 کجا این نرم را نیست بآن سخت
 درستش کرد در زعم خود، این طور
 شرر در پنه زار سوی من ریز
 چو گل خندیده، بر رویش، بگفتم :
 توانم کرد من هم، این قدر کار

۱- نتایج افکار دارد .

۲- سفینه خوشگو دارد .

که مشت شش بساتی بر فرورزم همه سوی سر و ریش بسوزم
سزای آنکه، در شعر بلندی کند زین گونه دخل ناپسندی
مناسب تر درین هنگامه افتاد بر آن اهل سخن، این بیت استاد
چراغی را که، ایند بر فرورزد هر آن کو قف زند، ریش بسوزد (۱)
(لاهور ۷۴ - ۷۷ مدراس ۱۲۷-۱۲۳)

● مرآة الخیال : شیخ ناصر علی، طائر بلند پرواز فکرش، بانسر طائر
هم آشیان است. و همای رفعت کبرای طبعش، از ریزه چینی بر کران. قلمی
که بطراوت دریای سخن طرازیش رطب اللسان گردد، نال او رشته است
که، دسته بندی گلهای معنی را سزاوار آید. و زبانی که از بیان پایه استعدادش
عذب البیان شود، رگهای آن از تاری است که، شیرازه اجزای باریک بینی را
لاقی افتد. کمیت قلم را اگر در اظهار رنگینی، کلامش جولانی عرصه قرطام
نمایند، آئینه صفحه کاغذ، چهره خیز ارزنگ مانی شود. اگر در وادی ادای
نازک بیانیهای او، دام نه نخچیر مقصود گردند، غزال مضمون برجسته، چون
آهوی وحشی در نظرها سرمه حیرت و نارسائی. نظم :

گشته، از رتبه تفکر او	آسمان، پایه آستان سخن
لاله طبعش، از طراوت بست	آب بر روی ازغوان سخن
آفتابی نسکودی از رایش	ماعتابی شدی کشان سخن
کشد، از خانه شکه نویس	مومیائی، در استخوان سخن

مولدش سرهند است، و هم درانجا نشو و نما یافته. از بسکه کم
اختلاطیها، خانه اش نمونه آشیان عنقا است. و از فرط استغنا و توکل، نواله اش

۱- در چاپ لاهور بعد ازین در پار ورقی هست : قریب شصت سال عمر رسانده. تا که در
رمضان ۱۱۰۸ یدم... شد. هدا کاف :

آه آه از رحلت ناصر علی

۱۱۰۹

تاریخ یافته، بد نیست (ص ۷۷)

حواله بمطبخ تقدیر مولی :

چند گاهی، این مسافر گذرگاه هسنی، بحسب قسمت در شهر سرهند مقیم گشته بود، و با شیخ ناصر علی صحبتها رو میداد؛ بتقریبی چند روز ملاقات اتفاق نیفتاد. در همان ایام تعریف وی که بالا مرقوم گردید، بر زبان قلم آمده بود، لهذا رقعہ به مومی الیه نوشته با فقرات مذکوره فرستاد. شیخ جواب نوشت. درین مقام آن هر دو رقعہ را بر سیل یادگار بجنس مثبت میگرداند :

رقعہ مولف ابن اوراق بشیخ ناصر علی

همواره زلفگیر شاهد مقصود، و جرعه پیمای عاقبت و بهبود باشند. نمیداند که سراغ آن محل آرای سفر در وطن از کدام راه یافته بی پرده استفسار نماید، که طائر، دل وفا منزل را، در هوای دریافت آن بلند پرواز اوج نازک خیالی، به عالم بالا فرستد. ولیکن نیروی رسیدگی کو؟ و طاقت همپروازی کجا؟ لهذا پرده احترام بر روی نارسائی کشیده، توسل بزبان بی زبانی میکند. یعنی مکنون ضمیر را بزبان قلم میسپارد، که غمخور این شراب دیدار را، در سراب انتظار داشتن، آئین کجاست؟ و پابند آن سلسله بند محبت را وقف تفاعل کردن رسم کدام شهر؟ نظم:

ز هجرت، بنوعی جگر خسته ام که مصداق این بیست برجسته ام
بسر آن ناتوان صید، بیداد رفت که در دام، از یاد صیاد رفت

گوئیا، مشق وحشت از طالبان دیدار بر ورق پرده چشم آهو میکنند، یا گره تفاعل از نرگس زار دیده مهوشان بر میدارند. نام آشنایان قدیم بر پر عنقا نوشتن از آن همای اوج سعادت دور است، و در مطالعه لطائف جدید آن جریده را، چون تقویم پارین و فرد باطل انگاشتن، از آن سر دفتر ملک آگهی بسیار بعید. نزدیک است که زبان قلم چون پای کاتب از بس تفحص و نیافتن مقصود بستوه آید، و بنصورت ناحریمیت خود، مرکب را سرمه گلوی خویش ساخته، ختم مدعا بدین بیت نماید:

ز حد شوق، دیدار دارم زیاد دلم، زخمی لن ترانی میباد

چند سطر، در توصیف طبع فیاض آن روشن آئینه لفظ و معنی نوشته بود، بخدش ارسال داشت. اگر پسند حضار مجلس افتد، برخی از واردات فکر بلند، در وجه صله اش، عنایت فرمایند، که با سطوره مذکوره در سفینه ثبت نماید:

باغی از نبود آزان گل طبقی (؟) که پذیرم بکشایی ورقی

جوانی که شیخ ناصر علی نوشته :

مکتوب گرامی، آن قدر آفرین بسی کمالات، سرمایه افتخار این از همه چیز غافل گردید. ملاذا! سه ماه متصل میگذرد که، نیازمند شما فرصت چشم واکردنی ندارد. که حوادث ناگوار در قد کشیدن و سوانح نا ملایم گرم از پیهم رسیدن اند : دل غصه‌دهنده، دایم مهرس از گرد کلفتها سدا در کوه چون رگ مانده از سنگینی آتش الحاح علی ذلک ! اگر اندکی از معراج دولت و کمال فرود آیند، و سری به تپار خاک نشینان کشند، یحتمل که، مقتضای خطاطها بظهور پیوندد. و الحاصل فقیر، درین ایام از نوشتن و خواندن فارغم، و باندوه بسی پایان واصل. زیاده ازین چه نویسم که آب شد نفسم!

من غزلیه

تو چون در جلوه آئی، مغز جان سیاه میگرد
که بر زخمش نمک تا میزنم مهتاب میگرد
نیاز عالمی را قبله چون از میان رفتی
درین آینه تمثال از حرارت آب میگرد
نمود آرزو، از سینه عاشق، نمی آید
که گر، بر گوش حاسد میخورد، سیاه میگرد
(علی از شوخی طرز سخن، آراسها دارم)

چون شیخ ناصر علی این غزل بگفت، در شاهجهان آباد آوازه در انداخت که: هرکس این غزل را جواب تواند رسانید ! اگر در ملک سخن دعوی خدای کند، من بوی ایمان میآرم ! از اتفاقات هیچ یکی از موزونان، لب بجواب نکشادند : مگر احمد عبرت (۱)، با اشاره میرزا عبدالقادر بیدل — غزل که در دیوانش مرقوم است — بگفت. و شیخ بعد از استماع آن، سکوت ورزید و آن غزل بی نظیر این است :

شب که، از کیفیت می، برق حسن تاب داشت
از شکست رنگ گل، صحن چمن مهتاب داشت
رنگ بر رخسار خوبان، از تماشایش نماند
شاخ گل را خجالت از موج هرق سیراب داشت

۱- در حسینی نامش شیخ محمد علی عبرت ثبت شده است، شاگرد میرزا بیدل بود. این بیت از اوست :
چیز بد و بدیش، کجا شود محبت یابی
عشق برقیست که، بر خانه ویران افند

نقش دنیا، در دل بی طاقتم، صورت نه بست
شب که برق غیرتش میزد، بروی حرف و صوت
آب در آئینه ام، خاصیت سیلاب داشت
ناله از خاکستر دل بستر سنجاب داشت
(۲۹۴)

● حسینی: قلعه کشای خیبر معانی بندی، شیخ ناصر علی سهرندی.
بعد وفات سیف خان (۱) مدح خود، متوجه اردوی معلی عالمگیر بادشاه -
که در دکن بود - گشت. و قصیده در مدح ذوالفقار خان بن اسد خان
وزیر بگدرانید. چون مطلعش برخواند:

ای شان حیدری، ز نشان تو، آشکار
نام تو در نبرد کند، کار ذوالفقار

۱- سیف الدین محمود معروف بفقیرانه سلق به سیف خان بن تربیت خان بخشی شاهجهان در
سال (۱۰۷۵هـ) بصوبیداری کشمیر رفت و - باغ سیف آباد - بنا کرده اوست. در (۱۰۷۷هـ)
از آنجا برگشت. در سال (۱۰۷۹هـ) بار دوم آمد و در سال (۱۰۸۱هـ) پل بنام - سیفا کدل -
تعمیر کرد. تاریخ بنایش است:

زمن سال بنایش عصر نهفت
صراط المستقیم اهل دین - گفت

۱۰۸۱هـ

در موضع ایشه براری (در حوالی سرینگر) باغی بنا کرده همیشه ششکر بود، سیف خان
تاریخ بنای آن بران ثبت کرد:

هست تاریخ این عجب اساس
بانشی این همیشه ششکر داس

این همون سیف خان است که، ستردن نقش هستی دارا شکوه، باهتنام وی بیست و یکم ذی الحج
سنه (۱۰۶۹هـ) واقع شد. بقول مائرا لامرا: در سال ششم عالمگیری از تعمیر اسلام خان
بکشمیر منصوب شد. در سال نهم صاحب صوبه ملتان شد. در سال دوازدهم مجدداً
بصوبیداری کشمیر رفت و در سال چهاردهم بنا بر بی اعتمادی - که لازمه مزاجش بود -
از منصب برطرف شده انزوا گزید. و بعد از چندی، باز مورد عنايات شاهی گشت. در
بهار در سال (۱۰۹۰هـ) بساط هستی در نور دید. ناصر علی میگوید:

گفت و گزینی طوطی، از آئینه میخیزد (علی)

گر نباشد سیف خان، مارا نفس درکار نیست

راگ در پن تصنیف اوست. نزد مرهغه بنام - سیف آباد - قصه آباد کرد و آنجا تومن خرد
قرار داد و مدفن نیز آنجا است. (عائرا لامرا ۲: ۴۹-۴۸)

نواب یک زنجیر فیل و مبلغی خطیر صله داد و گفت : بس کن که طاقت صله ابیات دیگر ندارم .

نقل است : روزی سرخوش با شیخ گفت : اعزه میگویند که شیخ ناصر علی مسودات ملا ندیم را (۱)

شیخ در جنب شاعری خود ، هیچ شاعر را بخاطر نمیآورد . و معاصرین را وقتی نمینهاد . روزی مرزا بیدل باوی ملاقات کرد ، پرسید : چه نام داری ؟ گفت : بیدل منم ! گفت : دریافتم ، چندی از خراب کرده های تو ، اینجا آمده بودند . یارا ! بگو درین روزها چقدر مضامین را قتل کرده ؟ میرزا جواب بزمی ادا کرد . روزی شیخ بدیدن میرزا آمد ، میرزا مثنوی خود را که به — طور معرفت — موسوم است ، در سواد پیرایه سکانه پیش شیخ عرض داد . چون باین بیت رسید :

مزن بر هیچ سنگی ، سخت دستی که مینا در بغل خفت است ، معنی

گفت : مصراع آخر خوب گفته ! میرزا گفت : مصراع اول خود تضمین فرمایند ! گفت : قابل آن نیست که من مصراع خودش تضمین نمایم :
(چهار بیت دارد ۲۲۲)

● مجمع النفائس : مولانا ناصر علی ، از کمالات شهرت محتاج تعریف نیست . در شعر طرز خاصی دارد . میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگر اعزه پیروی او دارند . اشعارش بسیار شوخ و شور انگیز ، و مضامین ابیات او ، پیچیده تر از زلف خوبان و نازکتر از کمر محبوبان است . گویا مخترع است درین فن ؛ دعویهای بلند داشت و هیچ یکی از شعرا را وجود نمیگذاشت . اگرچه در

بعضی از جاها، بسبب تغافل و بی پروائی که داشت، تساهل گونه در شعر بکار برده، لیکن بسیار خوب گواست. صاحب — کلمات الشعرا — او را آبروی هندوستان گفته و در واقع چنین است. لهذا این رباعی در تعریف او گفته:

در ملک سخن الخ .

ایامی که بدکن رفته، قصیده در تعریف امیرالامرا ذوالفقارخان نصرت جنگ (۱) گفته، که مطلعش این است:

ای شان حیدری، ز نشان تو، آشکار نام تو در نبرد کند، کار ذوالفقار
یک فیل و پنج هزار زوییه در صله وی بخشید، و ناصر علی بخانه آمده
بمردم تقسیم نمود و فیل را بسپاهی مقلبی که — محتاج اصپ بود — بخشید.

۱- محمد اسمعیل پسر اشرف آصف الدوله است. در سنه (۱۰۹۶هـ) از بطن مهرانسا بیگم دختر آصف خان پمین الدوله تولد نمود. تاریخ است:

ز برج اسد رو نمود، آفتاب

۱۰۹۶هـ

در سال (۱۱۰۹هـ) ششم شعبان قلعه چنچی مفتوح ساخت. تاریخ است:

قلعه چنچی مفتوح شد

۱۱۰۹هـ

خود در جنگ فرخ سیر و جهاندار همراه جهاندار بتاریخ ۱۶ محرم (۱۱۲۲هـ) کشته شد. تاریخ است:

ابراهیم اسمعیل را قربان نمود

۱۱۲۲هـ

(رک: مائوالامرا ۲: ۹۳-۱۰۵)

محمد اسمعیل مخاطب باعتقاد خان ثم بلوالفقار خان بهادر نصرت جنگ ثم با میرالامرا بهادر نصرت جنگ سه سالار بن آصف الدوله ... روز یکشنبه ۱۶ محرم (۱۱۲۵هـ) بفرمان محمد فرخ سیر پادشاه بعباد خفه کشته شد، نواسه پمین الدوله و داماد امیرالامرا شایسته خان بود. (مجموعه ص ۳۱)

غرض ، بسیار صاحب همت بود . زر پیش او یک جو قدر نه داشت .
همیشه قلندرانه میزیست :

مثنوی مختصری در برابر — محمود و اباز زلالی — گفته که این قطعه
ازان ، بسیار شور انگیز واقع شده :

بسی میگفت روزی ، با برهنه : خدای من تویی ای بنده من
ما بر صورت خود ، آفریدی برون از نقش خود ، آخر چه دیدی

اواخر مرید بدیع الدین قلندر نام درویشی گشته ، جذبه بهم رسانید . و
دران ایام مثنوی دیگر شروع کرده بود ، بسیار پریشان ، که بحور متعدده
دارد . و درمیان ، جای رباعی است و جای ابیات . غزل آن هم خالی از کیفیت
نیست : در بیت اولش این است که بجای است :

این دوم دفتر که معجون میشود مثنوی یک بیت موزون میشود
جمله یک بیت است دیوان اله هم بدنها هم بمقبول کن نگاه

بهر کیف ، او از نجبای شهر سهرند بود چنانکه خود گوید :

گر از حسب الخ .

و اینکه نصرآبادی او را چیله یعنی غلام بادشاهی گفته ، بخدام این
بزرگوار غلط رسیده ، و محض از بی تحقیقی روات است . و خلف او میان
علی عظیم (۱) — که بسیار شخصی اهل و از خود گذشته وارسته است — تا حال

۱- میان علی عظیم ، پسر شاه ناصر علی . بسیار عزیز کسی و مرد از بخند گذشته ، فانی
مشرقی است . از عشقوان جوانی فقیر را باین عزیز اخلاص متحقق است . غیل
متوکلانه میزید و هرچه بدش میآید ، صرف عزیزان میخواهد . گویا نام اصل او عظیم الدین
محمد است . چنانکه والد او فرموده :

عظیم الدین محمد صاحب هوش من و تو ، هر دو یک خواب فراموش

در قید حیات است : خدایش سلامت دارد ! باو فقیر آرزو از مدت
چهل سال آشنا و مهربان احوال است : احوال او انشاءالله نوشته
خواهد شد . درینولا ، انتخاب دیوان مولانا ناصر علی نوشته میشود

در تیراندازی هم دستی دارد . بهر طور صاحب اخلاق حسن است . شعر هم خوب میگوید .
اگرچه کم میگوید . ازوست :

میبرد چشم ، مزده است (عظیم)	بمد ازین دین دیدها دویدنها
از بیابان عدم بر سر بازار وجود	بتلاش کفنی آمده عریانی چند
بفارت رفت یا خون گشت یا محو تماشای	خداوند ! چه پیش آمد ! دل دیوانه مارا
بذوق سنگ طفلان ، از بیابان میرسد ، مجنون	باشوبی که ، در بازار رسوائی نمیکنند

(مجمع النفائس ۲۵۴ ب)

علی عظیم خلف شاه ناصر علی صهرندی ، مرد دردمند فانی مشربی بود و در تیراندازی و
شطرنج بازی و دیگر فنون دستی داشت . گویند ناصر علی در وقت احتضار او را - که یازده
ساله بود - طلب فرموده بنگاه حشرت آلود دید و این بیت خواند :

عظیم الدین محمد صاحب هوش من و تو ، هر دو یک خواب فراموش

خوشگو گوید : دو برادرش ازو خسرود بودند . میانه عل عظیم سپاهی پیشه بود ، دز نوکری
سید قطب الملک باوه اوائل عهد محمد شاهی باکیر آباد مسافر راه فنا گردید . سلیقه سخن
درست داشت اما متوجه گفتن نمیشد . در تمام عمر بیش از یک دو بیت نگفت . دو بیش
این است :

جرهم ، از شهرت نام پدر ، پوشیده ماند	وصف نور مردمک پنهان ز نور دیده ماند
جاده راه فنا ، پست و بلند است ، مگر	در کف شعله ، ز شمع است عصای سیمین

این اشعار از علی عظیم پیرایه تحریر میپوشد :

برون از شهر وحشت گوشه ویرانه دارم	چو مژگان در سواد چشم آهرو خانه دارم
چه دم شرح ، ز نیرنگ خوش آرائی دل	پر طاووس بود چشم تماشائی دل
هر که شد محو تو ، از قبله ندارد خبری	چون گهر ، شش جهت افتاد جبین سائی دل
نی دمد جای گیاه از سر خاکم پس مرگ	بسکه در دل هوس ناله کشیدن باقی است

(گل رضا ۸۲۶)

از دست :

گلشنم از ره دریای دل ، زین کبته منزلها
 نبرد مشربم ، پرواز من ، رنگ دگر دارد
 دارم از گرگسب بیداری دل آئینه
 صلح کل بهخبر از وضع تکلف شدن است
 بگف جز سنگ طفلان را نه بینم تخته مشقی
 خاک گردیدیم و میجوشد هنوز افغان ما
 رنگ میسازد نراکت گرم نتوان دیدنش
 عشق جمعیت ما داد ، پس از مردن مسا
 در پس پرده ناسور دلم ، زخم لبی است
 پرده راز دل سرخسگان ، خون گردد
 ز رفتن را نخواهم ماند در راه طلب ، هرگز
 در فیض است ، منشین از کشایش ، نا امید اینجا
 بسکه از شرم توگلشن ، در گداز رنگ و بوست
 طوطیان را ، از لب لعل حلالت پرورش
 گوارا نیست چنت ، طبع نا پرهیزگاران را
 در آن محفل ، که باشد عجلت افزای چمن ، بویش
 هر شب از شوق تو ، ای سرچوش ، آتش خانها
 ساز و برگ خرمی ، در سر زمین عشق ، نیست
 جان ، بهای بوسه میخواهد ، ز مشتاقان ، لبش
 بود دنیا و دین ، پشت و رخ آئینه هستی
 نهال کز ، زمین عشق سر برداشت ، مجنون شد
 مینماید بسکه خورشید رخش نیرنگسا
 تا نفس باقی است ، وحدت ساز و برگ کثرت است
 سرمه ، آواز درای کاروان وحشت است
 هجوم درد ، راحت شد دل غم پرور ما را
 ز اختلاف این و آن ، سر رشته را ، گم کرده ام
 منازای فقر متکر ، دولت صاحب کلاهی را
 یار در خلوت دل ، انجمنی ساخته بود
 گرفته است غرابی بدوش خانه مارا
 گر چنین لب تشنه خون شهیدان تیغ تست

دو عالم ، خشک برجاماند از حیرت ، چو ساحلها
 چو گل ، یک ساله ره طی میکنم ، از ریزش پرها
 نفس صبح ، به بی رحمی رنگ است اینجا
 ادب آئین کمین داری جنگ است اینجا
 ز شور عشق مجنون خراب افتاد مکتب ها
 خم شکست ، اما نپیریزد می جوشان ما
 هر رنگ ، صد کاروان اشک است ، بر مژگان ما
 بقفس گرچه پر و بال پریشانی را
 دیدم از رخنه دیوار ، گلستانی را
 شب که ، پنهان نکند اختر تابانی را
 چو شمع ، از خارهای پای من ، از سر شود پیدا
 برنگ دانه ، از هر قفل میروید ، کلید اینجا
 نکبت گل ، گرد نمناک است ، در گلزارها
 غوطه در تنگ شکر ، چون بسته از منقارها
 چه لذت ، از نشاط عید باشد ، روزه خواران را
 هرق بر چهرها ، ناسور گردد گلغذاران را
 شمع ، میریزد نمک در چشم ، از پروانه ها
 از نم یاران ، شود محکم گره ، بر دانه ها
 پر کنید از چشمه آب بقا پیمانه ها
 بزرگ آید وجود خویش ازان در چشم شاهان را
 همه نخل بیابانی نشاند باغبان اینجا
 ذره ما چون پر طاووس دارد رنگها
 تار چون ساکت شود ، گردد یکی آهنگها
 نافه ما ، دارد از چشم غزالان ، رنگها
 شکست رنگ ، زیر بال میدارد سر ما را
 شد پریشان ، خواب من ، از کثرت تعبیرها
 چو برگردد فلک ، کشکول سازد تاج شاهی را
 بیخودی آمد و یک بار ، خبر کرد مرا
 برنگ گل پر و بال است آشیانه مسارا
 خاک هم رنگین نگردد در شهادت گاه ما

خود نهائی است گذشتن ز لباسی که تراست
 آسمان = سلسله پای سبک روحان، نیست
 بسان آتیه، کز عکس، پر کند آغوش
 صمرا، یک شمع در محفل، کفایت میکند
 بسکه، هر سو تشنه آب حیات تیغ، تست
 کی توان کردن جدا، رنگ محبت، از دلم
 با تو، در یک پوست گنجیدم، چو بادام در مغز
 عمر از کف رفته ما، قامت آن یورفاست
 مدتی شد، آرزومند حساب فائزیم
 در ضلالت تا نجاتدم، هدایت رو نداد
 کریمان، با تو نگریم، با حسان پیش میآیند
 ز بی برگی، شکایت چیست، میباید عدم گشتن
 دل شوریده ام، خواهد ازان سوی عدم هستی
 از لب شمشیر او، دارد هوای بسوسه
 در شهر فنا هم، نسیمودیم اقامت
 از بسکه سوده شد کف پایم، براه عشق
 یارب! آن رم کرده وحشی، صید حسرتگاه کیست
 به بیقراری دل، میکنیم سیر جهان
 بدل، زخم جفا از غمزهایش، بیشتر دارم
 دید بچشم ما، رخس، هر که زما، پیام برد
 زاد راه خویش کردیم، این دل ناشاد را
 بآهی، قازه میگردد درون سینه، داغ ما
 اهل دنیا را، ز غفلت زنده دل، پنداشتیم
 عیب ها، رنگ هنر گیرد، چو دل روشن شود
 دیده ام در علم، صحبت های رنگین صد کتاب
 این لطافت، هیچ برگ گل ندارد، در چمن
 از دل ما، لعل سیراب تو هم، شرمند است
 یافتیم، سر رشته آرام ها، از اضطراب
 بود ز دست، چو گردابیم، آستین خالی
 عشق کامل را، مزاج دیگر است
 غافل مشو، ز یاد خدا، بی خبر مغواب

ورنه از پیرهن خویش چو تصویر بر آ
 همچو آواز، ازین حلقه زنجیر بر آ
 چنین بخویش نسرو برده آستان ترا
 کسر چنین میسازد از حیرانیت، رفتار را
 جمع شد، چون شمع در نای گلو، رگ های ما
 ساغر، گر بشکند چون گل، فریزد باده را
 جا بود در سینه هم دل بدل پیوسته را
 میشناسد، هر که صیاد است، صید جسته را
 ما بروی تیغ میبینیم دائم مساء را
 راهبر پیدا نشد، تا گم نکردم راه را
 نباشد چشم، بر سامان دنیا، ابر نیسان را
 که پیراهن بود زائل شدن تصویر عریان را
 که از حساسیگی، این شهر دارد، ننگ صمرا را
 آرزو شوخی است، ز خیم لب بهم آورده را
 از بسکه (علی) گرم جهاندهم فرس را
 پیداست نقش آبله، از پشت پسا مرا
 میطبد در خاک، چون ماهی ز شوقش دام ها
 چو برق، آخر عمر خود است منزل ما
 مبادا غیبت عشقم، ببرد دست قاتل را
 حیرت چشم قاصد است، عینک دوربین ما
 در گره بستیم، مافند جرس، فریاد را
 بیاد گرم، روشن میشود هر شب، چراغ ما
 خفته، دائم مردگان را، زنده میبیند بخواب
 صبح نورانی بود دود چراغ آفتاب
 کرده ام، یک مصرع تنها نشینی انتخاب
 میچکاند گرمی خو، از گل رویت گلاب
 بر شراب تند، کو حق نمک دارد، کتاب
 یک گره گشتم چو برق از بسکه خوردم پیچ و تاب
 که شد ز شرم، تمنا در آستینم، آب
 عندلیم، از آتش گل شد کسباب
 فریاد میکند نفست: این قدر مغواب

عاشقان در جلوه معشوق، از خود رفته اند
 بسر نیاید، اگر از سنگ، نبرد آتش
 میروند شمع ز فانوس و کسی آگه نیست
 صحبت صاحب دلان، اکسیر قلب میبیاست
 از تواضع، میتوان کردن مصغر، عالمی
 نسبت پاکان طلب، یا در پی ایشان، مرو
 مصیبت گردد عبادت، وقت استیلاي نفس
 نیست آئین وفا، خون مروت، ریختن
 حسرت یک شعله گلبازی، دل پروانه سوخت
 ظلمت آباد بدن، ویران نمیزی چرا
 چون کواکب میشود گم، صبح صادق میدمد
 دل چو روشن شد، حجاب عشق ظاهر بین شود
 در عجز ما، بسچشم کسم ای پیغمبر! مبین
 علاج سینه ویش، از لب لعل تو میآید
 نرگستان بود گلشن! تا تو رفتی، در چمن
 سیزه وادی عشق تو، بجز خنجر نیست
 کسی که، درد جدائی کشیده، میداند
 اگر حیات ابد یافت خضر، همت کس
 شهید نماز ترا، خونبها نمیباشد
 از یس، تنش گداخته در فکر قسامت
 مژده ای باده پرستان! که درین فصل بهار
 طالع بد بین که، بیرون آمدیم، از صیدگاه
 این همه رنگ مخالف، نیست جز نیرنگ عشق
 هزار بزم، درین خساک تیره، برهم خورد
 تا سرو خوشخرام تو، تیغ کشیده است
 آنجا که، در گذار نظرها است، حسن دوست
 داغم، ز فاتماسی افموس زینستگی
 آهی که، شب پسینه حسرت، شکسته ام
 یا رب! این باد سحر، از چمن شوخی کیست
 این قدر تنگ قبا، غنچه ازین باغ، نرمت
 ز بس بخواب عدم، زنده رفته اند، همه

ورنه، در آغوش گل، خالیست جای عنایب
 گوشه از دست مده، آب بقا، در وطنست
 سفر سوخته عشق تو، در پیرهن است
 هر چه، در شاهان تکبر، در گدایان کبریاست
 خاتم ملک سلیمانی، هدین پشت دوتاست
 غرق دریا میشود فرعون و موسی پیشواست
 واهزن چون در رسد، همیان پر زور، ازدهاست
 خاطرم، بر خویش میارزده که دشمن، آشناست
 شمع را، شغل دگر پیش تو، جز دیدار نیست
 شمع این کاشانه، جز افتادن دیوار نیست
 چشم پوشیدن بروی دل، دری واکردن است
 هر کرا، در کف چراغی هست، بینائی کم است
 مارا، شکوه هست خود، پای مسال داشت
 ول فرسم، که خالی از نمک گردد نمکدانت
 از شکست رنگ گل، شبنم قدح سرشار داشت
 خار نمناک درین باده، جز نشتر نیست
 که خار خشک، رگ جان، شاخ هریان است
 که چین، ز موج، بر آبروی آب حیوان است
 همیشه بر سر کوی تو عهد، قربان است
 غلیظ پای فاخته، از طوق گردن است
 محبت ممت، بدست عسی، افتاده است
 باوجود آنکه، در هر گام مارا، خون گرفت
 آنکه شوخی کرد تعلیمش مرا بیتاب داشت
 تمام ریگ روان، شیشه ریزه حلبی است
 طوق گلسوی فاخته، حلق بریده است
 آئینه خانه، ماهی طوفان رسیده است
 دندان نماد، در دهن و لب گزیدنی است
 امروز، در کمین گه طرف کلاه، کیست
 شعله شمع، مرا برگ خزان ساخته است
 نازکی در بدنش، جام نهان ساخته است
 جهان، چو دیده بمل، سراب بیدار است

گرم دم کرده، ازین بادیه، نخچیر که بود
 ندیم دل بنگاری که، دل او خود نبرد
 کدام شوخ، که چشمتی نفیست، بر دل من
 بیدرد و نهد، دل غفلت گرفته ام
 صیدی که، شد اسیر تو، گردد یکی هزار
 رهنمایی ما، خاک نشد بعد فنا هم
 خیال بیکی من، وفا، بپادش داد
 در سجده گه عشق خمیدن، ز ادب نیست
 طفل راه بپناهی گهواره، خواب راحت است
 مژه ام، ابر سیاهی است، که آتش، خون است
 این دل که، در بزم ز هیط فنا، نم است
 صفا، ز وسعت مشرب، در آستانه ما است
 اهل جهان، اگر همه، معدوم نیستند
 عکس، در جلوه یکتائی محیر، نبرد
 هنوز خواب و خیال جهانیان، باقی است
 نیست دمی، از شکار صید آزاد، نهی
 بی تو نور کوکبم، درهای ظلمت، میکشود
 رفت دل جای که، آگاهی در انجا، پر نژد
 خاک شد منصور و فریاد - انا الحق - کم نگشت
 رنگ همه رنگ نداری، چه بلائی
 نفقه بزم محبت، ریزش خون است و بس
 رنگ گلهای چمن، بسکه ز شوق، رم کرده
 برق تازان فنا، تا کمر دل، بستند
 من از حیرانی روی تو، در اول نظر، گفتم
 غبار هستی پروانه، بخو سوختنسا شد
 مرا ترک طلب، سرمایه صاحب کلاهی شد
 ساقی، از طرز ملامت زدگان، واقف نیست
 وحشتم، از دل هر ذره، نمایان کردند
 اهل دنیا، نیز سرگرم اند، در سودای دوست
 نور شمع، از حیرت رویت، بکشتن هم نرفت
 بی تو، دکان مرکب ساز شد، کاشانه ام

دام، چون کاغذ آتش زده، آرام نداشت
 یوسف آست که، در پرده زلفهای خود است
 گندام جلوه، که طائوس انتظارم نیست
 قفل که، زنگ بست، شکستن کلید اوست
 دام، از صفای حسن تو، آئینه خانه است
 مردیم و هنوز، آئینه در پیش نفس هست
 بجای شمع، دل آورد، و بر مزارم سوخت
 چون شمع، گذشتن ز سر خویش، سجود است
 شوخ من، آرام دارد، تا ولم بی طاقت است
 چشم من مشعل سرخی است که خوابش خون است
 تعمیر، خواب های پریشان عالم است
 در کشاده چو آئینه، شمع خانه ما است
 آئینه خانه فلک از عکس، چون تهی است
 بچه تقریب، (علا!) آئینه سازم کردند
 گمان مهر که، ازین قوم، مردگان رستند
 وحشی بوی گلم صد جا شکارم کرده اند
 شمع در کاشانه ام در جیب رنگی بچاک بود
 آشیان شد بالی و از همراهی پرواز ماند
 سوخت این فی، بر لب نای، همان آواز ماند
 عکس تو و آئینه، بهم شیر و شکر بود
 عشق چون مطرب بود، فی، خلق بمل میشود
 سبزه، بسال بیفشاند که، طائوس نبود
 چون شرر، بر نفس سوخته، عمل بستند
 که عکس خویش را هم، حیرتش، تصویر خواهد کرد
 ولی، شمعش هنوز آئینه، در پیش نفس دارد
 چو کجکول گدائی، واژگون شد، تاج شاهی شد
 قدح چنبد، بگونیبد، بنماز دهه
 آن قدر، جمع نبودم، که پریشان کردند
 کور هم، در خانه خود، شمع روشن میکند
 روشنی، در پرده فانوس، چون آئینه ماند
 گر چراغان میکنم حاصل سیاهی میشود

هر بیت من، برابر دیوان (صائب) است
 پیکرم، از ناتوانی ها، خیالی بیش نیست
 فوخطان، دل، بگرفتاری ماء، شاد کنیدی
 زخم سنگی، که ز دست تو، بمظلوم رسد
 دل شکستم، می سودای تو، در جوش آمد
 امشب که، بی تو بلبل عشرت کیاب، بود
 ناله، غمهای جهانم، ز دل تنگ برد
 آخر شب مه برون آید ز شرم کاستن
 همچو آن شمع که، ماند شعله اش، بعد از گذار
 دل طپیدن، شرمسارم کرد، از صیاد خویش
 طرز دیدن انتظار وجد بمل می کشد
 بخواب آمد خیال او، کشیدم در بفل، تنگش
 رهائی نیست، ما را هرگز از، قید طپیدن
 کجا در پرده ماند، ناله و فریاد، بیماری
 اثر جوشان تر از، اشک پنهان، ناله دارم
 درین وحشت سرا، از رخه پر، ویرانه دارم
 کدام عاشق دیوانه، رو بکوه آورد
 ز بسکه، در عرق خجالت گناه خردم
 ز غار خار محبت، دگر، چه می پرسی
 حریف وحشتم، اندیشه مصور نیست
 صیك شده است قلم، بسکه از گذار محبت
 بشمار نفس، از خویش خبردار شدیم
 رزق یک ناسور شد، چون شمع، سر تا پای من
 غموشی، شور هفتاد و دو ملت، کرد تلقینم
 روزگار، از بسکه زد سنگ بجفا، پنهان مرا
 ز دریا، بر ندارم آب، گرد آلود منت
 بعد رنگم، گرفتار خیال طرے ساقی
 تنک ظرفی، تماشا دارد، ای دودی کشان! اینجا
 صلحان میشدم، چشم پر آب بت، بیاد آمد
 رهائی داد بر پا رشته پیچیده صیادم
 هیچ نتوان یافتن، در خرقه پشمینه ام

از بسکه اهل طبع سکرو نوشته اند
 میرود در خواب، فقاشی که، تصویرم کشد
 خط کبک است قفس، گر همه آزاد کنید
 در مکافات عمل، تیغ سیه تاب شود
 شیشه بر سنگ زدم، نام تو، در گوش آمد
 مهتاب روی گل نمکی در شراب بود
 همچو اخگر، نفس از آینه ام، زنگ برد
 خویش را، در مفلسی منما، باهل روزگار
 کاستم، از درد چندان که، شیون ماند و پس
 رنگ خونی در قفس همچون گل از من ماند و پس
 التفاتش دیده باشی از تضافلها می رس
 خزان میگشت، دیدم صبحدم، در گلشن رنگش
 که طوق گردن ماء، شد چو ماهی زخم شمشیرش
 که لب، چون رشته گوهر شود، از جوش تبخالش
 که موی کاسه چینی، بود در کوه، آوازش
 که از بهر شکار سیلها دامت دیوارش
 که، اضطراب رگ سنگ شد، فلاخن سنگ
 فرو رود بزمین سایه ام، چو آب بخاک
 بسینه است، دل چاک، پنجه شیرم
 مگر کشند ز رنگ پریده، تصویرم
 ز جای خویش روم گر در آوری بخیرالم
 تا چه دیدیم در آئینه که، از کار شدیم
 تا کف پا، سوخت آن داغی، که بر سر داشتیم
 فراهم گشت از پس رنگها، بیرنگ گردیدیم
 از شکست خویش، همچون غنچه، پر شد شیشه ام
 نمیگنجد چو گوهر، جز صفای خویش، در جام
 گره بر بال، چون طاقس باشد سایه دام
 چو مژگان، شافه گیسوی سیلاب است، دیوارم
 گسستم، همچو موج اما، یکی صد گشت زانارم
 که تا باشد، و بال خون من، در گردن خویشم
 در نمد، چون قطره پنهان میشود، آئینه ام

گرد هستی، برنمیآید صفای سینه ام
خفته تا زنده میدانی خیال چند را
ساده لوسی که، جهان پرده پیرنگی اوست
خیال آفتابی، زد ز شوخی، آب بر رویم
بسکه لبریز است، از گرد کدورت، خانه ام
بسکه دارد ریخته، از برق حوادث، خانه ام
داغدار است، چو طاقس، ز پا تا پیرم
بیقراری بسکه درم کرد، سر تا پای من
بجز من، کسوت دیگر نباشد، آفتاب من
چراغ خانه من هم، نفس در خویش، میزدود
بسکه پوشیدم تب عشق، از طیبیان جهان
جهان روشن چو صبح، از فیض احسان، میتران کردن
کو نگاهی، که گلستان تراء سیر کند
کیست کو، با تو مصاحب شد از خویش، نرفت
لذت عشق، نصیب دل بی رحم تو، باد
ساغری در خورد طرف من ندارد روزگار
آمد بخوایم امشب، از خواب ناز بسته
مراده از ذکر معشوق است، ترک ما سوا کردن
را طول اصل، مانع شد از آمیزش دنیا
چه حرف است اینکه نتوان دید روی بهجانبش را
نمیکنیم به پیران، نمیسازم به ریائی
چو سیلابی که، در ریگ بیابان ماند، اجزایش
از طیبیهایی دل معلوم صیادم نشد
بمژگان، تا یکی در پرده دایم، اشک رونا را
ز هفتاد و دو ملت، مشرب من، باج میگیرد
برهن من، زبان حسرت بت را، نمیداند
بهالم، بی هنر را، روزگار آسوده میدارد
اختلاط آئینه میسازد که بنمایند دوتی

رباعیات فی المنع:

پیش، از همه شاهان غیور، آمده
ای ختم رسل! قرب تو معلوم شد

از نفس، بر خویش میبالد چو آب، آئینه ام
استحان هستی دنیای فانی، کرده ام
دل گم گشته ما بود، خبر یافته ایم
چرمه نو، بخود بالید و چشمی گشت، هر مویم
همچو میل سرمه، باشد شمع، در کاشانه ام
آب در غربال شد سیل در کاشانه ام
بسکه پرواز، نفس سوخته در پال و پیرم
سایه، چون درد شراب آمیخت با اعضای من
ز درد خویش دارد، شیشه چرخاگر، شراب من
تو ای نازک بدن! هرگاه میآی بخواب من
نبض خود، چون شمع پنهان ساختم، در استخوان
چراغی، گر بکف باشد، چراغان میتوان کردن
دو جهان، یک گل رعناست، ز رعنائی تو
میسرد بیکسیم، رشک به نهائی تو
به نجگر خالی ما، نیست شکر خانی تو
بعد عمری، میدهد همدسازه ام پیمانه
آن موج آب حیوان، بند قیسا نیست
چو دل برگردد از دنیا، چه حاصل صبحگردانی
کلید گنج میجستم که، برجست از میان، ماری
نقاب افکنده از یار و از ما، تاب دیداری
جنونی کرده ام رونا به شهری نی بیابانی
دل گم کرده ام، در هر کف خاک، از پریشانی
وحشی در دام یسا خاکست در پرویزی
روم، بند قیای گریه یکشایم، بهامونی
که چون آئینه ام، از بهر هر صورت هیولانی
ز دیر آید بگویم، این چنین آواز ناقوسی
چه لذت میبرد، گر بشکند بی منز بادامی
بی تو هر جا میشنیم من نمیشام تویی

هر چند، در آخر مظهر آورده
دیر آمده ز راه دور آمده

هر پایه، که جز فتادگی، در نظر است
 بر تخت روان، سوار یاشی هر چند
 رفتی، و بدل زخم فراق، کاریت
 چون شمع، مرا تمام شب، گریان داشت
 صوفی گشتم و کفر پنهان باقیست
 مردیم و نمرود نفس کافر، چه علاج
 در بونه فقر خوش بسازم کردند
 کشکول گدائیم تسبی باز نگشت

چون راز نهان جلوه کند درد سر است
 آرام فرود آمدنش بیشتر است
 هر قطره اشک، آنه صد زاریست
 ممت غمی، که نام آن، بیداریست
 جنگ این شوخ ناپشیمان باقیست
 آدم گردید خاک و شیطان باقیست
 صد رنگ هوس صرف گدازم کردند
 همت دادند و بی نیازم کردند
 (۲۴۹ پ - ۲۵۲ الف)

● سرو آزاد : علی شیخ ناصر علی سرهندی شیر نیستان سخنوری
 است و مرد میدان معنی گستری. ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته ،
 و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته . سرخوش گوید :
 در ملک سخن الخ .

گل و ارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست . چاشنی گیر مشرب
 بلند بود ، و متمسک سلسله علیه نقشبند . استفاده از جناب شیخ محمد معصوم
 خلف المصدق محمد (قدس الله اسراره) نموده . و در مثنوی زبان بمدح حضرت
 شیخ کشوده :

چراغ هفت کشور، خواجه معصوم منور از فروغش، هند تا روم
 ردا از مانتاب شرع، بر دوش چو صبح، از پاکی باطن، قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشأ سهرند است . ابتداء حال با میرزا
 فقیر الله، مخاطب به سیف خان بدخشی، چون جوهر شمشیر ملازم بود . چون
 سیف خان را حکومت اله آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت ، در رفاقت او
 بگلگشت اله آباد خرامید . و چندی بسیر مجمع البحرين (۱) دماغ را تازه کرد :

سیف الله خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاهجهان و داماد اسلام خان خروستی سفیدونی متخلص به ولا ست. در عهد خلد مکان سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹هـ) به صوبداری کشمیر ریاض آملش نصارت یافت. بعد چندی بعلتی گوشه انزوا گرفت. و در سنه ست ثمانین و الف (۱۰۸۶هـ) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصه و شمشیر از تنگنای عزلت برآمد: و پس ازان بنظم صوبه اله آباد و پرائی خاطرش آبادی پذیرفت. بیست و پنجم رمضان سنه خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانه حیانش لبریز گردید. سیف آباد، یک منزل از سهرند، آباد کرده سیف خان است، که خلد مکان او را بطریق آل طمغا عنایت نمود. سیف خان جوهر قابل و قابل دوست بود — راگ در پن — در فن موسیقی و رقص هندی بعبارت پارسی تالیف اوست:

بعد از گذشتن سیف خان، ناصر علی در سنه هزار و صد (۱۱۰۰هـ) از سهرند به بیجاپور رفت: و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان موافقت دست بهم داد. بلی! علی بود، ذوالفقاری بدست آورد و در مدح او غزلی پرداخت: که مطلعش این است: ای شان الخ.

ذوالفقار خان یک زنجیر قیل و مبلنی خطیر ضله داد: ناصر علی همان ساعت همه را بر مردم پاشید و تهمی دست بمنزل خود برگشت.

و چون ذوالفقار خان در سنه ثلث و مائه و الف (۱۱۰۳هـ) به تسخیر ملک کرناتک اقصای ملک دکن متوجه گردید، با او به کرناتک رفت، و ایامی معذور دران نواحی بسر برد. و با شاه حمید اعتقاد تمام بهم رسانید. در مدح او میپردازد:

اینک ! اینک ! ساقی شیرین رسید نوبت جام حمیدالدین رسید (۱)
 حلقه درگاه بیچون جام او از زمین تا آسمان در دام او (۲)
 جام او، خورشید ربانی بود انجمن افروز سبحانی بود (۱)
 گر چال او، بر اندازد نقاب روزن هر خانه گرده آفتاب (۱)
 ور، جلالتش بر کشد، تیغ از قیام غیر او، باقی نماند، والسلام

و این شاه حمید مجذوبی بود در کنجی . بعد فوت او علی دوست خان،
 از رؤساء نوایت ارکات ، بز مرقد او قبه عالیشان بنا کرد :

و از ممدوحان ناصر علی ، شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف
 است . شریف خان از سرفراز کرده های خلد مکان بود : و چندی بمنصب
 صدارت کل امتیاز داشت . گزیند : شاه عادل ترک دنیا کرده بود و دامن
 دولت فقر بدست آورده :

ناصر علی در مدح او قصیده دارد که مطلعش این است :

منم آن طفل ، نظر کرده استاد قدیم که بود نقطه سهرالقلم فکر حکیم (۳)
 و با غضنفر خان ربط کلی داشت : و این غضنفر خان از رفقاء ذوالفقار
 خان بود : و بحکومت کنجی میپرداخت . کنجی شهر یست مشهور بر مسافت
 دوازده کروه از ارکات و یکی از معابد سبعة هندو . در مدح غضنفر خان گوید :
 همچو، پیل بی جگر، بگریزد از میدان ما بشنود گر کوه، آواز غضنفر خان ما (۳)

آخرا لامر، از دکن به هندوستان عطف عنان نمود . و در شاهجهان آباد
 بی نیازمندان میگذرانید : و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مائه و الف
 (۱۱۰۸هـ) بجنه الماوی خرامید : عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی
 مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی (قدس سره) .

۱- گل رعنا و نتائج الافکار دارد .

۲- نتائج الافکار دارد .

۳- گل رعنا دارد .

سید جعفر روحی رنبر پوری نقل میکرد که : روزی با جمعی از یاران
بزیارت شیخ ناصر علی رفتیم و باهم صحبت داشتیم : یاری رو بقبر شیخ
ناصر علی آورده گفت : باری آن قول شما چه شد که :

خاک گردیدیم و میر قصد هنوز افغان ما خیم شکست ، اما نمیرزدمی جوشان ما (۱)
گفتم : بر زبان شما ، این افغان ناصر علی است که برقص در آمده :
یاران تحسین کردند : صریر کلکش در گنبد خضرا پیچیده . این چند بیت
بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده :

(۱۸ شعر دارد ۱۲۹-۱۳۲)

● سفینه خوشگو : علی سرهندی ، دانای رموز خفی و جلی ، میان شاه
ناصر علی تخلص علی بن رجب علی عالی (۲) تخلص . از سادات ولایت
پنجاب است : مولد و منشای وی قصبه سرهند بوده . آنچه تذکره نویس
نصرا آبادی — از روی بی تحقیق — در احوال میان معزی نوشته که :
کشمیری است و به چيله مشهور و چيله غلام را گویند! اصلی ندارد که ،
این بیت در بیان سیادت خود در دیوان دارد :

مگر ، از حسب به پرسی! ما قنبر ایم قنبر ، و از نسب به پرسی ، ما آل مصطفی ایم
صاحب — کلمات الشعراء — درالقاب آن جناب عبارت — آبروی هندوستان —
مینویسد و این رباعی در شان وی گفته : در ملک ... الخ

و وی مردی قلندر بیباک بی پروا از ناز نگهدار دولتمند دشمن بود :
دنیا و دنیا دار در نظر همتش خس مینمود . از هندوستان همچو او ، شاعری
خوش خیال عالی همت آزاد منش شهرت نصیب ، بر نبخاسته . طرز خیال را
پایهٔ فلک الافلاک رسانیده و معنیهای نجیب را در الفاظ غریب جاوه داده .

۱- گل رعنا دارد .

۲- گل رعنا (حال) دارد و در سفینه اشتباه مصحح مدام میشود .

در سال هزار و صد و یک (۱۱۰۱ هـ) به لشکر عالمگیری رفت : و وقت ملازمت پادشاه دست به مصافحه دراز کرد . پادشاه بی دماغ شده فرمود : فقط شاعر است آداب نمی داند ! وی بی دماغ تر شده بر گردید ، و با نواب ذوالفقار خان نصرت جنگ پیوست . و غزلی گفته که مطلعش مشهور است :

ای شان حیدری ، ز جبین تو ، آشکار / ذم تو در نبرد ، کند ، ذوالفقار (۱)

نواب خیلی فاز برداری فرمود . خلعت فاخره و فیل و سی هزار روپیه نقد صله بخشید : او خلعت پوشیده فیل سواره آن زر خطیر در راه ایثار کرد ، و مشت مشت به هر دو طرف افشاند . روز دوم به همان لباس پیاده میگذشت . در راه بدکان خمر فروشی استاد و ساغر چند بکار برده آن خلعت در وجه بها میبخشد . این همت و زر پاشی او مشهور و بر زبانهاست :

سودا بر مزاجش غلبه داشت . اکثر به مردم با سخت روی پیش میآمد بلکه دشنام میداد . از حضرت شاه گلشن منقول است که : یکی از آشنایان قدیمش ، بخدمت وی رفت و پسر همراه داشت ، نظر بر آن امرده فرمود : چون است که ، من لب ترا بگزم ! آن عزیز برهم خورده برخاست . روز دوم میان ناصر علی ابن بیت مرزا صائب در عذر نوشت :

به اندک روی گرمی ، پشت برگ می کند ، شبنم / چرا در آشنائی این قدر کس بی وفا یافد

بهگونت رای تخلص ، داماد رای چندر بهان منشی ، که از یاران ایشان بود ، پیش فقیر نقل کرد که : روزی همراه ایشان با یک کس دیگر در رتھ - که ساز مواری بود - نشسته از بازار دهلی میگذشتم ، سبزه

فروشی را دیدیم که بازن جمیلۀ خود عربده دارد و هیچ از فواحش نمیگذارد. ناگاه میان ناصرعلی از رتھ سواری برجست، مارا گمان این که برای قضای حاجتی فرود آمده باشد، و وی آهسته بآن سبزه فروش انواع تملق و چاپلوسی کرده میگوید که: همچو نازنینی پری پیکری را حواله اسپان و خران کردن غایت بسی دردی و نامردی است! اگر ازو بیزاری؟ من که آدمی زاده باشم، چه تقصیر کرده ام، بمن بخش! سبزه فروش و دیگر رهگذریان در حسن کلام وی حیران ماندند و آن پر خاش در طرفه العین رفع شد.

به همه حال در شاعری کوش — انا و لا غیر — نواخته و در زمان خود کسی را بخاطر نیاورده. اگرچه صحبت میرزا صائب در نیافته، لیکن غائبانه با مرزا مشاعره دارد. چنانچه اکثر گفته:

(علی! شعرم، بایران میبرد شهرت، ازان ترسم که صائب) خون بگرید، آب درد دفتر شود پیدا (۱)

و دیگر:

هر بیت من، برابر دیوان (صائب) است از بسکه، اهل طبع، مکرر نوشته اند

۱- غزل زیر حسین بینوا در جوابش گفته است:

اگر از اصفهان، در هند ابله تر شود پیدا	بفن شعر، از (ناصرعلی) بهتر شود پیدا
چرا سرهندی کیدی، سخن بیصرفه میگوید	نمیدانده که، از ایران، سخن گستر شود پیدا
ببین حرمت یاران ایران، کرده شهرت	وگر نه، از کلامت، نفرت از دفتر شود پیدا
مزن لاف سخن، ای کون خرا با (صائب)، دیگر	وگر نه، از صفاهان کیرهای بحر شود پیدا
هنوز از طبع تو بیرون نگشته، بوی "بیت من"	ازین، از هر کلامت معنی "اثر" شود پیدا
مزن از خود ستائی دم دگر، ای کودن زندگی	بمعجز خود سخن گو، تا ترا جوهر شود پیدا
دلم چون سوخت از لاف و گرفت این غزل گفتم	نصیحت گوش کن تا وصف از هر در شود پیدا
(حسین بینوا) از فضل شاه حیدر صفدر	بمردی گوش میباید اگر، از در شود پیدا

(از جنگ خطی جناب مسلم ضیائی)

آخر عمر باشاره مجذوبی بدعوی قطبیت در شاه جهان آباد فروکش شد، و دم از دوستی حضرت بو علی قلندر می زد :

بتاریخ بیستم رمضان سال هزار و صد و هشت (۱۱۰۸ هـ) سیر عالم بالا نمود، و در راه روضه حضرت نظام الدین اولیا مدفون گردید. حضرت سرخوش این قطعه در تاریخ وفاتش نوشته : و ارسة عل ... الخ و حضرت میرزا بیدل عبارت :

— رنگ ناز شکست —

۱۱۰۸ هـ

تاریخ رحلتش یافته :

و وی، هر چند به همه جهت، زیاده از پنج شش هزار بیت نگفته، لیکن صاحب پانصد بیت بلند است : که دیگران از آن قسم صد و دو صد دارند و ناز می کنند : و خود اکثر میفرمود که : در تمام عمر به ازین شعری نگفته ام ! چیزی که بمن داده اند، همین یک بیت است و بس :
تو چون ... الخ

این چند شعر پسند خان صاحب (۱) است :

این بیت در تعریف رقاصه زنی بدیهه بتازگی گفته :

هر آنکه، سررت شہوت فزائی تو، بیند ز راه دیده، چو طاوس، می کند انزال (۲)

در تذکره میر غلام علی آزاد مرقوم است که : بر این بیت بلند میان

ناصر علی :

اگر آن هلال ابرو، بمیان نشسته باشد مه نو، بچشم مردم، مژده شکسته باشد

۱- رک : تحت مجمع النفاس .

۲- بعد از این ۲۵ بیت دارد .

شاعصرى اعتراض کرده که : اول هلال ابرو بست و باز همان هلال را کسر شان نمود! و اکثر اعزّه این اعتراض پسندیده اند : فقیر خوشگو از بیت مهرزا صائب (علیه الرحمه) جواب این معنی میدهد که به همین ترکیب گفته :

گمان می کرد طوق نمریان را قد چون تیرش اگر می دید سرو بوستان آن سرو قامت را
چه سرو قامت بسته موافق هلال ابرو و باز همان سرو را ذلیل کرده از
باغ میبرد .

(۲-۷)

● آتشکده : علی سرهندی ، اسمش ناصر علی از اهالی آن دیار (سهرند) است . و معاصر اورنگ زیب است . دیوانش بنظر فرسیده و از کثرت اشارات از مثنوی او مطالبی مشخص نمیشود . این چند بیت ثبت شد :

(۲ بیت دارد ۲۶۲)

● خزانه عامره : علی سرهندی ، امیرالمومنین علی (رضی الله عنه) سرآمد اهل بیت رسالت است ، و امیرالشعرا علی (رحمه الله علیه) سر حلقه اهل بیت فصاحت . کوثر سخن در اختیار اوست ، سامان غاشیه بردار او : مجدد طرز الفاظ و معانی است ، و مستفید سلسله مجدد الف ثانی . اگرچه غزل را باسلوب تازه جلوه داده ، اما در مثنوی بد بیضا مینماید و زبان افتخار میکشاید :

سخن را آفریدم ، جان دهمدم با استمرار خدائى ، برگزیدم
الستى! سرزد از من ، او بلى! گفت منى: یا مباد او: یا ربنا! گفت

هر چند ، برخى مثنوی گویان براه او رفتند ، هیچ کس باو نرسید و خط عجز به بینی کشید . اهل بغداد زبان عربی و فارسی هر دو میدانند ، صوفیان

آنجا، در مجالس ذوق و سماع، از عربی بیشتر اشعار ابن الفارض مصری و از زبان فارسی اکثر مثنوی ناصر علی میخوانند :

آغاز جال ملازمت سیف خان بدخشی بر گزید و سیف را با قلم جمع کرد : و چون سیف خان بصوبه داری اله آباد از پیشگاه خلد مکان مامور گردید، همراه بسیر اله آباد — که در زاویه سنگم دریای گنگ و جمن واقع شده — خرامید . تا ایام حکومت او در آن مجمع البحرین چشم را آب داد . و چون سیف خان « در نیام لحد جا گرفت ، در سرهند رفته فروکش کرد .

از سوانح او این که ، روز چهارشنبه اخیر صفر، بسیر باغ واقع سرهند رفت ، شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدد (قدس الله اسرارهما) نیز رونق افزای باغ شد ، و گلگشت کنان بسر وقت ناصر علی رسید . دید که شیشه و پیاله در پیش دارد ، بغضب رفته فرمود : این چیست ! ناصر علی گفت : مثنی که ملائکه میخورند ! شیخ در گذشت ، صوفیا و علما تکفیر کرده ، محضر قتل درست نمودند . میر محمد زمان راسخ با اقرباء خود مسلح شده ناصر علی را همراه گرفته از سرهند بر آورده ، جانب دهلی روانه ساخت . و بتوجه میر ازان منهلکه نجات یافت :

استادی میر طفیل محمد (قدس سره) — که ترجمه او در سرو آزاد (۱) مستنور است — با فقیر فرمود که : در شاهجهان آباد قصد ملاقات ناصرعلی کردم ، در عرض راه بر خوردم ، رتبه سواره بباغ بیگم — واقع چوک شاهجهان آباد — میرفت .

۱- سرو آزاد ص ۲۵۱ در آگره هفتم ذی الحجه (۱۰۷۳) بدنیا آمد و در سال (۱۰۸۸) در بلگرام وارد شد و طرح اقامت انداخت . بکشمیر نیز سیر کنعان رفت . رحلت در بلگرام ۲۴ ذی الحجه (۱۱۵۱) و مدفن در باغ محمود متصل مرقد میر عبدالجلیل بلگرامی . تاریخ است :

علاجه از جهان برون رفت

مرا هم تکلیف باغ نمود : باهم بیاض رفتیم : بعد فصلی دیدم که ، ناصرعلی و یاران او ، با یکدیگر بایمای چشم ، گفتگو میکنند : فهمیدم که چه اراده دارند : مشرب من از مشرب یاران دور افتاده ، دور تر رفته نشستم : شیشه و پیاله آوردند . چون ساقی ، می را از شیشه در پیاله ریخت ، و کافی که از قلقل در شیشه بهم میرسید ، ظاهر شد ، ناصرعلی بدیه انشا کرد :

کدامین مست را مشب ، سر جنگ است ، بازاهد که مینام ز جوش می ، زره زیر قبا دارد
چون مجلس آخر شد و اسباب شرب برداشتنند ، فقیر برای رخصت رفتم و گفتم : بدیه را در بیاض فقیر — که حاضر است — بدست خود بطریق بادگار ثبت باید کرد ! ثبت نمود و بالای آن نوشت : بدیه ناصرعلی مستانه ! فقیر بیت مذکور را دران بیاض بچشم خود دیده ام .

آخر ناصرعلی توبه کرد و از خدمت حضرت شیخ محمد معصوم (قدس سره) استفاده طریق باطن نمود و پی بجای برد . و در سنه هزار و صد (۱۱۰۰) از سرهند به بیجاپور دکن — معسکر خلد مکان — شتافت ، و با امیرالامرا ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان برخورد ، و بلوازم قدردانی مخصوص گردید . درین باب مولف گفت :

بمد سیف ، آخر عل را ، ذوالفقار آمد بکار لا فتی ، الا عل ، لا سیف ، الا ذوالفقار

و در روز ملاقات ذوالفقار خان این غزل را گذرانید :

ای شان حیدری ، ز جبین تو ، آشکار	نام تو ، در نبرد کند ، کار ذوالفقار
دشمن کش جهانی و یک دوست پروری	فتح و فقر ، دو بختی مست افند ، در قطار
قسخیر دوستان السهی نموده	ای نوبهار خلق ! تو بر بوی گل سوار
ترسم که ، بوی گل ز فراقش ، چگون کند	آن دل که ، پرده ز من ، آن را بمن سپار
مرغ دلم ، به نیم نغم ، صید کرده	ای ! طائران عرش ، خدنگ ترا شکار
یاران چند ، در فن خود منشی خود اند	این جمع را ، بویک نظر عاطفت سپار
(ناصرعلی) ترا ، ز تو خواهد مراد و پس	ای ابر فیض ! بر همه عالم ، گهر بیار

میر عظمت الله بیخبر بلگرامی (۱) (قدس سره) در — صفینه — خود بقلم آورده که : چون مطلع را خواند ، ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و سی هزار روپیه صله داد و گفت : بس کن که طاقت صله دیگر ابیات ندارم ! مولف گوید : خیر همین بود که ذوالفقار خان بر مطلع اکتفا کرد که قابل صله همین مطلع است ، و رتبه باقی ابیات بر نقاد سخن ظاهر :

میرزا کاظم منصب دار اورنگ آبادی با فقیر نقل کرد که : من از بعضی متصدیان سرکار ذوالفقار خان ، تحقیق کردم که صله ناصر علی سی هزار روپیه بود . خان آرزو مینویسد که : یک زنجیر فیل و پنج هزار روپیه در صله آن بخشید . بهر کیف ناصر علی آنچه یافت همه بر مردم تقسیم نمود و خود هیچ نگاه نداشت .

و چون ذوالفقار خان در سنه ثلاث و مائه و الف (۱۱۰۳ هـ) به تسخیر ملک کرناتک (اقصای ممالک دکن) متوجه گردید ، با او به کرناتک رفت . و ایامی معدود دران نواحی بسر برد . و با شاه حمید اعتقاد تمام داشت . و این شاه حمید مجذوبی بود در کنجی — که شهرست مشهور بر مسافت دوازده کروه از آرکات — با شاه عادل دوستی تمام داشت : و این شاه عادل بسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان است : شریف خان از نوکران خلد مکان بود ، و چندی بمنصب صدارت کل صدر نشین بساط اعتبار گشت . گویند : شاه عادل از مسند غنا گذشته بر پوست تخت فقر نشسته بود ، و با غضنفر خان بسیار ارتباط داشت . خان مذکور از رفقاء ذوالفقار خان بود ، و بحکومت کنجی میپرداخت .

۱- مؤلف — صفینه بیخبر — و فرزند میر لطف الله بلگرامی . در شاهجهان آباد روز دوشنبه ۲۲ ذیقعد (۱۱۲۲) وفات یافت و در جوار نظام الدین اولیا مدفون گردید .

(سرو آزاد ص ۳۱۵)

آخر الامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود و در شاهجهان آباد قلندرانه میگذرانید: و همین جا بستم رمضان سن ثمان و مائه و الف (۱۱۰۸هـ) بروضه رضوان خرامید. عمرش قریب شصت سال و قبرش در جوار مرقده سلطان مشائخ نظام الدین دهلوی (قدس سره): سال وفات او از — کلمات الشعرا — تالیف سرخوش نقل کرده شد. و نیز سرخوش قطعه تاریخ وفات او گفته. بیت آخرش این است:

سرخوش ز خرد، سال وفاتش پرسید گفت: آه علی بهالم معنی رفت

۱۱۰۹هـ

و نیز سرخوش این مصراع تاریخ از مجد عاکف نقل کرده:

— آه! آه! از رحلت ناصر علی —

۱۱۰۹هـ

اما، در هر دو ماده تاریخ یک عدد از سال مذکور زیاده است: و نیز سرخوش در احوال میرزا قطب الدین مائل مینویسد که: بست و هفتم رمضان المبارک سنه هزار و یکصد و هشت (۱۱۰۸هـ) — بعد بست روز از فوت ناصر علی — در گذشت. مجد عاکف:

— جعل جنة مثواه —

۱۱۰۸هـ

تاریخ یافت. و ازینجا بوضوح پیوست، که وفات ناصر علی مقرر در سنه هزار و صد و هشت (۱۱۰۸هـ) است: تفاوت در ماده تاریخ واقع شده نه در عدد سال: اتفاق هر دو مورخ در افزونی یک عدد، فقیر را در شبه انداخته بود، باری تاریخ میرزا قطب الدین مائل شبه را رفع ساخت. و تاریخ — جعل جنة مثواه — نقصانی دارد، که مورخ از تاء — جنة — که آن را در املاء عربی بشکل (ها) مینویسند، چهار صد گرفته. حال آنکه

پنج باید گرفت. زیرا که، معتبر نزد اهل جمل صورت کتابت باشد نه تلفظ. برعکس عروضیان و دعوتیان، که مدار اول بر وزن است و مدار ثانی بر ذکره و این هر دو تعلق بحروف ملفوظ دارد نه مکتوب. شبلی در عقده الجواهر گوید: و قنیکه لفظ و رسم الخط مختلف واقع شود، مثل (حصی و یحیی) که در نطق (الف) است و در رسم (یا) و مثل (حمزه و طلحه) که در نطق (تا) است و در رسم (ها). بعضی گویند: معتبر مکتوب است نه ملفوظ و بعضی گویند: معتبر لفظ است نه رسم: سید عبدالله یمنی گوید: قول اول معتمد علیه است و قول ثانی نادر.

سید جعفر روحی ز بیرپوری با فقیر نقل کرد که: روزی با جمعی از یاران بزیارت مرقد شیخ ناصر علی رفتیم و باهم صحبت داشتیم. یاری رو بقبر شیخ آورده گفت: باری آن قول شما چیه شد؟

خاک گردیدیم، و میر قصد هنوز، افغان ما خشم شکست، اما نمیریزد می جوشان ما گفتم: بر زبان شما این افغان ناصر علی است، که بر قص در آمده. یاران تحسین کردند.

سرخوش گوید: روزی ناصر علی در صحبت میرزا نظام الدین احمد طالع تخلص، برادر میرزا قطب الدین مائل، مطلع مذکور بر سبیل تفاخر خواند. میرزا گفت: مصراع دوم از مولوی روم است:

خشم شکست و باده زد زاریخته صد درستی در شکست از گریخته و خود بدیده این مطلع رسانید:

بر نتابد منت سانی، دل زلان ما صاغر لبریز ما، پس دیده گریان ما فقیر هم درین زمین غزل دارد و بر یاران التماس میدارد:

گل، نکرد از شیوه و دگر، نقصان ما کم نشد، چون زلف خوبان، از تنزلشان ما

از قدوست، باز آمد در دل ما، جان ما
از کف دنیا، دل بیتاب ما، آمد برون
حسن خلق ما، نمیگردد بدل، در هیچ حال
آن قدر خو کرد دل با او که، باز آید اگر
مهر پر لب کرد (آزاد) از نئای اغنیا
مرحبا! آباد کردی، غنای ویران ما
آفرین بر اضطراب گوهر غلطان ما
زخم را مرهم شود بوی گل وریحان ما
میتوان گفتن که: شد بیگانه صحن ما
نیست ارباب دول را بار در دیوان ما

کلام ناصر علی در شش جهت عالم سائر و دائر است. این چند بیت
بر التزام نقش بیاض ایام میشود. (۱)

نه پسندید که، بسی برگیم آواره کند جگر لعل و گهر، چشم گهر سازم، داد
مولف گوید: شخصی اعتراض کرد که: لعل گرد گهر ساز، مسموع
نیست! فقیر سند گهر ساز از کلام میرزا سعید اشرف مازندرانی آورده که:
فرخ اشکم مشکین، کاین گهر لعل را چشم بیچاره، بصد خون جگر، ساخته است
و چنانچه گوهر تقلیدی میسازند لعل هم تقلیدی میسازند، گویا گهر لعلی سند
هر دو میتواند شد:

امتیاز شهر و صحرا داشت، از نفوذ جنون اگر آن هلال ابرو، بمیان نشسته باشد
ورنه مجنون را، خرابیهای خود، ویرانه بود به نو بچشم مردم، مژده شکسته باشد
مولف گوید محبوب را هلال ابرو گفتن، و مشابهت ابروی او با هلال
در خوبی منظور داشتن، باز همان هلال را نسبت بابروی محبوب مژده شکسته
چشم گفته مذمت کردن صریح باهم منافات دارد: (۲)

این معما باسم علی با اعراب منسوب بناصر علی است:
چشم بکشا، زلف بشکن، جان من تا شود تسکین، دل بریان من
چشم بعمل ترادف عین است و بکشا افتح. بمعنی عین را ففتح

۱- اینجا ۱۸ بیت دارد.

۲- بعد از این ۹ بیت دارد.

ده، و زلف بعمل تشبیه لام است، و بشکن عمل ترادف اکسره: یعنی لام را کسره ده، و دل بریان یا و تسکین سکون دادن است، علی بحصول پیوست.

(۳۲۸-۳۳۳)

● گل رعنا: ناصر علی سرهندی علی، احببا کنندۀ نصیر سخنوری است: و رجعت دهندۀ آفتاب معنی گستری. صریر کلکش دم از ذوالفقار میزند. و زور سر پنجه اش، پنجه خیربان سخن میبکشد. سرخوش در شان او میگوید. در ملک..... الخ

والدش رجب علی حالی تخلص از ولایت پنجاب است: تولد ناصر علی در سهرند واقع شد: و نشو و نما در دارالخلافه دهلی یافت: باستغنا و توکل بسر میرد. ارادت او در سلسلۀ علیۀ نقشبندیه است، و استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد (قدس الله اسرارهما) نموده. و در مثنوی زبان بمدح حضرت شیخ کشوده. چراغ هفت کشور... الخ

اوائل حال، ملازم سیف خان حاکم سهرند بود: چون سیف خان از پیشگاه خلافت بحکومت اله آباد سرافراز شد، در رفاقت او سری بگلگشت اله آباد کشید: سیف خان بخشی (۱)

بشد وفات سیف خان، ناصر علی در سنه هزار و صد (۱۱۰۰ هـ) از هند به بجاپور دکن رفت: و با ذوالفقار خان ابن اسد خان وزیر خلد مکان پیوست. چنانچه حضرت آزاد مدظله العالی درین باب میفرمایند:

بعد سیف..... الخ (۲)

۱- شرح حال سیف خان که سرور آزاد دارد.

۲- رک: سرور آزاد راجع به غزل و سله.

مولف گوید خوشگوار : : (۱)

و از ممدوحان ناصر علی، شاه عادل پسر خواجه شریف خان است ... (۲)
 آخر الامر از دکن عطف عنان نموده، در شاهجهان آباد بی نیازانه میگذرانید.
 و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مائه الف (۱۱۰۸ هـ) بجنّت الهامی
 آسود. عرش قریب شصت سال و مزارش در حوالی مرقد سلطان المشائخ
 نظام الدین دهلوی (قدس سره) (۳)

میرزا بیدل — رنگ ناز شکست — تاریخ درست مطابق ثمان و مائه
 الف (۱۱۰۸ هـ) گفته است. خوشگوار میگوید که: سودا بر مزاجش غلبه داشت
 بهگونت رای قلندر تخلص داماد رای چندربهان منشی — که از یاران ایشان
 بود — پیش فقیر نقل کرد که ... (۴)

و نیز او می نویسد که: در اوائل مشق، روزی فقیر با او گفت که: بعضی
 اعزه میگویند که: مسوده اشعار ملا ندیم کشمیری (۵) بدست ناصر علی
 افتاده، اشعار او را بنام خود میخواند! گفت: امتحان شاعر طرح غزل است،
 بیائید غزلی طرح کنیم! این غزل در پیش بود: — آب استاده است — اول
 فقیر اسپ را در میدان ناخت و این مطلع بدیبه گفت: تن ز اشکم الخ
 شخصی در مطلع مثنوی ناصر علی تصرف بیجا کرد، سرخوش بجواب
 آن پرداخت و این ابیات منظوم ساخت: مل آن پشورای ... الخ

- ۱- اینجا قول خوشگوار راجع به صله و قول میرزا کاظم آورده است و بعد ازان ذکر کرنا تک
 و مدح شاه حمید است.
- ۲- اینجا ذکر شاه عادل دارد.
- ۳- بعد ازین عبارت از آزاد راجع به تاریخ — کلمات الشعراء — آورده است.
- ۴- اینجا قصه زن جمیله آورده است. رک: خوشگوار.
- ۵- رک: تحت ملا ندیم در اوراق آئنده کتاب حاضر.

حضرت آزاد مد ظله العالی در — خزانہ عامرہ — مینویسد کہ :
ناصر علی روز چهار شنبہ اخیر صفر، بسیر باغ واقع سرھند رفت ،
شیخ محمد معصوم ... (۱)

ناصر علی در شعرگوئی طرز خاص دارد. دیوانش یکقلم منتخب است.
تذکرہ نویسندگان از غزلیات او، ہمہ اشعار چیدہ را بردند . ناچار بر یک
داستان مثنوی او اکتفا میرود .

سخن را آفریدم جان دیمدم
منش: یا عبد! او: یا رب! گفت
ز بیرنگی، پسر رنگش کشادم
که من هم از خیالش باز ماندم
بجای پایہ معنی رساندم
که با مستان حشر آواز کردم
بشوری این نمکدان، ساز کردم
که بلبل سوخت با گل پیرهن را
برنگی، جلوه دادم، این چمن را
شکست رنگ هوش، از دل خریدم
نوی بیخودیهای من است، این
جراحت زار عشق است این رقم نیست
ورق، نخچیر گاه چشم یار است
زبانی نیست، آهنگ دل است این
سماع، از وجد بلبل میتراشم
فدانم چیست این شایسته تنزیل
ملانک، تا کلامی را نخوانند
سخن آنست گسر تاثر کامل
نفس از خون شود دلریش گسرد
کند داغ جنون در سینه ایجاد
چو صیبا در خم فطرت زند جوش
(علی) ای بال و پر آشوب غمها

بسا قدرار خدای پسرگزیدم
منش: یا عبد! او: یا رب! گفت
پری را، جلوه طافوس دادم
که من هم از خیالش باز ماندم
که با مستان حشر آواز کردم
که بلبل سوخت با گل پیرهن را
که این بیرنگ، صورتها کشیدم
صدای پنی، از خود رفتن است این
صدای تیغ می آید قلم نیست
سخن، دم کرده صیدی زخم دار است
ورق گردانی رنگ دل است این
دل از کیفیت دل میتراشم
سخن یا نسخه اوراد جبریل
حریفان، قابل تحسین ندانند
دل دیگر شود در سینه دل
زبان با چشم گریان خویش گردد
بخار و دل پژگان پریزاد
رود در مغز جان نا رفته در گوش
پیاپیان سینه سر مشق رمها

۱- اینجا واقعه شراب خوردن و شیخ محمد معصوم و قول میر طفیل و قول سید جعفر روحی از آزاد
آوردہ است .

دماغ عشق را معجون ترطیب
 گریبان چاک آئینه عشق
 نهان در گرد هستی، چیستم من
 نفهمیدی که، آرازم کجای است
 شراوم ز آتش این کاروان نیست
 تراوش میکند بحر از در من
 محیطم، در سر هر قطره، طوفان
 نظر پرورده هفت اخترم من
 نگین نقش یکتائی منم من
 که ریزد از زبانش خون انصاف
 کمال خویش را دفتر کشاید
 محیطی از مرکب نا محیطم
 فلک میرقصه از موج شرابم
 بآن رسوای دور از کار ماند
 بزمزم رفت و لحنی کرد آرام
 نمی را تا بنقد جان خریدار
 خلش، هم ناخنی را، قیز میکرد
 چراغ کشته، در آستین دید
 نباید آنچه در وی ریختن، ریخت
 بخوش، العطش! زد خاک مردم
 لکد کوبی، قضا در کار او کرد
 پس از رسوائی بسیار، جان برد
 حریف نیک و بد آئینه خوی
 وجود، علت ایجاد ابلیس
 چه سان دیدی، پلیدی را سزاوار
 که شهرت بود مقصود من و بس
 رد و رشادان صاحب کمال است
 منش رد کرده ام از صفحه خویش
 گهر خواص دانش بی صدف یافت
 محال است این که، از آدم نباشد
 اگر بسمت نباشد زخمیم هست

محبت زاده شوریده نرکیب
 یوسمت مشربها سینه عشق
 نپرسیدی ز من، تا کیستم من
 ندانستی که، پروازم کجای است
 خمیرم ز آب و خاک این جهان نیست
 ز جنس دیگر آید، عنصر من
 غبارم، در دل هر ذره، نیاں
 بهر عضو، آسمانی دیگرم من
 سخن را علت غائی منم من
 درین فن نارسای با من زند لاف
 بمن از راه جنسیت در آید
 بشور قفسرگی گوید محیطم
 بشیرف ذره گویا، آفتابم
 مرا شناسد و خود را نداند
 شنیدم، بوالفضولی بد سر انجام
 جگر تقصیده قومی دید در کار
 حسد در سینه اش، مهمیز میکرد
 کمان خوبی بر خود یقین دید
 به پشت پا، شراقت انگیزخت
 غبار وحشت آمد، در تلاطم
 بر چنگی فلک تیمار او کرد
 بحکم آنکه، نتوان بی اجل مرد
 از در خواست پنهان راز جوی
 که ای! در گمراهی، استاد ابلیس
 از آن آبی که، پاک شست و خسار
 جوابی گفت: چون خود خام و فارسی
 سری را کز نروغ عقل خالی است
 از آن معنی که، پارانند دلریش
 ز بس بحر معنائی دقتم کافت
 خرد، کز بهر عنقا، دانه باشد
 ازین نخبیر که، صیدی که برجست

که چون روبه، بهید گشته، شیر هست
 که ره بالاتر از عرش است و پرست
 شنای خامی است یا کوتاهی دم
 نگنجد پرتو خورشید در مشت
 مگر از کوچه دزدی در آئی
 و زین شمشیر خونریز چه حاصل
 بسر مشکن که گردد تیغ جانگاہ
 مسلمانان برون از تخت و تاج است
 ز نوک کلک معنی آفرینی
 چه خاصیت دهد نقش نگینی

شکسته ناخنی، اینجا دلیر است
 نشاید رتبه پرواز من جست
 باین فطرت مرو در قعر این یم
 خیال گوهرم اندیشه را کشت
 تو دیوی خاتم جم را نشانی
 ول زین دولت تیزت چه حاصل
 بسردی میبری قاج سر شاه
 گرفتم مکر دیوت در مزاج است
 بگوشت خورد صوت دلنشینی
 گر انگشت سلیمانی نباشد

این بیت از خواجه حافظ شیرازی است که آن را تضمین کرده، و چون مطلع نیست، قافیه بیت خواجه را در هر دو مصراع بیت سابق آورده، قطعه ساخته :

ز خود آخر نشین ثریای چند
 سخن را رفته آب از خامی ظرف
 عبارت استخوان خاک خورده
 شکمها در شکمها چون پیاز اند
 نفسها، منجمد چون ناله کوه
 ول با سر بزرگی مرده هوش اند
 ز خود یخ بسته تر حرفی سرایند
 اثر داخل کنند از شور آواز
 نمک ریزند و گردد پی نمک تر
 میحاشی ز طفل مرده زاده
 سخن عیبی است در احیای انصاف
 رد پاگان مکن، رد میشوی رد
 نیم شاعر گیدای پادشاهم
 بسا ماهی که همشکل است با مار
 سیاهی کرده ظالم پیرمیز
 تپسی از خویش و پر از راز عالم

خروشانم ز بی سرمایه چند
 خراب از لفظ بد شان معنی ژرف
 معنایی پسرده مغز فشرده
 همه تن پرور معنی گداز اند
 نخورده گرمی یک شعله اندوه
 بصورت دل فگاران در خروش اند
 دم افسرده را، چون بر کشایند
 کلامی را که لطفش کسوده پرواز
 کباب پی نمک پختند یکسر
 طمع دارند بیمه زان ساده
 دگر ای مدعی کوتاه کن لاف
 بد یاران مگو، بد میکنی بد
 پتس از من، که مقبول المم
 مرا از جنس این مردم میندار
 ز هر سو جست اینک بری خونریز
 دل دارم چو جام حضرت جم

دو عالم صید این یک حلقه دام است
 وایکن پای رغبت در میان نیست
 نمایم بخود از همت خویش
 هنوز آواره این راه دورم
 بملک جم، نجنید بال رشکم
 که گردد منحصر زیر نگینی
 هما پرورده دیهیم فقرم
 بخود بالیده ام چندانکه جا نیست
 درین عالم بخود میجویم و بس
 محیطم هرزه گشتن باب من نیست
 بنوش آلوده زهر عیب کوشی
 هنوز خود فزودن مشرب کیست
 بهیچ از جلوه کونین مرور
 من و ما، رائج بازار ما نیست
 سبک پرواز رفتن چیرانیم
 ز هر جا من تراوش میکند اوست
 تبسمای برق نیستی فیز
 چون هم پرده دار خلوت اوست
 همه شورا است، محفل در میان هیچ
 اگر داد است و گر بیداد، عشق است
 تجلی کرده دیدن بیاموز
 شراب میدهی ساغر ضرور است
 بعشق بسی فضا تبدیل من کن
 فگردد ممانع بر کشتن من
 شکوه دولت بیدستگاهسان
 شدم خورشید و جای خود نشستم
 که می ماند از شکست شیشه باقی
 که نفع آخر شد و پرتو بجا ماند
 بحکمت چون فلاطون در جهان طاق
 آسان از شعله بدستیم ده

بسخیر جهان نقش تمام است
 ز من اسرارها رمزی نهان نیست
 ولی با این کهالی از جهان بیش
 هنوز از شوق گویی، ناصبورم
 گهر پیرای جوشا جوش، اشکم
 چه ارزد ناز چندین بر زمینی
 تسوکل زاده اقلیم فقرم
 بهر محفل غبارم آشنا نیست
 نیم جوشان چو بحر از آتش کس
 جهت سیر مرا جز خوشتن نیست
 (علی) ای سلسبیل خود فروشی
 بعیب خلق دیدن مذهب کیست
 دلی داریم از عیب و هنر دور
 بجز نقد فناء دربار ما نیست
 اگر مائیم، آخر در کجائیم
 ظهور عشق باشد، مغز تا پوست
 چه باشد عشق اصل الاصل هر چیز
 خرد گر پیشکار قدرت اوست
 همه عشق است، باقی این و آن هیچ
 اگر صید است و گر صیاد، عشق است
 الهی! یک شرر عشقم بر افروز
 تمنا خام ظرف فنا صبور است
 حیات جوادان تحویل من کن
 کزین ویرانه بیرون رخت بتن
 تماشا دارد ای دقت پناهسان
 چو صبح، از هستی خود رخت بستم
 نمیدانم، چه سحر انگیخت، ساقی
 چه افسون صاحب این انجمن خواند
 بیا ای ساقی صحبای اشراف
 بده جامی و رنگ هستیم ده

● نتایج افکار : شیخ ناصر علی سهرندی : ممتاز عصر در ادا بندی شیخ ناصر علی سهرندی ، که سر آمد فصیحای روزگار و سر حلقه بلغای نامدار بوده . در اصناف نظم بخیالات رنگین داد نازک ادائی داده ، و بافکار متین ابواب خوش بیانی بر روی سخن سنجان کشاده . غزلیاتش بطرح تازه و لطافت مضامین رونمای سحر سامری ، و مثنویاتش به تناسب الفاظ و تناسب معانی جلوه پیرای جادوگری . شبدیز قلم در میدان توصیفش همعنان نارسائی ، و عندلیب رقم در گلستان تعریفش بال کشای بینوایی . فصاحت با اشعار دلپذیرش عهد یکرنگی بسته ، و بلاغت با گفتار بسی نظیرش چون شیر با شکر پیوسته . الحق ناظمی عالی مقام است و شاعری خوش کلام . در بدایت حال با سیف خان بدخشی صحبتش در گرفت . هرگاهیکه سیف خان را از پیش گاه عالمگیری ، نظامت صوبه اله آباد بقبضه اقتدار در آمد ، همچو تیغ یکرو گشته . دست از مرافقتش بر نمیداشت ، و بگلگشت آن دیار بهجت آثار — که بلب آب گنگ و جمنا واقع است — دل و دماغ را تازه میساخت .

چون جوهر شمشیر حیات سیف خان زنگ ممت بهممرسانید ، ناصر علی بکمال دل تنگی از آنجا رخت بسهرند کشید . روزی همانجا در باغی بیاده کشی (۱)

در ایامیکه عسکر پادشاهی جلوه پیرای ممالک دکن بوده ، از سهرند به بیجاپور شتافت و بشرف ملازمت امیرالامرا ذوالفقار خان بهادر خلف الصدق نواب اسدخان وزیر اعظم ، بهره وافی یافت . و روز ملاقات غزلی گذرانید که مطلعش این است : ای شان الخ (۲)

۱- اینجا واقعه پاده کشی آورده است

۲- اینجا واقعه غزل و صله و واقعه شاه حمیدالدین مجذوب دارد .

آخر الامر از دکن به هندوستان در افتاد و در شاهجهان آباد بفرط وارستگی و بی نیازی زندگانی میکرد. و سرخوش در — کلیات الشعرا — آورده که: روزی در اوائل میشق، فقیر باو گفت: که بعضی مردم میگویند که: مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتاده آن را بنام خود میخواند (۱).

آخرکار ب عمر شصت سالگی در سنه ثمان و مائة و الف (۸۱۱۰۸) ب سمرنزل اصلی جاگزید و در جوار مزار مبارک سلطان المشائخ حضرت نظام الدین (قدس سره) مدفون گردید. کلام فصاحت انضمامش در اطراف و اکناف عالم اشتهار دارد. بیتی چند ازان درین اوراق سمت ایراد یافت.

(۲۷ بیت دارد ۲۷۵-۲۸۳)

● شمع انجمن: علی سهرندی: علی شیر نیستان سخنوری است، و مرد میدان معنی گستری. ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته، و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته. کوثر سخن در اختیار اوست، و سلمان غاشیه بردار او. مجدد طرز الفاظ و معانی است، و مستفید سلسله مجدد الف ثانی. گل وارستگی بر سر داشت، و جام استغنا در دست چاشنی گیر. مشرب بلند بود، و متمسک طریقه علیه نقشبند: استفاده از شیخ محمد معصوم خلف مجدد، نموده و در مثنوی زبان بمدح وی کشوده. موطن و منشای او سهرند است. ابتدای حال با میرزا فقیرالله مخاطب بسیف خان بدخشانی چون جوهر با شمشیر ملازم بود. و در رفاقتش به اله آباد خرامید و چندی بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد. و بعد فوت سیف خان به بیجاپور رفت و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم

خلد مکان، موافق شد. بلی علی بود ذوالفقاری بدست آورد و آخر الامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود، و در دهلی بی نیازانه میگذرانید. و همین جا در سنه (۱۱۰۸ هـ) به جنته الماوی خرامید. و در جوار مزار شیخ نظام الدین اولیا مدفون گردید. عمرش قریب شصت سال بود.

اگرچه غزل را با سلوب تازه جلوه داده اما در مثنوی بد بیضا مینماید: هر چند برخی مثنوی گویان براه او رفتند، اما هیچکس باو نرسید و خط عجز به بینی قلم کشید. کلام ناصر علی درشش جهت عالم سائر و دائرست، و دیوانش از قالب طبع برآمد و این چند بیت بنا بر التزام نقش بیاض ایراد میشود و بنا بر قانون کتاب بسواد تحریر میرسد:

(۲۳ شعر دارد ص ۳۰۲)

● ریاض الفصحا: علی سرهندی، وی را میان ناصر علی گویند. مردی مجرد و وارسته بود. در سنه (۱۱۰۹ هـ کذا) رحلت نموده، در جوار شاه نظام الاولیا مدفون شد. از اوست:

(دو شعر دارد ص ۳۰۱)

۱۶۳- عهدی، قاضی عبدالرزاق خراسانی

● مجمع النفائس: قاضی عبدالرزاق عهدی از خراسان بود. مدتی در خدمت اکبر پادشاه بود. و بعد از او هم در هند بود. با قاضی نورالله شوستری — که فاضل مشهور است — همدرس آمده و چندی در کشمیر بود. بعد از آن به عراق رفت. دیوانش دو هزار بیت است. از اوست:

وصل آنست که، فرهاد بجان جست و نیافت
رسیده دوری و بیسگانی بسرحدی
منکه از عشق شهیدم، کفتم ننگ بود
بیش ازین، تاب غم عشق ندارم (عهدی)

نه مراد است که، بر کام دل پرویز است
که، آشنا خبر از آشنا، نمیبرد
همچنین غرقه بخونم برو در گور انداز
سینه بشکاف و دل غمزده را، دور انداز

میروم، هر دم ز جا، گویا، بجای میروم
دلیر میروم از کسوی یار تا چه شود
آتش ز پیش و اشک ز دنباله میرود
سر آوارگیها دارم ولی بی یار بودنها
(۲۴۲ الف)

از خودم بیگانه، سونی آشنائی میروم
قرار مردن خود داده ام بخود (عبدی)
آزرد دل، ز کوی تو با ناله میرود
بکسم مهری کشد در کوی او بسیار بودنها

۱۶۴- عیاش، زندت جیرام گهربالی

● بهار گشن کشمیر: در کشمیر زیست میکرد، و نزد طوسی مسجد
سربنگر خانه داشت. دیگر حالش معلوم نشد. ازوست:

رحم آور بدل فکاری ما
فناش گردد ز اشکباری ما
گر بچرخ آمد آه و زاری ما
که کند یار غمگساری ما
که دراز است بیقراری ما
آفرین ها به بختیاری ما
چه شود گر کنی تسویاری ما
در جنون است پخته کاری ما
که همین است یادگاری ما
قا آفتاب و ماه ننازد به آب و تاب
کز آب اشک ما شده، یک عالمی خراب
بر خیز ساقیا! تو قدح پر کن از شراب
کز اشک خویش باده خورم از جگر کیاب
ز فروش شد منور خانه امشب
هجوم بلبل و پروانه امشب
که گویا، بود در میخانه امشب
بتاز ای شوخ من تو کانه امشب
غزلخوانی کنم مستافه امشب
دریغا کعبه شد بستانه امشب
خار از دل کشیدم هوس است
گل از گلزار چیدم هوس است

دلبرا گوش کن تو زاری ما
راز عشقی که در دل است مرا
خرمن ماه پر فلک سوزد
همچو من کیست بختور امروز
رو به کوتاهی آورد عمرم
داغ مهر نسبت است بدل
دین و دنیا و دل فدای تو شد
با تو، ای عقل خام! کاری نیست
تازه شعری فصیح گو (عیاش)
ای مهربان! تو دور بیفکن ز رو، نقاب
زین بعد، منع گریه کنم، هر دو دیده را
جامم زمی نهی است خرابم درین بهار
ایدل کدام عیش به این عیش میرسد
درآمد از درم، جانانه امشب
بگرد روی، آن شمع گل اندام
دل از یاد چشمش شد چنان مست
پی قاراج دین و عقل و ایمان
در آیم در چمن، چون غنلیبان
خیال آن صنم بگذشت در دل
گل روی تو دیدم هوس است
در گلستان چمیدم هوس است

همچو کاکل خمیدم هوس است
همچو صبزه دمیدم هوس است
که شرابش یکم میباید
شیوه اش را که دراز است چه میباید کرد
که شب هجر دراز است چه میباید کرد
کمپک رفتاری مرا، دیوانه کرد
کرد غارت به طمطراق امروز
همین بس است که سویش یکی نظاره کنم
اثر درون دل سخت سنگ خاره کنم
بمرکب دل خود جان خود سواره کنم
بشت محراب بدیوار چه باید کردن
(۵۵ : ۲)

بهر پا بوس آن پیری رخسار
در تبه پای لاله رخساری
هیش آن کس مدام میباید
لبش از خنده که باز است چه میباید کرد
روز وصلش دل من گریه کنان میگوید
لااله رخساری مرا، دیوانه کرد
عشق پر نور خسانه دل را
دلا به درد فراقش بگو: چه چاره کنم
اگر بباله، در آیم ز مستی طالع
پیاده بر در جانان رسید نتوانم
ای کمان ابروی من! اگر توفه دشمن دین

۱۶۵- عینی، کشمیری

● تاریخ اعظمی: یعقوب شاه (۱) با قاضی (شهر) حرف مذهب در میان آورده، علانیه ترویج تشیع نمود. ملا عینی را متصدی این قرار داده و بخطاب قبرا خوانی، رسوای ازل و ابد ساخته تکلیف نمود که فقره — علی ولی الله — را داخل اذان سازند. قاضی اسلام از صلابت شاه نترسید و راضی بر خلاف سنت نگردید. یعقوب باوجود منع امرا و فضلا قاضی را بر تخت شهادت نشاند. . . . میگویند که: لاشه مبارک قاضی را بر دم فیل بسته، در شهر میگردانیدند. . . . بعد شهادت قاضی، مردم شهر از یعقوب شاه متنفر شدند. ملا عینی مذکور از فضیلتی آن دور بود. و چون بسی صرفه گوئی مذهب اهل تشیع است، نسبت بهعارف نامی حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نیز بی ادبی کرده: بیت:

می و میخانه با مهر و نشان است
نهی گفتن بنمیر از ابلهی نیست

هنوز آن ابر رحمت در نشان است
درین دیر مدس خم تمهی نیست

حالانکه این ابله بد بخت بمقتضای لب و دهن خود، مخاطب به تبرای خوانی شده است. نمیداند که مراد حضرت مولانا انقضای مجلس پر فیض انبیاء و ائمه اهل بیت و صحابه کرام است، که ظهور مثل آن درین زمان، صورت ندارد. اگر بنظر انصاف دیده شود، در هر طائفه چه از اهل عرفان و اهل علم و سخن دانان تفاوت در فیضان شده است. لاحقین البته مثل سابقین نیستند بلکه در سخن درد یافت. این تبرای هم هست که چون گفته است.

می و میخانه با مهر و نشانت

گویا معتقد این است که سابقین هم مثل لاحقین از فیض محروم مانده اند.
(۱۰۰-۹۹)

۱۶۶ = غازی، حضرت ابو الفقرا بابا نصیب

● تاریخ اعظمی: از مشاهیر مشائخ این دیارست. از خوردی باز باصناف ریاضات و صحبت حضرات اشتغال نمود، و گوی سبقت از اکثر اقران خود ربوده. خلیفه برجسته حضرت شیخ بابا دازد خاکی ست، و سواى ایشان فقراء بسیار را دیده.

تمام عمر بترک لذات گذرانیده، و حتی ترک فوا که ربیعی و خریفی و آب سرد هم داشت. و عالم با عمل و مروج اهل علم بود و مساکین در خدمتش رجوع تمام داشتند. در وقت خود ملجا و مآب غربا و بیچارگان بود، و یکجا سکونت نمیفرمود. باوجود ترک کل بنقد و جنس نفقد حال فقرای خود میفرمود. با حضرت خضر اکثر صحبت داشته. همیشه بتجرید بود و تمام عمر بصیام و ترک حیوانی بسر برد. و اکثر مریدان طی مسکن و تصرف اکوان و اعانت غائبان از شیخ دیدند و نقلها دارند.

یکی از مریدانش در سفر به تهمتی گرفتار شد و به قید آمد و مردم آنجا

مستعد قتالش شدند. از بیگناهی ملتجی بباطن شیخ شد: نصف شب در مجلس حاضر گردید و او را از آنجا برداشت و قدم باو براه گذاشت: پاسپانان در خواب بودند و کسی آگاه نشد. و در رفتن تبت هم همچنین باعثی شد. و راجه آنجا، که مرید او را قید کرده بود، سبب از شیخ متنبه شده، حبسی را خلاص کرده: باآواز استدعای قدوم شیخ.

بالجمله، اکثر در قریات و پرگنات بتقریب ارشاد و هدایت خلائق میگذرانید، و در هر جا بنای مسجد و اجرای احکام شرع مینمود. آخرها قصداً بشهر آمده همه مشائخ و درویشان عهد را دید و فرمود که: شاید باز رسیدن و دیدن نخواهد شد. از شهر رفته در قصبه بجباره (۱) رحلت فرمود. مردم شهر و خلفا خواسته بودند که: در جوار حضرت مخدوم دفن سازند، مردم بجباره غلبه کردند. سیزدهم محرم سنه هزار و چهل و هفت (۸۱۰۴۷) (۲) رحلت ایشان واقع شد.

— و هو خیر الصالحین —

۸۱۰۴۷

مولانا ملا حمید علی علامه چرخمی — که شاگرد وی بود — فرمود: و محمد مومن جمیل:

— شیخ مومن —

۸۱۰۴۶

۱- صوفی دارد: Bijbihara or Vijabrora...Founded by King Vijaya (69-61-B.C.) دارا شکوه بر دریای جهلم - که از آنجا گذر دارد - پل بسته بود در ۲۲ رمضان (۸۱۰۶۰) جمیعت شهر در سال (۱۹۴۱) ۲۵۳ بود.

۲- مقبره بابا نصیب الدین همانجا برکنار چپ جهلم نزد مسجد جامع واقع است. برادرش شیخ شمس الدین نیز مرد خدا رسیده و مرید شیخ اسحق.

گفتند ، که معنى اضافى دلالت بران دارد ، و الا متبادر ترکيب مرصعى است . راقم حروف گوید که ، بحسب اتفاق ، تحرير اين صفحه در احوال شيخ ، هم سیزدهم محرم الحرام اتفاق افتاد . (۱۲۲)

● مولوى : ابوالفقرا ، بابا نصيب الدين غازى يا نصيرالدين پسر شيخ مير حسين رازى و مريد بابا داؤد خاکی . در سال (۸۹۷) بوجود آمد ، و در سال (۱۰۳۷) وفات يافت . مقبره اش تا کنون زيارت گاه مريدان است .

— نورنامه — که در شرح حال شيخ نورالدين رشى هست ، از سانسکرت به فارسى ترجمه کرد . کتاب ديگر — درويش نامه — يا — رشى نامه — که مشتمل بر احوال مشايخ کشمير است ، نيز بنام او منسوب است . مشايخ که از سده هشتم تا دهم در کشمير زندگاني ميکردند ، اين تذکره مشتمل بر احوال آنان هست . يک نسخه از او در کتابخانه مجلس آسيائى بنگال کلکته مضبوط است (۱) . (۲۷۵ - ۲۷۶)

● عرفانى : غازى ، بابا نصيب الدين متولد (۱۶۳۷ ع - ۸۹۷) مريد بابا داؤد خاکی بود . غازى شرح احوال شيخ نورالدين رشى (يکى از روحانيون بنام) را بزبان فارسى باسم — نورنامه — تدوين و ترجمه نمود . قبل ازان اين کتاب بزبان سانسکرت بود . و از دسترس دانشمندان مسلمان خارج بود .

که ناگه مرگ پيش آيد ، خورى آن دم پشيمانى چه مفرورى در اين دنيا مگر مردن نيميدانى کجا رفتند ياراني که « بودند مونس جاني (۱۵۷)

په پندى دل درين دنيا ، که روزى چند مهبانى نياري ياد روزى ، آنکه وقت مرگ درپيش است يکى اندیشه کن ، بنگر ! کيا بوده ، درين دنيا

۱۶۷- غازی، خواجه عاقبت محمود کشمیری

● سفینه خوشگو : خواجه عاقبت محمود غازی تخلص، کشمیری الاصل است. از دیرباز به بلده عظیم آباد سکونت دارد. در فن شعر و انشا طرازی و دقیقه یابی ماهر است. بیشتر ناظم تخلص میکرد الحال غازی تخلص بهم رسانیده. جوان و صاحب سلیقه خوش فکر بلند تلاش است. ازوست:

غبار خاطر عاشق، بگردون میزند پهلوسر شک دیده پرتم، به جیحون میزند پهلوسر
رویت از گرمی می، یک چمن گل، شده است چشمت از باده کشیها، قدح مل، شده است
بود هر نقطه مکتوب، در دم چشمه سخونی کبوتر نامه ام را، گر برد، سر خاب میگردد (۱)
(۳۰۱-۳۰۰)

● گل رعنا : غازی خواجه عاقبت محمود، اصلش از کشمیر است. اما در بلده عظیم آباد نشو و نما یافت. سابق ناظم تخلص میکرد، آخر غازی اختیارش افتاد. در فن شعر و انشا نویسی سلیقه مناسب داشت.
(سه بیت دارد ۲ : ۸۷۸)

● صنف ابراهیم : غازی: خواجه عاقبت محمود غازی تخلص از خطه کشمیر است. در بلده عظیم آباد مسکنی گزیده. اوائل ناظم و اواخر غازی تخلص میکرد.
(۲۴۹ ب)

۱۶۸- خمین، حکیم عطاءالله قریشی کشمیری

● انتخاب یادگار : حکیم عطاءالله قریشی پسر حکیم غلام رسول کشمیری. نبیره مجد محسن فانی. با نواب غازی الدین خان فیروز جنگ میبود، و بعد او در سرکار نواب مجد فیض الله خان صاحب بهادر عرش منزل ملازم شد:

خوش خلق و طبع حلیم داشت ، در طالب علم مستعد بود . شصت سال است که جهان را پندرود گفته است . شعر در فارسی و هندی می‌گفت . از آنست :

ما را ، بهاس خاطر غم ، آفریده اند چون شمع ، بهر سوختنم ، آفریده اند
دوش پرسیدم که یار کیستمی خنده کرد و گفت : یار کیستم ؟
احمد که بمعراج طربناک گذشت در لمحہ چسان یاجسد پاک گذشت
چون نور ، ز هفت پرده چشم ، (غمین)

(۲۰۲-۲۰۳)

۱۶۹- غنائی ، میرزا فیض الحق کشمیری

● روز روشن : غنائی ، میرزا فیض الحق . از مردم کشمیر بود . و دلش بکثرت مضامین غنای داشت :

ز تیغ خود بپرس احوال ما ، از ما چه می‌پرسی زبان او ، بیان سرگذشت ما ، نکو دارد
(۲۹۳)

۱۷۰- فنی ، ملا محمد طاهر اشای کشمیری

● تذکره نصرآبادی : غنی کشمیری ، مجد طاهر (۱) نام داشته . در تحصیل علوم معنی نموده ، باوجود حداث سن ، در کمال بی تعلقی بوده . چشم بر زخارف دنیا — که در نظر عارف قدر پرکاهی ندارد — نکشوده ، بعزت آن ، غنی معنوی هم بوده . چنانچه خود گفته :

سمی ، روزی بر نمیدارد مرا ، از جای خویش آبرو چون شمع میریزم ، ولی در پای خویش (۲)
از صحیح القولی مسموع شد که : پادشاه والاجاه هندوستان بسیف خان

۱- پدرش با خواجه طاهر رفیق — که یکی از صاحبان خانواده اشائی بود — اعتقاد وافر داشت و به همین نسبت نام پسر مجد طاهر کرد . (رک : غنی کشمیری علی جواد زیدی در معارف اعظم گره جون ۱۹۶۶ ع ص ۲۰۹)

۲- گل رعنا دارد .

حاکم کشمیر نوشت که : او را روانه پای تخت نمایند ! سیف خان او را طلبیده تکلیف رفتن بپند نمود : او ابا نموده گفت که : عرض کنید که دیوانه است ! خان گفت : عاقلی را چون دیوانه بگویم ؟ او فی الفور گریبان خود را دریده دیوانه وار روانه خانه شد . بعد از سه روز فوت شد (۱) . حقا که درست سلیقه و غریب خیال بود . اشعارش همگی لطیف است : شعورش اینست :

از چرخ ، بسی مذلت ، حاجت روا نگرود
رفیق اهل غفلت ، عاقبت از کار میباید
دل بمرده نه ، (غنی !) چون قامت ، گردید خم
نیفته کارسازان را ، بکس درکار خود حاجت
بسر نداریم ز اشعار کسی ، مضمونی
حسن سبزی ، ز خط سبز ، مرا کرد اسیر
شعر دیگران را ، همه دارند به خاطر
اثر برعکس بخشد ، سعی من ، از طالع و اژون
بر تواضع های دشمن تکیه کردن ، ابله نیست
در نیازم ، نیست مقصد ، غیر جست و جوی او
نی همین تنها مرا مژگان چشم یار کشت
آب بسود معنی روشن (غنی)
خرق عادت ، کی بکار آید ، دل افشده را
حاسد از کرده خود ، گشته پشیمان ، که بزود
یار در بزم آمد و ما از حیا برخاستیم
زند ربط بهم ، پیوستگان را گفتگو بهم
چون آستین ، همیشه جبینم ز چین ، پر است
فراغت می ، بنیستان بسوریا ، دارم

تا آب رو ، نریزی ، این آسیا نگرود
چو یک پا خفت ، پای دیگر از رفتار میباید
بهر این خاتم ، نگین نیست جز ، سنگ مزار
بخاریدن نباشد احتیاجی ، پشت ناخن را
طبع نمازک ، سخن کس فتواند برداشت
دام هم رنگ زمین بود ، گرفتار شدم
شعری که (غنی) گفت ، کسی یاد ندارد
ز آواز سپندم ، چشم بد از خواب بر خیزد
پای بوس سبیل ، از پا افکند ، دیوار را
میروم افتان و خیزان ، تا بینم روی او
هالمی را ، اضطراب نبض ایمن بیمار کشت
خوب اگر بسته شود ، گوهر است
گر رود بسر آب ، نتوان معتقد شد مرده را
بر زمین زد سخنم را و بر افلاک رسیده
چون نگین ، تا نقش ما بنشست ، ما برخاستیم
سخن چون در میان افتد ، دلبازم جدا گردد
یعنی دلم ، ز دست تو ای نازنین ، پراست
مباد راه ، در این پیشه ، شیر قالی را

۱- این روایت درست نیست ، غنی دو پیری و در بیماری خانقا با اسببال وفات یافته است .

رباعی در نعت پیغمبر (صلی الله علیه و آله) گفته :

ای! جامه فقر، زیب و پیرایه تو ای شاه و گدا توانگر، از مایه تو
از خصال صانع، سر نزد نقش دو کون کسا : صرف نشد سیاهی سایه تو
(۲۲۶-۲۲۵)

● کلمات الشعرا : مجد طاهر غنی، صاحب طبع عالی بود : پایه سخنوری را
بدرجه کمال رساند . از خطه کشمیر بلکه از اقلیم هند همچو او، خوش خیال،
نازک بند، معنی باب، بر نخاسته . دیوانش را میرزا مجد علی ماهر ترتیب داده،
چنانچه دیوان مولوی ناصر علی را فقیر تدوین نموده .

اکثر فکرش بطرز ایهام است. و — غنی — (۱۰۶۰ هـ) تاریخ ابتدای (۱)
شعر گفتن و تخلص یافتن اوست . فقیر او را ندید، اما جزوی از اشعار
خود، پیش او فرستاده بود .

روزی مطلع گفته پیش میرزا مجد علی ماهر خواند :

بی چراغست، اگر بزم خیالم، غم نیست مصرع ریخته شمعیت که در عالم نیست
شاه ماهر، نظر بطرز ایهام بندی او، شوخی نموده گفت : مصرع ریخته که
در عمر گفته باشد، همین خواهد بود .

ظفر خان احسن مصرعی گفته نزد او فرستاد :

ای لاله! دل بر ابر بهاران، چه میدمی

مصرعی بدیده رسانده جان بقالب مصرعش دمید :

داغی که، در دلت، بستن نمیرود (۲)

۱- رک : باوردی تحت تاریخ اعظمی .

۲- چاپ لاهور این واقعه ندارد .

این شعر او انتخاب کرده میر معز است :

کنند در هر قدم، فریاد خیال
بسا دامن تر، شدم بمحشر
جان بلب، از ضعف نتواند رسید
بباران، ببردند شعر ما را
می نوازد ساز، عیش آن دم که، طامع یافت قوت
ز ضعف تن، بجز نامی نماند آخر، ز من باقی
آسمان برگشت از خورشید، تا روی تو دید
قلم تحریر کرد از سینه چاکم، مگر حرفی
میان با نزاکت، همچو مور، آن دلستان دارد
میفرستد به پدر، پیرهن خیالی را
میکنم هرگاه از جانان نگاهی التماس
چو خاتمی که، برد سر بچیپ موم، فرو
جلوه حسن تو، آورد مرا، بر سر فکر
میگویند: صائب برین بیت او آنقدر رشک میبرد که میگفت: ای کاش!
آنچه درین عمر گفته ام بآن کشمیری میدادند و این یک بیت بمن میدادند:
حسن سبزی، بخط سبز، مرا کرد اسیر
دام همرنگ زمین بود، گرنسار شدم
حکیم صاحب از روی این شعر، معنی پیدا کرد و فقیر نیز. هر دو نگاشته
میآید.

صاحب :

خط سبز، آفت جان بود، نمیدانستم
دام، در سبزه نهان بود، نمیدانستم

سرخوش :

خوردم ز خط، فریب جمال عذار او
همرنگ سبزه بود لباس شکار او
(مدراس ۱۳۸-۱۴۰ لاهور ۸۳-۸۵)

● مرآت الخیال : ملا محمد طاهر کشمیری غنی تخلص داشت. و این اسم را صفت ذات خود ساخته، در عین بی دستگاہی بکمال جمعیت میگذرانید،

همواره چون زمرد بآب خود سرسبز بوده : از شان ابر و شوکت دریا فراغت داشتی ، و برنگ مروارید در صدف زاویه بهاس آبرو مفید بودی .

اشعارش مانند گل‌های کشمیر همواره با طراوت ، معنی و طرز کلامش چون کلام خوبان پیوسته با حلالت . واردات او را معنی خاص بسیار است ، و مضامین تازه بی قیاس .

شاگرد شیخ محسن فانی بود ، بمدد طبع دراک در فنون و علوم بر استاد چیره دستی مینمود . هرگاه شیخ را مسئله مشکل شدی ، از وی استفسار نمودی . اما مرغ روحش در عین شباب بسر پنجه شاهین اجل گرفتار گردید ، و در سفر واپسین نیز بر استاد سبقت گزید . با این ضیق فرصت ، آنچه از طبع وقادش سرزده بود ، امروز در ایران و توران و سواد هندوستان بر افواه والسنه جاری است . و این بیت از غیب دانیهای اوست :

نه گردد شعر من مشهور ، تا جان ، در تنم باشد که بعد از مرگ آهر ، ناله بیرون میدهد ، بو را
محمد علی ماهر — متبنای میرزا جعفر معمای — که احوالش بعد ازین ثبت
خواهد گردید ، در تاریخ وفاتش این قطعه نظم کرده است :

چو دادش فیض صحبت شیخ کامل (محسن فانی) (غنی) سر حلقه اصحاب او در نکته دانی شد
تهی چون کرد بزم شیخ را ، گردید تاریخش که : آگاهی سوری دار بقا از دار فانی شد

۱۰۷۹ هـ

گویند : عنایت خان پسر ظفر خان ناظم صوبه کشمیر دعوی کرد ، :
شعری که از یک مرتبه خواندن یا شنیدن بفهم من در نیاید ، بی معنی است !
چون غنی شنید ، این دعوی از وی نپسندید ، و گفت : تا حال اعتمادی بر
شعر فهمی عنایت خان داشتم ، امروز آن اعتماد بر خاست ! و بعد از آن هیچگاه

با خان مذکور، ملاقات نکرد (۱). از زاده طبعش این غزل ثبت شد :
(۶ شعر دارد ص ۱۶۱-۱۶۳)

چوننی کوکه الخ

● تذکره شعرای متقدمین : مجد طاهر غنی کشمیری : صاحب طبع عالی بود، و پایه سخنوری را بدرجه کمال رسانیده. از خطه کشمیر — بلک تمام اقلیم هند — همچو او خوشخیال نازک بند معنی یاب بر نخاسته. و — غنی — تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست. (۵۲ - ۵۳)

● همیشه بهار : آراسته باطن و ظاهر، ملا طاهر غنی تخلص، متوطن کشمیر و نغمه سرای چمنستان سخن. تا حال همچو او شاعر معنی بند ازان خطه دلپذیر بر نخاسته، بلکه از سواد هند نیز بر نیامده. زمین سخن رنگین کرده اوست و بحر شعر آب داده او. در غزل نویسی سواد از چشم غزالان باج میگیرد، و در قصیده از قصدهای بلند بر سر سخن تاج میگذارد. در رباعی مربع نشین چار بالش اورنگ سخن است، و مصراعش مانند طره زلف غیرت خوبان دلاویز، و هر مطلعش بسان بیت ابروان گلرویان فتنه انگیز. دیوانش که دیوانیان سخن را دستور است، از اول تا آخر سیر کردم، مصرعی بنظر نیامد که خالی از ادا و تشبیه و ایهام باشد. غرضیکه خلعت شاعری، بر قامت آن سخن آفرین، زیبا و رساست.

گویند : در حالت نزع ملا طاهر غنی، شعرای کشمیر بخانه او جمع

۱- در — فانوس خیال — است : گویند عنایت خان آشنا دعوی کرد که : شعر یکه یک مرتبه خواندن یا شنیدن بفهم من نیامد، بیهیمنی است ! چون غنی شنید این دعوی از وی نپسندید، گفت : تا حال اعتدای بر شعر فہمی عنایت خان داشتم، امروز که آن اعتماد برخاست ! بعد ازان هیچگاه با خان مذکور ملاقات نه کرد. (آقای حل جواد زیدی بحواله کتاب مذکور نسخه علیگره).

آمدند . غنی گفت که : چراغ بودم که میباید خاموشم شد . شمارا بخدا
میسپارم . شاعری گفت : ای مولوی ! بگذار تا انگشتی به چراغت چرب
کنیم ! شاید بکار عمرت آید و نور حیات بیفزاید !

و — غنی — (۱۰۶۰ هـ) تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن آن عالی فطرت
است . لیک در عین شباب طائر روحش صید چنگل شاهین قضا گردید .
من اشعاره :

سزد که ، کعبه شود سنگ آستانه ما صد شکر که ، ماند است بیاران ، سخن ما گویند بگوشتم این سخن پوست کرده مار کنی گر جانب من پا دراز ، آن نیز بردارم بسکه بیمار است ، می افتد بهر جا ، چشم او بشود گوش از برای خواب چشم ، افسانها داغ ، از احسان خورشید است بر دل ، ماه را عمر من در نفس شماریها خاک بر فرق مالداریها تنگ دارم ز نامداریها خضر وقت است هر که قانع شد بقوت لایموت میکنند خاک برای همه کس ، جا خالی هر که خواهد صفحه از بوستان (خطی)	دمی که ، یار گزارد قدم ، بخانه ما بردند ، پس از مردن ما ، معنی ما را از مالدار ، کیمه خالی است ، یادگار ز شوخی پشت بر من کردی و بر رو نمیآرم گه نظر بر غیر دارد ، گاه بر ما چشم او سمی ، به راحت همسایها کردن ، خوش است کاسه خود ، پر مکن ز نهار ، از خوان کسی رفت مانند شیشه ساعت روزی ما ، نیست غیر از خاک هست چون فاخته نگین بی نقش میشود پیمان پر از کثرت نعمت (غنی) هزت شاه و گدا ، زیر زمین ، یکسان است لاف موزونی زند مانند سرو
---	--

● تاریخ اعظمی : مولانا محمد طاهر غنی ، از قبیله اشائیمها (۱) است که لقب
مشهور بست در کشمیر . صاحب طبع عالی بود پایه سخنوری را بدرجه کمال

۱- اشائی ، اشئی ، ایشی ، اشوی ، عاشئی ، گفته شده است « در اصل اشائیت که نسبت به
قبیله است که از بخارا آمده بکشمیر مترطن شد .

(رک : مقام غنی کشمیری نوشته علی جواد زیدی در معارف اعظم گره جون ۱۹۶۶ ص ۲۰۵)

رسانده : هر چند شاگرد ملا محسن فانی بود (۱) اما اتفاق ارباب سخن است که : از خطه کشمیر بلکه در تمام اقلیم هند، در آن عهد همچو او، خوش خیال نازک بندی بر نخاسته .

دیوانش که سراپا انتخاب است — مرزا محمد علی ماهر ترتیب داد (۲) : اما اکثر شعرش بطرز ایهام است و — غنی — (۳) ابتدای تاریخ شعر گفتن و تخلص یافتن اوست . روزی مطلبی تازه گفته پیش شاه ماهر میخواند :

بی چراغست ، اگر بزم خیالم ، غم نیست مصرع ریخته شمی است ، که در عالم نیست
شاه نظر بر طرز ایهام بندی ، باو شوخی کرده گفت : شاید مصرع ریخته
که گفته باشد همین خواهد بود ! این چند شعر از دیوان غنی انتخاب نموده
میر معز موسویست :

(نورده شعر دارد ۱۷۱)

۱- محمد علی ماهر گفته است :

چو دادش فیض صحبت شیخ کامل (محسن فانی) (غنی) سر حلقه اصحاب او در نکته دانی شد

۲- دیوان او بقول سرخوش و صحف ابراهیم محمد علی ماهر مرتب کرده است و دیوان که بچاپ رسیده است آن مرتب کرده محمد مسلم صنعی شاگرد غنی است که بعد از وفات استاد در همان سال (۱۰۷۹ هـ) با همکاری شاگرد دیگر ملک شهید تدوین کرده و مقدمه نوشته است .

۳- آغاز شاعری پیشتر از (۱۰۶۰ هـ) بوده زیرا وقتیکه صائب در سال (۱۰۴۲ هـ) بکشمیر رسیده غنی در شاعری نام پیدا کرده بود و بیاض شعر نیز داشت . میرزا صائب شعر او را تضمین کرده است :

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (غنی) یاد ایامیکه ، دیگ شوق ما سرپوش داشت

و میرزا دو صد شعر نیز در بیاض خود انتخاب نموده بود . (رک : تحت مجمع النفائس و سرو آزاد) نیز با قدسی و کلیم نیز صحتهای داشته و تاریخ فوت الهی (۱۰۶۳ هـ) هم گفته است و راجع بقحط که در سال (۱۰۵۷ و ۱۰۵۸ هـ) در کشمیر افتاد ، شعر گفته است :

گلشن کشمیر را امسال ، شادابی کم است گر ، گل ابری نمایان است ، آن هم بی نم است
خلق سرگردان همه ، از قحط آب و دانه اند هر کرا ، دیدیم غیر از آسها ، در گردش است

در کمال جوانی (۱) بعد واقعه شیخ محسن فانی بهشت ماه قضا کرد،
در سال هزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹هـ)، و این قطعه در تاریخ وفاتش گفتند:

از فوت (غنی) گشته، که و مه، غمگین هر کس شده، در ماتم او، خانه نشین
تاریخ وفاتش، از پیرسند، بسگو: پنهان شده گنج هنری زیر زمین (۲)

۱۰۷۹هـ

کسی بتعمیه در تاریخ او گفته :

بسی سخن داد سخن داد (غنی)

۱۷۸۸ - ۱۰۷۹ = ۱۰۷۹هـ

(۱۷۲-۱۷۱)

● ریاض الشعرا: مجد طاهر غنی، از مردم کشمیر بوده. در زمانی که
ظفرخان احسن ناظم صوبه کشمیر بوده و میرزا صائب بتکلیف خان مذکور،
آنجا وارد شد، غنی مرحوم صحبت میرزا را دریافته است. و با ابوطالب
کلیم و حاجی مجد جان قدسی در همان اوان صحبتها داشته.

غرض که، درستی زبان و روانی القاط و لطافت معانی او، مقبول
همه بود. الحق از خطه کشمیر مثل او کسی بر نخاسته. در اوائل جلوس
هالمگیر پادشاه وفات یافت. دیوانش تخمینا دو هزار بیت است. این
ابیات ازوست که نوشته میشود:

(غنی) روز سیاه پیر کتمان را، نپاشا کن
مارا چو شمع مرگ بود خامشی (غنی)
حلقه در نگر و رخنه دیوار بین
تا سرکه پیشانی دوزخان فچشیدیم
گلشن حسن را تماشا کن
که روشن کرد، نور دیده اش، چشم زلیخا را
اظهار زندگی بزیبان میکنم ما
چشم، بر راه تو دارد در و دیوار، بیا
دندان طمع، کسته نشد، در دهن ما
که دمسد سبزه در غزان آنجا

۱- رک: تحت گل رعنا

۲- این از مسلم صمنی است. رک: تحت عنوان تاریخ وفات.

که برده است سیاهی ، ز دیده بقبوب
در یلبیضا همه انگشتها یکدمت نیست
شوخ مرا فتنه بزیر سر است
ز بیم آنکه ، نگویند : ناقران بین است
دل بهستی چه نبی ، راه عدم در پیش است
تا ، کدو خشک نگریده ، می ناب نیافت
سلام او ، سلام روستائیمست
معنسی قنند مسکسر فهمیده
قازم بنامشی که ، سخن را تمام کرد
(خطی)

خضاب موی زلیخا مگر ، کند یوسف
شعر اگر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست
بالش غریبان دگر از پیر است
نمیکنند بمن ناقران ، نگه آن شوخ
بگذر از خویش ، چو بینی دهن باز (غنی)
بی ریاضت ، نشود نشئه عرفان ، حاصل
نماز پارسا ، بی مطالعی نیست
دیده چون آن دو لب شیرین دید
تا بود گفتگو ، سخن نا تمام بود

● تذکره حسینی : غنی : شاعر ماهر یکفنی مجد طاهر غنی . آب و رنگ
گلستان سخندانست ، و شاگرد مجد حسن فانی . مرد قانمی بوده . گویند :
میرزا صائب این مطلع او را شنیده عزم کشمیر نموده :

موی میان تو بود ، اگرالین کرد جدا کاسه سر را ز تن

و دریافته پرسید که : اگرالین مگر نام رشته ایست که کوزه گران کاسه را
از چراغ بدو جلوه میسازند . گفت : بلی ! باز غنی دیوان خود را — که از لک
بیت برگزیده و هزار بیت بیافنی نگاهداشته و باقی را باب داد — پیش میرزا
گذاشت . میرزا از مطالعه او بغایت محظوظ شد . خصوصاً برین بیت حسرتها
خورد و گفته : کاش ! اینهمه که در تمام عمر خود گفته ام باین کشمیری
میدادند و این یک بیت بمن میدادند ! و آن این است : حسن الخ
اگرچه دیوانش سراپا انتخابست باین چند بیت اکتفا نموده شد :

نیست باری درجهان ، سنگین تر از ، بار وجود پشت خم شد ، زندگانی تا بر بردیم ما
از کنارم دختر روز کرده تا پهلوی منی کارمن اکنون (غنی) با طفل اشک افتاده است (۱)
نقلست ، کشمیری را با کودکی بخیانست گرفتند و پیش قاضی بردند .

گفت ایها القاضی ! اینها تهمت میکنند ! اگر باور نداری ، عضو تناسل مرا ببین ، تا ترا بر صدق من گواه باشد !

قاضی فرمود ، تا وی را از محکمه بیرون کردند . منته :

زلف از شرم ، ز راه کمرش پر گردید عاقبت سوی میانش نتوانست رسید
 نامه چون ز سر لطیف فرستاد بمن روشنم کرد که ، آن ماه خطی پیدا کرد
 (۲۲۸-۲۳۰)

● مجمع النفائس : ملا طاهر غنی ، از کشمیر جنت نظیر بود . شاگرد شیخ محسن فانی است ، که او نیز از شعرای زبردست و فاضل بود .

گویند : چون کسی از هند وارد ایران میشد ، مرحومی میرزا صائب میفرمود که : برای ما تحفه از هند آورده ؟ و آن عبارتست از اشعار غنی . و نواب وحید الزمانی طاهر وحید دیوان او را هیکل بازوی خود ساخته بود . مثل اوئی ، از کشمیر چه که از ملک دیگر ، نیز در متاخران ، کمتر نخاسته . در بستن مضامین تازه و بندوبست معانی نو ، و صفای عبارات ، از همعصران بلکه از اکثر گذشتگان پیشقدم است . دیوانش اگرچه مختصر است اما ، در تعریف فصاحت و بلاغت کلامش* ، سخن مطول میگردد .

جناب میرزا صائب ، دو صد بیت از دیوان او انتخاب زده در — سفینه — خود نوشته ، و تا حال بیاض مذکور پیش بعضی هست . بنایم انصاف مرزای مرحوم را ، و الا قلقچیان حال ایران — صاحبان گنج باد آورد — کلام هندی را ، بخاطر نمیآرند . گو نیارند ! باطن اغنیای* معنی ، بکمر ایشان خواهد زد ، و سخن خود بداد خود خواهد رسید .

این اشعار از منتخبات میرزا است (علیه الرحمه) :

چشم فلک چو میبرد از شوق ابرویت بر دیده مینهد پر کاه هلال را
 باده عشرت ، ندارد کار ، با مینای ما از کدهی سبز ، فرقی نیست تا مینای ما

مگر زُد، پرتو خورشید جنت، در جهان آتش
جای، بیثباتی سواد دیده، باشد بی بیاض
سر پیش ننگیدن ز گنجه، داد نجاتم
بر گرد تو میگردم، و از خود خبرم نیست
ز بیمق، جز طفل اشک، نیک از بد، نمیدانم
بیزم می پرستان، محسب خوش عزتی دارم
همچو سوزن، دائم از پوشش، گریزانم ما
گوئی که، در تنور فلک، قسط هیزم است
کن ساخته پاینده، درین مرحله، جان را
نباشد طاعت مقبول، غیر از فکر او، ما را
رفتم سوی یار و ندیدیم روی یار
پروانه را، ز چشم جبهه صبحدم چراغ
مردان کنند عماره، ز پوشیدن سلاح
قا نموزده، نکند میل بلندی، چو سهند
گر کسی می آخرد، غم مخور، ای باده فروش
تسا یکی تشنه خونم باشد
تکه نبوده که، سراز جیب تو برون کرده است
کسی که زنده، باظهار زندگی، باشد
پیش چشمش، چشم نرگس کی تواند شد سفید
چون محبت درمان باشد، تکلف گو مباش
معدور بود زاده اگر، جام نگیرد
نیست چون سهره فردم، هوس قصر بلند
بی مشکل بود، دل کردن از خوابان، پس از الفت
شعر دگران را، همه دارند به خاطر
ساغر بکف گرفته، چو نرگس، میا برون
باشد نشاط دهمگر، در عالم تجرد
سخت دلیستی داشت ببالم، سیاه
نه نشین باده هر سو ز درد ماتم است
رفیق اهل غفلت، هانیت از کار مهیاند
ای دل! بر ریگ شیشه صاحت، نگاه کن
برداشت چو بلبل، آشیان را

که برج آبی چاهست منزل ماه کنعان را
هیچکس در روز، فیض شب، نمی بیند بخواب
صد طاعت نا کرده، بیک سجده، ادا شد
شعی تو و من، صورت فانوس خیالم
سر پستان تصور میکنم گوی گریبان را
که چون آید مجلس، شیشه خالی میکند جا را
جامه بهر خلق میدوزیم و صریانم ما
تا رفته نسوخت، نشد پخته نان ما
ساکن کند، آمیزش خاک، آب روان را
نیاید جز بحر آب گریبان، سر فرو ما را
مسانه رهروی که، رود رو به آفتاب
خوش سیل، ز پنجه خورشید خسوده است
نامرد بی سهر چو بود حیز با دفعت
چشم بد دور، ازین اختر طالع، که مرا ست
کین مناهی است که چون کشته شود، پیش بهاست
تیغ را گسر به می آب، خوش است
جامه ات گوی، ز پیراهن یوسف برده است
دی که گشت ز دھوی خموشی گویا نیست
چشم او، هر چند بیمار است، اما زرد نیست
شیر مادر در حلاوت، بی نیاز از شکر است
کز دانه تسبیح، کفش، آبله دار است
خانه ام ساخته از ریختن رنگ شود
عنوز از آب غم، یوسف، به چشم چاه می آید
شعری که (غنی) گفت، کسی یاد ندارد
ترسم باین بهانه، دهان تو بو کنند
هر کس که گشت حریان، در پیرهن ننگند
نافذ بالش او، پر ز پریم، خواب نکرد
دست را نیل کند هر گه نسکار آخر شود
چو یک پا خفت، پای دیگر از رفتار میباید
غافل مباش، از سفر کاروان عمر
گل گفت که: غش کنم و جهان پاک

اوتاده است پرو، سایه دیوار نفس
چشم پوشیدم و خوابی بفراشت کردم
ز ناخنها، گره چون غنچه، افتاده است در کارم
دام، همرنگ زمین بود، گرفتار شدم

نیست خطهای سیه کبک، مرا بر پهلوی
تکیه گروش، پسر از پنبه نفثت کردم
مرا، از دست این مشکل کشایان، دل بستگ آمد
حسن سبزی، بخط سبز، مرا کرد اسیر

در بعضی از کتب مذکور است که : میرزا صائب میفرمود که : کاش !
تمام اشعار مرا بغنی میبخشند و این شعر که گذشت مرا :

ز روی چو جسم ز نبرد می ز روی من
ازین غائل که، ز آرد ز شوق چرخ سر بیرون
پیوسته بود، پشت کمان، سری نشانه
سر که گر بود، در پیشانی زهاد بود
که گردید آشیان عندلیبان، چشم گریانی
تا در خانه نه بدم، نه برد خواب مرا
شمرده ام، ز هر که، آمد بر مرا
بهر پاس عزت، آخر خود ز جاء، برخاستم
مصرع ریخته، قسمی است که در عالم نیست
آب پیکان، تر نمسازد، لب سوار را
نردبان این سرا، جز راه تا هموار نیست
شنیده کی بسود، مسانند دیده
راستی را، نبود بسم زوال
از نه چشمه آئینه، کسی آگه نیست
(دوازده بیت دیگر دارد ۲۶۰ الف - ۲۶۱ الف)

هرگز شگفتگی نکند رو، بسوی من
لیار دمسک از همیان، چو مرغ از ییضه، ز بیرون
هر چند تغافل کند، این مشو، از خصم
پاد ایامی که، عالم از شراب آزاد بود
بگلشن، بی تو ابر دیده ما، ریخت بارانی
دهر را این چنان گشته که، چون مردم چشم
کس وقت نزع، بر سرم از بهکسی، نبود
کس بی تعظیم ما، از اهل مجلس بر نخواست
بی چراغست اگر بزم خیالم، غم نیست
سخت دل، کی میرساند پیرو خود را، به کام
بی تعب در خانه مقصود، کس را بار نیست
چه نسبت نغمه را، با روی نیکو
سرو، در فصل خزان، ماند بحال
مینامم سخن ساده، ولی بی نه نیست

● سرو آزاد : غنی، ملا محمد طاهر اشثوی کشمیری. اشثی قبیله ایست
از قبائل معتبر کشمیر. از بدو شعور در حلقه درس ملا محسن فانی کشمیری
تلمذ نمود. چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتی شایسته بهم رسانید.
آخر بنواصی بحر سخن افتاد و جواهری - که بنقد جان توان خرید -

بیرون آورد. میرزا صائب کلام او را تضمین میکند و میفرماید:

این جواب آن غزل (صائب)، که میگوید (غنی) یاد ایامی که، دیگ شوق ماء سرپوش داشت
غنی بغنا، طبعی مجبول بود. و با وصف بسی دستگاہی، بحضور خاطر
بسر می برد. از ینجاست که غنی تعخلص می کند.

مدّة العمر در شهر خود گذرانید. و در سنه تسع و سبعین و الف (۸۱۰۷۹)
دامن از عالم سفلی بر چید.

دیوانش سائر و دائر است، چند بیت بنا بر ضابطه، ثبت افتاد:

تونگرا، نه زبید لب بخواهش، آشنا کردن
سبیل ثغوری تا، ز کف اهل زمانه
قاتوانی، عاشق معشوق هزجائی، مشو
سایه گرسایه کوه است، سبک می باشد
یا تو فرزدیکم، ولی، دورم ز فیض عام تو
از کشته شدن، چه سرة عاشق نشود زرد
در دم صبح، (غنی!) پیر فلک، میگوید
خاطر او، از غبار لشکر خط، جمع نیست
گریغ بر سرم رود، از جانی روم
(غنی!) چو سایه مرغ پریده، در ره شوق
چشم کرم مدار، ز شاهان، که جز قد
از فراکت اوفتد، مضمون من
چراغ مجلس نبود مرا، قاب جلد باکس
ز مضمون بردن یاران، تمییاض غمی ما را
سی، بهر راحت همایها، کردن غرض است

راقم الحروف را هم مضمونی مناسب مضمون غنی بهمرسیده که:
محت همایها، بر خود گرفتن، خوشاست
از یزای چشم، یعنی، زهر بار هینک است

مخفی نماند که ، چنانچه گوش از استماع افسانه ، افاده خواب چشم میکند ، حفظ خود هم — که سمع قول مرغوب باشد — مستوفی میگردد . بخلاف بینی که ، عینک را حسب الله بر میدارد و برای نفع همسایه ، دیده و دانسته خود را ، در شکنجه میکشد .

(۱۰۴-۱۰۳)

● مقالات الشعرا : و هم هنگامی این مصرع غنی (۱) معزى الیه (شیخ محمد محفوظ سرخوش تنوی) پیش فقیر خواند . مصرع :

سر همچو تار سیاه ، ز سد جا ، کشیده ایم

و مصرع ثانی خواست ، گفتیم :

سر همچو تار سیاه ، ز سد جا ، کشیده ایم ما . در مقام اصل خود ، آوریده ایم

چون بیت غنی دیدم برین نسق بود — بیت :

سر همچو تار سیاه ، ز سد جا ، کشیده ام آخر ، رسیده ایم بخود . آوریده ایم (۱)

● گل رعنا : غنی ، ملا محمد طاهر اشثوی کشمیری . اشثی — بفتح همزه

۱- غزل غنی :

سر همچو تار سیاه ، بصد جا ، کشیده ایم
آوردگی ، بگرفته هستی ، ندیده ایم
چون شمع ، بود منزل ما ، زهر پای ما
در صالم مثال ، مقالات نسوده است
هر کس کشید آرزوی خویش ، در کنار
بالا گرفت کار من از ، آه آتشین
ناوخ نیم ز هرزه روی ، همچو آسیا

آخر ، رسیده ایم بخود ، آوریده ایم
جان داده ایم ، کنج مزاری خریده ایم
از پا نقشه ایم بشزل رسیده ایم
هر چند ، کز دریچه آئینه دیده ایم
مادست خویش ، در بغل خود کشیده ایم
از ناله ، چون سپند ، بجای رسیده ایم
بیسوده پای خویش بدان کشیده ایم

(رک : مقالات ۲۹۱ — ۲۹۰)

و فتح شین معجمه و کسر همزه آخر های نحتانی — قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر .

جناب غنی افتخار خطه کشمیر است و در فصاحت و بلاغت و ایجاد مضامین تازه ، منزله از نظیر . میرزا صائب مصرع او را تضمین میکند و میفرماید : این جواب ... الخ

غنی از تلامذه رشید ، ملا محسن فانی کشمیری است . و با وصف بی دستگامی باستغناء تمام بسر میبرد . از اینجا است که تخلص میکند و تاریخ شعرگوی او ، همین لفظ نوشته اند .

مدۀ العمر از وطن خود بر نیامد (۱) و دامن دولت قناعت بدست آورده فارغبال میگذرانید . و در عین جوانی (۲) سنه تسع و سبعین و الف (۸۱۰۷۹) در حین حیات استاد خود شیخ فانی ، جاده فنا پیمود .

۱- از کشمیر بهند رفته بود از ابیات زیر ظاهر است :

کرده است هوای هند ، دلگیر مرا	ای بخت ! روان بیخ کشمیر مرا
گشتم ، ز حرارت غریبی ، بی تاب	از صبح وطن ، بده طباشیر مرا
در نمک زار سواد هند ، شادابی کم است	گر در آنجا سبزه باشد ز تخم آدم است
بسکه شد زنجیر پاهم ، رشته حب الوطن	در سفر ، دایم چو سوزن ، چشم دارم در قفا

۲- غنی در عین جوانی جاده فنا نه پیمود ، بلکه وقتی که وفات یافت ، بمنزل پیری رسیده بود . ذکر پیری در اشعار نیز دارد :

نیست هینک ، که نهادیم ز پیری ، بر چشم	نگه ، از شوق جمال تو ، زنده سر بر سنگ
ز پیری ریخت دندانم ، ندادم من بیاد حق	بیازی ، آخرین تسبیح ، چون اطفال گم کردم
ز پیری چنان گشته ام ، ناتوان	که دندان بجنبند جانسی زبان
انصوس که ، رفت نشۀ عهد شهاب	سرخوش نقدیم یکدم از بساده قباب
از بهر تماشای جهان ، همچو حجاب	تا را کردیم چشم ، و تخیم بخواب
بگذشت عمر و مونی سفیدی ، بجا گذاشت	خاکستری ، ز قافله پادگار ماند
مر گشت سفید ز ریخت دندان	در صبح شود ، ستاره پنهان

دیوانش در هند و ایران و توران مشهور و دستمایه اهتزاز ارباب شعور است. این جواهر آبدار ازان خزینه برآورده در جیب کنار این صحیفه ریخته شد :

که سرمه ، گرد سیه تاب ، تیغ مژگان را
ز مهر آئینه در پیش نفس دیدم سیح را
کند شمع ، از پر پروانه گر ، تمویذ بازو را
انگبین ، سیلاب باشد ، خانه زنبور را
مصور ، میکشید از رنگ گل ، تصویر بلبل را
همین بس است که ، شعرش گرفت عالم را
جامه ، بهر خلق میروزیم و هریانیم ما
سرف دام بلبلان کن رشت گلسته را
خواب قاچشمت نیند ، به که بندی خواب را
برد یکدم ، ازین عالم بآن عالم ، جهانی را
همچو خم ، در گور هم استاده میباشیم ما

چسان کنم ، دم بسل ، بلند افغان را
دم جان بخشا و تا رنگ حیرت ریخت در عالم
ز آسیب صبا ، آسوده تا صبح ابد گردد
میکند ویران ، تمول ، منزل معمور را
اگر میدید ، بام اتحاد بلبل و گل را
(غنی) چرا صله شعر ، از کسی گیرد
همچو سوزن ، دائم از پوشش گریزانیم ما
قید از مشاق ، و از معشوق آزادی ، خوش است
پیش بین بر خصم ، در تدبیر سبقت میکند
بمنزل میرساند ، کشتی بی ، کاروانی را
زور می تا هست ، ک افتاده میباشیم ما

قا فگیرد کمرم کس ، نتواند بر خاست
خوشم که دیده ، ز مو پیشتر ، سفید شداست
آگاه ، ز یک حرف گماهی نشدم
واقف ز سفیدی و سیاهی نشدم

بسکه مانند کمان ، پیکرم از پیری کاست
بچشم خود ، نتوان دید صبح پیری را
هر چند که ، از مدرسه راهی نشدم
سوی سیهم سفید گردیده ، و هنوز

قول آقای علی جواد زیدی هست که : غنی در حدود (۸۱۰۱۷) بدنیا آمده است . و به این حساب ، وقت مرگ عمرش شصت و دو سال باشد . و قول گل رهنا یا فروخته تذکره نگاران دیگر ، که به این قرار دارند درست نیست :

- (۱) در عین جوانی ... در کشمیر گذشت
- (۲) او در عالم جوانی بر حمت حق پیوست
- (۳) در عین شباب ... رو به آخرت آورد
- (۴) در اوائل عهد عالمگیری و شباب ... دای حق را لایک اجابت گفت (خلاصه الافکار)
- (۵) در کمال و ایمان جوانی ... انتقال نمود
- (۶) در کمال جوانی ، بعد واقع شیخ محسن خان ... قضا کرد
- (۷) در عین شباب ، طائر روحش صید چنگل شاهین قضا گردید
- (۸) (مفتاح التواریخ)
- (۹) (حزن الغائب)
- (۱۰) (نشر عشق)
- (۱۱) (تاریخ حسن)
- (۱۲) (تاریخ اعظمی)
- (۱۳) (همیشه بهار)

شده چشم سگ کوی جانان، چار از شوقش
 بیوجه مدان جاهل ما، که از استاد
 اشک، از غم افزونی روزی نشانم
 حسن و جمال ذاتی است، دشمن زیب عارضی
 آن شوخ، چو در مکتب پیداد، در آید
 بریزش زیر پای خود در آرساده وریان را
 از شرم توبه، در عرقم گو، شراب ناب
 میکند خوردش و مه، آئینه داری ماه را
 آب چون نیست، گذارد بدهن نشسته عقیق
 آن شوخ، بقتل من دل حسنه، میان بست
 ای خوشا حال سبکباری، که در راه طلب
 داغم که، دل صاف، مگرد ز جهان رفت
 شد شکر آب، ز شوم سخن شیرینم
 پیوسته دلم، صاف ز گرد خط پار، است
 روزی که شانه، زلف تراء باد کرده است
 یوسف سمر تسجد دانند
 خواب شیرین طفل اشک از چشم تر دزیده است
 شمع میگوید باطل بزم، با سوز و گداز؛
 فهای را که، دهقان کند از جا، کی ثمر گیرد
 چون قصد، ز غم سینه احباب میکند
 کودکان، غنچه گی را بنفش، باز کنند
 گر کند فرهاد جانبا، کی بمن پهلوی زند
 ز گردیدن رسد چون آسیا در خانه ام روزی
 با دهانت، نخواند ز ملاحمت دم زد
 هر که، مانند قلاخن، دل سنگین دارد
 مردم که، بهالین من آن مزار تسبیح
 یکام دل، رسانیده است من، از دوستی ما را
 هر که چون کور، زند خنده، بهانم ز دگان
 شکراله تیری که، گلو از دل و جان کرد

بچشم کم بیند ای رقیبان! استغراقم را
 از هست حال بنگرفتم سبق را
 این سیل، مبادا ببرد، مد رسق را
 سرمه، غبار خاطر است، چشم سیاه پار را
 مد والفسی، میسرود تسبیح کمان را
 بیغشان سیم و زر چندان که، بر دارند دامان را
 بساید متاع ثمر شده را داد آفتاب
 با سه بختان، بتان را التفات دیگر است
 چشم بی مایه نم، مائل لخت جگر است
 در مرثیه ام، معنی بار یک، توان بست
 خانه بردوش است و بار خانه اش بردوش نیست
 چون آب روان آمد و چون ریگ روان رفت
 گرمیان من و طوطی، شکر آب است، بجاسه
 جادوب کش خانه آئینه، غبار است
 پهلوتی، ز صحبت شمشاد کرده است
 پیرهن هیچ کم از زندان است
 تانگه کردیم، این کودک شکر دزیده است
 سر بریدن پیش این سنگین دلان گل چیدن است
 نمیخواهم که، ما را، آسمان از خاک بر گیرد
 شمشیر را، ز مشک سه تباب میکند
 زهد آن شوخ، دهن گر بسخن پکشاید
 قیسه اثر، از دور پیش ناختم زانو زند
 من از گردش چو مانم، روزی من، در سفر باشد
 هست، هر چند که خود را، بنمک شور کند
 قصد آن دم که، کسی را بکسی جنگ شود
 صد بار ز خودم رقم و یکبار نیاید
 الهی! تا دم آخر، یکام دوستان باشد
 چشم دارم که، فلک در دهش، خاک کند
 از دور، سرم سجده عراب کبان کرد

آمد مرا ز خنده گل ، این سخن بگوش ؛
 بحرف قتل من روزی زبانت گشت ، سترسم
 (غنی!) ز ترک محبت ، بسی پیشانم
 در پسای نهال ، چو مرا مست بگیری
 در پیایان توکل ، توشه درکار نیست
 کس بعد مرگ ، گریه بحالم ، نمیکند
 بهر خدمت ، پیش ارباب هنر ، آماده باش
 چشم دلسوزی نیسیایه بدشمن داشتم
 روشن ز من جهان ، و من از بخت تیره داغ
 عزتی داریم ، در راه جنون ، کز راه دور
 فتح یابی ، بمان قفسل ، نسدیده
 چنان زد راه من ، شور غرام کیک رفتاری
 نه دار آخرت ، فی دار دنیا ، در نظر دارم
 من درین ره ، انتظار دشمن محمود میبرم
 شبی بجلس آن مه ، چو شمع جفا کردم
 چون شمع ، شب بگریه واهی ، نفسته ام
 بپشم تا وا کرده ام ، بر خاک هم ، افتاده ام
 لیض ، از بیمگانه میجویم ، فی از آشنا
 در گفتار فاضل راه ، بخوبی تا نگه دارم
 خاکساران ، از بلای آسمانی ، این اند
 آب و رنگ ما ، بحالم عافیت ، گری میکنند
 در عرض اشتیاق ، چه حاجت بحرف و صوت
 گر فلک ، کار ترا برهم زند ، از جا مرو
 این جهان گذران ، جمای فراغت نبود
 از بسکه ، شعر گفتن شد مبتذل ، درین عهد
 بلبل آ بادب باش ، کسر افشاندن بابت
 میرود به بیکمال ، آدم خاکی ، ز صفر
 دیدم که ، نکته سنجان ، هزنده شعر مردم
 که نظر بر غیر دارد ، گاه بر ما ، چشم او
 نکته نبود که ، سر از جیب بسرو آورده
 کباب آتش عشقم ندارد ، هیچ دلسوزی

واحد دل کمی که ، سر کیسه ، باز کرده
 که از تاثیر بخت من ، دم آن تیغ برگرده
 ز زلف یسار گرفتم دل و شدم دلگیر
 چون خوشه ام ، ای محسب! از تاک یاریز
 زاد این ره ، دانه دل پس بود ، همچون جرس
 در زندگی ، چو شمع بگریم ، بحال خویش
 نقش خود را ، چون قلم بنشان ، و خود آماده باش
 آسین ک پاک سازد ، اشک ، از رخسار شمع
 کی سایه چراغ ، شود محسو از چراغ
 سنگ می آید باستقبال ما ، از هر طرف
 تما (غنی) بر نخواست ، از دور خلق
 که چون خلخال ، دائم گوش بر آوازی ، دارم
 ز هشت ، کار چون منصور ، با دار دگر دارم
 تا نه بیند سیل را ، نشسته از پا ، خانه ام
 گلیم ، بخت سیه را ، بسزیر پا کردم
 رقت صحر ، بر روز سیاهی ، نشسته ام
 همچو طفل اشک ، در ایام ماتم ، زاده ام
 چون صدف ، در بحر ، آب از جای دیگر میخوریم
 بدوچ گوش ، اول پنبه خواهم که ، بگذارم
 ماهی زیر زمین را ، کس نمی آورد بدام
 بر زمین ، هر چند چون برگ حنا ، افتاده ایم
 باشد چو خامه ، گریه من گفتگوی من
 جامه را ، خیاط سازد قطع ، بهر دوختن
 خواب در خانه زین ، کس نتواند کردن
 لب بختن است اکفون مفسون تازه بختن
 ولگه از رخ گل میکنند ، آهنگ پریدن
 میشود کامه گل ، ساحسه از گسردیدن
 من نیز شعر خود را ، دزدیدم از حریفان
 بسکه میخواند است ، می افتد بهرمبا ، چشم او
 جامه ات ، گوی ز پیراهن میوسف برده
 که گردانه مرا هر لحظه ، از پهلوی بهاری

گر، دل بها نمیدهی، از ما چه میبری
گریه شمع شبی، خفته صبح است دمی
در پیش رخت، شمع بسود پر زده روی
تو این بـوتـرابی، باید که خاک باشی
سری، چون خار بالاکن، ز دیوار گلستانی
لعل تو، نکتو تر بسود، از آب حیات
هر چند تابیز نبود در همدسات
(۸۶۱ - ۸۶۷)

ای دلبر! از تغافل تو، بیدلیم ما
مدت شادی و غم، نیست برابر بجهان
پروانه، هبث سر زده بر گردد، رخ شمع
زیبا ست خوی آتش، اولاد بولهب را
(غنی) در فصل گل، تاکی بکنج خانه، بنشینی
ای داده ترا خمدای بر حسن پیرات
بشاده کمرت به، ز کمرهای بشان

● صنف ابراهیم : غنی کشمیری، ملا طاهر غنی کشمیری. از مشاهیر
شعرا و افاضل خطه کشمیر و معاصر میرزا صائبا و شاگرد شیخ محسن فانی است.
در — کلمات الشعرا — آمده که: لفظ — غنی — (۸۱۰۶۰) تاریخ ابتدای شعر
گفتن و تخلص کردن اوست.

دیوانش میر محمد علی ماهر ترتیب داد. و بقولی: در حالت استیلاي
مرض: تمام اشعار خود را بگوش قامل شنیده، آنچه لائق دانست، نگاهداشت
و باقی را بآب انداخت. از پنجاست که، غزلش اکثر یک بیت دو بیت و
بعضی بی مطلع واقع است.

بالجمله، توصیف کلامش در خور زبان قلم نیست. این قدر پس که
نواب وحید الزماني (طاهر وحید) اشعارش بسیار میپسندید. (صائب) بهر که
— از هندوستان وارد ایران میشد — میفرمود که: برای ما تحفه از هند آورده؟
و آن عبارت از اشعار غنی بود.

گویند: چشمی از حلیه بصارت عاری و فقر اختیاری داشت، و
از کشمیر بر نیامده و به در ارباب دنیا نرفته. و طاهر نصر آبادی گوید
که: از صادق شندیم که: شاهجهان سیف خان صوبه دار کشمیر
فرمانی فرستاد که: غنی را روانه حضور نماید! چون تکلیف اینمعنی

میان آمده، غنی قبول نکرده، فرمود که: بر نگارید دیوانه است! سیف خان گفت که: چنین عاقل را دیوانه نوشتن خود را در جناب پادشاه کاذب قرار دادنت! غنی از شنیدن این بیان، همان لحظه گریبان در دیده دیوانه وار بصحرا دوید (۱). و سال هشتم عالمگیر، موافق هزار و هفتاد و هفت هجری (۱۰۷۷) بمرض خناق نهال عمرش از پا در افتاد:

افتاد بر زمین، سنن — از، رفتن غنی

۱۷۹۰-۱۸۰۰ = ۱۸۰۰؟

تاریخ اوست. و (در) تخت سلیمان کشمیر، پهلوی سلیم و کلیم، مدفون است. دیوانش قریب چهار هزار بیت، متضمن مضامین الحیفه و الفاظ ایهامیه متداول. و جناب میرزا صابا دو صد بیت از آن انتخاب فرموده در — سفینه — خود ثبت نموده. و این بیت را برابر دیوانی دانسته میگفت که: کاش! تمام اشعار مرا به غنی میبخشیدند و این را بها میگذاشتند!:

حسن سبزی الخ

(۲۵۲ ب - ۲۵۳ الف)

● مرآت آفتاب نما: غنی کشمیری، نامش طاهر. از شرای مشهور هندوستان است. در بستن مضامین و معانی از هم عصرانی ممتاز. شاگرد محسن فانی بوده.

(یک شماره ۱۸۸ ب)

● نتائج الافکار: غنی، رنگ بخش گلشن دلپذیری ملا محمد طاهر غنی کشمیری. که گل وجودش، بعد بهم رسائی رنگ و بوی رشد و تمیز، در بهارستان درس ملا محمد حسن فانی کشمیری در آمد. و در مدت قلیل بطبع سلیم، چمن چمن استعداد شائسته بهم رسانید. و دامن گلهای لیاقت بایسته

فراچنگ گردانید. و در مراتب نظم، بفرکر رنگین، شانی عظیم پیدا کرد: و از معدن طبع متین، جواهر نازک خیالی بکف آورد. کلامش در تمثیل گوئی بینظیر است. و اشعار آبدارش یکسر دلپذیر. و باوجود بی رنگ و نوائی، بکمال استغنا و جمعیت خاطر میگذرانید. و تخلص غنی بر نام نامیش زیبا گردید. و در تسع و سبعین و الف سنه (۸۱۰۷۹) پا بدامن فنا کشید.

دیوان فصاحت ترجمانش در اکناف عالم مشداول است. بیتی چند از آن درین اوراق ایراد یافت:

کنم زنجیر پای خویشتن دامن صحرای
که: سیر میکند شویید غبار خاطر ها
پنهان درون پنبه، نگر! پنبه دانه را
سیل، یکمان میکند پست و بلند راه را
نهال ساخته، سرو قدت، نهال را
که: دمد سبزه، در خمران اینجا
تا کدر، خشک نگردید، می: تاب نیافت
این دیده، تمنای پناگوش که، دارد
هر قطره ز اشک، مرا زاد راه شد
هر کس که، سر کشد بجهان، سرنگون شود
اگر آن ساعد سیمین، بدست آستین افتد
سبوی عرش، از دوش ملائک، بر زمین افتد
چونی، خواهم که در فریاد باشم، تا نفس دارم
ممنونی سال گسره، نه میسیدم
بیرون نکرد، سر ز گریبان آستین
در صبح، شود ستاره پنهان

جنونی کو که، از قید خرد بیرون کشم پارا
چو میل سرمه، بر آمد ز چشم جانان، گفت
سنگین دلت، هر که بظاهر ملایم است
عشق، بر یک فرش بنشاند، گدا و شاه را
ز نقش پای تو، گلها شگفته قالی را
گلشن حسن را، تماشاشا کن
بی ریاضت نشود، نقشه عرفان، حاصل
قار نگیم، رشته گوهر شده، از اشک
چون شمع، تا مسافر راه عدم دم
گوید زبان شیشه، نهانی، بگوش جام
مرا چون آستین، صد چین ز غیرت، برجین افتد
دهد چون قدسیان را، چشم او، صیبهای مدهوشی
بیزم درد دندان، زار فائیدن، هوس دارم
میشود رشته عسمرم، کسوف راه
عنون دست کوته خویشم، که پیش کس
سو گشت سید، و ریخت دندان

(مقدمه بیت دیگر دارد ۵۱۳-۵۱۵)

● شمع انجم: غنی، ملا ظاهر کشمیری از قبیله اشکی ست. شاگرد
ملا حسن فانی کشمیری. چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتی.

شایسته بهم رسانید. آخر بغواصی بحر سخن افتاد و جواهری — که بنقد جان توان خرید — بیرون آورد. میرزا صائب کلام او را تضمین میکند و میفرماید:

این جواب الخ

غنی بغنای طبع مجبول بود و با وصف بی دستگامی بحضور خاطر بسر می برد. اینجاست که غنی تخلص میکند. مدّة العمر در شهر خود گذرانید و در سنه (۱۰۷۹هـ) دامن از عالم سفلی برچید.

دیوانش سائر و دائر است، و از قالب طبع برآمده مطبوع بخاطر سخنوران گردید. در اینجا چند بیت بنا بر ضابطه ثبت افتاد.

(مفده شعر دارد ص ۳۳۹-۳۴۰)

● اقبال و غنی: مؤلف — مشاهیر کشمیر — روایت دارد که: غنی وقتیکه در خانه میبود، درها را بسته میداشت، و وقتیکه بیرون میرفت درها را وا میگذاشت. کسی سبب این پرسید. غنی گفت: در خانه اگر ثروت هست آن وجود من است، دیگر هیچ متاع ندارم که برائی حفاظت آن، درها را ببندم! علامه اقبال مرحوم این واقعه را در نظم سروده است:

غنی، آن سخن گویه بلبل صغیر	نوا صنج، کشمیر مینو نظیر
چو اندر مرا بود، در بسته داشت	چو رفت از سرا، تخته را وا گذاشت
یکی گفتش: ای شاعر دل رسی!	عجب دارد، از کار تو، هر کسی
پاسخ، چه خوش گفت، مردی فقیر	فقیر و بسا قلیم معنی امیر:
ز من، آنچه دیدند یاران، رواست	درین خانه، جز من، متاعی کجاست
(غنی)، نا نشیند یکاشانه اش	متاعی گرانیمت در خانه اش
چو، آن محفل امروز، در خانه نیست	تهی تر ازین، هیچ کاشانه نیست (۱)

● تاریخ وفات الحی : تذکره نگاران در سال فوت غنی اختلاف دارند .
 صحیح تاریخ (۸۱۰۷۹) است ، ویراکه بیشتر نویسندگان بر همین سال اتفاق دارند ، مثلاً :

- (۱) در سنه تسع و سبعین و الف (۸۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برجید. (مروآزاد)
- (۲) در عین شباب فی یک هزار هفتاد و نه (۸۱۰۷۹) رو با آخرت آورد .
 (نشر عشق)
- (۳) در (۸۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برجید .
 (شمع انجمن)
- (۴) در اوائل عهد عالمگیری و شباب فی سنه (۸۱۰۷۹) داعی حق را لیک
 اجابت گفت .
 (خلاصه الافکار ابو طالب)
- (۵) و منهم الشیخ محمد طاهر المعروف بالغنی المتوفی سنه (۸۱۰۷۹) .
 (ثقافة الاسلامیة عبدالحی)
- (۶) در سنه تسع و تسعین و الف (۸۱۰۷۹) پا بدامن فنا کشید .
 (نتائج الافکار)
- (۷) سال وفات (۸۱۰۷۹) .
 (تذکره شعراء عبدالحی)
- (۸) این دو قطعه تاریخ محمد مسلم صنعی سروده است که در دیباجة
 دیوان غنی ثبت است :

هر کس شده در ماتم او، خاک نشین
 پنهان شده گنج هنری زیر زبون

۸۱۰۷۹

قلت اسکت انت لیس ذکها
 کیف يموت الذی یکون تقوا
 کان تقیاً و طاهرأ و نقیاً
 مرد دمی ، چند من یکون عیا
 قال لنا ان تقول: حی غیا

از فوت (غنی) گشت که و مه غمگین
 تاریخ وفاتش ، از پیرسند ! بگو :

دوش بمن گفت: قائل که : غنی مرد
 اهل دل ای بسی خبر بمرگ نمیرسید
 نیست وفاتش جز انتقال مکانسی
 زندگی دیگر ست مرگ عزیزان
 دل ز خرد سال وحلتش چو طلب کرد

(۹) در سال هزار و هفتاد و نه وفات یافت، مجد علی ماهر تاریخ گشت :

چودادش فیض صحبت، شیخ کامل عمن فانی
غنی در حلقہ اصحاب اورد رنگہ دانی شد
نہی چون کرد بزم شیخ را، گفتند قاری بخش
کہ : آگاہی سولی دار بقا از دار فانی شد

۱۰۷۹ھ

(۱۰) در کمال جوانی قضا کرد در سال هزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹ھ)

(فانوس خیال و تاریخ اعظمی)

(۱۱) در عین جوانی سنہ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۹ھ) در حین حیات

استاد خود شیخ فانی جادہ فنا پیمود .
(گل رعنا)

(۱۲) در عین جوانی دو سال قبل از وفات استاد در سنہ یکہزار و ہفتاد

و نہ ہجری (۱۰۷۹ھ) در کشمیر در گذشت .
(مفتاح التواریخ)

و نویسندگان زیر این قرار اختلاف دارند :

(۱) صحف ابراہیم : دارد : و سال ہشتم عالمگیر موافق ہزار و

ہفتاد و ہفت ہجری (۱۰۷۷ھ) بمرض خضاق نہال عمرش از پا

در افتاد .

(۲) صحف ابراہیم این مصرع تاریخ دادہ است کہ از ان (۱۰۸۰ھ)

بر میآید :

افتاد پر زمین - سخن - از رفتن غنی

۱۰۸۰ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰

(۳) مرآة العالم بختاور خان دارد : در سنہ ہزار و ہفتاد و ہفت (۱۰۷۷ھ)

از خارستان دنیا دل برکنده .

(۴) فرحۃ الناظرین سال (۱۰۷۷ھ) دارد .

(۵) تاریخ حسن : در سال ہزار و ہشتاد و دو (۱۰۸۲ھ) در کمال ربیعان

جوانی بعد از واقع شیخ محسن فانی هشت ماه بملک جاودانی انتقال نمود (۱) .

(۶) ایران صغیر سنه (۱۰۷۷ هـ) .

(۷) تاریخ مجدی سنه (۱۰۸۷ هـ) .

(۸) تاریخ کبیر حاجی محی الدین سرائی بلی (۱۰۸۲ هـ) .

● مدفن غنی : تذکره نویسندگان راجع به مدفن نیز اختلاف دارند .

(۱) در تخت سلیمان (۲) کشمیر پهلوی سلیم و کلیم در — مزار الشعرا — (۳) مدفون است . (صفحه ابراهیم)

(۲) در مقبرة ملا محسن فانی آرمیده .

(مفتی محمد سعادت بر حاشیه تاریخ اعظمی مطبوعه)

۱- بعد ازین تاریخ از سنمی داده است که ازان سال ۱۰۷۹ هـ بر مآید . رک: تاریخ اعظمی .

۲- نام گروهیست که بر کنار دل واقع است ، مشهور است که تخت حضرت سلیمان علیه السلام در اثنائی سیاحت بر قلعه کوه جیت جا گزین شد . ازین وجه کشمیر را — باغ سلیمان — و کوه را — تخت سلیمان — گویند .

۳- مزارالشعرا در سرینگر است که چند شعرا در آنجا مدفون اند ، مثلاً : قدسی — سلیم — کلیم — طغرا — الهی (اویساق مغول ص ۵۱۰) ملا شرف الدین خان فرحت ، محمد علی خان معین ، مستقیم خان فدا (ص ۱۱۰ تاریخ بد شاه فرق) و غنی (صفحه ابراهیم) .

همین طور در تبریز — مقبرة الشعرا — است که آنجا خاقانی (نزد مزار حضرت بابا حسن) ظهیر قاریابی و ملک الشعرا شاهفور نیشاپوری مدفون اند ، و این گورستان در محله سرخاب تبریز واقع بود ، و در آنجا خواجه هماد تبریزی و اسدی طوسی نیز در جوار بابا مزید مدفون شده اند . (روضات الجنان حسین کربلائی چاپ تهران ۱۹۶۵ ع) ص ۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳) فکارلده این سطور بتاریخ ۲۲ ستامبر سال (۱۹۶۶ ع) آن جایی را همراه دانشمند عزیز و کریم آقای عبدالعل کارنگ زیارت کرد . هیچ نشان و آثار بر جا نمانده است . و این قسمت گورستان در حوالی مقبره مید حمزه (صاحب الامر) است .

(۳) وی در مقبره خانوادگی در شهر راجوری کدل (پل) نزدیک حسن
بلادوری مدفون است .
(بادسی سرایان کشمیر)

(۴) در محله گرگاری (قطب الدین پور قدیم) نزد زینه کدل سرینگر دفن
است .
(سوفی)

(۵) غنی در محله راجویر کدل واقع عالی کدل در احاطه مزار حسن بلادوری
مدفون است ، و بر سنگ مزار کتبه عجمی شده است فقط نام — غنی —
دیده میشود :
(سوانح غنی از اکبر شاه خان نجیب آبادی)

● تدوین دیوان غنی : بقول کلمات الشعرا مجد علی ماهر دیوان غنی را
مرتب کرده بود، ولی هیچ نسخه ازان دیوان تاکنون دیده نشده است . اگر
روایت صحیح است پس آن نسخه از بین رفته است .

نسخه که متداول است و چاپ هم شده است، همانست که مجد مسلم
صنعی با همکاری لاله ملک شهید جمع آوری کرده است ، شیخ مجد مسلم
صنعی عموی میانه اصلح میرزا مؤلف — تذکره شعرای کشمیر — بوده و
اصلح برایش مینویسد :

در نشرش از رشک تر و نازگی گللبای معانی خویش ، گلزار ابراهیم شهری
را پزوده تر از اخگرهای افسرده آتش خلیل کرده . دیوان ملا مجد ماهر غنی
را هنگام ترتیب ، دیباچه بنوعی نگاشته که ، چشم ارباب بصیرت از دیدنش
چار گردید (۱) .

و لاله ملک (۲) نیز شاگرد ملا غنی بود و صنعی در دیباچه خود نوشته است که :
خواستم با اتفاق خدام الفضلا ملک الشعرا سر حلقه شاگردان رشید ،

۱- رک : تذکره مذکور چاپ نگارنده ص ۲۴۷ .

۲- رک : تذکره مذکور ص ۱۸۰ .

ملک شهید ، بتدوین دیوان شعر پیانش ، حق شاگردی بتقدیم رسانم (۱) .

و در تاریخ حسن راجع به ملک شهید است که :

لاله ملک شهید از مردم کشمیر بود ، و در شعر گوی و تاریخ یابی
سحرکاری میکرد . و بنام حضرت محبوب سبحانی یکهزار و یکصد تاریخ تصنیف
کرده و از هر یک بیت تاریخ ولادت و وفات آنجناب یافته میشود و از نوادر
روزگار است (۲) .

و این دیوان بعد از وفاتش در همان سال (۱۰۷۹ هـ) قریب یافته است

● نسخ خطی دیوان غنی : نسخ خطی دیوان غنی بفرار ذیل در
کتابخانهای مختلف دیده میشود ، آقائی علی جواد زیدی این فهرست را در
مجله معارف چاپ کرده است .

(۱) سنه (۱۰۸۰ هـ) ، نسخه آگره ، ملک اکادی سرینگر .

(۲) سنه (۱۰۸۸ هـ) ، ۲۸ محرم ، کاتب محمد شفیع اصفهانی .

(۳) سنه (۱۱۲۶ هـ) ، ربیع الثانی . کاتب ملک ابوالبقا . ملک اکادمی سرینگر

(۴) سنه (۱۱۴۱ هـ) ، ۲۲ جمادی الاول ، ملک ایشیانک سوسائتی کلکته

شماره (۷۷۵) .

(۵) سنه (۱۱۵۴ هـ) ، ۴ شوال . خرید کرده شده . ملک کتابخانه بانکپور

پتنه . این نسخه در ملک شخصی نواب محمدالدوله (۳)

بوده است .

۱- رک : دیوان غنی مطبوعه ، مطبع پندت بیجاناه (۱۲۷۲ هـ) ص ۵

۲- تاریخ حسن ج ۲

۳- نواب محمدالدوله عبدالمجید خان متوفی سنه ۱۱۶۵ هـ .

- (۶) سنه (۱۱۶۰ھ)، رمضان، کاتب محمد فیض الله بفرمائش خواجہ محمد جان جیو. خوشخط مطلا، خدا بخش لائبریری پتنہ.
- (۷) سنه (۱۱۸۴ھ)، ۱۵ ربیع الآخر (۱۱۴۰ھ) نیز دیدہ میشود. کاتب محمد نعیم. ملک بنگال ایشیانک سوسائٹی کلکتہ.

● نسخ چابی دیوان غنی: نسخ چابی به قرار ذیل است.

- (۱) نسختین دیوان مطبوعه همانست که در سال (۱۲۶۱-۱۸۲۵ع) در مطبع محبتائی چاپ شده است و عبارت ترقیمه به اینقرار دارد:

این احقر عباد الله القفور محمد مصطفی خان ولد حاجی محمد روشن مبرور و مقفور آن نسخه ناسخه دواوین معاصرین را، از شرح عمده شاد حسین متین خلیفه عبدالرزاق پیمنی جعل الله من اصحاب الیمین، و دیگر نسخه صحیحہ قدیمه و کتب اصطلاحات لغات بتحتی میر ناصر علی متخلص بنصیر، بپایه تصحیح رسانیده، و اشعار شعری شار و دیگر نصایف لطیفش را بر طبق نسخه مرقومه سنه یکہزار یکصد و دو (۱۱۰۲) بخط ولایت نہایت پسندیدہ ارباب این فن منقول و مرتب کنانیدہ در مطبع مصطفائی واقع محلہ محمود نگر زیر اکبری دروازه من محلات بیت السلطنت لکھنؤ بتاریخ بست و ہفتم رمضان المبارک (۱۲۶۱ھ) پیرایہ طبع پوشانید (۱).

- (۲) مطبع ہندت بیجانانہ در سال (۱۲۷۲ھ) باہتمام متبول الدولہ احسان الملک کپتان میرزا محمد مہدی علی خان بہادر قبول ثابت جنگ.
- (۳) مطبع آصفی کانپور ربیع الاول سنہ ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ع).
- (۴) نولکشور کانپور چاپ اول در سال ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸-۶۹ع).
- (۵ تا ۷) نولکشور کانپور چاپ دیگر در سال ۱۸۷۶ھ و ۱۸۷۸ع و در لکھنؤ ۱۸۹۱ع مع فرهنگ از ابو سلیمان و اشرف علی لکھنوی با حواشی.
- (۸) نولکشور لکھنؤ چاپ نہم در سال ۹ جنوری (۱۹۳۱ع).

● تاریخ وفات کلیم و میر الاهی و اسلام خان : غنی بر مرگ کلیم کاشانی

(۱۰۶۱ھ) تاریخ گفت :

<p>(طالب) آن بسلسل بساغ نمیم پی عصا، طی کرد این ره را کلیم شد سخن از مردن (طالب) یتیم چون زبان خامه، میگردد دورنیم خاک بر سر کرد (قدسی) و (سلیم) گشته اند این هر سه در یک جا مقیم طور معنی، بود روشن، از کلیم</p>	<p>حیف کز دیوار این گلشن پرید رفت و آخر خامه را، از دست داد اشک حسرت چون نمیریزد قلم هر دم از شوقش، دل اهل سخن عمرها، در یاد او، زیر زمین عاقبت، از اشتیاق یک دگر گفت تاریخ وفات او (غنی)</p>
---	---

۱۰۶۱ھ

در سال (۱۰۶۲ھ) میر الاهی جهان را پدرود گفت، غنی تاریخش یافت :

<p>که، لب گور در آید بسخن جامه پوشیده سیه، چون سوسن برد الاهی ز جهان گوی سخن</p>	<p>فیت دور از اثر، صحبت او بر سر خاک وی، ارباب زمان گفت تاریخ وفاتش، (طاهر):</p>
--	--

۱۰۶۲ھ

بر وفات امیرالامرا اسلام خان صوبه دار کشمیر غنی تاریخ ذیل گفته است :

<p>به سپر داغ شد نصیب سیاه رخت بیرون کشید، زین خرگاه مردمک شد ز گریه ابر سیاه خسرمین ماه مانند یک پرگاه همه آزاده دل گدا و شام همچو نی زین مصیبت جانکاه مرد اسلام خان والا جاء</p>	<p>حیف کز فوت قدوة ارا قا کند، فتح ملک باقی را دور ژان آفتاب اوج کمال چسته از بسکه برق آه از دل آنکه داغ اند ماه تا ماهی شد نفس ناله در گلو مارا جست این مصرع، از زبان (غنی)</p>
--	--

۱۰۷۲ھ

● انتخاب کلام :

<p>آخر دلت از تیغ جفا، گردد ریش پیوسته کشاده دار، پیشانی خویش</p>	<p>چون قفل، اگر گرفتگی گیری پیش دادند چو صورت کلید، ابرو را</p>
---	---

(المنم الهارد ص ۱۹۰)

که نور دیده اش، روشن کند، چشم زلیخا را
 که بعد از مرگ آهو، نافه بیرون می‌دهد یورا
 که گفتار قلم، باشد ز رفتار قلم پیدا
 که میسازد بیکدم چو آب را، صاحب نفس، گویا
 پرده‌های ساز ما، جز پرده‌های گوش نیست
 چون آب روان آمد، و چون ریگ روان وشت
 دمی که، گشت ز دعوی غموش، گویا نیست
 برای مور، سنگ آسیا، تخت روان باشد
 برای اختلاط دوستان، دیوار می‌گردد
 از بسکه، بسوی مشک، باهر لمیرسد
 که نابینا، عصا را، راهنمای غموش میسازد
 سرگشته خسود و راهنمای دگران باش
 چون نگین، تا نقش ما بنشست، ما برخاستیم
 جان داده ایم، و کنج مزاری، غریبه ایم
 از پسا، نشسته ایم و بمنزل رسیده ایم
 هر کجا، طفلی بود، بیگانه میباید شدن
 هر که، خوانند صفحه از بوستان
 که هر کجا که روم، هست جای من خالی
 که شاید در بهای داده، گیرد ملک دنیا را
 در نفس باشد تفاوت، خفته و بیدار را
 سرد که، که به شود سنگ آستانه ما
 صد شکر که، ماند است پیاران، سخن ما
 اظهار زندگی بسزیمان میکنیم ما
 که فصل گل، بچشم کم ناپدید گلشن را
 خنده‌های گر، دمدم از گریه‌های هدلیب
 هرید بیضا، همه انگشتها یک دست نیست
 مردم دیده اگر، از نظرم افتاد است
 در مرثیه ام، معنی باریک توان بست
 آدمی بی برگ، تیر بی پر است
 نامش ز در پسته، بر آید، چه توان کرد
 هر قطره اشک، آبلا چهره ما فد

(غنی) روز سیاه پیر کشتان را، تماشا کن
 نگردد شعر من مشهور، تا جان در تن باشد
 نمیباشد مخالف، قول و فعل راستان باهم
 زبان نی، با آواز بلند، این حرف میگوید
 استماع دوستان، آورد ما را، در سخن
 داغم که، دل صاف، مکدر ز جهان رفت
 کسیکه، زنده باظهار زندگی باشد
 گدا چون، یافت روزی، خویش را داند سلیمانی
 بچشم کم مین، گرد کدورت را، که در آخر
 فیض سخن، ببرد سخنگو، نمیرسد
 سزد گر، زاهد خشک است رهبر، بی میزان را
 چون قبله نما، خضر ره اهل جهان باش
 یار ما در بزم آمد، از حیا برخاستیم
 آسودگی، به گوشه هستی، ندیده ایم
 چون شمع، بود منزل ما، زیر پای ما
 در محبت، از خرد، بیگانه میباید شدن
 لاف مسزونی زند، مسانند سرو
 (غنی) ز صدر نشینی گذشتم و شادم
 (غنی) ساغر بکف چمش پیش میفروش آمد
 گفتگو یکرنگ نبود، غافل و هشیار را
 دمیکه یار گذارد قدم بخانه ما
 بردند پس از مردن ما، معنی ما را
 ما را چو شمع، مرگ بود خامشی (غنی)
 بمردم میکند لرگس ز هر جانب اشارتها
 هیچ تخی نیست ضایع در زمین پاک عشق
 شعر اگر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست
 بسکه آورده ام از دیدن مردم، چه عجب
 آن شوخ، بقتل من دلخسته، میان پست
 سخی مفلس، کی بجای میرسد
 هر چند (غنی)، همچو نگین، خانه نشین است
 چون شمع (غنی!) گریه ما، بی اثری نیست

شیشه، دانه انگور، شکستن دارد
 سبک روان که، چو شاهین بلند پروازنه
 که کف بحر، حریف ید بیضا نشود
 گرم تاء، در بزم او کردیم جا، برخاستیم
 باید که، خویش را بسخن آشنا کنی
 رسائی نیست در پرواز، مرغ رشته برپا را
 بود در جنبش گهواره، راحت طفل ید خورا
 گرچه از بار گنه، ساخت چو محراب مرا
 مسیحا، کی تواند کرد روشن، چشم سوزن را
 بر کدوی باده باید بست، تار ساز را
 نیست جز سایه خود، سنگ ترازو ما را
 دانه، از سنگدلیهای بشان، بیخبر است
 ما بنور دوست، می بینم حسن روی دوست
 تا کدو، خشک نگردید، می ناپ نیافت
 میان آسیا از من کنار از دیگران باشد
 دو شاهد بر کلام من دو سنگ آسیا باشد
 در آید چون درون دیده، مزگان خار میگرده
 که کار شیر ز شیر حلسم نمیآید
 بلبلان گویی که، در خاک چمن آسوده اند
 نتوان بهیچ دید، چو در دیده، مو فته
 ماهی طلب آب کند، گرچه غذا شد
 که نابینا، عصا را رهنمای خویش میسازد
 زیر پای اهل دل، افتاده چون سجاده باش
 من بزور ناتوانی زنده ام
 گوید حباب باده که: خالیست جای می(۱)

در صفت زمستان کشمیر

موسم سردی شده، سرگرم یخ بندی است، آب بطاسیران پیضه فولاد گردید از حباب

مختسب، بر درمی خسانه، نشستن دارد
 ز راه حرص، عجب نیست، اگر ب خاک فتنه
 کس ز همرنگی، مسا، مدعی مسا، نشود
 بی قرارها تاجا کن که، مانند سپند
 در فکر، آشنائی اهل سخن، مباحث
 ندارد ره برگردون روح، تا باشد نفس در تن
 فلک در گردش است از بهر خواب بخت ناسازم
 سوی مسجد، نهد نفس بدم، راه هنوز
 چو استعداد نبود، کار از اعجاز نکشاید
 آتش می تیز سازد شعله آواز را
 خویش را، پا که بسنجیم (غنی)، در سبکی
 هر که پرسد، ز (غنی)، وجه شکست رنگم
 توتیای چشم مه، جز پرتو خورشید نیست
 بی ریاضت، نشود نشه عرفان، حاصل
 فلک گیرد ز من روزی و بر مردم کند قسمت
 زبردست اضطراب و زبردست آسودگی دارد
 مکن با دوستان، از آشنای اختلاط افزون
 هنر چو نیست، چه حاجت بلند پروازی
 گل فشانی میکند گلبن، بفصل نور بهار
 دیدم میان یار و ندیدم دهان یار
 عاشق بفنا، سیر ز معشوق نگردد
 سزد گر، زاهد خشک ست رهبر، بی تمیزانرا
 گر بروی آب رفتن، آرزو داری (غنی)
 جان بلب، از ضعف، نتواند رسید
 هر ساغری که بود، پر از می شد و هنوز

شد چراغ آسیا، در چرخ گردان آفتاب
گر نبودی سخت زو، از شرم میگردید آب
کاش بیند چشم او، خط شمع آفتاب
نیست غیر از موج امین پنجه از اضطراب
پرتو برق است گویا، جانشین ماهتاب
آسمان تیری بتاریکی فگند است از شهاب
هر زمان خورشید گیرد پرده بر چشم از سحاب
پنبه از آتش ندارد بساک برد از آفتاب
چشم میگردد سفید، از برف ار بیند بخواب
جای دارد، گر روند اهل زمین، بر روی آب
بسکه دست خورش از جان شست بعد از زیر آب
خشک لب، از تشنگی افتاد ماهی، در شراب
بر سر آتش قند، مانند مو، در پیچ و تاب
آن قدر قوت که، اندازد ز روی خود نقاب
تخته از خجلت، دکان سحر را، بست است آب
تخته نعلین از آن بستند در پا شیخ و شاب
سازگار از بسکه بامش نیست استمال آب

بسکه مردم میشنید بر رخس، گرد سحاب
از زبان تیشه، یخ را سرزنشها میکنند
حلقه های دام ماهی همچو عنکبوت شد ز یخ
تا ز سرما، لرزه بر اندامها افتاده است
برق شبها، چون چراغ صبح، آید در نظر
کس درین شب هسای نمیباید نشان روشنی
تا نه بیند از نگاه دور آسیبی ز برف
صد راه ترکتاز لشکر گریست یخ
بیش ازین، تعمیر نتوان کرد، از بیداد وی
فرین ریاضتها که، در ایام سردی میکشند
هست چون طوطی ز یخ آینه اش پیش نفس
جست آب چشمه خورشید، تا در دیو یخ
دود هنگام وداع شعله، از بیم هوا
پنجه خورشید را، از دستبرد وی، نماند
کوزها، همچون صدف، از زالهها پر گوهر است
هیچ راه گریزی نیست، از دست شکست
در سرمن باد میگردد (غنی) چون گردباد

در صفت زمستان کشمیر

بیشه های عندهلیان، همچو دندان در دهان
ابرها، چون کاغذ باد است، در هرسو روان
زاغ زیر برف تا پنهان شده در آشیان
پنبه و دانه، ز برف و زاله ریزد، هر زمان
تا ز سرها همچو دندان بسته شد آب دهان
مرغ نتواند پریدن، شاخ چون زاغ کمان
بسرقت باشد، آتش وامانده این کاروان
زیبده از خود را، کلیم وقت دانه، باغبان
زین هوا، هر چند کرسی کرد برپا، آسمان
نور پوش از شوق آتش خانه همچون کمان
تیشه بر پا میزند، هر کس که میگردد دوان
خنده دندان نما، برجست و خیز، رهروان

از دم، سرد زمستان، بسته شد در آشیان
طفل اشک، از خانه های چشم، بیرون میرود
داده باد از، مردم چشمی که، میگردد سفید
آسمان چون چرخ حلاج است کز گردش ب خاک
گشت، بهر لب گزیدن، بیشتر اسباب جمع
بسکه زخم تیر باران خورد از دست فلک
کرده است ایام سرما، بسکه در رفتن شتاب
میزند پهلار به نخل طور، از آتش چنار
کی شود، از مشعل خورشید، ساق عرش گرم
میکنه هر کس، که گردد ساکن این سرد سیر
بسکه هرسو، پاره های یخ، بره افتاده است
میزند لپهای بام، از پاره های یخ، مدام

چشم گلشن، شد سفید، از انتظار نوبهار
 قاکند، در پیوزۀ آتش، بگلشن، از چنار
 پرنشد از برف، بر شاخ آشیان بلبلان
 کاسه بر کف هست سرو، از آشیان بلبلان

۱۷۱- غنی، غنی بیگ اسد آبادی

● مآثر رحیمی: غنی، غنی بیگ از کلانتر زادگان قلم رو علیشکر است. و مولد و منشای وی قصبه اسد آباد همدان است: آبا و اجداد او، همیشه در آن ولایت اکابر و اکابر نشان بوده اند. و الحال نیز اقوام او بدستور آبای عظام معزز و مکرم (۱) اند. بجهت خللی که از آمدن عساکر رومیه از جانب بغداد بهشت آباد، بتسخیر آن دیار بسلسله ایشان راه یافت، دلگیر شده، سفر بر حضر اختیار نمود. و در خراسان بحسان الزمانی مولانا نظیری نیشاپوری برخورد، و در خدمت ایشان بجانب هندوستان خرامید. و خود را بدیار این ملجای صفار و کبار (خان خانان) رسانیده ملازمت و چاکری اختیار نمود، و محرم بزم و رفیق رزم گردید.

اگرچه شعر و شاعری فن ایشان نبود، بجهت موزونیت ذاتی و فطرت جبلی و مصاحبت مولانا نظیری، قدم در وادی شاعری نهاده، باندک زمانی، بتربیت این مربی سخن سنجان (خان خانان) ترقی تمام کرده، روشناس متسعدان گردید. و نکته شناسان ازو اعتبار تمام گرفتند. چنانچه حسان الزمانی مولانا شکیبی اصفهانی و مولانا نظیری و ملا عرفی شیرازی سخنان او را، بر گفته امثال و اقوان او، ترجیح نهاد، اعتقاد تمام بتازه گوئی و نادر سخنی او داشتند، و از موانست و مجالست او، محظوظ و بهره ور

۱- در نسخه دیگر است: مکرم و متبر اند، و در زمان عاقبت نشان شاه عباس صفوی، ملک بیگ نام جوانی - از بنی اعیام غنی بیگ - راه مصاحبت، در خدمت آن ذیجاه یافته بمنصب وزارت؟ رسید. الفرض بجهت خللی ...

میگردیدند: و قصائد غرا و غزلیات عاشقانه و مداحانه — که در مداحی این صبه سالار بنظم میآورد — بشرف اصلاح ندما و سخن سنجان ایشان رسانیده، صله و جائزه، موافق استعداد و کرم ممدوح، مییافت: و از درجه ادنی بمرتبه اعلی رسید. تا آنکه بتاریخ هزار هجری (۸۱۰۰۰) بولایت دلیذر کشمیر افتاده: موافق و مطابق رفتن ایشان میرزا یادگار نامی — از اقوام نواب سید یوسف خان مشهدی — لوی عصیان و طغیان بر افراشته، آن ممالک را از تصرف منسوبان پادشاهی بیرون برد: موهبی الیه را فی الجمله نسبت و نزدیکی در نزد میرزای مشارالیه بهسم رسید: و روز جلوس ایشان بر تخت سلطنت کشمیر، این رباعی انشا نمود:

بر تخت مراد، مینشینی! بنشین خوش خرم و شاد، مینشینی! بنشین
دولت پیکشار مینشانی! بنشان بر جای قباد، مینشینی! بنشین

چون کشمیر بدست عساکر منصوره پادشاهی مقرر شد، اهل سعایت و فساد، مضمون آن رباعی را بسمع پادشاه رسانیده، باعث جرات یادگار بر این امر شنیع، او را ساختند. بقید و جس او حکم رفت.

مدت دو سال در برهانپور بسان بنفشه، باقامت هلالی و قالب خبزرانی، سر بر زانوی عجز نهاده — بدستور مسعود سعد سلمان — قصائد پر سوز، در حسب حال و عدم تقصیر و بیگناهی خود، بنظم آورد. و کسی بر او نبخشود.

مولانا نظیری نیشاپوری — که از جمله یاران و دوستان آن بیچاره بود — قصیده بمدح مسند نشین تخت گورگانی، وارث تاج و تخت صاحب قرانی، خلیفه الهی جلال الدین محمد اکبر فرمان فرمای هندستان، در باب توجه و فتح

نمودن قلعه اسیر خاندیس (۱) انشا فرموده ، التماس تقصیر او نمود . چون قصیده مذکور بسمع ندما و مجلسیان ایشان رسید ، و این معنی گویای زد پادشاه شد که ، غنی بیگ در قید حیات است ، بقتل او حکم فرموده : این مسعود سعد سامان این زمان را ، بتاریخ هزار و هشت هجری (۱۰۰۸هـ) در برهانپور در پای فیل انداختند . و نواب خان اعظم (۲) — که کیوکه پادشاه بودند — این خوش طبعی در بدیه فرمودند که : قصیده ملا نظیری دعای سیفی است . این بیت شاهدالوجود غنی بیگ شد :

گرسنه است بدر یوزة شفاعت من ببخش خرم (غنی) را ، بالتماس فقیر
این چند بیت از آن قصیده است :

<p>چورو ، برج شرف کرد ، آفتاب منیر مه منیر جلال ، بفر فروردین و لهر پنی خردان ، عز سلطنت میرفت چهار ز رحم نمودند بندگانش آزاد به پشت ها ، زرو تل ها درم بر آوردند بیان فتح اسیر ، از قیاس بیرون ست چو فردبان عقول و حواس را ، بستند ز بس ، گرانی اندیشه ، پایا بشکست نظر بسلسله ممکنات افکندند فمیرسد کمندی ز بیم بر سر او</p>	<p>دمید فاتحه فتح ، بر حصار اسیر بامن گاه مالک ، شد انبساط پذیر نگاه داشت ملک ، حرمت کلاه و سرور ملوک زاده ز زندان و گنج از زنجیر بسکوه زد نظر شاه گوئیا اکسیر نخست قصه مالیگرت ، کنسم تقریر که بر شوند بدیوار او ، پنی تسخیر قضائی فتنه بیفتاد ، بر سر تدبیر جدار قلعه مهین بود و پای مورقصیر پنی صعود گرفتند طره شبگیر</p>
--	--

۱- فتح خاندیس در سال (۱۰۰۸هـ) شد .

۲- میرزا عزیز کوکلتاش پسر شمس الدین محمد خان آنکه . مادرش جیحی آنکه را اکبر پادشاه از مادر حقیقی بیشتر میدانست . میرزا در (۱۰۰۳هـ) در احمدآباد جهان را وداع کرد . در تاریخ دانی مستفی بود و گاهی شرم میگفت ، و خط نستعلیق بسیار خوش مینوشت و شاگرد میرزا باقر پسر ملا علی است . در مصاحبت بی نظیر بود ، سخنهای رنگین داشت . میگفت که : مردم دولتند را چهار زن لازم است ، یکی عراقی بجهت مصاحبت و هزبانی ، دوم خراسانی برای سامان خانه ، سوم هندی بواسطه زنا شوی ، و چهارم ماوراءالنهری بجهت شلاق ، تا دیگران عبرت گیرند .
(مآثر الامرا : ۶۰۵-۶۹۴)

بدان جدار، دویدند، چون هوس بدماغ
 ز پخته کوشی هشیار و خام فروشی مست
 کشید قلعۀ مالگیر از، نهیب فسان
 اگر، بدعوی گنج و خزینہ، آمده اید
 ز من گرفته بناحق نفیم دنیا را
 ز توپ و ضرب زن آتشکده است و مریخش
 دلیر برد بخون ریز خصم و میگفتم
 تنور برج بیاروت و نفت تافته بود
 نخست روز که، فاش (اسیر) میکردند
 ز شرح حال، هم آشفته اند، صکانش
 خدنگ تفرقه، از هر طرف بصد آمد
 چو این نوید، شنیدند پر دلان، دادند
 بیک اشاره، عنو را بمحضرت آوردند
 بیارگاه خلافت، سر سجود آورد
 بمعجز گفت که: اینک من و نگین و کلاه
 دران مقام که، آید بجزر و مد دریا
 بقابلیت او، شاه دید و خندان گفت
 تو تنگ خوصله و ملک را فواله بزرگ
 بکوزه بوم و بر ملک سبز، نتوان داشت
 بشو ز آب شفاعت دل امیران را
 زمین حکم ببوسید و بی درنگ نوشت
 چو این پیام، سوی حارسان قلعه، رسید
 همه بکار غروشان، چو مرغ بی هنگام
 چو پخت بد، کند از خانه دور، صاحب را
 چه زشت ها که نکردند و زشت تر شد کار
 پس از همه عرض و خواست، یافتند امان
 اگر چه رحمت شه، پیسر را جوان میکرد
 نمود کشوری از عالم مثال نشان
 بزیر بار، یکی ماند بود، تنگ نفس
 ز بسکه گشت گران، اجرت کشیدن مال
 همه خراب ز کردار خویش، و ده بفسون

دران حصار، خیزدند، همچو سر بضمیر
 ز حلق کشته، روان بود خون، برنگ عصیر
 که: چیست جنگ و عداوت باین ضعیف و حقیر
 ضمیر را، نگرنت است کس، بجرم کبیر
 کشون عقوبتش افکنده در بالای سیمو
 نشسته بر سر آتشکده چو راهب پیر
 که: عاقبت عقوبت شوند دامنگیر
 خبر نداشت که، خاکش بخون کنند ضمیر
 بدل گذشت که: این نام میکند نائیو
 که مشرفند درو بر صحیفه تقدیر
 سپه کف پرده زد و در حصار شد نخچیر
 عسنان، بحدود عقل و جلادت تدبیر
 چنانکه، موی نچنبید بر مشار و مشیر
 برخ غبار غملا بر جبین خوی تقصیر
 برمز گفت که: آن قلعه و قلیل و کثیر
 هنر چه مایه تواند نمود موج غدیر
 که: ای مشام بزرگی و سلطنت را سیر
 نه در خور سر منقار تست، این انجیر
 گذار گلشن و صحرا، بیحر و اهر مطیر
 ز لوث ذلت شان ده، حصار را تطحیر
 بآن گروه که: این است امر و نیست گزیر
 ز فهم کج، همه رفتند در غریب و نفیر
 ولیک مراث، چو شارنجیان بی تدبیر
 ز پی پتوحه کشد، سگ فغان و مرغ صفیر
 نداد فائده غیر از تحسر و تحسیر
 بملک و مال رعیت، بنام و ننگ امیر
 جوان ز هول بیابان همیرسیدی پیر
 ز جان اثر نه و بازار و خانه پر تصویر
 ز حمل مال، یکی گشته بود، شادی میر
 گدای شهر غنی گشت و مالدار فقیر
 که چون کند، دل ویران این همه، تعمیر

چو آفتاب، بر ارج شرف نهاده سر بر
 بصیر غیب نظر، مالک فرشته دبیر
 درست نیست بسان نیاز بینی تکبیر
 که پادشاه سایبان و آصف است وزیر
 خبی، بمکرمت و رحم، بی شبیه و نظیر
 چو روغن است نهان گشته، در طبیعت شیر
 که کرده است چهل سال رحمتش نخیر
 بکار دولت تو، کس نمیکنند تقصیر
 دمی نمیند از دست، خامه را تقدیر
 که همچو نقش تو، دیگر نمیشود تصویر
 چنان پر است که، سوزن نمیرود بحریر
 که عالمیست ز امن تو، بر فراش حریر
 برون ز قالب شیطان کشید نفس شریر
 کند خراب، که تو خوب میکنی تعمیر
 ز هر چه هست گزیر است و از تو نیست گزیر
 بزل و نصب تو باشد، تصرف و تغییر
 نشاند، حزم تو، در هر قدم هزار خبیر
 دهی و کلبه امنی و یکدو پاره حصیر
 که وقت فرصت خاصان افتاده در ناخیر
 بگرم و سرد تموز و خزان شدیم مسیر
 ز کید مشتری و دام ماه و آفت تیر
 مگر کشید در آن بزم بی مقام صفیر
 بمندلیب، چمن در خسرواست، نه زنجیر
 ببخش، جرم (غنی) را، بالتماس فقیر
 خطای نظم من و جرم قول او پذیر
 که همچو لطف تو اش نیست در زمانه نظیر
 که رشته بسر دوک میشد بر عجز
 دل ریمده دشمن گشسته ضیید و اسیر
 که هر که، چشم بدوزد بر او بخیر اخیر
 عطا و لطف تو آن آهوان آهر گیر (۱)

همه ز اختر خود در وبال، و داور خلق
 خلیفه بسزا، شاه اکبر غازی
 هر آن مثال که، طغراش نام او نبوده
 کنون به پشت کند مرغ بر هوا پرواز
 ز هی، بسلطنت و عدل، بی عدیل و مثال
 محبت تو، در اجزای آفرینش دهر
 چگونه مهر تو، بیرون رود ز آب و گلی
 تو داد محذلت و رحم داده بکمال
 ز ذوق بسو العجیبهای نقش قدرت تو
 قضا، تسرا ز پی کارنامه، میدارد
 لباس مفلسی، از فریبی نعمت تو
 جهانستان! ملکا! شه نشان! خداوند!
 اپا نمودن طبع تو از خیال فساد
 جهان بحر صو هوا، هر بنای که، طرج انداخت
 قضا نطق نرزد هر کجا که فرمان را
 تو اصل راحت و آسایشی که، عالم را
 خیال بد نکند کس، که در ره دل و گوش
 ز هر چه، در همه ملک است، از تو میخوام
 ازین گذشته، سر جراتی دگر دارم
 من و رفیقی از اینای من، ز ملک عراق
 دو مرغ بودیم آورده، سوی هند، پناه
 قضای بد سوی کشمیرش از هوا انداخت
 اسیر بند تو گردید، و خلق میگویند:
 گرسنه است، بدریوزه شفاطت من
 به نیکی و به بدی، از ازل قلم رفته است
 ز عرض حال (نظیری) نگاه عفو پیش
 چه دست ریس سزای تو روزگار آرد
 همیشه تا بمدارا و رفق نیکویان
 جمال دولت تو، دلفریب صیادی
 سرش بخلقه امید بند گردانید

در ایام توقف هندوستان و ملازمت این ولاجه ، در قصبه سرونج مالوه در طراحی و اختراع چیت بنوعی کوشید که ، صاحب طبعان و اهل وقوف آن فن ، ازو پسندیده اعتبار گرفتند و تبع او نمودند . و الحق در همه وادی طبعی عالی داشته . و در وادی اهلیت و همت و از خود گذشتگی ، نظیر و همال نداشته . و در ضرر سپاهبگری نیز وقوف تمام داشته . در صنی طبع و سلیقه اش از اشعاری — که در ایام حبس و قید در برهانپور — باسم این بیدار بخت (خانخانان) گفته ، ظاهر میشود . و معانی بسیار و مضامین بیشمار بنظم آورده و درمیانہ مستعدان هندوستان مشهور است .

در هنگامی که بقتل رسید « مسودات اشعارش بدست نا اهل زندان بان درآمد ، و درمیانہ گم شد . و بدان سبب مهجور و پریشان ماند . آنچه در سفائن نکتہ سنجان و یاران و دوستان غنی بیگ و کتابخانه عالی ، بنظر راقم درآمد ، همین است که درین خلاصه ثبت گشت .

(چهار قصیدہ دارد - ۹۷۹-۱۰۰۲)

● مجمع التفاضل : غنی ، غنی بیگ همدانی از اسدآباد من اعمال همدان است . در سخن رتبه عالی داشت . مدتها در هند بسر کرده . در نهصد و نود (۸۹۹۰) که یادگار ، برادر میرزا یوسف خان مشہدی ، در کشمیر بنی ورزید ، غنی بیگ — که با او کمال ربط و خصوصیت داشت — این رباعی بتهنیت سلطنت او گفته ، و آن رباعی بالسنہ انام افتاده در مجلس اکبر پادشاه مذکور شد . و چون پادشاه مذکور کشمیر را مسخر کرد ، غنی بیگ نیز در سلک گرفتاران مقید شد ، و بر سر آن رباعی ، مدتی در حبس ماند .

مردم در فکر او بودند ، ازان جمله ملا نظیری قصیدہ در مدح پادشاه مسطور

گفته و در آخر قصیده استدعای استخلاص غنی نموده . بدین مصرع : — ببخش
جرم غنی را بالتماس فقیر — چون غنی بیگ بالکلیه محو و منسی شده بود ،
باز یاد آمد ، و عرق حمیت شهر یاری بحرکت آمده ، رباعی مذکور را
خوانده امر بقتل او نمود . و او بقتل رسید . وقع هذا فی (۸۱۰۰۸) . و در
مآثر رحیمی مسطور است که : چون این قضیه رو داد ، خان اعظم کوکه فرمود
که قصیده ملا نظیری دعای سیفی بود در حق ملا غنی . رباعی که بتهنیت
سلطان یادگار گفته بود : بر جای الخ

از اوست :

بر ماه ، چه داغ می نهد ، بنده تست	بر سر و کفن چه میزنی ، زنده تست
بر هر چه نظر کنی ، سرانگنده تست	جز روی تو کیست ، کان نه شرمده تست (۱)
قا بگردن ، غوطه خوردم در دهان ازدها	هم نژاد دوش ضحاک است ، گوئی پای من
دیده دریا کرده ام ، اما پسمان نیستم	خاطر آشفته دارم ، پریشان نیستم (۱)
کام اگر این است ، کین نودولتان نهیده اند	حیذا برگشته بختی ، مر حیا بد گوهری

فقیر آرزو گوید : بجای بدگوهری بی دولتی اگر باشد ، مناسب مصرع
اول است :

باد صبا ، بیوی توام ، زنده کرد باز	عمر دوباره داد مرا ، عمر او دراز (۱)
------------------------------------	--------------------------------------

فی المدح :

گر خصم تیره بخت تو ، بیند در آفتاب	یک وقت واجب آید ، مر خلق را نماز (۲)
مگر بناخته پرویز ناقوس محبت را	که امشب پاسبان کعبه در پتخانه میرقصه (۳)
من کیستم از خویش بتنگ آمده	دیوانه ، با خرد بجنگ آمده
دوشینه بکوی دوست ، از دشکم کشت	نالیدن پای دل بنگ آمده

(۲۵۸ الف)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۲- روز روشن و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۳- روز روشن دارد .

● **صنف ابراهیم :** غنی ، غنی بیگ غنی تخلص از اسد آباد همدانست .

بعنوان تجارت با ملا نظیری نیشاپوری وارد هندوستان شده . مدتی با عبدالرحیم خانخانان بسر برده . در سنه هزار (۱۰۰۰هـ) (۱) که یادگار خان — برادر یوسف خان مشهدی — رایت بغی و ضلالت برافراشت ، و غنی بیگ که با او کمال محبت داشت ، از غایت مسرت ، رباعی به تمهیت سلطنت او ، منظوم نموده . چون این معنی معلوم اکبر پادشاه شد ، بعد تسخیر کشمیر غنی بیگ را در زمره گرفتاران بجرم گفتن همان رباعی ، محبوس فرمود . و چون جمعی را وارهانیسیدن او منظور بود ، ملا نظیری قصیده در مدح آن پادشاه مسطور فرمود ، و التماس استخلاص غنی بدین طریق نموده :
گر سه ... الخ

پادشاه آن فراموش شده را ، ازین قصیده بیاد آورده ، امر بیکشتن فرمود . چنانچه در بیجاپور سنه هزار و دوازده (۱۰۱۲هـ) (۲) شربت شهادت چشید . در مآثر رحیمی مذکور است که : خان اعظم کوکه ، درین واقعه از راه خوش طبعی ، گفته که : قصیده ملا نظیری در حق غنی ، دعای سیفی بوده . بالجمله رباعی این است که ، در تمهیت یادگار گفته :
برجانی ... الخ
(۲۵۲-۲۵۳)

● **روز روشن :** غنی میرزا عبدالغنی بیگ همدانی ، وطنش اسد آباد مضاف بهمدان است . از رفقای یادگار خان ، برادر یوسف خان مشهدی ، بود . هر گاه یادگار خان در کشمیر بغاوت اختیار کرد میرزا این رباعی بطریق تمهیت گذرانید :
برجانی الخ

-
- ۱- پادشاه بعد از فرو کردن این بغاوت از کشمیر بازگشت کرد و بتاریخ ۱۲ ربیع الاول (۱۰۰۱هـ) در لاهور رسید . یادگار یک ماه دوازده روز بر کشمیر سلطانی کرد .
 - ۲- در سال (۱۰۰۸هـ)

زمانیکه ، اکبر پادشاه بر باغی ظفریافت ، و این رباعی شنید ، غنی را بحبس فرستاد . و بعد زمانی بقتلش فرمان داد . از ترانه های سنجیده غنی است :

چنانکه ، راحت پروانه ، سوختن باشد شب مصیبت من ، روز عیش من باشد
مرا بوعده تسلی مده که ، طالع من اگر بهمار بود ، آفت چمن باشد
(۲۹۲ -)

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی : میرزا عبدالغنی بیگ غنی همدانی ، از مردم اسدآباد همدان بوده ، و بهند رفته : و از دوستان یادگارخان مشهدی بشمار می رفته . و چون باوی بکشمیر رفته ، هنگامی که او طغیان کرده ، یک رباعی در تمهیت او سروده . و چون جلال الدین مجد اکبر او را شکست داد بکشتن غنی فرمان داد : وی در غزل و رباعی استاد بوده است .
(۲ : ۶۸۶)

● بزرگان و سخن سرايان همدان : غنی بیگ (عبدالغنی) امیر عبدالغنی یا غنی بیگ از مردم اسدآباد و شعرای اواخر قرن دهم هجری بود . وی از خانواده ای محترم بود ، اجدادش بتجارت اشتغال داشتند ، خود نیز در آغاز ، بتجارت مشغول بود و با عزت زندگی میکرد .

در اوائل سلطنت شاه عباس بزرگ (جلوس ۹۹۶ هـ) چون وضع همدان را معشوش یافت ، ازانجا خارج شد و بعزم تجارت بسوی خراسان رفت . و دران شهر با ملا نظیری نیشاپوری رفیق و یار شد ، و باتفاق وی ، عزم سفر هندوستان کرد : و بمصاحبت سپه سالار هند رسید و چندی ملازمت او اختیار کرد .

در سال (۱۰۰۰ هـ) بکشمیر نزد میرزا یادگار رفت : و در روز جلوس

وی رباعی ذیل را سرود : بر جای مراد الخ

چون مرزا یادگار بر تخت شاهی نشست میان او و اکبر شاه پادشاه هند (۹۶۳-۱۰۱۴) جنگ رخ داد ، و در این جنگ میرزا یادگار کشته شد و رباعی مزبور بگوش شاه رسید . غنی را دستگیر کرد و او را محبوس ساخت ، و چنان نگاه داشت که پنداشت مرده است . عبدالغنی مانند مسعود سعدی در درون زندان ، قصائد پر سوز و گداز سرود که شاید رباعی ذیل ازان جمله باشد :

ای گفته بکوه حلت این زلزله چیست دارم عذری اگر نگوئی گله چیست
نه شیر ژیانم من و نه پیل دمان در گردن و در پای من ، این سلسله چیست

عاقبت بسال (۱۰۰۸هـ) و بنا بقول صاحب سلم السموات (۱) در سال (۱۰۱۲هـ) مولانا نظیری در صدد استخلاص وی برآمد . قصیده ای گفت و از شاه درخواست تا او را آزاد سازد . شاه همین که دانست غنی زنده است ، فرمان داد تا او را کشتند ، و این شاعر آزاده خوش قریحه را از نعمت حیات محروم ساختند .

عبدالغنی شاعری بلیغ بود ، در اقسام شعر دست داشت . قصائد و رباعی های نیک میسرود . و با آنکه عهد وی زمان رواج سبک هندی بود ، اشعار وی جزالت و استحکامی خاص داشت ، و در عین سادگی نغز و شیوا بود . و بآثار استادان قدیم شباهت داشت . اینک شمه ای از اشعار وی را

۱- امیر عبدالغنی همدانی : از سادات امدآباد آنجاست . در اثنی عشر و الف (۱۰۱۲هـ) در هند بتبع ستم کشته گشته . از بدایع اوست :

دیده دریا کرده ام ، اما بسامان نیستم خاطری آزرده دارم ، پریشان نیستم

(سلم السموات ص ۸۷)

— که در سفینه ها درج است — بجهت نمونه میآورد. قصیده :

عمر دوباره داد مرا، عمر او دراز
این ذله بر نداشت زخوان کرام از
نقش مراد خواهی، نبرد دفا میاز
وی بر مراد، در همه کاری چو کار ساز
یک وقت واجب آید مر خلق را نیاز
آری ملال آرد چون قصه شد دراز
باصولت تو، چرخ حمامی است پیش باز
دانند همگنان که، چه آرد بخانه باز
چون بر کنشام شیر برد گور ترکساز
اندک چو عمر دشمن و پنهان چو حرف راز
منیش همچو صبح دوم کوتاه و دراز
وین قصه را بکسوت دیگر دم طراز
این مدح را، کزو بحقیقت کشد مجاز
وز هر بغل برآید چون سیم حقه باز
چون زاده من است « ندارد کشش بنساز
تا مقطع است و مطلع چون راعی و نهاز
هر جای دست گیرد و هر جای کار ساز
عمری که شنیده همین یک نفس است
زان پیش که، گویند: فرود آی بس است
با تو گره جبین شود شبم گل
هم شادی بلبل است و هم ماتم گل

(۱: ۳۰۹-۳۱۲).

باد سحر، بیوی توام، زنده کرد باز
این زندگی نهاقت ز آب حیات خضر
آب جمال خواهی، بیخ وفا مزن
ای چون مراد، بر همه کاری تو دسترس
گر خصم تیره بخت تو، بیند در آفتاب
از طمن نیزه تو عدو را ملامت است
با حمله تو، مهر چراغی است پیش باد
آن کو، بهزم رزم تو آید ز خود برون
رو پناه، نیقه، در گرو ازدها نهد
دانش فراستا! بتوام عرض حالکی است
لطفش بسان نقطه موهوم هست و نیست
نه نه همان به است که دم در کشم بخود
این نظم را، کزو بمائنی رسد سخن
از کف دمی نیفتد، چون جام می فروش
چون گفته من است، نخواند کشش بلطف
در صرف همگنان، رمة نظم و نثر را
تو پیشوای خلق، و خداوند تو، ترا
بگذشته و آینده در یغ و هوس است
میدان از تست، مرکبی جولان ده
ای از سمنت گرفته بلبل کم گل
گل بسی تو مرو یاد که گلزار مراد

۱۷۶- غنیمت، کشمیری

● روز روشن : غنیمت کشمیری : متصف بشیرین گفتاری و خوش

تقریری ست :

ناخن ریخته، همدست پلنگ است این جا
نکبت گل، نفس کام نهنگ است این جا

طاقت باخته، آماده جنگ است این جا
بسی تو، روی چمن آمد بنظر، پشت پلنگ

دل گرفتار ادا های تو ، کافرستم است کعبه حیران تپندی فروغ است این جا
تا کجای ابروی ما ، رفت (غنیمت) از بزم بی رخسار نمائی ، تیر خدنگ است این جا

(۲۹۵ -)

۱۷۳- غیرت ، محمد عاقل کشمیری

● گل رعنا : غیرت : محمد عاقل کشمیری . خوش تلاش و مضامین خوب
تراش ، از سخن منجان عهد فردوس آرامگاه محمد شاه (۱) بود . و چنین گره
از طره سخن میکشود :

قیامت ، در رکاب سرو دلجوی تو ، صیحه
از بمکه آب دیده ، ز رخ پاک کرده ، بم
خیال و خط و زلف او ، کار دلم ساخته
بهار گرچه ، گل و لاله در نظر دارد
ناله جان سوز را ، در پرده دارد ، ساز ما
عاطرت ، از بهر زرداری پریشان ، قابکی
ما از دست ، شکوه گردون ، نمیکنیم
(غیرت) نه چو شیخ خانقاه گمراه
گرم چو یکف ، ساغر می ، جشمیدم

که کار آندب حشر ، از روی تو نیاید
شد آتش از دو طرف آستین ما
کاکر مشکین او ، باز چرا در قفاست (۲)
شکست رنگی ما ، عالم دگر دارد
هرگز از چاک قفس ، بیرون نه شد آواز ما
گر دست افتد ، پریشانی بسزوا باید خرید
گر ، کار او درست شود ، از شکست ما
دیری است که ، از سر خفی آگام
بشکم ، چو رما شود ، زرد شام

(۸۷۲-۸۷۳ -)

● صبح گلشن : غیرتی محمد عاقل کشمیری است ، بهار کلام رنگینش غیرت
افزای گلهای اعجوبه بهار دلپذیری : در عهد محمد شاه بادشاه ده ، هنگامه آرای
عرصة سخن بود ، و بخوش فکریها دل مردم می ریود .

ستم رسیده دل دیدم و ز غم مردم
غیرت برم ، از سوختن دوزخ جاوید
بی مزده وصال ، نخیزد شبیه عشق

که نه خوی ستمگر درین دیار یکیت
کونیز ، مگر داغ تمنای تو دارد
صد بار ، گر فرشته رحمت ، ندا کند

(۲۰۱ -)

۱۷۴- غیوری، پندت گوبال کول کشمیری

● بهار گلشن کشمیر: غیوری: پندت گوبال کول، کشمیری: در ابتدای عهد گلاب سنگ (۱) در سر ینگر بوجود آمد، در محله زرپرستان سکونت میکرد، و ریاست دفتر خزانه داشت: خانواده اش به این مناسبت به —دفتری— معروف شد: در فارسی و سانسیکرت استاد بود، و ترجمه — بهاگرت — در فارسی کرد: در عمر هشتاد سالگی وفات یافت: انتخاب ذیل از ترجمه بهاگرت گیتا است.

مناجات

غفار و مکسرم و کریمی	ستاری و راحم و رحیمی
دانای و آگه و خبیری	بینای و ناظر و بصیری
بخشنده جرم و عذرخواهی	برپا ز تو ماه تا به ماهی
ای نام تو، بیش از آنکه خوانم	وصف تو، برون از آنچه دانم
ای حاصل از تو، جمله حاجات	واصل بدر تو، هر مناجات
ای از تو، تمام کار هر دل	در دست تو، اختیار هر دل
از قدرت حق، کنسی هویدا	پیدا ز نهان، نهان ز پیدا
در کنه تو، دم نمی توان زد	زین راه، قدم نمی توان زد

توجیع پند

ای پای تو از صفات ما پاک	از پاک صفت چه میکند خاک
وصف تو فزون تر است و بیرون	ز اندازه عقل و حد و ادراک
مارا از روی خود مگردان	تو مید بجان آرزو ناک
تاکی ز تو دور میتوان زیست	جان خسته و سینه ریش و دل چاک
بالائی تو، سرفراز چون سرو	ما پستی مانیم، چون خاک
مارا یارا کجاست یارا	کائیم بدرگه تو چسلاک

(۲ : ۷۷۵-۷۶۸)

— پایان بخش دوم —

بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۹۶۸ع

ساعت دو و نیم شب

کراچی

تعلیقات

۱۳۳- صائب

دیوان صائب: بر صفحه (۵۸۹) بشماره (۱۲) مذکور شده است.
عبارات زیر بر چند اوراق اول و آخر دارد:

۱- ورق اول الف:

(۱) واعظ:

(صائب) از این جهان ویران، صد حیف
زان در زمین بحر عرفان، صد حیف
گفتند، بنامه بلبلان تاربخش:
صد حیف، ازان هزار دستان، صد حیف (۱)

۲- ورق سوم الف:

(۱) حاجی محمد جان:

نمودن عیش اغنیا از مال است
کجواجبی (؟) شاخ را بود برگ پناه
(۲) لمرره محمد اشرف (حک شده)
(۳) از آخر کار عالم، اندیشه کشید
ای شورگنان! ز مائم اندیشه کشید
با قحبه دنیا، مکنید آمیزش
از آشک جهنم، اندیشه کشید
(۴) انداز بومه، که لب را کبود کرد
این شعله، یارب! از دم سرده، دود کرد
(۵) سید حسام الدین راشدی (۲)

۳- سر ورق الف:

(۱) دیوان صائب و کلیم.

۱- تاریخ بتخرجه برمیآید: ۱۱۷۱ - ۹۸ = ۱۰۷۳ هـ

۲- این نسخه ملک نگارنده این حروف بود و از لندن خریداری کرده بودم.

.....

.....

مالک حقیقی اوست، چند روزی

بعاریت با ماست .

(۲) مهر : حک شده است .

(۳) مهر :

میر جعفر فدوی

چند شاه

پادشاه غازی

۸۱۱۳۲

(۴) کلیات صائب و کلیم بخط میرزا صائب مرحوم .

(۵) سید حسام الدین راشدی

از لندن خرید کردم (۱۹۵۱ع) .

(۶) مهر : حک شده .

در آخر این دیوان یک مثنوی در سه ورق (۲۹۸ ب تا ۵۰۱ الف)

دارای* (۱۸۹) بیت است . در ترقیمه عبارت زیر دارد :

تمت بمون الملک الوهاب حرره بنده محمد مومن استرآبادی . (۱)

بیت اول :

حکما گفته قبول ذوالقرنین

آنکه زو داشت کار حکمی این

بیت آخر :

و آن چپ و هم بدین مثال بود

شک مدارش که بی مثال بود

دیوان صائب اوراق (۵۰۱) دارد .

دیوان صائب : بر صفحه (۵۹۱) بشماره (۱۳) مذکور است : دارای*

۱- این امضاء از همان مومن استرآبادی است که از ارای* شاهان دکن بود و در حیدرآباد .

در دائره میر مومن مدفون است .

عبارات زیر است :

۱- سر ورق الف :

(۱) مهر : حک شده .

(۲) ۲۳ شوال ۳۶

مرض دیده شد .

(۳) هو

منتخب دو این صائب که خودش
این انتخاب کرده هر جا در حاشیه نوشته
یخط مصنف است . داخل
کتابخانه خیر خواه خلق الله همت خان شد
۸۱۰۸۲ .

(۴) ۷ جمادی الاخر سنه ۵

مرض دیده شد .

(۵) مهر : حک شده .

(۶) مهر : حک شده .

(۷) مهر : حک شده .

(۸) خیر خواه (عبارت حک شده در دو سطر)

(۹) منتخب صائب داخل کتابخانه

روح الله بن همت خان شد

مهر : روح الله خان .

(۱۱) مهر :

کنیز فاطمه

زیب النساء .

هست

(۱۲) مهر : روح الله خان .

(۱۳) منتخب مرزا صائب علیه رحمة

که میرزای خیر خواه خلق الله

مرزا روح الله سلمه الله بفقر حقیر

..... (حک شده)

(۱۲) سید حسام الدین راشدی
در لندن خرید کردم ۱۹۵۲ ع. (۱)

۲. ورق آخر (۳۵۵ ب) :

- (۱) میر سیدی
زمانه سخت دنی پرورست میترسیم
نجاتم چو گهر افگند بهریانی
(۲) طالبای آمی :
تخمیر بروتم همه از عنصر باد است
۳۲۰۰ (۳)
۲۰۲۰۰
۱۰۰۰ (۲)
۱۱۹۰۰ (۴)
- (۴) مالک عطوفت خان ولد امان الله خان
ابن نواب غفران پناه تربیتخان .
(۵) ملا عرفی :
خون ، حیض دختر رز ، جوشد از لبهای من
(۶) دیوان صائب بخط نستعلیق خوشخط
کاغذ ولایتی بلوچ و بجدول بطلا
بعضی جا در حاشیه بخط مصنف غزلها
نوشته : جلد چرمی سیاه ترشح و
خط کشی طلا خوبی جهت
یافت نیکنام خان
۳۵۵ ورق
قریب دوازده هزار بیت .
(۷) مبر : خوانده نشد (۳) .

-
- ۱- این نسخه نیز ملک نگارنده بود که از لندن خرید کرده شد .
 - ۲- غلط است (۱۵۳۰۰) میشود .
 - ۳- اطلاعات راجع به این دو نسخ ، آقاخان هدایت الله کتابدار موزه ملی و آقاخان مسلم ضیائی
م آورده و بنده برائی این زحمت بسیار مشکرم .

در متن کتاب (۳۱) نسخه خطی دیوان صائب از (۱۵) ذخیره‌های کتب
مراسر جهان مذکور شده است و از دو ذخیره دیگر اطلاعی پیدا کردیم که
سه نسخه قدیم، بقرار ذیل دارند.

۱۶- ذخیره داعی الاسلام حیدرآباد دکن (۱)

۳۲- دیوان صائب : بخط میرزا صائب ، دارای ۵۰ هزار شعر .

۳۳- واجب الحفظ : بخط میرزا صائب (۲) .

۱۷- ذخیره انجمن ترقی اردو کراچی

۳۴- دیوان صائب : مکتوبه (۸۱۰۶۷) شماره ۳ ف ف ۲۲۰ صفحه

۵۵۰ . دارای غزل (۹۵۹) و اشعار (۱۰۷۸۳) است . عبارت ترقیمه به اینقر
است (۳) :

... در روز پنجشنبه بیست و پنجم ربیع الاول هزار شصت و هفت

(۸۱۰۶۷) بجهت اخوی خاص ... سمت تحریر یافت حرره الفقیر ... (۲)

۱۳۹- عرفی ، شیرازی

● خلاصه‌الاشعار : مولانا عرفی ، نهایت خوشگو و لطیف طبع و درست
سلیقه است . و از اقران مولانا غیرتی و قیدی و قدری شیرازی است .

۱- شاد روان سید محمد علی لاریجانی مؤلف فرهنگ نظام و پروفیسر نظام کالج حیدرآباد .

۲- مخطوطات تاریخی حکیم شمس الله قادری ص ۲۳ طبع کراچی (۱۹۶۷ع) .

۳- فهرست مخطوطات انجمن ترقی اردو (فارسی عربی) ص ۷۰ کراچی (۱۹۶۷ع) انجمن ترقی اردو
چهار نسخه دیگر از دیوان صائب بدون تاریخ دارد . بشماره (۵۷۴) ۳ ق ف ۲۱۷ ص ۱۵۹
(۵۷۵) ۳ ق ف ۲۱۸ ص ۱۳۶ (۵۷۶) ۳ ق ف ۲۱۹ ص ۲۵۳ (۵۷۸) ۳ ق ف ۲۲۹
ص ۵۷۶ .

۴- آقائی مشفق خواجه مدیر انجمن ترقی اردو اطلاعات راجع به این نسخها عنایت فرمودند ،
و راقم این حروف نیز شخصاً نسخ ها را دیده است .

بلکه به صفائی ذهن سلیم و ذکای طبع مستقیم از سائر شعراء فارس و عراق، امتیاز تمام دارد؛ و گاهی به گفتن قصیده نیز مبادرت مینماید، و دران وادی، معانی خوب و ابیات مرغوب و بلند، از گنجینه خاطر به هرصه ظهور میآرد:

در اوائل حال شاعری، در شیراز — که موطن آن جناب است — ساکن بودی، و با شعراء و مستعدان آن دیار، مباحثه و مناظره مینمودی، تا آنکه او را بر قوانین شعر اطلاع تمام پیدا شد

در شهر سنه (۸۹۹۲) او از فارس، از راه دریا بجانب هند خرامیده، و مدتی در احمد نگر رحل اقامت انداخته دران دیار مسکن گزیده. مردم آن دیار، چون استعداد و قدرت وی را، در شاعری دانستند، لوازم تعظیم و تکریم بجای آوردند؛ و دران اوقات اشعار خوب از قصیده و غزل در سلک نظم ترتیب نمود، و فضل شاعری خود را، بر اقران و اکفاء، مثل مولانا ظهوری، ملک قمی و دیگر شعراء آن نواحی، ظاهر فرمود. و در تمامی اسایب نظم، معانی غریبه و افکار عجیبه — خصوصاً در قصیده و غزل و رباعی و مثنوی — بر لوح اعتبار منقوش ساخت. و بسیاری از معانی و مضامین — که از شعراء متقدمین و متأخرین مکثوم مانده بود — قلم عنایت سبحانی بر صحیفه ضمیرش نگاشت، و بی شائبه اغراق و مبالغه حقائق غزلیاتش، بمشابه بر صفحات خواطری عالی نقش بسته، که اشعار موزونان فارس و عراق — جز در کاشانه نسیان بودن — وجهی ندارد. و دقائق ابیات قصایدش بمرتبه بر السنه خاص و عام افتاد که، منظومات و افکار اهل خراسان و ماوراءالنهر را، باز جز در زاویه خمبول و انزوا، مناسبت دیگر نیست

و بنیه این دعوی، چندین قصیده و غزل است که، درین اوقات به این جانب ارسال داشته و بواسطه تزئین این — خلاصه — داخل این اوراق گشته. و الحق، ازان اشعار (کمال) شاعری و حالت عاشقی ظاهر میشود، و از آن طرز سخن نهایت فصاحت و پختگی مبین میگردد. چنانکه توان گفت، از هیچ شاعری وایمانده.....

اما ستم ظریفان این زمان و حسودان این دوره، این معنی را قبول نذاوند، و این توصیف را حمل بر اعتقاد غیر واقع مینمایند. ولیکن از اشعارش که درین — خلاصه — ثبت است، صدق این مدعا، ظهور مییابد و حاجت بنیه عذر دیگر ندارد.

جماعتی که ویرا دیده اند و صحبت او رسیده، بگویند: مردی خوش طبع و ظرافت دوست بود. و باوجود خود رایی و اشعریت، با مستعدان و شعرای زمان، درحین ملاقات، دقیقه از دقائق خوش طبعی فرو گذاشت نمی نمود. و لطائفی که میان او و شعراء دیار هند — خصوصاً شیخ ابوالفیض فیضی و دیگر کسان — گذشته، درمیان خوش طبعان مشهور است.....

اما، مولانا عرفی چون از دکن طرف لاهور شتافت، دران جا، عزت بیش از وصف یافته رحل اقامت انداخت. گویند: در شهر سته اثنین و الف هجره دران جا درگذشت. (۱)

● عرفات العاشقین: ... عرفی شیرازی: مولانا جمال الدین عرفی شیرازی ابن زین الدین علی بلوی بن جمال الدین سیدی شیرازی، مشهور بخواجه چادر باف.

۱- از نسخه خطی ذخیره مولانا آزاد علیگره، رک: مقاله دکتر ولی الحق در مجله پرهان

شاعر یست عالی مقام ، ساحری معجز کلام ، گوهری خجسته مقام .
 که مخترع طرز یست تازه ، با ملاح و فصاحت بی اندازه . و وی در
 ولایت سخن حاکم است صاحب تصرف ، و ذر اقالیم بیان ، خسروی خالی از
 تکلف . صیت پیانش عالمگیر است ، و پرتو ضمیرش خورشید تاثیر .
 منظر سطر مصارعش سرمشق طبیعت متاخرین شده ، و فرد فرد معانیش سرمایه
 متکلمین :

الحق ، شهرت و تازه گوئیها به منزلی رسیده که ، بالاتر ازان ممکن
 نیست بلاغت گوئی ، توفیق از میدان پادشاهان عرصه معانی
 و فارسان فراس فارسی ربود . و اکثر تازه گوئیان تتبع روش وی
 مئی نمایند

و وی ، در فیض صحبت شیخ فیضی و فتوح خدمت حکیم ابوالفتح و شرف
 خدمت شاه جلال الدین اکبر و مداحی و ملازمت شاه نورالدین جهانگیر ابن
 اکبر — که در بدایت ملقب به شهزاده سلیم بود — رتبه کمال و عظمت
 موفور نمود . شهرت بیش از قیاس رسید و در نزد دانا و کانا
 مطبوع شد . خاص و عام ، از کردن و شعر فهم ، همه از کلام او — چه
 به اجتماع ذوق و چه به تقلید — محظوظ اند .

اقسام سخن وی ، از قصیده و غزل و رباعی و قطعه و مثنوی در غایت
 کمال است

راقم این مقال ، در عنفوان حال چون در جاده شانزده سالگی قدم وجود
 در نهادم ، از صفاهان — که مولد و موطن اصلی است — متوجه شیراز شدم ،
 که منزل آباء و اجداد او بود . و در آن جا به خدمت و صحبت مولانا
 عرفی رسیدم . و پنج سال قبل از آنکه ، وی متوجه سفر هند شود ، اکثر

اوقات در ملازمت او و شعرا در چند جا ذکر آن شده ، اشعار بسیار از بابا فغانی و غیره طرح میشد . و دران اثنا میانه وی و مولانا وحشی — که در یزد بود — مکالمات و مکاتبات و مباحثات غائبانه واقع بود . دران وقت سن وی تخمیناً به سرحد سی سالگی رسیده بود . و اتحاد وی با خلص بسرحدی بود که ، اکثر شعرا در رشک بودند . وفات او در لاهور است و مرقدهش آنجاست . دیگر حالات او ، از شهرت ، احتیاج به شرح نه دارد . و ما در صحبت بعضی از اعزه ، بعد از وفات او ، اکثر اشعارش را در صفاهان و غیره مطرح ساخته ، از قصیده و غزل گفته ایم . چنانچه در — تذکرۃ العاشقین — و — تبصرة العارفین — مذکور و مرقوم است . (۱)

● نظم گزیده : عرفی شیرازی ، یکہ تاز میدان بلاغت و شہسوار مضمار فصاحت بوده

مخفی نماند که در حین نزع ، مسودات اشعار خود بیکى از خادمان خود سپرده ، ازان روز آن پردگیان حجله فکر ، در کنج کتبخانه مستور بودند . یکى دیوان اول مشار الیه ، که کمال شهرت داشت ، تا در سنه هزار و سی و سه (۱۰۳۳ھ) خان خانان شخصی را باین امر برگزید که ، آن جواهر منظوم را در سلک ترتیب منتظم سازد . اتفاقاً آن شخص ، مسودات را برداشته بسبب آزادی — که از خان خانان داشت — فرار نمود . فقیر در بند رفعا او را دیده . مسودات عرفی را خواه نخواه ازو گرفته ترتیب داده جمع نمود . تمامی اشعار او پانزده هزار بیت باشد .

و در لاهور نهصد و نود و نه (۹۹۹ھ) در سن سی و شش سالگی وفات

۱- رک : نسخه خطی بانکپور اوراق ۵۰۲-۵۰۳ . برهان مارچ (۱۹۶۷ ع) ص ۱۷۷ .
مقاله دکتر ولی الحق .

یافته و یکی از مستعدان تاریخ آن قضیه :

— استاد البشر —

۸۹۹۹

یافته .

در سنه هزار و بیست و هفت (۸۱۰۲۷) به مقتضای شوق — که اظهار در آن بیت مشهور کرده بود — نعش او را در ارض نجف اشرف مدفون ساختند . و رونقی همدانی از جهت این سعادت ، تاریخ نظم کرده که ، مصرع تاریخ همگی شد که : بکوش مژه الخ (۱)

● سینه خوشگو : (مولانا سید محمد متخلص بعرفی ابن خواجه زین الدین علی بن جمال الدین شیرازی مشهور بخواجه چادر باف) میر صابر اصفهانی ، که از مستعدان و موزنان بود ، و در خدمت نواب غیاث بیگ طهرانی عرف اعتمادالدوله — که پدر نور جهان بیگم باشد — وزارت داشته . بعد سی سال هلالی ، استخوانهای نعش او را ، به قلندری داد و مبلغ ها به او عنایت کرد که : به نجف اشرف رساند . و آن آزاد مرد بدوش همت برداشته بهای سعی به مشهد رسیده ، دو ماهش دران خاک سپرد ، بعده بر آورده به نجف رسانید .

رشیدای کاشی ، دران وقت که ، سال هزار و بیست و هشت هجری (۸۱۰۲۸) بود ، در نجف اقامت داشت ، میگوید که : من در نزد سید حسین حسینی نقیب النقباء نجف میبودم ، و استخوانهای ملا عرفی را ، بعد سی سال هلالی — که از فوت او گذشته بود — در بیرون حصار نجف ، در زمینی که — بحیره — گویند

۱- نسخه خطی ذخیره مولانا آزاد علیگڑه ص ۱۱۲-۱۱۴ . رک : برهان اپریل ۱۹۶۷ع و ستمبر ۱۹۶۷ع مقاله دکتور ولی الدین .

و از زر خریدۀ، امام مفترض الطاعه علی بن ابی طالب است — و اکثر علمای امامیه بر آنند که صحرای محشر همینجا خواهد بود — مابین دیوار حصار نجف و مقام حضرت صاحب الزمان، مدفون ساختیم: و دران روز سید حسین حسنی خیرات و احسانها نموده و اراده ساختن عمارتی، بر سر قبر او، کرد: (۱)

● تذکره کاتب: عرفی شیرازی راقم الحروف در یک تذکره چنین یافته که، شخصی مومن لاهوری در نجف اشرف مجاور بود، در آنجا شنید که: برادرش در لاهور فوت کرده است: ازان امکنه شریفه خود را به لاهور رسانید. چون قبر برادرش، قریب به قبر عرفی بود، سهواً و تقدیراً قبر عرفی را قبر برادر خود تصور کرده خلاصه استخوانهای عرفی را به نجف اشرف رسانیده مدفون نمود (۲)

● دیباچه کلیات عرفی شمرازی (از عبدالباقی نهانودی): حمدی که، نخستین پایه اش معراج دانشمندان را سزد، و توحیدیکه، اولین حرفش سر لوحه مجموعه دانایان را شایان باشد، مجموعه طراز دیوان حقیقت، و دفتر پیرای کتاب طریقت و معرفت: ستایش گری خالق را سزا ست که، رسوم شرعی و عرفی در میان اولاد بنی آدم گذاشت و بنو حرف — کن — عالم و آدم را به قلم قدرت نگاشت، و بطور مختلفه و زبان متغایره، نوع انسان را در یک حقیقت موجود گردانید: و یکی را هادی و راهنمای صاحبان ایمان و

۱- میخانه چاپ آقای گلچین ۱۳۲۶ از نسخه کتابخانه مجلس شورای ملی تهران شماره (۲۰۳)

۲- رک: مجله برهان ستمبر ۱۹۶۷ ص ۸۷ مقاله دکتر ولی الدین (اقتباس از نسخه تذکره

کاتب مؤلفه ابوالفتح سلطان محمد صفوی. مخطوطه رام پور ص ۱۱۷).

ارباب ایقان ، و دیگری را باعث ضلالت و عصیان طائفه از اهل طغیان نمود . و حکمتی در ضمن هر یک — ازین دو حکمت بانه متضاده — نهاد : و وجه ، فعلی که عث باشد درین کارخانه روا نیست . و شفیع و راه نمای بجهت عاصیان امت و گمراهان خلقت ، مثل سید المرسلین و خاندان النبیین (صلی الله علیه و آله وسلم) به خلق فرستاد : و اولاد و اصحاب و خلفای او را طریقه شریعت غرا و ملت بیضای او کرامت کرد : و قرآن مجید و فرقان عظیم را به میانه عاصیان فرستاد و از ماضی و مستقبل خبر داد :

متابعان فرقان مجید و پیروان رسول صاحب دید ، به طریق مستقیم شریعت غرا گرایند ، و ازین رهگذر مستوجب بهشت عنبر سرشت آیند ، و گمراهان و اهل شرک دوزخ آریند . نیک بخت کسانی که ، از گلزار معرفت بوی ، و از دفتر دانش حرف ، و از نهال توفیق بری ، داشته باشند . و درین دو روزه حیات مستعار ، حمد پیرا ، و نعت آرا ، و طاعت گرا ، باشند . و از روز ازل نیک بخت بعالم غدار و جهان ناپائدار آمده ، هواجس نفسانی و مطالب شیطانی را ملازم نباشند ، بمنه وجوده .

بر ضمایر قدسی مآثر منتظمان عالم دانش و بینش ، و موزونان عرصه آفرینش ، و سخن سنجان طور نکته دانی ، و صاحب عباران دارالعیار معانی ، پوشیده و مخفی نیست که ، از زمان هبوط آدم پاک برین توده خاک ، به هر وقتی ، نوعی از علوم ، بین الناس جلالت و قدری مییافته است . و حکمای آن قوم و علمای آن ایام ، دران عمل میکوشیده اند : منهاج نبوت به آن استدراج میپوشیده اند ، چنانکه بعد از نوح (علیه السلام) دعوت و عزیمت ، و بروزگار ابراهیم (علیه السلام) آتش پرستی ، و به دور موسی (علیه السلام) سحر و سیمیا ، و به زمان عیسی (علیه السلام) حکمت و طبابت . و مهتران

آن قوم بر آن علم دعوی نبوت میکردند ، و این علوم را معجز میدانسته اند . پس قدرت بی علت الهی چنان اقتضا نمود که ، انبیای اولوا العزم (صلوات الله علیهم اجمعین) را ، جهت ابطال آن ادیان و گوشمال ایشان ، مبعوث گردانید . چنانکه معجزه نوح دعای او بود ، و معجزه ابراهیم دخول او در آتش ، و معجزه موسی عصای مبارک او بود که ، آلات و ادوات سحر را فرو برده ، و معجزه عیسی دم او بود که مرده ها زنده کردی .

و بوقت ظهور خاتم النبیین ، فصاحت و بلاغت به نوعی اشتهار یافته بود که ، فصحای عرب ، بدین علم دعوی نبوت میکردند ، و امیه بن ابی صلت — که پیشوای مشرکان بود — کریمه (۱) در حق آن گمراه نزول گردید ، و رسم دعوی باطل کردن (کذا) و قرآن عظیم سبحانی مبطل مزخرفات شیطانی فصحای عرب شد . الحق سخن را رتبه عالی است . علمی که ، قرآن شکننده آن باشد ، کم علمی نیست :

گر نبودی سخن ، چه گفתי کس در معنی ، چه گونه سفتی کس
گر بدی گروهی و رای سخن او فرود آمدی بجای سخن

و پایه فصاحت و بلاغت رفیع و وسیع است . و حضرت ختمی پناه (صلی الله علیه و آله وسلم) شعراء و فصحا را معزز و مکرم میداشته اند . و در اخبار و حدیث هست که : مدح آن سرور کائنات میگفته اند ، و در مجلس آن سرور میخوانده اند و صله مییافته اند :

و قبل از بعثت حضرت رسالت (صلی الله علیه و آله وسلم) شعراء را حکماء

۱- آیه قرآن مجید ثبت نیست ولی اغلب اینجا آیه زیر از سورة اعراف مراد است :
و اتل علیهم نبأ الذی آتیناه آیاتنا فانسلیع منها فاتیبه الشیطن فکان من النافوین .

میگفته اند و مینوشته اند: و هر کس در علم شعر ماهر بوده، او را — ماء السماء — لقب بوده: امیر و سرور قبیله بوده اند: و امرؤ القیس، که از مشاهیر شعرای عرب است، در پیمانه پادشاه بوده، او را — ماء السماء — لقب بوده. و حکایت خواهر جاریه قطبیه (۱) که حسان بن ثابت، به صله شعر، از حضرت رسالت پناه (صلی الله علیه و آله وسلم) یافته، اظهار من الشمس است. بذکر آن مصدع نمیشود.

امام المتقین و یعسوب الدین، علی بن ابی طالب (علیه السلام) و اکثری از کبار تابعین و مشائخ طریقت، به گفتن اشعار رغبت نموده اند، و در هر قرن و زمان، از فحول استادان این فن بوده اند. چنانکه در زمان عرب، جریر، و اعشی، و متنبی، و امرؤ القیس، و حسان، و فرزدق، و دیگر استادان امتیاز داشته اند.

و در زمان پادشاهان اسلام، خصوص جمعی که بعد از هجرت میدانام میبوده اند، مثل عنصری، و رودکی، و فردوسی طوسی، و انوری، و خاقانی، و ادیب صابر، و ابوالفرح رومی، و کمال الدین اسمعیل صفاهانی، و مولانا روم، و حکیم سنائی، و شیخ نظامی، و امیر خسرو دهلوی، و دیگر اکابر — که ایراد اسامی ایشان طول تمام دارد — بوده اند، و کوس استادی و — لمن الملکی — زده اند. و بعد ازین امیران کلام، نیز جمعی دیگر، اسب فصاحت و بلاغت در میدان دانشوری رانده اند، تا زمان پادشاه دانا دل، سخن شناس، سلطان حسین مرزای بایقرا — که آن جماعت را الحال موزنونان متقدمین میگویند — طرز خاص و روش پسندیده بوده، دران فن بدیضا نموده اند.

۱- سیرین خواهر حضرت جاریه قطبیه (حرم رسول) که زوجه حسان بن ثابت بود.

و در زمان مرزاى مومى اليه ، مولانا عبدالرحمن جامى ، و مير على شير نوائى ، و بابا فغانى ، و اهلى شيرازى ، و مگسى شوسترى ، و خواجه آصفى ، و مير شاهى ، و ديگر دانشمندان و سخنوران بوده اند . و طرز و روش خاص كه (كذا) از قدامت تجاوز نموده اند ، به طرز يكه الحال درميان مستعدان نزديكست ، اختيار نموده سخن آفرينيها کرده اند . و آن طرز را مستعدان و سخن سنجان پسنديده به آن رغبت نموده اند .

و آئين قدامت از اين سه رهگذر، حجله نشين سراپرده صندوق (و) زاويه گزين طاقهاى منازل گشت : و چون آن سخن سنجان سر در نقاب خاک كشيدند ، و جمعى ديگر صاحب عباران دار المعيار نكته دانى شدند ، مثل مرزا شرف جهان ، و مولانا لساني ، و شريف تبريزى ، و يحيى لاهجاني ، و محتشم كاشى ، و ضميرى صفاهانى ، و وحشى بافقى : اين طبقه ، آئينى غير آن طرز را ، اختيار نموده اندكى به روش متاخرين ، آشنا تر شده اند : تا آنكه ، نوبت جهاندارى ولايت سخن ، به ميرزا قلي مبل ، و خواجه حسين ثنائى ، و ولي دشت بياضى ، و محمد ميرك صالحى ، و قاضى نورالدين صفاهانى ، و حزنى اصفهاني ، و فهمى ، و حاتم كاشى ، و مولانا ملك ، و مير الهى قمى ، و صبرى ساوجى ، و حضورى قمى ، و عرفى شيرازى ، و طوفى تبريزى ، و مير صبرى روزبهان ، و هلاكي همدانى ، و ميرزاى حساني ، و نظيرى ، و شيخ على نقي كمره ، و ديگر سخن سرايان بلاد عراق و خراسان ، رسيد :

اين طبقه يكباره منكر طرز متقدمين شده . خواجه حسين ثنائى ، بيشتر از همه قدم در وادى تازه گوئي نهاد ، با آنكه ضميرى صفاهانى ، و محتشم كاشى ، و ديگراني كه ، آن طرز را پسنديده اند و خوب ميداشته اند : و اين جماعت يكباره خود را ازان طرز و روش بيگانه ساختند ، و مستعدان ايران را طرز اين

جماعت که آغاز نازه گوئی و زبان (کذا) وقوع درهم بود، بغایت خوش آمده؛ اشعار آبدار ایشان را در صفائن خاطر خود ثبت مینمودند، و هرچه بزبان حقیقت بیان ایشان میگذاشت، بدستور باد صبا در سراسر ایران و توران سیار میشد؛ تا آنکه روزگار، میدان سخنوری و عرصه فصاحت و دانشوری را، بوجود فائض الوجود حسان الزمان مولانا عرفی شیرازی بیاراست، و عنان یکران سخن را برکف کافیش نهاد، و بکر معانی در حباله طبعش درآورد. و چشم روزگار را به زادن فونهلان گل عذار (۱) معانی روشن، و گوش عالمیان را، به استماع آن لآلی آبدار شاهوار محزون در عدن گردانید. و طرز متقدمین و متاخرین — که قبل از زمان سخن سنجی و نکته گذاری او، در میدان فصاحت اسب بلاغت رانده بودند — منسوخ ساخته، طرز نازه گوئی — که الحال درمیان مستعدان ربع مسکون پسندیده است — به میانه مردم عالم آورد. فاضلان این فن و استادان این علم، به این طرز معتقد شده، پایه سخنوری، و مدار نکته پردازی را، بدان نهادند. و شیخ ابوالفیض فیضی در هندوستان و جمعی دیگر از فول شعرای ایران، مثل حکیم رکنای مسیحی، و حکیم شفائی اصفهانی، و مولانا شانی نکلو، و سائر مستعدان و موزونان این روزگار، طرز خود را به طرز او آشنا ساختند؛ و نفوذ و تاثیر سخن را، در سکه خانه معانی، بنام نامی خود مسکوک ساخت، و خطبه پادشاهی ملک سخن و دانشوری، بر منبر معانی، بنام نامی خود خواند؛ و این کارنامه را در میان اهل عالم بیادگار گذاشت، و پیش از دیگری به این طرز و روش، مستقل (کذا) نه شد و حرف نه زد؛ و در اوائل که، طبعش به این طریق سخن گفتن میل نمود (۱)، ازو پسندیده

۱- گلزار.

۲- میل نمودند.

نمیداشتند و حمل بر بعضی مقدمات مینمودند: و این رتبه و حالت، از شرف
 قربیت و اصلاح صاحب اقبال، سخن شناس، قدردانی یافت که، مربی و
 تربیت کننده تمامی مستعدان ربیع مسکون است. و او را (کذا) به این طرز
 سخن سنجی و نکته گذاری بدانایان آموزد: چراغ دودمان سخن افروز،
 قدر فزاینده متاع منیر (سخن دانی)، گلدسته بند گل گلشن معانی، صاحب
 تمیز سخنان اهل دینی (کذا) قدر شناس بیدار بخت، بر آرنده تاج و تخت،
 خان خانان — که صاحب و قبله گاه او بود — راه نمائی کرد:

الحال در مطلب (۱) رود، حقیقت حال مولانا عرفی رقم کرده آید: فرزند
 خلف خواجه زین الدین علی بلوی شیرازیست: و پدر بزرگوار ایشان
 گاهی به پیشوای حومه شیراز و گاهی وزیر داروغه آن شهر بوده، که مولانا
 عرفی بعضی مقامات (۲) عامی را طی نموده و کسب حیثیات عالیه نموده: و
 خط نسخ را بغایت نیکو مینوشت، و در موسیقی و ادوار بقدر وسع وقوف
 داشت. و بصحبت شعرا میل پیدا میکرد. و (۳) رو بسوادی شعر و شاعری
 نهاد، و چون پدرش وزیر داروغه بود، مناسبت شرعی و عرفی را منظور داشته،
 عرفی تخلص کرد. و اسم اصلی ایشان خواجه سیدی محمد است.

و سلسله ایشان را در ولایت فارس قدری و منزلی بوده: و چون یک
 چند در دارالافاضل شیراز با موزنون بسر برد، و اشعار آبدار از بحر طبع
 بساحل ظهور رسانید، و قدم در وادی تازه گویی نهاد، و استادی و مرشدی
 دران وادی میطلبید: درین اثنا صیت آوازه سخن سنجی و زمزمه نکته دانی

۱- الحال مطلب در طلب رود.

۲- مقدمات.

۳- در وادی شعر و شاعری پانهاد.

و حقیقت موزونان ایران و هندستان، مثل مولانا شبکبی اصفهانی، و نظیری نیشاپوری، و یول قلی بیگ انیسی، و شریعت کاشی، و کامی سبزواری، و بقائی خراسانی، و میر مغیث محوی، و غنی همدانی، و دیگر مستعدان در دربارش سامعه افروز او گشت، و حقیقت تربیت این نکته دانان در خدمت این سپه سالار به او رسید، قصد بندگی و ملازمت نمود. و مس وجود خود (را) به اکسیر اصلاح این خلاصه دودمان علیشکری زر خالص ساختن پای همت در رکاب سعی و اجتهاد در آورد (۱) و به هندوستان درآمد.

چند روز قبل ازان که، خود را بدان دارالعیار رسانید، به خدمت علامه زمان و افضل فضلالی دوران، نواب غفران پناه، رضوان جائگاه، جنت آرامگاه حکیم ابوالفتح گیلانی — که از مقربان پادشاه ظل الله جلال الدین اکبر پادشاه هندوستان بود — رسانید. و دران زمان خواجه ثنائی، و سید محمد نجفی، و حیاتی گیلانی، و بسیاری از شعرای نامدار — که در خدمت مشار الیه میبودند — دریافت فضل و قدرت خود را بدیشان ظاهر ساخت. و بسیار مستحسن و مقبول طبع حکیم مومی الیه و آن سخن سرایان سخن شناس، افتاد. و شیخ ابوالفیض فیضی — که از باریافتگان پادشاه و ملک الشعرای آن زمان بود، به شرف اسنادی پادشاهزادگان کامگار بختیار نامدار مشرف بود، از فحول شعراء روزگار است، و بعد از امیر خسرو دهلوی، بهتر از وی در هندوستان برنخاسته — بر صحبت او میل پیدا کرد، و طرز و روش تازه که اختراع او بود، استماع نموده پسندیده داشت و سنجیده دانست. و بقدر رعایتی که از حکیم مومی الیه یافته. و بعد ازان خود را بدر بار فیض آثار صاحب دولتی — که در هوای بندگی او بسیار بودند. — رسانید، و بشرف صحبت مستعدان

آن بزم فیاض و شاگردی آن ذی شان مشرف شد :

و شرح اعزاز و اکرام و احترامی که ازین سپه سالار، نسبت به این زبده فصحا، واقع شده از مآثر رجیمی - که راقم این کلمات عبدالباقی نهانودی بنام نامی این سپه سالار رقم زده کلک سوانح پیمیا نموده - در خاتمه، احوال این بلاغت شعار فصاحت دثار ظاهر میشود، و این مجمل را مجال ایراد آن نیست.

و در ایام بندگی ایشان و دیگر ایام، همیشه بگفتن ابیات عاشقانه عارفانه میل نمودند، و قدرافزای فضل و رتبه خود میبودند. و قریب به شش هزار بیت از ابیات آبدار ایشان بسببی که بر راقم ظاهر نیست، مهجور و ابتر شد، (۱) چنانکه خود درین بیت فرموده :

رعد شرح هنر، چون نه شود محو، که من شش هزار، آیت احکام هنر، باخته ام

و در ایام مصاحبت و ملازمت ایشان، بدستوری معزز و مکرم بوده که، کورنش و تسلیمی - که در هندوستان مقرر و معمول است، که پادشاهان و اکابر میکنند - به هیچ کس نمیگردد، و در مجالس بر همه کس تقدیم مینمود. و اهل زمان - بجهت طبیعت عالی و ابیات متعالی - تقدم او را قبول داشتند : بغایت بلند همت و عالی فطرت بود.

تا آنکه بتاریخ نه صد و نود و نه هجری (۸۹۹۹) در دارالسلطنه لاهور، در سنه سی و شش (۳۶) سالگی متقاضی اجل، بساط عمرش در نوشت، و

۱- آقای دکتر محمد ولی الحق نوشته است که : چند مکتوب مرثی بدست دارند و از نامه - که مرثی بدوستی که دیوان مرثی حاربه گرفته و گم کرده بود - نوشته است، و ازان ظاهر میشود که آن دیوان دارای شش هزار شعر بود.

مرغ روحش از شاخسار عالم فانی ، به گاستان جهان جاودانی ، شتافت . و
 یسکی از مستعدان :

— استاد البشر —

۵۹۹۹

تاریخ آن قضیه ناگزیر یافت . و او در همان شهر مدفون شد . آخر از
 نتیجه این بیت که در مدح سرائی سرور اولیا فرموده :

بکارش مژه، از گور تا نجف، بروم اگر بهند بخاکم کنی و گر به تبار

میر صابر اصفهانی نعلش او را بتاریخ سنه ثمان و عشرين و الف از لاهور به
 نجف اشرف نقل نموده ، دران ارض مقدس مدفون ساخت ، و آرزوی بخاک
 برده مولانا را، آن نیک بخت بر آورد .

و در هنگام وداع این دار فناء، مسودات اشعار افکار ابکار خود را، به
 کتاب خانه آن عالی شان فرستاد . و التماس نمود . و به یمن همت توجه
 شاهوار این مضمار دانش و مرکز سخن دانی، از پریشانی بجمعیّت گرایند، و
 آن نازک نهالان گلزار معانی و نوباوگان بوستان طبیعت این خسرو شانی ،
 بدستیاری توجه و تربیت به شیرازه جمعیّت در آیند : و ازین رهگذر که ،
 تربیت کرده و پرورده این سپه سالار باشد، صدر نشین محافل و مجالس عالمیان
 گردند ، مرقب و مدون سازند :

این بزرگ دانا را گوناگون سوگواری روی داد ، که چنان سخنندان
 نکته گذار، و چندین قسطاس دانشوری و سعدی ملک سخنوری نماند (کذا)
 و این طور دانائی رخت بر بست . و آنچه لازمه بزرگی بود ، درمات نیز به
 عمل آمد .

و این مسودات — که تمامی به خط بد آن دانش پژوه بود — در کتابخانه عالی ایشان — که کتب خانه اهل عرفان است — مدتی بود، و بعضی موانع، وصیت و التماس او را در تعویق انداخته بود. تا آنکه بتاریخ هزار بیست و چهار هجری (۱۰۲۴هـ) حقوق و خدمت مداحی او، این مقدمه را، در خاطر خطیر این سپه سالار آورد: به وصیت آن معیار دانشوری عمل نموده بآن مسودات — که هر مصرع ازان ماه آسمان فلک معانی و خورشید جهانتاب جهان سخندانی بود — جیب و کنار حلقه اهلیت و استعداد محمد قاسم خلف خواجه محمد علی اصفهانی مشهور به سراجا — که از جمله آدمی زادگان اصفهان است — گزار معانی و گلشن جاودانی ساختند، و به جمع و تدوین این زادهای طبع آن آزاد مرد، که هر یکی از غایت معانی بلند و مضامین دلپسند در عالمی نگنجد، فرمان داد:

اگرچه مولانا مومی الیه، در ایام حیات خود، دیوانی را از قصیده و غزل و رباعی ترتیب داده بود، این رباعی — که احاد مصرع تاریخ با عدد قصیده، و عشرات با عدد غزل، و مآت به ابیات قطعه و رباعی موافق است، در تاریخ آن دیوان گفته بود:

این طرفه نکات سحری اعجازی	چون گشت مکمل به رقم پردازی
مجموعه طراز قدس تاریخش یافت	اول دیوان (عرفی) شیرازی

بعد از نمودن سفر آخرت، این مسافر عالم قدس، بعضی اشعار متفرقه ایشان را، که در سقائن مجموعهها ثبت بود، بعضی از مستعدان بران افزودند. چنانچه قریب به هشت هزار بیت به نظر در آمد: چنانکه سراجا به این سعادت موفق گشته، امثال امر فرمود. در عرض یک سال و نیم، بعد از مشقت بسیار، کلیاتی مشتمل بر چهارده هزار بیت از قصیده و غزل و رباعی

و مثنوی و ترکیب و ترجیع ترتیب داد: و الحق... بد بیضا نمود. چرا که آن مسودات در هنگام مقابله و ترتیب، گاهی سامعه افروز راقم میگذشت، بغایت مشوش و ابر بود.

و این قطعه، در باب ترتیب و تاریخ این کلیات، از نتایج طبع و قیاد سراجا، جامع این کلیات است که نوشته است:

(عرفی) آن واضع سخن، که برور
نه که، شروانی است در رشکش
بعد چندی، چو (۱) جای بودن نیست
ماند ازو، در شاهواری چند
صورت چند، جمله با معنی
لیک، آن جملگی، پراکنده
آن قدر مهلتش، فداد اجل
گفت با دوستان بگه وداع
بسرانسیست زادهای مرا
پیر کان بریده کانی را
صاحب علم و حلم و سیف و قلم
آنکه در روز بار می رسدش
چون کمالات را بود مسمدن
دید چون زادهای (عرفی) را
همه مانند در، ولیک یتیم
بعد یک چند، بنده را فرمود
مدت چند، خون دل خوردم
هم به اقبال صاحب کامل
جامع انتظام این اوراق
از خرد، خواستم چو تاربخش

رشک دارد روان شروانی
بلکه، رومی و هم صفاهانی
رفت ازین دیر ششدر فانی
کش قرین (۲) نیست بحری و کانی
خلق چند، جمله روحانی
همه از بی سری و سامانی
که، به ترتیب شان، شود بانی
کای عزیزان جسمی و جانی
بجستاب معلسم ثانی
صوی همان بریده همانی
خانمناشان سکندر ثانی
که سکندر کندش دریانی
سزد از عقل اویش خوانی
جماله محمود لعل پیکانی
جمله چون زادهای پنهانی
که: دهم شان نظام دیوانی
تا که، جمع آمد از پریشانی
هم به توفیق لطیف یزدانی
شد (سراجا) غسان خانانی
گفت: ترتیب داده نادانی (۳)

در زمانی که، این ژرف خدمت را به تقدیم رسانید، و این حق بر مولانا عرفی انداخت، و در شهر برهان پور صوبه خاندیس این قطعه و کتاب را به نظر اصلاح ایشان میرسانید، راقم از حواشی نشینان آن بزم فیاض بود، مقبول و مستحسن افتاده بانواع صلوات و انعامات سرفراز گردید.

الحال، این کلیات در کتبخانه عالی ست، و الحق هیچ یک از فصیحای زمان به این خوش دیوانی نیستند. و اگر روزگار امانش میداد، ترقیات کلی مینمود (۱) و ده برابر این بالقوه اش بفعل میآمد. و مستعدان به نوشتن این کلیات میل پیدا کردند، و اکثری نویسانیدند (۲). و الحال کلیاتی که در میان مستعدان معتبر است، ازین جا نقل شده. و این سپه سالار قدردان — چنانکه در ایام حیات به این طبقه لطف و عنایت داشتند — در جملات نیز به ابتکار افکار ایشان دارند، و تربیت کرده و مداحان خود را از خاک مذلت بر میدارند، و گلدسته مجالس و محافل میسازند، و امثال این طائفه را به الطاف و اشفاق سرفراز مینمایند. امیدوار به درگاه الهی چنان است که، سایه مرحمت و الطاف این گلدسته هند گلشن معانی، بر سر اهل زمان، به تخصیص موزونات و مستعدان، مستدام و پائنده باد. (۳)

● نامه علامی ابوالفضل بسوی مولانا عرفی شیرازی :

همرا گشتم براه وصل، و بهجودم هنوز آدم بسیار، و نزدیک تو، من دردم هنوز

۱- مینمودند.

۲- نوشتانیدند.

۳- معارف اعظم گره شماره اکتوبر (۱۹۶۷م) ص ۲۷۹ - آقای دکتر محمد علی الحق این مقدمه را از دیوان عرفی - که در ذخیره نواب صدر پار جنگ علیگره محفوظ است - اقتباس کرده و با دو نسخه دیگر، یکی ملک آقای یوسف حسین موسوی دانشگاه لکهنو و دیگری ملک بهگور لائبریری دانشگاه لکهنو، مقابله کرده به چاپ رسانیده است.

هزار سلسله دعا و صد هزار قافله ثنا ، که زیب و زیور گوش و گردن
 شاهد بیان و عروسان زبان توان ساخت . نثار بزم خجسته و تحفه محفل
 شگفته عالی حضرت ، عیسی طبیعت ، عطارد خصلت ، معلم قواعد سخنوری ،
 محمد مقاصد فصاحت گستری ، صیری غزن اسرای جواهر عوالی لالی شاهوار
 کماهی ، خازن خزائن نیک اختری ، نقاب دفائن خاقانی و انوری . زبده
 اصحاب درک و بلاغت ، عمده ارباب فهم و فراست ، پیشوای جمهور عقل
 و کیاست . مورخ حسن سیرت ، دستورالعمل دفاتر فطنت و بصیرت ، خوان
 نکته دانی و اهلیت را نمک ، چشم دانائی و قابلیت را مردمک ، مالک رقاب
 ملک معانی ، با صدق ادراک و شیرین زبانی ، خجسته ده شعرای متقدمین
 و متاخرین ، بیت :

بگره زمانی و معجز بیانی

وحیدالزمانی فریدالوانی

گوهز شیخراغ ملک کاردانی ، در یکتای درج زندگانی ، نویاوه
 بوستان کامرانی ، افصح الفصحی ، ابلغ البلیغ ، نادره روزگار ، خلاصه هر پنج
 و چهار ، خسرو شهرستان دانائی ، شهسوار عرصه بینائی ، قافله سالار
 معرکه دانش ، سر دفتر عساکر بینش ، مهر سپهر آفرینش ، گل سرسبز
 دانش نشان عالم تقدس ، حکیم دانای الکه تعقل و تجسس ، فهرست
 دفاتر اقلیم آگاهی ، دیباچه نسخه کماهی ، فرهنگ کتب فضل و کمال ،
 عیار نقد بینة قال و مقال ، برگزیده طبع شاهنشاهی ، محفل آرای خلوت
 ظل الهی ، دیهیم فرق سرفرازی ، اکلیل راس بی نیازی ، مولانا هرلی شیرازی
 میگرداند . و خود را یکی از هوا خواهان و معتقدان آن مجموعه فضل و
 کمال میداند !

بخدای - که آفریننده هیژده عالم ، و پیدا کننده آدم از ماو طین است ،
 که از آرزوی صحبت مسرت اثر و عبرت بجست سیر ، آن عیسی دم ، خضر
 مقدم ، بنوحی بیتاب و بنحوی در اضطراب است که ، در جنب آن ،
 بی آرامی ، ماهی از آب دور افتاده را صبر و سکون میتوان شمرد : و
 محبت مفارقت و مهاجرت آن مسیح الزمانی ، بر وجهی هجوم آورده ، و
 بر طریقی غلو نموده ، که عالم عالم درد ، و جهان جهان الم ، و جیحون
 ستم روزگار نا هموار ، و محن ایام نا هنجار را ، خرمی و خوش دلی
 نام میتوان نهاد . آری ! دل را که ، خو کرده صحبت آن چنان یار میباشد ،
 بکدام چیزش مشغولی توان ساخت : و جانی را که ، آموخته دریافت
 ملاقات مثل آن نادره گفتاری بود ، بکدام عرف و صورت و فسانه و
 فسونش برادی دیگر توان انداخت .

بلی ! نشئه بزم وصال دوستان جانی را ، وصول آب خیران بعینه سراب
 است . و مشتاق جنت بزم محبان یک دل و یک زبان را ، دخول بهشت دوزخ
 و عذاب . طبیعت طفلی نیست که ، در مکتب ارتکاب بسبق تزویر ، و تعلیم
 کم ناثیر ، از هوای عید وصال آن معدن کمال ، باز آید : و شوق طائری نیست ،
 که بدانه پر بهانه مکر و حيله ، فریب بخورد . اگرچه بظاهر چشم بخت بتماشای
 جمال جهان آرای آن یگانه آفاق ، و نادرالعصر باستحقاق ، منور نمیگردد .
 و لذت شربت وصال آن زبده چهار آخشج ، بدائمه هوس نمیرسد ، اما
 بیاطن کار این مشتاق لقای شریف ، بجز افشاندن تخم محبت ایشان ، در
 زمین دل ، دیگر هیچ نیست . و بغیر از نشانیدن نهال آرزوی آن دوست
 دو جهانی ، در چمن جان ، کاری ندارد . و همیشه در مشغله کندن نقش خیال
 وصال آن خلاصه حواس پنجگانه ، دل را مشغول میدارد : و هوش را برین

مهمی میگذارد : و پیوسته روی نیاز بر زمین عجز و انکسار میباید : و دست دعا بر آسمان افتخار برآورده مینالد . و سعادت ملازمت و دولت مواصلت را ، بالغدو والاصال ، از درگاه ایزد متعال ، آمل و سائل است . امید که تیر دعا بر هدف اجابت رسیده باشد ، و تپ دوری و بلای مهجوری ، بسر آید . و نهال امیدواریمای ظاهری و باطنی سر آید .

از قریب محیب فصیح اللسانا مرا خیرت در خیرت ، و دل را تعجب در تعجب در گرفته . از مثل شما محب ، فراموش کاری نمودن چه لائق است . و یکبارگی همچون ابوالفضل دوستی را ، از گوشه خاطر محو و نیستی فرمودن چه مناسب . عزیز من ! جان من ! قطعه :

در درست را که ، بهم الفتی است ، میباید که بسهر هیچ ، جدائی ز یکدیگر نکنند
بدی بسپو نه بیند و در نظر نارینه بدی بدیده بجز نیک را نظر نکنند
رواست آب محبت بران دو یک جهتی که خاک شان بفشاری و نم پدر نکنند

خدا نخواست باشد ، از ابوالفضل قصص سرزند که ، نسبت بآن برگزیده انفس و آفاق باشد . این مقدمه ممکن الوجود نیست . و اگر هم مضمون — الانسان مقصر اللسان — سبوی یا خطای رفته باشد ، از شما چشمداشت این معنی نداشت که ، اظهار نا کرده و اخبار نا فرموده ، در صدد خاطر گرفتگی شوند ، و کدورتی در دل خود راه دهند . چه دوستی است که باندک فتوری و قلیل الوجود قصوری ، حرف رنجش بر زبان راند . یا تصور و تخیل کلفت را در وهم و فهم خود جای دهد ! که گفته اند :

سر نه پیچی اگر ت سنگ بهارد بر سر ا

رنگ محبت اصلی ، هرگز بصیقل کدورت عارضی فرعی زدوده نگردد . نقش حقیقی مودت جبل ، از صفحه دل دوستان صمیمی بسیلاب و خطاب و عتاب حدی لاحقی شسته نشود . و سیما دوستی و یکجهتی چون من مخلص که ، امروز

بعنايت ايزد تعالى و قدس کوس يگانی ، در ميدان فرزاني مینوازم ، و بحريف ولا چوگان مودت ميبازم ، و برين استواری محبت و استحکام مودت خویشان مينازم : وليکن ، ازان طرف اگر احیاناً رشته اتحاد گسسته گردد ، و ابواب اخلاص قدیمی بسته شود ، درين صورت مرا چه چاره است !

ترصد که مرتکب اين سست محبتی نگردند ، و بدین طریقه بهیچ وجه من الوجوه جرات نمایند ، که شیوة محبت منشان ، مودت روشن ، چنین نیست : فهم من فهم ! العاقل تکفیه الاشارة !

الله تعالى دوستان یکدلی را توفیق علی التحقیق روزی گرداناد ! والله ولی التوفیق ! (۱) (رقعات ابوالفضل ۱۹۱۲ ع نولکشور کانپور ص ۱۲۰-۱۲۳)

— پایان بخش دوم —

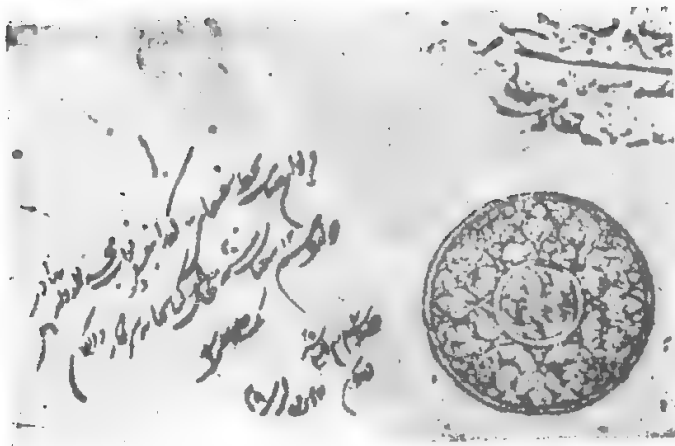
کراچی

۵ نومبر ۱۹۶۷ ع

قا

۳۱ جنوری ۱۹۶۸ ع

۱- راجع به شرح حال عرفی رک : روضۃ الطاهرین (طاهر محمد صادق الدین حسن سبزواری ۱۰۱۴ هـ) درج النفاث (شیخ منور بن عبدالکریم عباس - عبد اکبری) مراة آفتاب نما (شاهنواز) بهارستان سخن (شاهنواز خان) جام جهان نما (قدرت الله شوق ۱۱۹۱ هـ) منتخب اللباب (خانی خان ۱۱۴۲ هـ) خلاصة الافکار (ابو طالب تهریزی ۱۲۰۷ هـ) شرح قصائد عرفی (عوض راي مسرت ۱۲۱۱ هـ) مجله برهان دہلی - مقاله حیات عرفی کا تنقیدی مطالعہ - از دکتر محمد ولی الحق - شماره مارچ تا ستمبر ۱۹۶۷ ع و مجله اردو کراچی مقاله عرفی و شہل ، از دکتر محمد ولی الحق - شماره اکتوبر ۱۹۶۷ ع .



- (۱) مهر و خط ضائب
مکتوبه (۱۰۸۳ هـ) در اصفهان
کتابخانه دانشگاه علیگره
متعلق صفحه ۵۸۳ (۱)
(فهرست نهائش گاه مخطوطات دانشگاه
علیگره - مختارالدین آرزو ۱۹۵۲ ع)



- (۲) دیوان ضائب مکتوبه (۱۰۷۰ هـ)
ملک دانشگاه علیگره
متعلق صفحه ۵۸۳ (۲)
(فهرست نهائش گاه مخطوطات - آرزو ۱۹۵۲ ع)



دیوان صائب

مکتوبه عارف قبریزی

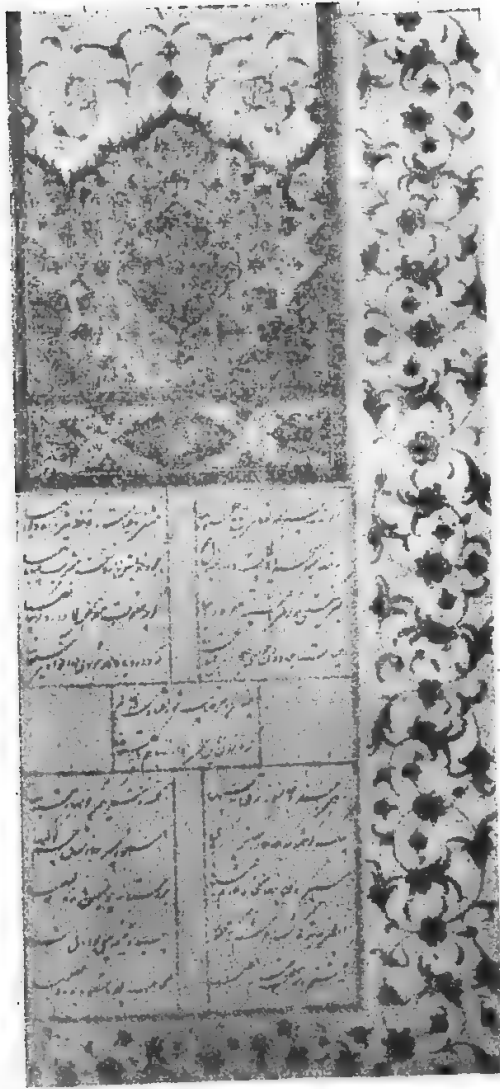
تحریر صائب بر حاشیه

ملک دانشگاه علیگره

متعلق صفحه ۵۸۲ (۲)

(فهرست نمائش گاه خطوط - آرزو ۱۹۵۲ ع)

(۲)



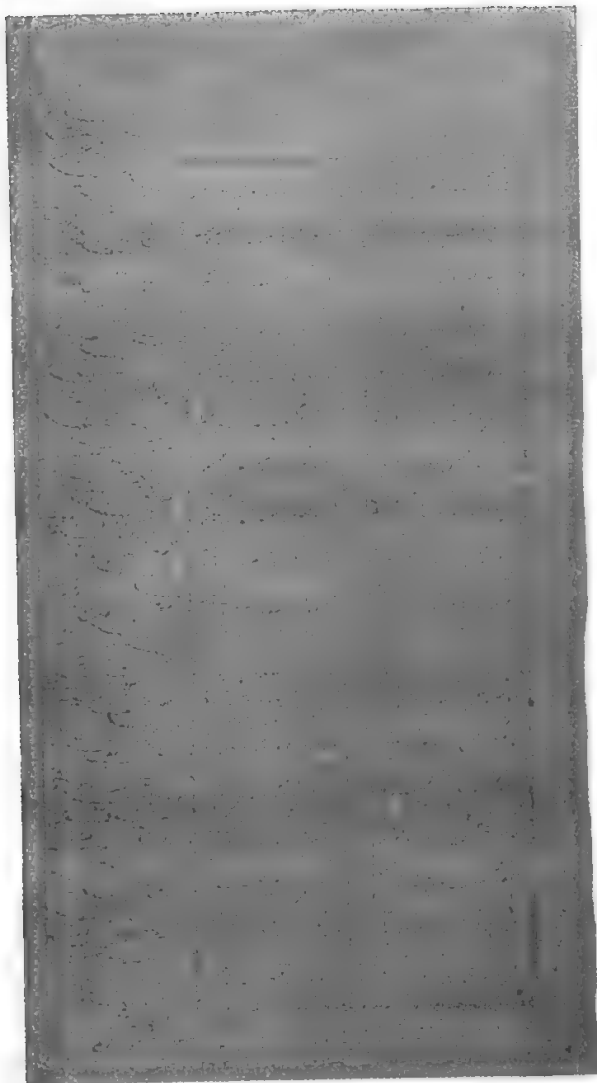
دیوان صائب

موزة مل کراچی

(۵)

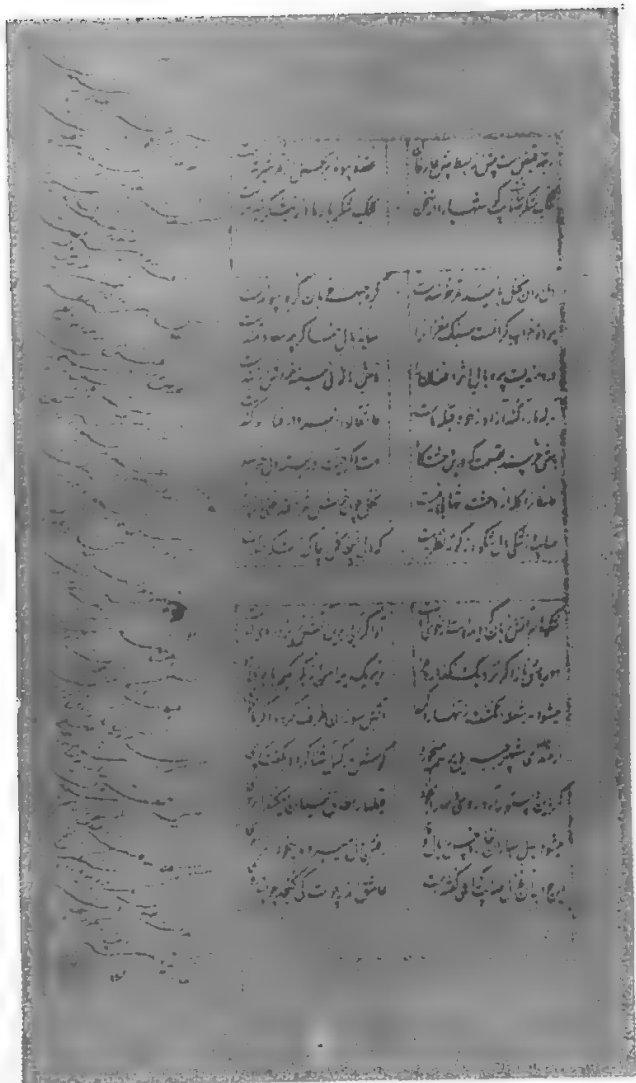
شماره 1 - 266 / 1958 - N. M.

متعلق صفحہ ۵۸۹ (۱۲)



دیوان صائب
موزة ملی کراچی
شماره ۱/ 226 - 1958 N. M.
ورق ۲۵۱ الف
متعلق بصفحہ ۵۸۹ (۱۲)

(۶)



(۷) دیوان صائب
حاشیہ بخط و مہر صائب
موزہ مل کراچی
شمارہ 226/2 - 1958 N. M.
ورق ۱۹۷ الف
متعلق صفحہ ۵۹۱ (۱۳)



مهر صائب

ورق ۱۹۷ الف

موزة مل کراچی

شماره 266/2 - 1958 N. M.

متعلق صفحہ ۵۹۱ (۱۳)

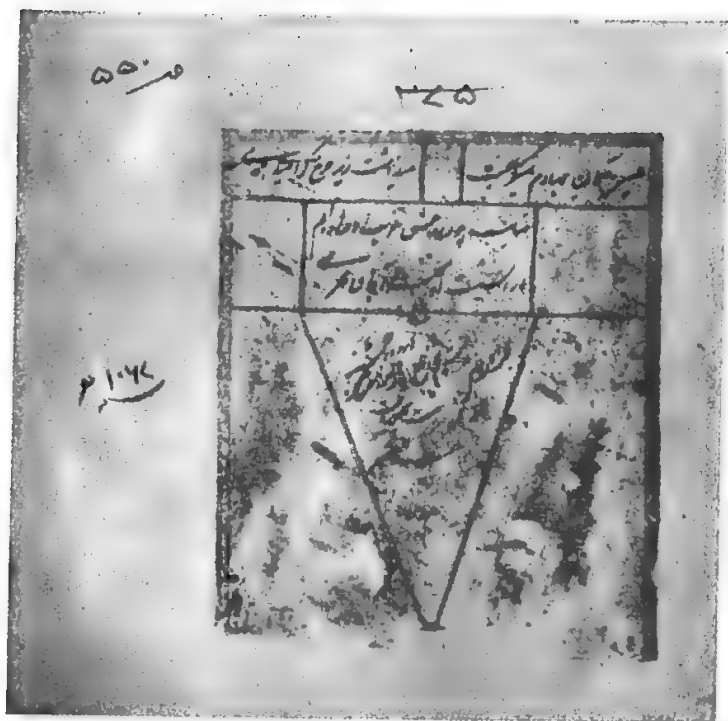
(۸)

[illegible]

خط صائب

شماره ۴۰۰ ضمیمه رپور - ۲۷۲

تاریخ ادبیات فارسی براؤن



ترقیمہ دیوان صاحب ۸۱۰۶۷
انجمن ترقی اردو کراچی
متعلق صفحہ ۱۰۲۱ (۳۴)

(۱۴)



دور نمای مزار و باغ صائب در اسفهان و نهر نیاسرم
عکس از حسام الدین بناریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ ع
متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



مقبره صالح

عکس از حمام الدین ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ ع

(۱۶)

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



مقبره صائب

عکس از حسام الدین < سپتامبر ۱۹۶۶ع

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰

(۱۷)



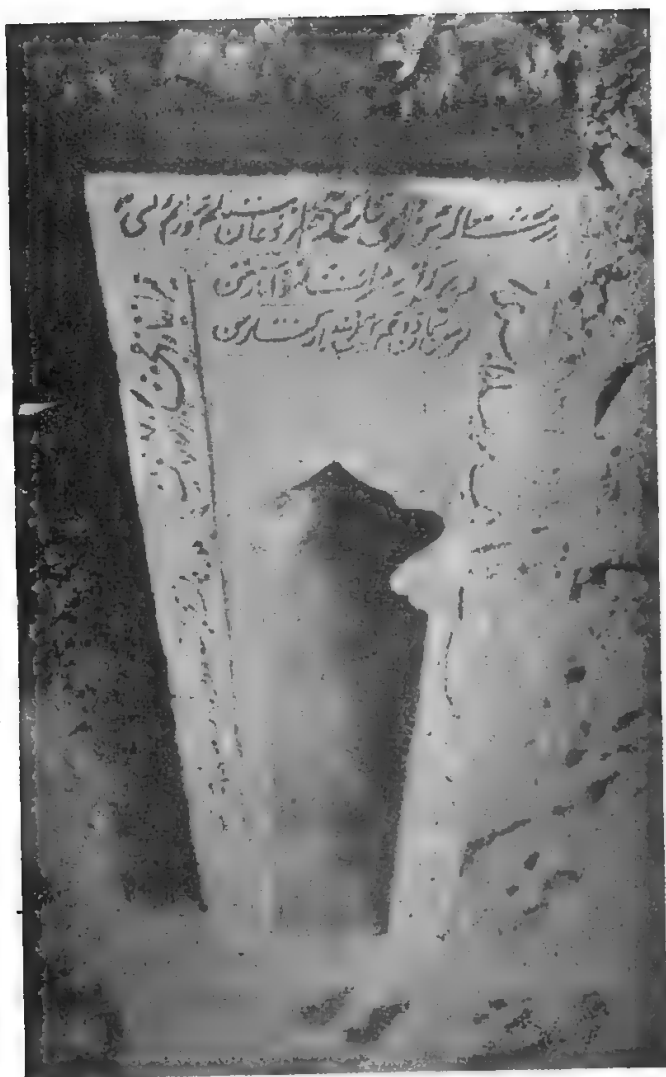
مزار صائب

پیشتر از بناء نو

(۱۸)

از کتاب آثار اسفهان تألیف دانشمند محترم آقای دکتر هنرفر

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



سنگ مزار صالح
عکس از حسام الدین ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ ع
معلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



سنگ مزار صائب

(۲۰) عکس از حسام الدین بتاریخ ۷ سپتامبر ۱۹۶۶ ع

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



آرامگاه شیخ یعقوب صوفی

متعلق صفحه ۶۲۰

از کشمیر صوفی : ۳۶۴

(۲۱)



آرامگاه شیخ بمقرب صرغی در محله زیته کدل

متعلق صفحه ۶۴۰

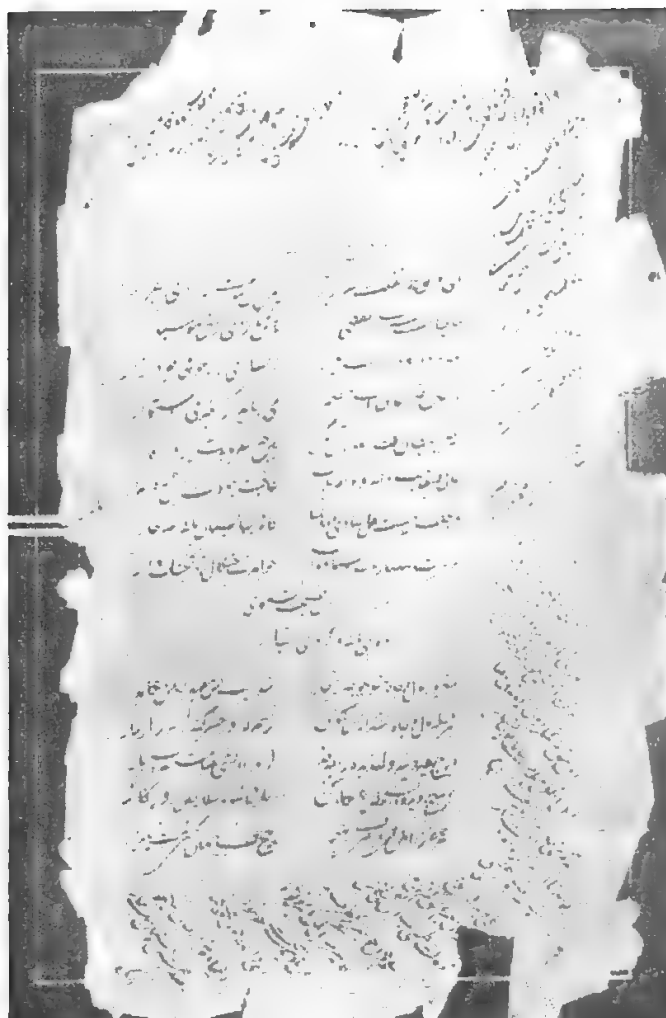
از فارسی گوینان کشمیر ص ۲۲

(۲۲)



آرامگاه ملا طیب کشمیری
 در دهکده اسلام پور - سرینگر
 متعلق صفحه ۷۰
 از فارسی. گویان کشمیر ۷۲

(۷۲)



نمونه خط ملا طهیب
متعلق صفحه ۷۷۰
از فارسی گویان کشمیر ص ۶۸



دور نه‌ای خانقاه شاه همدان - سرینجر
Indian Architecture Islamic Period
By Percy Brown

متعلق صفحه ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰ (۲۶)



عانتا. شا. حدان - سرپنگر

Ancient Monuments of Kashmir

By Ram Chandr Kak

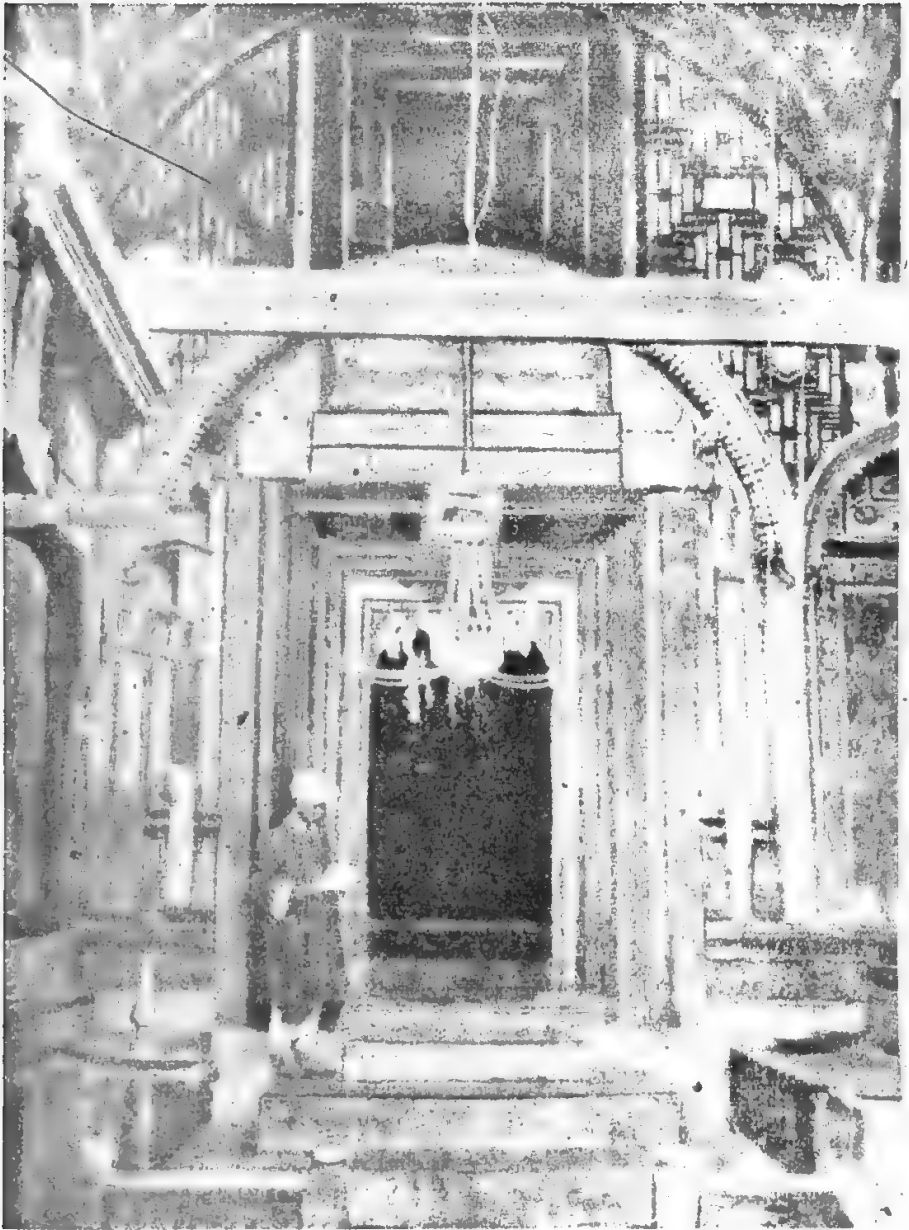
معلق صفحہ ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰

(۲۷)



داخل خانقاه شاه همدان - سرینگر
 Indian Architecture Islamic Period
 By Percy Brown

متعلق صفحہ ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰



مدخل خانقاه معلی شاه همدان

متعلق صفحه ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰

کشمیر صوفی ص ۸۹

(۲۹)



خانقاه معنی شاه همدان

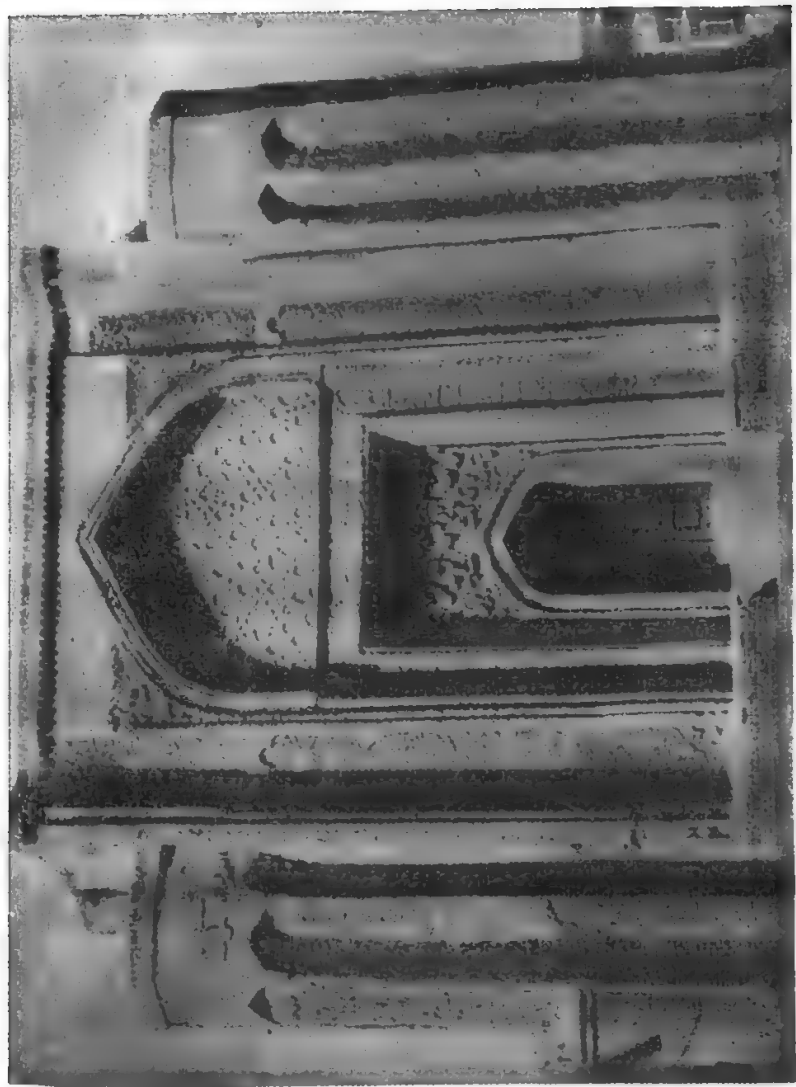
Vantipor وانتیپور

(۳۰)

بنا کرده میر محمد همدانی پسر امیر سید علی همدانی

کشیر صوفی ۹۲

متعلق صفحه ۸۹۶ - ۹۰۲



کتابہ عربیہ اسلامیہ

Islamic Architecture and its Decoration

D. Hill — O. Graber Plate 178

صفحہ ۹۰۲

(۳۱)

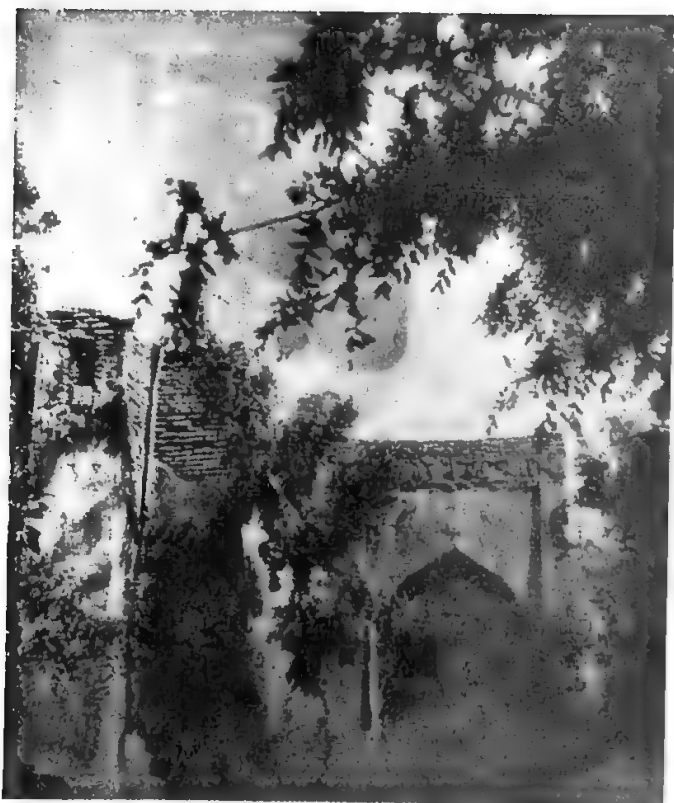


کنبد ملویان میدان
کشیر صوفی ص ۸۵
متعلق صفحه ۹۰۲

(۳۲)



آرامگاه سید علی همدانی
در ختلان (کولاب فعل)
کشمیر صوفی ص ۱۱۶
متعلق صفحه ۹۰۲



آرامگاه سید علی همدانی
در ختلان (کولاب فعل)
کشمیر صوفی ص ۱۱۶
متعلق صفحه ۹۰۲

(۳۲)



سر در گنبد علویان همدان

کشمیر صوفی ص ۸۵

متعلق صفحه ۹۰۲

(۲۵)

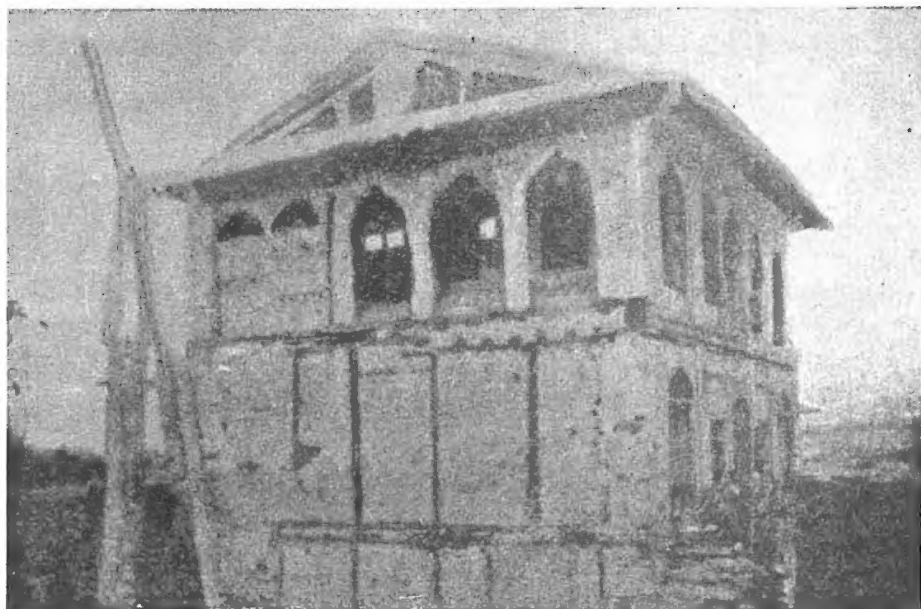


دیر مود کا حقیقی نمونہ
متعلق صفحہ ۹۶۸
کشمیر صوفی ص ۳۶۴

(۳۶)



پیر غنی
متعلق صفحہ ۹۶۸
فارسی گویان کشمیر ص ۲۰



اوطاق منسوب به ملا طاهر غنی

در محله راجواری کدل سرینگر

(۳۸)

متعلق صفحه ۹۹۰

کشیر صوفی ص ۳۶۴

Copyright

Copies	1000
First Impression	1968
Second Impression	1982
Price	Rs. 51/-

Published by Dr. M. Moizuddin, Director, Iqbal Academy, 116 McLeod Road,
Lahore and Printed by Mohammad Zarreen Khan, at Zarreen Art Press,
61 Railway Road, Lahore

TADHKIRA SHU'RAI KASHMIR

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHDI

Vol. II

IQBAL ACADEMY PAKISTAN

116 McLEOD ROAD - LAHORE